بہر چمن از بزم شوق و درد و داغ روانی کردست
یک چمن گل یک نیستان نالہ یک خمخانہ مے

نغمۂ عنادل

(یعنی)

چارسو سے زائد متقدمین و متاخرین شعرائے اُردو کے کلیات و دواوین کے ادبی، علمی۔ تمدنی۔ اخلاقی۔ رُوحانی۔ مُلکی۔ قومی۔ اور نیچرل اشعار کا بیش بہا اور نادر ذخیرہ اور اُن کے کلام کے انتخاب کا بے نظیر اور کار آمد گنجینہ

(جسمین)

تقریباً پچیس ۲۵ ہزار دلچسپ اور منتخب اشعار نہایت خوبی اور طرز جدید کے ساتھ درج کیے گئے ہیں

(جسکو)

راجہ راجیسور راؤ اصغر خلف اکبر راجہ اوماپت راؤ بلونت بہادر (ورما) والی سمستان دومکنڈہ مؤلف و مترجم کتب متعددہ نے نہایت محنت و قابلیت سے مدوّن فرمایا

مرتبہ ۱۳۲۷ھ ۔ مطبوعہ ۱۳۵۴ھ

مطبع نظام دکن و اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

قاموس الہند

یہ اردو (فارسی، عربی و ہندی) کا نہایت ہی معتبر مستند و جامع اور ادبی و علمی لغت ہے جو بہ ترتیب ہجائی اساسِ تاریخی پر عام فہم اور اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس میں ہر ہر لفظ کے صحیح اعراب و تشکیل، تلفظ بالحروف (جہرا) لسانی تصحیح (اردو، فارسی، عربی، ہندی، سنسکرت، ترکی، انگریزی، پہلوی، مؤرد، مفرس، معرب، مہند اور مولد و دخیل وغیرہ) اقسامِ کلام (اسم، صفت، فعل، حرف، متعلق فعل وغیرہ) اور اُن کی ذیلی تقسیم (اسم کی صورت میں مذکر، مؤنث، واحد یا جمع فعل کی حالت میں لازم، متعدی، حقیقی یا جعلی وغیرہ)۔ اصلیت و حقیقت (لغوی تحلیل و ترکیب مادہ ماخذ، اشتقاقِ صوری تبدل و تغیر وغیرہ) حقیقی و مجازی معانی (اور اُن کے مختلف مفاہیم) کے علاوہ مرکبات، محاورات، مقولات، امثال وغیرہ کا بیان نہایت تحقق و تدقیق اور توضیح و تصریح کے ساتھ کیا گیا ہے۔ علمی، ادبی، واصطناعی اصطلاحات اور قانونی، سیاسی و صحافی الفاظ کی تعریفات صحیح و موجز ہیں۔ الفاظ کی تشریح میں تمام متمدن و مرتقی قدیم و جدید السنۂ عالم کا تقابل تماثل و توافق، لسانی تخطیط اور لغوی فلسفہ کے اصول کے بموجب کیا گیا ہے، الفاظ کا تولد، تدریجی ارتقا و تنزل بہت حسن و خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اردو، فارسی، وعربی اصطلاحات کے مترادفات، ہندی و سنسکرت میں اور اس کے بالعکس بتائے گئے ہیں، فصیح و غیر فصیح، مبتکر و مبتذل اور مستعمل و متروک الفاظ کا امتیاز اچھی طرح ذہن نشین کرایا ہے۔ صرفی قواعد اور لسانی ضوابط کے لحاظ سے ہزارہا اغلاط و تسامحات کی تصحیح و تصویب کردی گئی ہے۔ الغرض قاموس الہند پہلا لغت ہے جو لسانی استقرا اور ادبی انتقاد کے بعد، اردو، فارسی، ہندی میں اس قدر کثرتِ الفاظ اور غزارتِ مواد کے ساتھ تالیف ہوا ہے۔

اس لغت کی تدوین سے پہلے لغوی، ادبی، علمی، فنی و اصطلاحی مباحث کے متعلق تمام معتمد و موثق کتابیں فراہم

بقیہ مضمون ٹائیٹل کے تیرے اور چوتھے صفحہ پر ملاحظہ ہو

تقریظ

ناظم بےمثال ناثر باکمال مولوی حافظ جلیل حسن صاحب جلیل المخاطب بہ نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

جانشین حضرت امیر مینائی مرحوم

یہ مجموعہ اشعار کیا ہے؟ انسانی جذبات وخیالات کا ایک نہایت روشن آئینہ، اخلاق کا معلّم، تہذیب کا مُشعر، نیکی اور بھلائی کا
...جب ...رہنر ل کا وعظ ہے، اور کہیں سیاستِ مدن کی تعلیم ہے غرضکہ اس مجموعہ کا مطالعہ نہایت دلچسپ، فرحت بخش
...ے کیوں نہ ہو شعرائے ہند کی جولانیِ طبع کے بوقلموں خیالات ہیں، رنگارنگ پھول گلستان سخن کے ہیں جن کی شادابی
...ب ملر...
تسلیم۔ جناب ...ظر ہوتا ہے۔

اور یہ خدمت نہایت مفہار کے مرتب جناب راجہ راجیسور راؤ صاحب بہادر ۲ صغر امرائے ملک کی چیدہ جماعت کے لیے
دامن میں لئے ہوئے ...ہمات کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیا ہے اور دماغی محنت کے نتائج سے ملک و قوم اور زبان پر
سے کام کیا گیا ہے، ہر آئینہ ...عار کو ایک جگہ جمع کر کے حقیقت میں انھوں نے بڑا کام کیا ہے۔ یعنی ایک طرف تو پڑھے لکھے
اگر فارسی شعر...
...یا کیا ہے دوسری طرف شعرائے اُردو کی قدر افزائی کی ہے کہ ان کے اشعار انتخاب کر کے ملک میں
ہوگی۔ اللہ اللہ! یہ زمانہ...
کے لئے تو کھوئے ہوئے ...ہے تیسری طرف انھوں نے یہ بڑا احسان کیا کہ اس عام اعتراض کو اٹھا دیا کہ ہمارے ملک کے
اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ...اس میں سوا معمولی باتوں عشق ومحبت کی حکایتوں کے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اب اس ضخیم مجموعہ کو
...ام دیکھ سکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ ان کی نغمہ سنجیوں پر حرف لائے۔

...وعہ کی تالیف سے ہمارے خیال میں ایک نفیس کتاب کا اضافہ کیا ہے جو بہت جلد پبلک سے
...کی خوبیوں اور فائدوں کا ذکر اس مقام پر بے کار ہے۔ بہتر ہے کہ لوگ دیباچہ کے صفحات
...کی محنت وجستجو ک... کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ایک معقول ... اس

مخلص
اکبر...

تقریظ

مولانا مولوی سید علی حیدر (المخاطب بہ نواب حیدر یار جنگ) نظم طباطبائی لکھنوی
عربی پروفیسر نظام کالج سرکار عالی

کتاب **نغمۂ عنادل** راجہ راجیسور راؤ بہادر اصغر دکن کے ایک امیرزی توقیر کی تالیف ہے
شعرائے غزل گو کے کلام سے اخلاقی اشعار ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کیے ہیں۔ اور غزل اصناف نظم میں سے
ایک ایسی صنف ہے جسے مکالے نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ "غزل کا جزء اعظم یہ ہے کہ شاعر آنکھ بند کر کے
اپنے جوشش طبع کو ظاہر کرے"۔ اردو کہنے والے شعرا بھی ایسا ہی کیا کرتے ہیں لیکن زیادہ تر جوشش طبع ان کو کسی
منظر حسن یا معشوق حسین ہی کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور جدھر یہ جوشش طبع ان شعرا کو لے جاتا ادھر یہ
بے تامل چلے جاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ اردو کی غزلوں میں حسن و عشق، بہار خزاں اور شراب کباب کا ذکر اکثر ہوتا ہے،
یہ صنف نظم اخلاقی مضامین کیلیے نہیں وضع ہوئی ہے ہاں کبھی زمین غزل یعنی اس کا قافیہ اور ردیف ایسی ہوتی ہے
کہ اس میں اتفاق سے ایک آدھ شعر اخلاقی بھی نکل آتا ہے۔ یہ حال تو غزل کا ہے اس میں سے اس قدر کثرت سے
اخلاقی شعر نکالنا راجہ صاحب ہی کا کام تھا۔ غرض کہ یہ کتاب ان کی قابل داد و لایق صاد ہے۔ ایسی کتابوں
کی ملک کو بہت ضرورت ہے۔ نثر میں اس کتاب کے اشعار کا صرف کرنا نثر کے حسن کو دوبالا کرے گا۔
اور اس کا مطالعہ شعراء کو شعر کے مختلف میدان دکھائیگا اردو کی نظم ہو کہ نثر دونوں کو اس کتاب سے فائدہ
پہنچے گا اور کچھ عجب نہیں کہ اردو کی شاعری پر جو ایک بڑا الزام ہے کہ غزل کے سوا اور کسی صنف شعر کی طرف
یہ لوگ توجہ نہیں کرتے۔ اس کتاب کا مطالعہ اس الزام کو دفع کرے۔ اور ہر ہر باب میں مضامین کا ذخیرہ
دیکھ کر محض ایک ہی باب میں کبھی کبھی طبع آزمائی کرنے کا ذوق اردو کہنے

تقریظ

ناظمِ بے بدل و ناثرِ عدیم المثال مولانا ابو [illegible]

دولت خواہ کسی قسم [illegible] یہ ہے کہ وہ جس کسی کے پاس ہوتی ہے اس کے دل میں طرح طرح کے جذبات پیدا کرتی رہتی ہے۔ اور ان جذبات کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ وہ رہ رہ کر دولت کے مصرف تلاش کرنیکا تقاضا کرتے رہتے ہیں اور یہ تلاش منحصر ہوتی ہے دولتمند شخص کی طبیعت کی افتاد پر۔ یعنی نیک سرشت اور پاکیزہ خیال دولتمند کا مصرفِ دولت "نیک اور مفید" اور بد سرشت و آوارہ مزاج دولتمند کا مصرف دولت "غیر محمود" اور بسا اوقات تباہی بخش ہوتا ہے۔

چنانچہ راجہ را[illegible]در راؤ بہادر اصغر جو روپیہ اور پیسہ کی دولت کے ساتھ ماشاء اللہ دولتِ علم بھی رکھتے ہیں۔ ان نیک سرشت اور پاکیزہ خیال دولتمندوں کی صفِ اول میں جگہ پانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ جن کا مصرفِ دولت خود ان کو اور ان کے ہمجنسوں کو فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے مبارک و محمود سمجھا جاتا ہے۔

دولتِ علم کا مصرف اختیار کرنے کے متعلق راجہ صاحب معز کی حالت بلاشبہ قابلِ رشک اور دیگر دولتمندانِ علم کے لیے لایق تقلید ہے۔ ان کو خداوند تعالی نے جس دولتِ علم سے مالا مال اور نہال فرما رکھا ہے اس کو یہ فضول طور پر صرف کر کے خدا کی عطا کی ہوئی نعمت کی بے قدری نہیں کرتے بلکہ اُسے موقع و محل سے صرف کر کے عملی طور پر اس کی قدردانی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

یوں تو راجہ صاحب کی علمی فیاضی سے زبان اُردو ہمیشہ ہی مستفیض ہوتی رہتی ہے۔ لیکن آپ کی تازہ ترین علمی فیاضی یعنی (نغمۂ عنادل) کی تالیف و ترتیب خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ راجہ صاحب ممدوح نے اس کتاب میں کوئی (۱۶۳) عنوانوں پر اردو کے زمانۂ قدیم و حال کے مستند اور سربرآوردہ شعراء کے تقریباً ۲۵ ہزار اخلاقی اور ادبی اشعار جمع کیے ہیں اشعار کے انتخاب اور عنوانوں کے قائم کرنے میں راجہ صاحب نے جس ذوقِ سلیم سے کام لیا ہے وہ ہر طرح مستحق تحسین و آفریں ہے۔ ایشیا[illegible]چر اس لیے بھی اردو کی شاعری کا سرمایۂ ناز حسن و عشق کے سوز و گداز اور گل و بلبل کے راز و نیاز کے سوا اور ہے [illegible] لیے راجہ صاحب کی اس محنت کی داد دینی پڑتی ہے جو ان کو حسن و عشق اور گل و بلبل کے مضامین سے ا[illegible] نیچرل اخلاقی و ادبی اشعار کے انتخاب کرنے میں اُٹھانی پڑی ہوگی۔

بلا مبالغ[illegible]ی یہ کتاب ادب و اخلاق کا ایک قابلِ قدر گنجینہ ہے جس کے لایق اُردو داں لوگ راجہ صاحب کے ہمیشہ رہینِ [illegible]۔ فقط

۶ اگسٹ سنہ ۱۹۰۹ء

مجیب احمد تمنائی حیدرآباد دکن

تقریظ

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم مرحوم شرر (مشہور ناولسٹ)

جملہ دولتمند اور عالی مرتبہ ہندو مصنفینِ اردو میں راجہ راجیسور راؤ صاحب اصغر کو ایک خصوصیت حاصل ہے، جس کے اعتبار سے وہ بہت کچھ تحسین و آفریں کے مستحق ہیں۔ اردو پبلک میں وہ نئے نہیں ہیں کہ ہمیں تعارف کی ضرورت ہو کیونکہ ان کی کتب نجم اللغات، افسر اللغات، قران السعدین اور محبوب الاخلاق وغیرہ نے انہیں بہت کچھ شہرت دے رکھی ہے۔

فی الحال انھوں نے ایک نئی اور بہت بڑی ضخیم کتاب تالیف فرمائی ہے جو قابلِ قدر ہے۔ اس کی تالیف میں ان کو مدتوں دواوین اور کتب نظم اردو کی ورق گردانی کرنی پڑی ہوگی کیونکہ انھوں نے کچھ اوپر (۱۶۳) سبجکٹ جو اخلاق و جذبات، مذہب و فلسفہ، شاعری و مضمون آفرینی سے تعلق رکھتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی جمع کر دیے ہیں اور ہر ایک کے متعلق مستند شعرائے اردو کے جتنے اشعار مل سکے ہیں ان کو اس سبجکٹ کے تحت میں جمع کر دیا ہے۔

فارسی میں اس نوعیت کی ایک کتاب بنام "گلستانِ مسرت" مرتب کی گئی تھی جس میں بہت سے شاعرانہ سبجکٹ قائم کیے گئے تھے اور ان کے تحت میں اساتذۂ نظم فارسی کے مشہور اور متداول اشعار جمع کر دیے گئے تھے۔ مگر اردو میں یہ پہلی کوشش ہے اور گلستانِ مسرت کے مقابلہ میں بہت زیادہ مستوعب اور اکمل ہے جس کا نام راجہ صاحب نے **نغمۂ عنادل** رکھا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ راجہ صاحب کی یہ کوشش اردو کی دنیا میں نہایت مقبول ہوگی اور جو لوگ اردو میں رنگین عبارت لکھنے کا شوق رکھتے ہونگے ان کو اس وسیع ذخیرہ سے بہت مدد ملے گی۔ میں راجہ صاحب کو ان کی اس مفید اور عام پسند کوشش پر مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ بہت جلد اسے چھپوا کے شائع کرینگے فقط

محمد عبدالحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز

۳۰ خورداد ۱۳۳۱ف

اے بمن در بزم شوق ورزہ امروز دانی کہ چیست
یک چمن گل یک نیستان نالہ یک خمخانہ مے

نغمۂ عنادل

یعنی

چارسو سے زائد متقدمین و متاخرین شعرائے اُردو کے کُلیات و دواوین کے ادبی۔ علمی۔ تمدنی۔ اخلاقی۔ رُوحانی۔ ملکی۔ قومی اور نیچرل اشعار کا بیش بہا اور نادر ذخیرہ اور اُن کے کلام کے انتخاب کا بینظیر اور کارآمد گنجینہ

(جسمیں)

تقریباً پچیس ہزار دلچسپ اور منتخب اشعار نہایت خوبی اور طرز جدید کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔

(جسکو)

راجہ راجیسور راو اصغر خلفِ اکبر راجہ و مہاراجہ اُو مہابلونت بہادر (ورما) والی سمستان وکنڈہ

(مؤلف و مترجم)

محبوب الاخلاق۔ حدیقۃ الاخلاق۔ گلبن دانش۔ گلزار دانش۔ ریاض دانش۔ کشف الاسرار۔ ہدیۃ الملوک۔ مفتاح العارفین۔ تاریخ ہند تاریخ جہانگیری۔ طبقات اکبری (اردو) معالجات الکلب۔ تشریح الفرس۔ انتخاب بہار دانش۔ انتخاب انوار سہیلی۔ کارنامہ (ترجمہ جنگ نامہ) نجم اللغات۔ مفتاح اللغات۔ افسر اللغات۔ گنجینۂ لغات۔ مجمع الالفاظ۔ فرہنگ فارسی جدید۔ فرہنگ عربی جدید۔ فرہنگ الفاظ ہندی تصحیح الاغلاط۔ مصطلحات علمیہ انگریزی و اُردو۔ قران السعدین۔ مجمع البحرین۔ گنجینۂ امثال۔ مجموعہ ضرب الامثال (در چہار زبان) گلدستہ مصوری۔ رامائن (اردو) رامائن (فارسی)۔ ادھیاتمہ رامائن (اُردو) مہابھارت (اردو) فسانۂ زہرہ (فارسی) فرخندہ آفاق الخط العثمانی۔ کشکول اصغر۔ قاموس الہند۔ وغیرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے مدوّن فرمایا

مرتبہ ۱۳۲۷ھ مطبوعہ ۱۳۵۴ھ

مطبع نظام دکن واقع سلطان بازار حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جدھر میں دیکھتا ہوں اس طرف اے جانِ جاں تو ہے
عیاں اُن پر جو ہو جائے کہ ہر دل میں نہاں تو ہے
تجھے پہچانتا ہوں خوب تجھکو جانتا ہوں میں
نگاہوں میں ترا جلوہ ہے سینوں میں نہاں تو ہے
نہ کیوں مستبد تیوں کا دَور دَورہ ہو زمانے میں
بلا نوش ایک میں بھی ہوں اگر پیرِ مغاں تو ہے
زہے اوجِ تصوّ صوفیوں نے خاکساری میں

حریمِ دل میں ساکن ہے مکینِ لامکاں تو ہے
حجر میں ہو شجر میں ہو ترا جلوہ نمایاں ہے
ہوا کیا سات پردوں میں جو آنکھوں کے نہاں تو ہے
تجھی پر لوگ مرتے ہیں تجھی پر جان دیتے ہیں
مُرید باصفا ہے اک جہاں پیرِ مغاں تو ہے
غلط ہے ما و من کہنا تشخص سب باطل ہے
نکالا ڈھونڈ کر آخر تجھے دیکھا جہاں تو ہے
عیاں تو ہی نہاں تو ہی نہاں تو ہی عیاں تو ہے

برہمن دیر کو جائے نہ جائے شیخ کعبے کو
شمیمِ گُل تو ہی ہے اور رنگِ بوستاں تو ہے
دلوں میں تیری الفت ہے سروں میں تیرا سودا ہے
تو ہی محبوبِ عالم کا ہے مطلوبِ جہاں تو ہے
تری الفت مے ناب اور مستی بے خودی میری
فقط پردہ پڑا ہے اور پردے میں نہاں تو ہے
کہاں تک کر سکے اضعر بیاں نیرنگیاں تیری

ناظرین ! فی زماننا قومی و ملکی ہمدردی کا احساس ترقی پذیر ہے۔ ہر شخص اپنی حیثیت و حوصلہ کے موافق کسی نہ کسی طریقہ سے کوئی نہ کوئی خدمات انجام دے رہا ہے۔ راقم آثم کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ جو کوئی کام کیا جائے خواہ وہ تصنیف و تالیف ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو مفیدِ ملک ہو، چنانچہ میں نے اُردو لٹریچر کی ترقی کو اپنا خاص مقصد قرار دے رکھا ہے کیونکہ اگر کسی قوم کے اخلاق و عادات تہذیب و تمدن اور خیالات و جذبات کی حقیقت معلوم کرنی چاہیں تو اس کے لیے بجز لٹریچر کے اور کوئی معیار نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی زندگی کی حقیقت کسی طرح معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کا اندازہ کرنا تو بہت مشکل ہے کہ اپنے اپنے خیال کے مطابق ہر شخص کس قدر کامیاب ہوا ہے۔

یہ ملک کے ارباب بصیرت ہی کا کام ہے کہ وہ تنقیدی نظر مصنفین و مؤلفین کے کتب پڑھائیں اور کامیابی اور ناکامی کا تصفیہ کریں ؎

گل سے بلبل کی خوش بیانی پوچھو ذی فہم سے لطف نکتہ دانی پوچھو

قبل ازیں کہ میں اصل مطلب کی جانب رجوع ہوں آپ سے خواستگار معافی ہوکر کچھ عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس وقت میری عمر کوئی پندرہ سال کی ہوگی فارسی و اردو کی متداولہ کتابیں پڑھتا تھا اثنائے درس میں جب کبھی کوئی شعر اخلاقی آجاتا تو اس کا دل پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا تھا اور میں اس کو بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ بلکہ جداگانہ کتاب میں ان اشعار کو ایک جگہ لکھ لیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مدت میں جاکر ایک خاص بیاض تیار ہوگئی۔ مگر اس میں جب دیکھا تو یہ نقص پایا کہ نہ تو یہ بیاض ادب کے کل اخلاقی اشعار پر حاوی تھی اور نہ مضامین اشعار کے عنوان قائم کیے گئے تھے حتی کہ شعراء کا تخلص بھی درج نہ ہو سکا تھا۔ اس کمی کی تکمیل اور کتاب کو بڑے پیمانہ پر تیار کرنے کی خواہش نے مجھے از سر نو اس پر مجبور کیا کہ زمانۂ موجودہ کے رنگ اور ڈھنگ کے موافق زبانِ اردو کے قدیم و جدید مشہور و ممتاز اساتذہ کے کلام کا وہ حصہ ہی جو ادبی اور اخلاقی حیثیت سے ہمارے بہت کام کا حصہ ہے ایک جگہ جمع کرکے ملک کے سامنے پیش کروں۔ اور ساتھ اس کے، اس بات کو بھی خوب جانتا تھا کہ اس قسم کا مہتم بالشان کام کرنے کے لیے ایک بڑے دماغ، طبع نقاد، اور ذہن وقاد کی ضرورت ہے تاہم اس کی تکمیل کے شوق کا جن میرے سر سے نہ اترنا تھا نہ اترا اور اس کی اشاعت کی دُھن عاشقانہ دھن بنکر میرے دل و دماغ کو ابھارے رہی پس مجبوراً عزم بالجزم کرکے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس کام کو شروع کیا اس اثناء میں حضرت حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کو ہر وقت اپنا رہبر بنا رکھا۔ ؎

دربیاباں گربشوق کعبہ خواہی زد قدم سرزنش ہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

پس شعراء ماضی و حال کے کلیات و دواوین کی فراہمی اور غور و تعمق کے ساتھ مطالعہ کرنے پر آمادہ ہوا شعراء کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلیات و دواوین جو بہم پہنچ سکے ہر ایک کو بالاستیعاب پڑھا اور خذ ماصفا دع ماکدر کے اصول پر وہ کل اشعار جو ادب، اخلاق اور پند و نصیحت اور خط و کتابت وغیرہ کے متعلق تھے نہایت تہذیب کے ساتھ انتخاب کیا۔

غرض یہ کتاب (مجموعہ اشعار) جو ناظرین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ میری ایک مدت مدید کی دلچسپی کا نتیجہ اور جان توڑ کوششوں کا بہترین ثمرہ ہے جس کا اظہار میں ابھی کرچکا ہوں ؎

مائدۂ تازہ بروں آمدہ چاشنئے گیر کہ چوں آمدہ

اس عرصہ میں میری چند دیگر متفرق چھوٹی اور بڑی کتابیں اور رسالے از قبیل کتب اخلاقی، ادبی و علمی شائع ہوتے رہے۔ مگر پھر بھی میرا یہ کام کچھ نہ کچھ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے برابر ہوتا ہی رہا بلا شک یہ بات میرے لیے کچھ کم باعث مسرت نہیں ہو سکتی کہ اُن کتابوں کو پبلک نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ بعض تو اس قسم کی ثابت ہوئیں کہ متعدد بار چھپنے پر بھی ضرورت پھر اشاعت کی پائی گئی جس کی نسبت میں تہ دل سے پبلک کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اگرچہ بادی النظر میں یہ خدمت کچھ ایسی اہم نہ سمجھی جائے۔ لیکن ذرا ناظرین کو اس خیال کے قایم کرتے وقت زمانۂ موجودہ کے اس رنگ کو بھی بغور ملاحظہ کر لینا چاہیئے جو پبلک اور خصوصاً تعلیم یافتہ جماعت کے دماغوں پر چڑھا ہوا ہے۔ یعنی عموماً ایشیائی شاعری اور خصوصاً ہمارے ملک کے شعرائے سلف کے دواوین و کلیات جو عمر بھر کے نتیجے ہیں اور جن کو بلحاظ اثر و نتیجہ کے ہم لٹریچر کی رُوح رواں کہہ سکتے ہیں نظر انداز کر دیے جائیں۔

میں نے اس جدید رجحان کو نہایت مہذب الفاظ میں بیان کیا ہے تاہم میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ خیال سراسر لغو ہے۔ البتہ اس کا وہ حصہ جہاں تک کہ مبتذل شاعری سے تعلق ہے ضرور نظر انداز کر دینے کے قابل ہے لیکن اس حکم کو عام کر دینے کی گنجائش مطلق نہیں پائی جاتی۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی مذکورہ بالا جدید خیال کو ہم مان لیں تو اس ایک بڑی نعمت سے محروم ہوئے جاتے ہیں جو شعرائے سلف نے دماغی اور روحانی مسرت کے لیے دستر خوان انواع نعمتوں سے تیار کر رکھا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شعرائے سلف کے کلام کو بہ حیثیت مجموعی قبولیت عام کی سند مل چکی ہے لیکن میں خاص طور سے بامذاق اصحاب اور انشا پردازوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ان کے کلام میں نہ صرف گل و بلبل کے قصے، زلف و خال کی داستانیں، الفت و عشق کے مشغلے، ہجر و وصل کے ولولے، جوانی کی گرم جوشیاں، شباب کے رنگین جنوں، حسن کی سرد مہریاں، شام عیش کے مزے، اور صبح حرمان کی اداسی، اور مایوسی وغیرہ کی چاشنی ہی موجود ہے بلکہ اخلاق کے وہ عمدہ عمدہ مقولے اور ضرب الامثال درج کر گئے ہیں اور انسانی خیالات و رجحانات اور زمانہ کی نیرنگیوں کی وہ بے مثل تشریح کر چکے ہیں کہ انہیں کا حصہ تھا۔

حاصل کلام ہر زبان کے شعرا علمی دُنیا میں مقدمۃ الجیش سمجھے جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بہ نسبت نثر کے نظم زیادہ مؤثر اور دل گداز ہوتی ہے اور اس نظمی حصہ سے لذت حاصل کرنے والے طبایع کے لیے شاعر کا کلام خوان نعمت سے کم نہیں ہے جن مختلف ذائقوں کے دلکش طعام اس خوان یغما پر چنے ہوئے ملیں گے کسی شاہی دستر خوان پر بھی نظر نہ آئیں گے۔ کیونکہ لطیف غذائیں صرف زبان ہی تک محدود ہیں مگر شاعری غذائے روحانی ہے، جو انسان کے باطنی احساسات کو بیدار اور روح کو لذت و سرور بخشتی ہے بمصداق اس کے اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔

پس ایک طرح میں نے ان کے اخلاقی اور روحانی وفلسفیانہ اشعار کے انتخاب کا مقصد نوعیہ قایم کیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے درحقیقت لوگ ایک بہترین معلم اخلاق اور شیریں ترین کلام ناصح کو اپنا ہم جلیس بنا سکیں گے اور یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ واعظوں، اسپیکروں، انشاپردازوں، مضمون نگاروں، ایڈیٹروں وغیرہ کے لیے یہ کس قدر بیش بہا و کارآمد ذخیرہ ہے وہ اپنے حسب مذاق وضرورت عمدہ سے عمدہ اخلاق کے اشعار مؤثر اور درد انگیز انتخاب کر سکتے ہیں۔ غرض جو شخص اسکا مطالعہ کریگا، اس کی طبیعت نہ صرف عمدہ پیرایۂ بیان ہی سے وجد میں آئے گی بلکہ بہ نسبت خشک اور تلخ کلام کے وہ اس سے اثر بھی زیادہ قبول کر سکیگی ے

خوشبو ہر ایک رنگ کی عطر سخن میں ہے
ہر پھول کی بہار ہمارے چمن میں ہے

اب میں ناظرین کو اس ذخیرہ کی طرز ترتیب کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس مجموعۂ انتخاب میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ متقدمین ہوں، یا متاخرین، طرز قدیم کے وابستہ ہوں یا طرز جدید کے دلدادہ، خواہ وہ لکھنوی ہوں، یا دہلوی، خواہ کسی اور شہر کے متوطن ہوں، جس کا اخلاقی کلام مجھے ملا اور اچھا معلوم ہوا اُسے جانے نہیں دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں نے استخراج یا تخریج اور ادنیٰ و اعلیٰ سے مطلق واسطہ نہیں رکھا اور تختۂ منسلکہ سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ کس قدر شعراء کا کلام بالاستیعاب دیکھا گیا ہے جو ردیف وار تحریر ہے ے

وہ گلچیں ہیں کہ ہم باغ سخن سے پھول چن چن کر
بنایا کرتے ہیں گلدستہ گلرویوں کی محفل کا

میر سے لیکر آخر تک جس قدر کلام مل سکا ہے ہر ایک کا انتخاب ایک اصول کے مطابق بہتر سے بہتر طریقہ پر کیا گیا ہے۔ اور جہاں تک کلام پر نظر ڈالی جاتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شعرائے اُردو نے ابتدا ہی سے یہ مدنظر رکھ لیا تھا کہ اپنی شاعری کو ایک گلدستۂ مختلف گلہائے مضامین کا بنائیں۔ اگرچہ انہوں نے زیادہ تر غزلوں ہی پر جودت طبع دکھلائی ہے مگر بحقیقت ہم مضامین کو دیکھتے ہوئے غزل کو اس کے تنگ صنف کلام پر محمول نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم بلحاظ مضمون اس کو خوش خیالی کا ایک وسیع زینہ پاتے ہیں۔

غالباً یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ برائے نام چند خاص خاص رنگ کے پھول چُنے اور اُن کے گلدستے بنالیے ہیں مگر پھر بھی چمنستان سخن کے صدہا خوشنما پھول یا تو گلچیں کی کم توجہی یا تغافل کی بدولت اپنی اپنی شاخوں پر پژمردہ ہو کر رہ گئے۔

اور جبکہ ناظرین کے سامنے ایک مکمل مجموعہ پیش کیا جاتا ہے تو اب اس کی ضرورت نہیں پائی جاتی کہ میں خود اس کتاب کے نقطۂ خیال سے شعرائے ماضی و حال کا مرتبہ قایم کروں یا ایک کا دوسرے سے مقابلہ کروں یا ایک کو دوسرے پر فوقیت دوں۔ ناظرین کلام کو دیکھکر خود اس کا مجھ سے بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔

البتہ ایک بات میں عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ابتدائی زمانہ کی شاعری میں اخلاقی ادبی اور پُراز نصیحت اشعار نہایت کثرت سے پائے جاتے ہیں زمانۂ وسطی کی شاعری میں نسبتاً یہ رُجحان کم پایا جاتا ہے لیکن جو کچھ موجود ہے وہ بہتر سے بہتر ہے اس لیے کہ اس زمانہ میں اردو بھی نہایت صاف ہوگئی تھی اور ترکیب و بندش عروج پر تھی۔ اور آخری دَور کے شعرا تو زمانۂ وسطی کے شعرا کے مقابلہ میں زیادہ وسیع و ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہ بات کم تعجب خیز نہیں ہے کہ جدید شعرا کے کلام میں جو رنگ قدیم کے دلدادہ ہیں، بہت ہی کم یہ حصہ پایا جاتا ہے مگر پھر بھی اخلاقی نیچرل اشعار اپنے اپنے مختلف رنگوں کے امتیاز سے قابل قدر ہیں۔

جن شعرا کا کلام ماہوار شعر و سخن کے رسالوں یا دیگر کتب سے انتخاب کیا گیا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر شعرا کا نام، بجز تخلص کے، معلوم نہ ہوا اور بعض دواوین غیر مطبوعہ نیز مطبوعہ ایسے دستیاب ہوئے کہ ان میں بھی شاعر کا نام نہ پایا گیا۔ اس لیے فہرست میں صرف تخلص ہی لکھدیا گیا۔ ؎

دل جس کا چاہے سیر کرے آکے دو گھڑی
دروازے سب کُھلے ہوئے بیت سخن کے ہیں

ناظرین کی زیادہ سمع خراشی مجھے پسند نہیں ہے۔ اس لیئے اب اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں ساتھ ہی اپنی اس محنت کا ذکر کرنا بھی بالکل بیکار سمجھتا ہوں جو ایک معقول مدت تک کلام کے انتخاب اور جمع و مرتب کرنے میں صرف ہوئی خصوصاً جبکہ یہ بات مسلّم ہے کہ دنیا کے کسی کام کا نتیجہ بغیر محنت و مشقت کے ہو ہی نہیں سکتا تو اس امر کے اظہار کے لیے طول کلامی کرنا بالکل بے سود بلکہ فضول ہے ؎

تا شانہ صفت سر ننہی در رہِ ارّہ	ہرگز بہ سرِ زلف نگارے نہ رسی
تا خاک ترا کوزہ نسازند کلالاں	ہرگز بہ لبِ لعل نگارے نہ رسی
تا ہیچ حنا سودہ نہ گردی تہِ سنگ	ہرگز بہ کفِ پائے نگارے نہ رسی

البتہ جو کلام دستیاب ہی نہ ہوسکا اس کے لیے تو بندہ ہر طرح معذور ہے۔ یہ بھی قصد ہے کہ اگر دوسرے ایڈیشن کی نوبت آجائے (خدا وہ دن دکھلائے) تو اس میں مناسب اضافہ بشرط غلبۂ شوق ناظرین کردیا جائیگا۔ اور باقی شعرا کا

جس قدر کلام آئندہ میسر ہوگا (جس کی تلاش جاری ہے) اس سے بھی اس مجموعہ کو زینت دینے میں ہرگز دریغ نہ کیا جائے گا۔

بارے خداوند تعالی کے فضل و کرم سے آج مجھے یہ دن نصیب ہوا کہ ناظرین باتمکین کے حضور میں ایک دلکش گلدستہ جو چمن چمن کے پھول، باغ باغ کی پتیوں، اور ڈال ڈال کی کلیوں، سے چن چن کر تیار کیا گیا ہے، پیش کروں۔ اگر ناظرین اس گلدستہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کے اشعار پُر بہار کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دیں تو میں سمجھوں گا کہ میری اس قدر عرصہ کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔

مخفی نہ رہے کہ اس گنجینۂ دانش و بینش کی ترتیب کی نسبت یہ بہترین طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ بلحاظ مضمون مصرعوں کے عنوان قائم کیے گئے اور وہ کل عنوان بطریق حروف تہجی لکھے گئے ہیں۔ اور ابتدا میں ایک مکمل فہرست عنوان شعر مع صفحہ کتاب دی گئی ہے تاکہ ناظرین کو تلاش عنوان شعر میں دقت واقع نہ ہو۔ اسی اصول کو مدنظر رکھکر کتاب مکمل کر دی گئی۔

یہ مجھے معلوم ہے کہ یہ سارا مرقع تو کس کو پسند آئیگا۔ اگر ایک آدھ تصویر بھی دلِ دانا کو عبرت انگیز اور چشم بینا کو حیرت خیز معلوم ہو تو میرا دل بڑھانے کے لیے کافی ہے۔ جس طرح ہر گل کے ساتھ خار لازم ہے اسی طرح اس گلدستہ میں کچھ فروگذاشتیں ہوگئی ہوں تو ناظرین کی ذات ستودہ صفات سے امید ہے کہ مجھے جملہ لغزشوں اور کوتاہیوں سے آگاہ فرمائینگے تاکہ طبع ثانی کے وقت یہ مجموعہ نقائص سے پاک ہو کر حسب دلخواہ نکل سکے ؎

ہماری سینہ فگاری کوئی تو دیکھے گا ∴ نہ دیکھے اب تو نہ دیکھے، کبھی تو دیکھے گا

آخر میں ایک امر قابلِ گزارش یہ ہے کہ فارسی اشعار کا بھی ایک معقول ذخیرہ اسی ترتیب کا جمع کر لیا گیا ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو وہ بھی آئندہ ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا ؎

پھرتا ہوں پھول پھول کو گلشن میں سونگھتا
یارب! گل مراد مرا کس چمن میں ہے

راقم خادم الملک

راجیسور راؤ اصغر

(اما باغ) حیدرآباد دکن۔ سنہ ۱۳۲۷ ہجری

اعلان

کشکول

یعنی

بیاضِ اصغر

(جسمیں)

اُردو اور فارسی کے مفید اور نصیحت خیز مصاریع۔ ابیات وافراد۔ قطعات و رباعیات ردیف وار درج ہیں۔ جو روزمرہ (بول چال) اور علمِ ادب میں بکار آمد ہوتے ہیں

(منتخبہ)

راجہ راجیشور راؤ اصغر خلف راجہ اماپت راؤ مہابلونت بہادر (ورما) والی سمستان دومکنڈہ۔ مؤلف و مترجم کتب متعددہ

سنہ ۱۳۵۳ھ

قیمت .... (عـہ)

ملنے کا پتہ :- راست مؤلف سے یا غلام دستگیر صاحب تاجر کتب و مکتبۂ ابراہیمیہ و دکن بک اسٹیشنری مصطفےٰ بازار (عابد روڈ) و عیم الدین صاحب تاجر کتب (اسٹیشن روڈ)

فہرست عنوان مضامین اشعار متقدمین و متاخرین وغیرہ اساتذہ زبان اردو متعلقہ کتاب ہذا

[1] یہ عنوان بموجب ردیف حائے حطی میں درج ہونا تھا مگر تبرکاً و تیمناً اول قائم کیا گیا۔ [2] نیز ملاحظہ ہو عنوان "دنیائے فانی"۔

[۱] نیز ملاحظہ ہو "بے ثباتئ دنیا" ۱۲ - [۲] نیز ملاحظہ ہو "شکایت زمانہ" ۱۲ - [۳] نیز ملاحظہ ہو "دورنگئ زمانہ" ۱۲

تمت

فہرست اسمائے گرامی شعرائے باکمال و سخنوران ماضی و حال بترتیب حروف تہجی جن کے کلام اس کتاب میں مرتب کیے گئے ہیں

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	آصف	اعلیٰحضرت نواب میر محبوب علیخان بہادر	ہز ہائنس نواب افضل الدولہ بہادر	حیدرآباد دکن	داغ دہلوی	اعلیٰ حضرت مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہائنس نواب میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ سلطان دکن غفران مکاں طاب ثراہ۔
۲	آبرو	منشی گوہر علیخان صاحب	"	ڈھاکہ	ثاقب بدایونی	
۳	آتش	خواجہ حیدر علی مرحوم	خواجہ علی بخش	لکھنو	مصحفی	
۴	آثم	چودھری محمد ابراہیم صاحب	"	"	ثاقب	
۵	آرام	حکیم امیر الدین صاحب	"	سورت	"	
۶	آزاد	مولوی محمد حسین صاحب	مولوی باقر علی مرحوم	دہلی	ذوق	مخاطب بہ شمس العلماء مصنف آب حیات وغیرہ
۷	احسن	سید حسین صاحب	"	"	سالک	
۸	احمد	منشی امجد علی صاحب	"	بنارس	رحمت	
۹	احمدی	نواب غلام احمد خانصاحب مرحوم	"	کنجپورہ	"	رئیس کنجپورہ سابق ممبر کونسل ریاست گوالیار۔
۱۰	اختر	واجد علی شاہ مرحوم	امجد علی شاہ	لکھنو	برق	شاہ اودھ سنہ ۱۳۰۵ھ میں بمقام مٹیا برج فوت ہوئے
۱۱	اختر	مولوی لطیف احمد صاحب	امیر احمد صاحب مینائی	"	امیر مینائی	
۱۲	اختر	منشی رمضان علی صاحب	"	سہارنپور	ظہیر	
۱۳	اختر	منشی اختر حسین صاحب	"	بریلی	حسن	
۱۴	اختر	حکیم سید یوسف حسین صاحب	"	لکھنو	اسد	
۱۵	اختر	منشی نبی احمد صاحب	"	بریلی	ثاقب	
۱۶	اسرار	شیخ فدا علی صاحب	"	لکھنو	وزیر	
۱۷	اسمٰعیل	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	"	میرٹھ	"	آپکی کتابیں اردو کی پہلی دوسری وغیرہ مدارس میں رائج ہیں
۱۸	اسیر	نواب مظفر علی خاں مرحوم	سید مدد علی	لکھنو	مصحفی	المخاطب بہ مظفر الدولہ سنہ ۱۲۹۹ھ میں بعمر (۸۴) سال فوت ہوئے ۱۲۔
۱۹	اشرف	"	"	"	"	
۲۰	اشک	"	"	بلندشہر	"	
۲۱	اشک	میر قطب الدین صاحب	سید علیم الدین صاحب	دہلی	داغ	
۲۲	اشہری	"	"	"	"	
۲۳	اصغر	مولوی اصغر علی صاحب	"	گوالیار	ثاقب	
۲۴	اطہر	سید احمد علی صاحب	"	کانپور	انعام	فارسی میں رونق تخلص ہے ۱۲۔
۲۵	اعجاز	مولوی سید کرامت اللہ حسینی صاحب	سید شاہ سعید الدین صاحب	حیدرآباد	"	

نمبر	تخلص	نام اصلی	پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۶	افسر	حکیم محمود حسین صاحب	...	سہسوان	ثاقب	
۲۷	افسر	مولوی عبد الکبیر صاحب	...	گیا	کوثر	
۲۸	افسر	،، محمد ابراہیم صاحب	...	بمبئی	منّت	
۲۹	افسوس	۔	...	۔	۔	
۳۰	افسوں	حافظ محمد یوسف صاحب	۔	بنارس	فائز	
۳۱	افسوں	مرزا محمد کاظم حسین صاحب	۔	مراد آباد	۔	
۳۲	افضل	سید افضل علیخان صاحب	اسیر	لکھنو	امیر	
۳۳	اکبر	۔	...	دانا پور	۔	
۳۴	اکبر	۔	...	میرٹھ	۔	
۳۵	اکبر	مولوی سید اکبر حسین صاحب	...	الہ آباد	وحید	پنشنر جج الہ آباد
۳۶	امانت	سید آغا حسن مرحوم	میر آغا رضوی	لکھنو	دلگیر	سنہ ۱۲۷۵ھ میں بمقام لکھنو فوت ہوئے ۱۲
۳۷	امجد	منشی امجد علی صاحب	۔	بنارس	رحمت	
۳۸	امیر	مفتی امیر احمد صاحب مینائی	مولوی کرم محمد صاحب	لکھنو	امیر	سنہ ۱۹۰۰ء میں بمقام حیدر آباد دکن بعمر ۷۴ سال فوت ہوئے
۳۹	امین	سید امین الدین حسن صاحب	۔	میرٹھ	منت	
۴۰	انجم	مرزا آسمانجاہ	واجد علی شاہ	لکھنو	نظم	
۴۱	انجم	منشی شہاب الدینخان صاحب	۔	کلکتہ	ثاقب	
۴۲	انشا	سید انشاء اللہ خاں مرحوم	میر انشاء اللہ خاں	دہلی	۔	سنہ ۱۲۳۳ھ میں بمقام لکھنو فوت ہوئے ۱۲
۴۳	انور	سید امرا و مرزا صاحب	سید جلال الدین حیدر	،،	ذوق وغالب	
۴۴	انور	جہا بلی صاحب	۔	۔	۔	
۴۵	انیس	میر ببر علی صاحب	حضرت خلیق	لکھنو	خلیق	سنہ ۱۲۹۱ھ میں بعمر ۷۳ سال بمقام لکھنو فوت ہوئے ۱۲
۴۶	اوج	۔	...	۔	۔	
۴۷	بارق	مرزا مظفر حسین بیگ	...	...	داغ	
۴۸	بادشاہ	قادر بادشاہ صاحب	...	مدراس	۔	
۴۹	باقی	راجہ گردھاری پرشاد	راجہ نرہری پرشاد	حیدر آباد	افق	
۵۰	بختاور	بختاور سنگھ	۔	جلال آباد	۔	
۵۱	بحر	میر امداد علی مرحوم	شیخ امام بخش	لکھنو	ناسخ	سنہ ۱۳۰۰ھ میں بعمر ۷۵ سال بمقام رامپور رحلت ہوئے ۱۲
۵۲	بدر	مولوی بدر الزماں صاحب	...	کلکتہ	۔	
۵۳	برتر	،، نادر علی صاحب	۔	غازی پور	ظہیر	
۵۴	برق	مرزا محمد رضا مرحوم	مرزا کاظم علی	لکھنو	ناسخ	المخاطب بہ فتح الدولہ سنہ ۱۸۹۷ء میں بمقام کلکتہ فوت ہوئے
۵۵	بشیر	سید شاہ محمد صاحب	۔	دیوا	۔	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۵۶	بیچین	قاضی عبدالحی صاحب	..	بدایون	داغ	
۵۷	بیخود	نواب میر احمد حسین خانصاحب	..	بڑودہ	ظہیر	
۵۸	بیخود	مولوی عبدالحی صاحب	..	بدایون	داغ	
۵۹	بیدل	مولوی سید حامد حسین صاحب	..	شاہجہاں پور	ظہیر	
۶۰	بیدل	" حبیب الرحمن صاحب	..	سہارنپور	غالب	
۶۱	بیدل	" عبدالسمیع صاحب	..	میرٹھ	..	
۶۲	بیدم	میاں بیدم صاحب	..	اٹاوہ	..	
۶۳	پرتو	..	..	..	..	
۶۴	تراب	سید شاہ تراب علی صاحب	..	کاکوری	..	
۶۵	تاباں	..	..	..	..	
۶۶	تائب	حافظ نثار احمد خانصاحب	..	شاہجہانپور	غلام حسین اکبرآبادی	
۶۷	تجمل	حاجی سید تجمل حسین صاحب	..	جلال پور	تائب	
۶۸	تحقیق	حکیم محمد عبدالحق صاحب	..	حیدرآباد	..	
۶۹	ترکی	ترک علیشاہ صاحب	..	پنجاب	..	
۷۰	تسلیم	منشی امیراللہ صاحب	مولوی عبدالصمد صاحب	لکھنو	نسیم	
۷۱	تعشق	..	..	"	..	
۷۲	تقی	..	..	..	..	
۷۳	تمنا	..	..	..	..	
۷۴	تیغ	منشی فقیر محمد صاحب	..	احمدنگر	..	
۷۵	ثاقب	مولوی نجم الدین احمد صاحب	..	بدایون	ظہیر	
۷۶	جادو	میر احتشام علیخان صاحب	..	بڑودہ	"	
۷۷	جاہ	..	..	..	..	
۷۸	جاہ	منشی سکندر جاہ صاحب	..	لکھنو	ثاقب	
۷۹	جرأت	شیخ قلندر بخش	حافظ امان	اکبرآباد	حسرت	سنہ ۱۲۲۵ھ میں بمقام لکھنو فوت ہوئے۔
۸۰	جرار	..	..	..	..	
۸۱	جعفر	..	..	..	..	
۸۲	جگر	منشی افتخار علی صاحب	..	بسوان	امیر	
۸۳	جلال	میر ضامن علی صاحب	..	لکھنو	رشک	
۸۴	جلیل	حافظ جلیل حسن صاحب	حافظ عبدالکریم صاحب	مانکپور	امیر	
۸۵	جنون	..	..	..	..	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۸۶	جنون	مولوی محمد عمر صاحب	مولوی محمود میاں صاحب	منگرول	جلال	
۸۷	جوش	..	..	..	..	
۸۸	جوش	نواب احمد حسن خانصاحب	..	..	..	
۸۹	جوہر	منشی عبداللہ خانصاحب	..	..	تیغ	
۹۰	جویا	محمد علی	نجف علی حکیم	مراد آباد	..	
۹۱	حاتم	شیخ ظہور الدین صاحب	..	دہلی	..	
۹۲	حافظ	قاضی خلیل الدین صاحب	..	پیلی بھیت	..	
۹۳	حافظ	شیخ لعل صاحب	..	احمد نگر	..	
۹۴	حافظ	حافظ نصیر الدین صاحب	..	بھوپال	ثاقب	
۹۵	حالی	مولوی الطاف حسین صاحب	..	پانی پت	غالب	المخاطب بہ شمس العلماء
۹۶	حسرت	سید فضل الحسن صاحب	..	موہان	تسلیم	اڈیٹر رسالہ اردوئے معلےٰ
۹۷	حسرت	مرزا جعفر علی	مرزا ابوالخیر	دہلی	دیوانہ و آشنا	
۹۸	حسن	سید غلام حسن	میر غلام حسین ضاحک	؍؍	ضیا	
۹۹	حسین	محمد حسین خاں صاحب	..	لوہارو	..	شاطر بھی تخلص ہے ۱۲
۱۰۰	حفیظ	حافظ محمد علی صاحب	..	جونپور	امیر	
۱۰۱	حکیم	چھوٹے بھیا صاحب	اسیر	لکھنو	اسیر	
۱۰۲	حمید	مولوی حمید الدین صاحب	..	بدایون	ثاقب	
۱۰۳	حیرت	محمد جان خان صاحب	..	..	..	
۱۰۴	خادم	منشی عبدالکریم صاحب	..	بمبئی	تجمل	
۱۰۵	خاطر	سید ظفر حسن	..	لکھنو	جلیل	
۱۰۶	خاکی	منشی محمد اسمٰعیل صاحب	منشی محمد خان صاحب	..	..	
۱۰۷	خاموش	..	..	حیدر آباد	..	
۱۰۸	خلیل	نواب ابراہیم علیخان صاحب	..	ٹونک	مضطر	
۱۰۹	خلیل	شیخ ابراہیم	..	لکھنو	آتش	
۱۱۰	خوشدل	..	..	..	..	
۱۱۱	خیال	مولوی ریاض حسن خاں	..	مظفر پور	جلال	
۱۱۲	داغ	نواب مرزا خانصاحب	..	دہلی	ذوق	فصیح الملک ۔ جہاں استاد ۔ بلبل ہندوستاں ناظم یار جنگ ۔ استاد آصف حضور نظام ۔
۱۱۳	درد	حضرت خواجہ میر صاحب	خواجہ ناصر صاحب عندلیب	؍؍	عندلیب	۱۱۹۹ھ میں بمقام دہلی فوت ہوئے ۱۲
۱۱۴	ذاکر	شیخ محمد برکت اللہ		؍؍	..	

نمبر شمار	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۱۵	ذائق	منشی عبدالعزیز صاحب	..	بنارس	نائب	
۱۱۶	ذائق	" محمد ہاشم صاحب	..	بمبئی	منت	
۱۱۷	ذوق	شیخ محمد ابراہیم صاحب	شیخ محمد رمضان	دہلی	نصیر	المخاطب خاقانی ہند سنہ ۱۲۷۱ھ میں بعمر ۶۷ سال فوت ہوئے
۱۱۸	راحت	..	..	..	..	
۱۱۹	راسخ	مولوی عبدالرحمٰن صاحب	حضرت فقیر صاحب	دہلی	فقیر	
۱۲۰	رافت	رؤف احمد خانصاحب	..	بریلی	..	آپ کا انتقال سنہ ۱۳۰۳ھ میں ہوا ۱۲
۱۲۱	راکب	منشی محمد نمیر صاحب	..	..	..	
۱۲۲	رحمت	" رحمت علیصاحب	..	لکھنو	ثاقب	
۱۲۳	رازق	..	..	..	..	
۱۲۴	رشک	میر اوسط علی صاحب	میر سلیمان صاحب	لکھنو	ناسخ	
۱۲۵	رضا	مولوی احمد رضا خانصاحب	..	بریلی	..	
۱۲۶	رضی	" رضی الدین صاحب	..	مراد آباد	..	
۱۲۷	رعنا	سید محمد ہاشم صاحب	..	دہلی	شاعر	
۱۲۸	رفعت	منشی اسمٰعیل داؤد صاحب	..	بمبئی	امیر	
۱۲۹	رمز	سید محمد صاحب	..	دہلی	ثاقب	
۱۳۰	رند	نواب سید محمد خاں مرحوم	نواب غیاث الدین محمد خاں	لکھنو	آتش	
۱۳۱	رنگین	..	..	..	..	
۱۳۲	رونق	منشی محمود میاں	..	احمد نگر	منظور	
۱۳۳	زکی	سید محمد زکریا صاحب	..	دہلی	غالب	
۱۳۴	سالک	مرزا قربان علی بیگ	..	"	"	
۱۳۵	سالک	سلطان محی الدین بادشاہ	..	..	..	
۱۳۶	سحر	..	..	..	..	
۱۳۷	سخن	سید محمد فخر الدین حسین	..	دہلی	غالب	سروش سخن آپ کا لکھا ہوا مشہور قصہ ہے ۱۲
۱۳۸	سراج	سراج الدین قادری	..	..	..	
۱۳۹	سرمست	شاہ عزیز الرحمٰن صاحب	..	..	..	
۱۴۰	سرور	حکیم سید سرور علی	..	..	قدر	
۱۴۱	سرور	مرزا رجب علی بیگ	مرزا اصغر علی	لکھنو	نوازش	مصنف "فسانۂ عجائب"
۱۴۲	سرور	غلام احمد خاں	..	..	..	
۱۴۳	سطوت	..	..	..	..	
۱۴۴	سعید	منشی محمد سعید صاحب	..	کیامٹی	تجمل	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۴۵	سعید	سید سعادت علی	..	اکبرآباد	..	
۱۴۶	سفیر	نواب میر شائق حسین خانصاحب	نواب میر زین العابدین خانصاحب	حیدرآباد	نظم	
۱۴۷	سمجھو	منشی غلام محمد صاحب	..	سورت	مومن	
۱۴۸	سودا	مرزا محمد رفیع مرحوم	مرزا محمد شفیع	دہلی	حاتم	
۱۴۹	سوز	سید محمد میر مرحوم	میر ضیاء الدین	؍؍	..	
۱۵۰	سید	سید حسین صاحب	..	باس بریلی	..	
۱۵۱	شاد	مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر	راجہ ہری کشن	حیدرآباد	آصف	یمین السلطنۃ پیشکار و مدار المہام سابق سرکار عالی۔ آپ کے نظم و نثر میں متعدد تصنیفات اردو دنیا میں مشہور ہیں ۱۲
۱۵۲	شاد	حاجی محمد صاحب	..	بمبئی	یکتا	
۱۵۳	شاداں	مہاراجہ چندو لعل	..	حیدرآباد	نصیر	مدار المہام دکن
۱۵۴	شاطر	منشی محمد شفیع صاحب	..	بمبئی	یکتا	
۱۵۵	شاعر	آغا ظفر علی بیگ صاحب	..	دہلی	داغ	
۱۵۶	شاغل	آغا مرزا مرحوم	..	؍؍	..	برادر فصیح الملک داغ مرحوم ۱۲
۱۵۷	شاغل	حکیم علی محمد صاحب	..	بمبئی	تائب	
۱۵۸	شاکر	سیٹھ عبد القادر صاحب	..	وانمباڑی	..	
۱۵۹	شائق	مولوی سدید الدین	..	بدایون	افضل	
۱۶۰	شائق	حافظ الٰہی بخش	..	..	..	
۱۶۱	شرر	مولوی سید اسحاق حسن	..	مارہرہ	وزیر	
۱۶۲	شرم	شمس النسا بیگم	..	..	..	
۱۶۳	شعلہ	..	..	..	..	
۱۶۴	شفق	حافظ علیم الدین صاحب	..	اکبرآباد	مخلص	
۱۶۵	شفق	سید حسن مرتضےٰ	..	عمادپور	امیر	
۱۶۶	شمشاد	مولوی عبد الاحد صاحب	..	لکھنو	قلق	
۱۶۷	شمیم	میر حیات علی صاحب	..	حیدرآباد	منت	
۱۶۸	شوق	چودھری مصطفےٰ حسین	..	..	ثاقب	
۱۶۹	شوق	نواب مرزا	..	دہلی	..	
۱۷۰	شوق	سید اشتیاق حسین	..	؍؍	ظہیر	
۱۷۱	شہید	مولوی غلام امام صاحب	..	الہ آباد	..	
۱۷۲	شہیدی	؍؍ کرامت علیخانصاحب	..	اکبرآباد	..	
۱۷۳	شیدا	بخشی میر زین الدین خانصاحب	..	سورت	ثاقب	رئیس سورت
۱۷۴	شیدا	..	..	..	..	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۷۵	شیر	..	..	..	..	
۱۷۶	شیفتہ	نواب مصطفٰے خاں	نواب مرتضٰے خاں	دہلی	مومن	سنہ ۱۲۸۶ھ میں فوت ہوئے ۱۲
۱۷۷	شیفتہ	مولوی کاظم حسین صاحب	..	کنتور	قدر کنتوری	
۱۷۸	صابر	منشی صابر علی	..	شملہ	ثاقب	
۱۷۹	صادر	شیخ محمد یعقوب صاحب	..	بمبئی	عارف	
۱۸۰	صادق	..	..	..	..	
۱۸۱	صبا	میر وزیر علی مرحوم	میر بندہ علی	لکھنو	آتش	سنہ ۱۲۷۱ھ میں فوت ہوئے ۱۲
۱۸۲	صبر	عبدالکریم خاں	..	دہلی	منت	
۱۸۳	صفدر	..	..	..	..	
۱۸۴	صولت	اکبر حسین صاحب	..	بریلی	امیر	
۱۸۵	صولت	محمد اسمٰعیل خاں	..	بمبئی	رشید	
۱۸۶	صید	..	..	لکھنو	..	
۱۸۷	ضمیر	حافظ محمد یٰسین	..	میرٹھ	..	
۱۸۸	طالب	ونایک پرشاد صاحب	..	بنارس	داغ	ڈراماٹسٹ
۱۸۹	طاہر	مولوی طاہر علی	..	فرخ آباد	..	
۱۹۰	ظافر	محمد ابراہیم	..	پونہ	..	
۱۹۱	ظفر	ابوظفر بہادر شاہ	اکبر شاہ	دہلی	ذوق	آخری تاجدار مغلیہ
۱۹۲	ظہیر	ظہیر الدین حسین صاحب	جلال الدین صاحب	״	״	المخاطب بہ راقم الدولہ
۱۹۳	عاجز	..	..	..	..	
۱۹۴	عارف	..	..	..	..	
۱۹۵	عاشق	صاحبزادہ احمد سعید خانصاحب	..	ٹونک	ظہیر	رئیس ٹونک
۱۹۶	عاشق	محمد عبدالغفور	..	چتور	..	
۱۹۷	عاشق	مرزا والاجاہ بہادر	..	..	..	
۱۹۸	عاشق	شمس الدین علیخانصاحب	..	اجمیر	ظہیر	
۱۹۹	عاشق	پنڈت کنھیا لعل صاحب	..	..	..	
۲۰۰	عاشق	اقبال حسین صاحب	نورالدین احمد	دہلی	..	
۲۰۱	عاصی	..	..	..	..	
۲۰۲	عاقل	..	..	..	..	
۲۰۳	عالم	..	..	..	..	
۲۰۴	عالم	عالمگیر محمد خان صاحب	نیاز محمد خان بہادر	جاورہ	حبیب	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۰۵	عالم	ملکہ نواب بادشاہ محل صاحبہ	ملکہ واجد علی شاہ			
۲۰۶	عزیز	مرزا محمد ہادی صاحب	..	لکھنو	صفی	
۲۰۷	عزیز	حافظ عبدالعزیز خان بہادر	..	بریلی	..	
۲۰۸	عشقی	..	..	..	..	
۲۰۹	عطا	محمد عطاء اللہ خاں	..	شاہجہانپور	طاہر	
۲۱۰	علم	..	..	..	..	
۲۱۱	علی	بو علی صاحب	..	..	..	
۲۱۲	علی احمد	علی احمد صاحب	..	..	اکبر	
۲۱۳	عیش	منشی خادم علی	..	..	..	
۲۱۴	غافل	..	..	..	..	
۲۱۵	غالب	نواب مرزا نوشہ اسداللہ خاں	عبداللہ بیگ خاں	دہلی	..	المخاطب بہ نجم الدولہ - اسد بھی تخلص تھا ۱۲
۲۱۶	غرق	..	..	..	..	
۲۱۷	فدا	..	..	..	..	
۲۱۸	فرحان	..	..	..	..	
۲۱۹	فرخ	حکیم عبدالمجید صاحب	..	دہلی	..	مالک پنچ بہادر و سلطان الاخبار ۱۲
۲۲۰	فروغ	سید امیر حسن صاحب	..	لکھنو	فصاحت	
۲۲۱	فقیر	بابو صاحب	..	..	..	مصنف روضۃ البکاء
۲۲۲	فوق	محمد الدین صاحب	..	..	..	اڈیٹر کشمیری میگزین لاہور
۲۲۳	فیض رح	حضرت فیض صاحب رح	..	حیدرآباد	..	
۲۲۴	قاسم	منشی قاسم علی	..	اورنگ آباد	یکتا	
۲۲۵	قائم	محمد قیام الدین	..	سنبھل	سودا	
۲۲۶	قبول	الہ داد خاں	..	دہلی	..	
۲۲۷	قدر	سید غلام حسین صاحب	سید خلف علی	بلگرام	بحر و غالب	
۲۲۸	قربان	سید قربان حسین شاہ	..	اکبرآباد	..	
۲۲۹	قطب	قطب الدین	محمد نصیر الدین	..	..	
۲۳۰	قلق	خواجہ اسداللہ	خواجہ بہادر حسین	لکھنو	وزیر	المخاطب بہ نواب آفتاب الدولہ ۱۲
۲۳۱	قلق	حکیم مولا بخش	..	میرٹھ	مومن	
۲۳۲	قمر	..	..	..	..	
۲۳۳	قول	غلام محمد خان	..	دہلی	شیفتہ	
[illegible]	قیس	..	..	..	..	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۳۵	کافی	مولوی کفایت علیخانصاحب	..	مرادآباد	..	
۲۳۶	کامل	..	..	..	..	
۲۳۷	کشتہ	سید افتخار عالم صاحب	..	مراد آباد	رضوان	
۲۳۸	کمال	سید مہدی حسن صاحب	حضرت جلال	لکھنو	جلال	
۲۳۹	کوثر	حکیم عابد علی صاحب	..	خیرآباد	امیر	
۲۴۰	کوثر	..	..	..	..	
۲۴۱	کیف	شیخ عالمگیر صاحب	..	ٹونک	اسد	
۲۴۲	گویا	فقیر محمد خاں	..	لکھنو	وزیر	
۲۴۳	لطف	لطف علی خاں	..	بریلی	..	
۲۴۴	ماہ	..	..	..	..	
۲۴۵	ماہر	سید مہدی حسین صاحب	..	لکھنو	امیر	
۲۴۶	مجروح	میر مہدی حسین صاحب	..	..	..	
۲۴۷	محب	محب حسین صاحب	..	اٹاوہ	داغ	
۲۴۸	محبوب	شیخ محبوب	..	..	..	
۲۴۹	محسن	مولوی محمد محسن صاحب	..	کاکوری	..	
۲۵۰	محروم	..	..	..	..	
۲۵۱	محو	مقبول احمد صاحب	..	کاکوری	..	
۲۵۲	مذاق	سید دلدار علی	..	بدایون	ذوق	
۲۵۳	مرزا	..	..	..	..	
۲۵۴	مزیب	..	..	..	..	
۲۵۵	مست	مولوی نوازش علیخانصاحب	مولوی امداد علیخانصاحب	حیدرآباد	..	
۲۵۶	مسکین	میاں مسکین صاحب	..	بھوپال	..	
۲۵۷	مشتاق	..	..	..	..	
۲۵۸	مصحفی	شیخ غلام ہمدانی	..	لکھنو	امانی	
۲۵۹	مضطر	سید افتخار حسین صاحب	..	خیرآباد	امیر	المخاطب بہ افتخار الشعراء
۲۶۰	مضطر	..	..	دہلی	..	
۲۶۱	مظہر	مظہر حسن	معصوم علی	دھولانہ	رسوا	
۲۶۲	منت	غلام غوث خاں	حضرت قول	دہلی	قول	
۲۶۳	منتہی	..	..	..	..	
۲۶۴	میر	محمد اسمٰعیل	..	شکوہ آباد	اشک	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۶۵	موجد	کالکا پرشاد	..	لکھنو	نسیم	
۲۶۶	مومن	حکیم مومن خاں مرحوم	..	دہلی	ممنون	
۲۶۷	مونس	میر نواب صاحب	حضرت خلیق	لکھنو	خلیق	
۲۶۸	مہتاب	مہتاب رائے صاحب	..	..	..	
۲۶۹	مہر	مرزا حاتم علی بیگ	..	اکبرآباد	ناسخ	
۲۷۰	مہر	منشی سورج نرائن صاحب	..	دہلی	..	
۲۷۱	میر	میر تقی مرحوم	..	"	خان آرزو	
۲۷۲	میکش	شمس الحق صاحب	..	"	..	
۲۷۳	ناسخ	شیخ امام بخش مرحوم	شیخ خدا بخش	لکھنو	..	۱۲۵۴ھ میں فوت ہوئے ۱۲
۲۷۴	ناصر	..	..	..	..	
۲۷۵	ناظم	نواب یوسف علیخاں	..	رامپور	غالب	فرمانروائے رامپور
۲۷۶	نزہت	..	..	..	..	
۲۷۷	نساخ	مولوی عبد الغفور صاحب	..	جونپور	جرأت	
۲۷۸	نسیم	نواب اصغر علیخان	نواب آغا علی خان	دہلی	مومن	۱۲۸۲ھ میں بمقام لکھنو فوت ہوئے ۱۲
۲۷۹	نسیم	پنڈت دیا شنکر	..	لکھنو	..	مصنف "گلزار نسیم"
۲۸۰	نشاط	..	..	..	..	
۲۸۱	نصیر	شاہ نصیر الدین	شاہ غریب اللہ	دہلی	مائل	
۲۸۲	نظر	منشی نوبت رائے صاحب	..	لکھنو	..	
۲۸۳	نظم	مولانا علی حیدر صاحب طباطبائی	سید مصطفٰے حسین صاحب	"	..	مصنف شرح دیوان غالب و ساقی نامہ شفقتیہ وغیرہ
۲۸۴	نظیر	مولوی ولی محمد صاحب	..	اکبرآباد	..	
۲۸۵	نفیس	میر خورشید علی	حضرت انیس	لکھنو	انیس	
۲۸۶	نمود	..	..	..	..	
۲۸۷	نواب	نواب کلب علیخاں	..	رامپور	امیر	فرمانروائے رامپور
۲۸۸	نوح	منشی محمد نوح	..	تارہ	داغ	
۲۸۹	واسطی	..	..	..	..	
۲۹۰	وجاہت	وجاہت حسین صاحب	..	جھنجھانہ	داغ	
۲۹۱	وجد	غلام غوث صاحب	..	بدایون	مذاق	
۲۹۲	وحشت	مولوی رضا علی صاحب	..	کلکتہ	..	
۲۹۳	وحشی	..	..	..	..	
۲۹۴	وزیر	خواجہ محمد وزیر	خواجہ محمد فقیر	لکھنو	ناسخ	۱۲۷۰ھ میں فوت ہوئے ۱۲

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۹۵	وزیر	شیخ وزیر	۔۔	لکھنو	حکیم	
۲۹۶	وسیم	۔۔	۔۔	۔۔	۔۔	
۲۹۷	وقار	۔۔	۔۔	۔۔	۔۔	
۲۹۸	وہبی	منشی دیبی پرشاد صاحب	۔۔	لکھنو	۔۔	
۲۹۹	ہدایت	مولوی ہدایت رسول صاحب	۔۔	۔۔	۔۔	
۳۰۰	ہرچند	۔۔	۔۔	۔۔	۔۔	
۳۰۱	ہزبر	مرزا محمد ہزبر علیخان بہادر	واجد علی شاہ لکھنو	لکھنو	۔۔	
۳۰۲	ہمدم	رائے گلاب سنگھ	۔۔	۔۔	۔۔	
۳۰۳	ہوس	۔۔	۔۔	۔۔	۔۔	
۳۰۴	ہوش	۔۔	۔۔	۔۔	۔۔	
۳۰۵	یکتا	منشی فتح محمد صاحب	۔۔	مرزاپور	ظریف	
۳۰۶	یکتا	شاہ فریدالدین صاحب	۔۔	بہار	۔۔	
۳۰۷	یم	منشی فیض الدین احمد صاحب	۔۔	لاہور	ثاقب	

فہرست اسمائے شعراء جن کا کلام مختلف رسالوں اخباروں اور کتابوں وغیرہم سے انتخاب کیا گیا

(الف)

آباد۔ اثر احد احمد احقر اخگر ارم ارشد ازل آسماں اسلم آسی اسد آصف الدولہ آغا آفاق اقبال اکمل امیر آہ امین ۔

(ب)

بارق بازغ باسط بختاور برکت برہم بزمی بزم بلاغت بہار بیان بیتاب۔

(پ)

پاسخ ۔

(ت)

تجلی ترجمہ تسلی توفیق تہوّر ۔

(ث)

ثابت ۔

(ج)

جری جعفری جعفرزٹلی جلالی جمیل جوہری جوگی ۔

(چ)

چکبست

(ح)

حامد حشم حق نما حلیم حیدر ۔

(خ)

خواجہ دل محمد

(د)

داور دبیر دستگیر دل دلاور ۔

(ر)

راضی راز رحمت رشید رعب رغبت رفیق رنجور رنگ رہبر ریاض ۔

(ز)

زور

(س)

ساحر سجاد سخاوت سرور سرو سرشار سعادت سلام سلیمان سہیل سفیر سیفی

(ش)

شاہ شروانی شوکت شہید شہیر شہرت شیریں ۔

(ض)

ضبط ضیا ۔

(ظ)

ظہور ۔

(ع)

عادل عرش عرشی عشرتی عشق عنبر عینتی عید ۔

(غ)

غریب غریق غلام جیلانی غنی ۔

(ف)

فاروق فائز فاخر فرخ فصاحت فصیح فقیہ فلک

(ق)

قادر قدرت قدیر قلزم قنبر قوس

(ک)

کاشف ۔

(گ)

گہر ۔

(ل)

لائق ۔

(م)

متین مجروح مجبور محشر محوی مخمور مقدور مدار مذنب مسیح مسلم مشرقی مصور مضطر معصوم مفتون مقبول ممنون موج مونس ۔

(ن)

ناثر ناز نامی ناشاد نذیر نذیر احمد نشتر نصرت نعیم نفیس نمود نور نیاز نیّر نیرنگ ۔

(و)

واصل وارث واقف واہ واجد واصف وضاحت وفا ولی وہبی ۔

(ھ)

ہجر ہمایوں ہنر ۔

(ی)

یقین یوسف

تمت

حمد باری

نہیں تیرے کرم کو قید کچھ ادنیٰ و اعلیٰ کی	سکندر تشنہ رہ جائے پئے خضر آبِ حیواں کو	آتش
چشم بینا چاہئے تو جلوہ گر ہے ہر طرف	پردہ ہے اے شمع و پردہ ترا فانوس کا	"
خدا پنہاں ہے عالم آشکارا	نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے	"
ماسوا تیرے نہیں رہنے کا کچھ یا باقی	جو ہے فانی ہو تری ذات ہو الباقی	"
کچھ نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے	جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے	"
خدا کے خوانِ کرم سے ہو سیر جو چاہے	نہ ٹھہر ہوتی ہے اس پر نہ ہے نشاں ہوتا	"
کام رہنے کا نہیں بند اپنا	بندہ پرور ہے خداوند اپنا	"
ہو نہ محتاجِ منظوری نہ تجھ کو اپنے سائل کی	بنایا کاسۂ سر واژگوں کاسہ گدائی کا	"
دکھایا حسن سے اعجازِ موسے کلکِ قدرت نے	یدِ بیضا بنایا پورِ انگشتِ حنائی کا	"
عنوانِ نامہ نام ہے ربِّ کریم کا	دیواں یہ عفو نامہ ہے جرمِ عظیم کا	آبرو
سرنامہ لکھا مطلع جو حمدِ کبریائی کا	مرے دیوان میں آیا نظر جلوہ خدائی کا	آثم
کیا وصف کر سکوں میں خدائے جلیل کا	اور اُس کے خاص نورِ جمیل و نبیل کا	"
بہرِ ثنا قلم ہو پرِ جبرئیل کا	پانی دوات کے لئے ہو سلسبیل کا	"
نمرود نے جو ڈالدیا اُنکو آگ میں	تیرے بغیر کون تھا حامی خلیل کا	"
کیا منہ مرا کہ حمدِ مقدس کروں رقم	دعوےٰ قلم کو ہے نہ زباں کو دلیل کا	"
دل کو مرے ذرا نہیں خوفِ عذابِ حشر	ہے آسرا مجھے وہاں تجھ سے کفیل کا	"
آثم کی آبرو رہے دونوں جہان میں	مالک ہے یا اللہ تو ہی عبدِ ذلیل کا	"
یارب کہیں زمین نہ تھی آسماں نہ تھا	بس تو ہی جلوہ گر تھا کسی کا نشاں نہ تھا	"
تعریف تیری کرنی سراسر یہ تھا محال	قابل تری صفت کے ہمارا دہاں نہ تھا	"
ہر سمت سے آ رہی ہے آواز	اللہ بھلا بشر بُرے ہیں	آہ
اللہ ہماری شرم رکھ لے	تیرے ہی تو ہیں اگر بُرے ہیں	"
جسے جانچو تری ناچیز مخلوقات میں داخل	نہ ارواح اس سے مستثنےٰ نہ ذرات اس سے مستثنےٰ	آزاد
بڑا کہنا تجھے شایاں خدا کہنا تجھے زیبا	بڑائی بھی ترا حصہ خدائی بھی ترا حصہ	"
جسے دیکھو تری برحق خدائی کا بدل قائل	موافق بھی ترا بندہ مخالف بھی ترا بندہ	"
بہرحالت کوئی معبودِ برحق ہے تو وہ تو ہے	یہ وہ دعوےٰ ہے جس کو کوئی باطل کر نہیں سکتا	"
وہ قومیں جو ترے انکار کی خوگر ہیں قاصر ہیں	تری قدرت کے نظاروں نے اندھا کر دیا ہوگا	"
بظاہر مادہ کی بحث موزوں بھی ہے دلکش بھی	مگر جب غور سے دیکھا ترا جھانسا کھلا ہوگا	"
یہ ثابت ہو چکا ہے مادہ بے جان و بے حس ہے	جب ایسا ہے تو ذاتِ حق امادی اور وہ پیدا	"
اگر ہم فرض کریں مادہ خلاقِ عالم ہے	جب امر حق یہی ہے دل گواہی کیوں نہیں دیتا	"
کہو تو ہم بھی کہہ دیں تین ملکر ایک ہوتے ہیں	مگر اے کاش یہ دھوکا دلوں کو مطمئن کرتا	"
تری ذاتِ گرامی خالقِ دنیا و مافیہا	ترا اسمِ مبارک قادر قیوم بے ہمتا	"

حمد باری

مناور میں تری سیوا مساجد میں تری پوجا — آزاد
تجھے سب نے خدا جانا تجھے سب نے خدا مانا
جو کاشی میں ترا درشن تو کعبہ میں ترا جلوہ — "
جدھر ڈھونڈھا تجھے پایا جدھر دیکھا تجھے دیکھا
تری ہیبت دھرمیوں کے [illegible] — "
تری توحید کا سکہ جو چل نکلا تو چل نکلا
یہ ممکن ہے کہ تین اعداد کا مجموعہ واحد ہو — "
غلط بالکل غلط توحید فی التثلیث کا دعوے
اگر تثلیث راضی ہو کر روح اللہ انساں ہے — "
تو جو توحید کا مطلب وہی تثلیث کا منشا
جو تو صانع تو ہم مصنوع ظاہر بھی ہے ثابت بھی — "
جو تو خالق تو ہم مخلوق آمنا و صدقنا
ترے منکر کی بابت عقل و دانش کا یہ فتویٰ ہے — "
وہ جاہل اور نرا جاہل وہ اندھا اور نرا اندھا
ترے برحق وجود پاک کا بطلان ناممکن — "
نہ یہ سائنس کی قدرت نہ طبعیات کا یارا
کہاں کا مادہ کس کی قدامت لغو قصے ہیں — "
کوئی تیرے سوا خلاق عالم ہو نہیں سکتا
تری ذات اظہر و اقدس تری شان ارفع و اعلےٰ — "
قیود فہم سے باہر حدود وہم سے بالا

بہاری

حمد باری

نہ مکاں میں نہ لامکاں میں کچھ	جلوہ فرما یہاں وہاں تو ہے	امیر
رنگ تیرا چمن میں بو تیری	خوب دیکھا تو باغباں تو ہے	"
واقف دلوں کے بھید سے ہے آفریدگار	آئینے اپنا حال سکندر سے کیا کہیں	"
عکس آئینے سے یہ ظاہر ہے	تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے	"
تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا	کیسی زمیں بنائی کیا آسماں بنایا	بسمل
خوش رنگ اور خوشبو گل پھول ہیں کھلائے	اس خاک کے کھنڈر کو کیا گلستاں بنایا	"
مٹی سے بیل بوٹے کیا خوشنما اگائے	پہنا کے سبز خلعت ان کو جواں بنایا	"
میوے لگائے کیا کیا خوش ذائقہ رسیلے	چکھنے سے جن کے مجھ کو شیریں دہاں بنایا	"
پیاری پیاری چڑیاں پھرتی ہیں جو چہکتی	قدرت نے تیری ان کو تسبیح خواں بنایا	"
سورج بنا کے تو نے رونق جہاں کو بخشی	رہنے کو یہ ہمارے اچھا مکاں بنایا	سورج

ہماری کشت تمنا ہری ہوئی آخر	سحاب رحمت پروردگار کے باعث	امیر
عاجز ہیں سب غرور کسی کا بجا نہیں	آفاق میں خدا سا کوئی دوسرا نہیں	"
اندوہ کیا اٹھائے وہ جس کو خدا بچائے	محفوظ چاندنی سے ہیں زخم گل چمن	"
حفاظت سے رہی یوسف کنوے میں نوح طوفاں میں	اسے کیا خوف ہے جسکا خدا آفت میں حامی ہے	"
کسی پر رحم ہے اس کا کسی پر قہر ہے اسکا	کہیں گوہر برستے ہیں کہیں پتھر برستے ہیں	"
آرائش جہاں ہے دلیل وجود رب	بے باغباں کبھی نہیں ہوتا چمن درست	"
اللہ کی عطا نہیں دنیا میں بے محل	کیا طفل شیر خوار کو دنداں کی احتیاج	"
تری اے ناخدا ہے کس کو پروا	خدا کشتی کا اپنی ناخدا ہے	"
بقا تجھی کو ہے اے مالک زمین وزماں	نہ جاوداں ہے زمانہ نہ جاوداں ہوں میں	"
دہر میں لاکھوں سکندر ہیں سلیماں سیکڑوں	فی الحقیقۃ کارخانہ ہے عظیم اللہ کا	"
بے زبان وبے دہن ہے نطق کام اللہ کا	سب کلاموں سے ہے بالاتر کلام اللہ کا	"
دھیان بندوں کو ہے لازم صبح وشام اللہ کا	دل میں یاد اللہ کی ہو لب پہ نام اللہ کا	"
کون جانے ہست کس کو کیا کس کس کو نیست	کارخانہ یوں ہی جاری ہے مدام اللہ کا	"
تابع فرماں نجوم وچرخ وذرات ہیں	دونوں عالم میں ہے کیسا انتظام اللہ کا	"
آسماں پر بھی کوئی فارغ عبادت سے نہیں	مہر ومہ کرتے ہیں سجدہ صبح وشام اللہ کا	"
باغ میں ہل کر ہوا سے جو صدا دیتے ہیں برگ	فی الحقیقۃ ذکر کرتے ہیں تمام اللہ کا	"
مفلسی مفلس کی منعم کی بجا ہے منعمی	مصلحت سے کب کوئی خالی ہے کام اللہ کا	"
ہے یہ ظاہر وہ کسی سے ہے نہ اس سے ہے کوئی	لم یلد ہے اور ولم یولد کلام اللہ کا	"
بطن میں کودک تو کیڑا سنگ میں پاتا ہے رزق	پرورش کرنا زمانہ کا ہے کام اللہ کا	"
دیکھتا سنتا ہے سب لیکن نہیں ہے چشم وگوش	سب جگہ ہے پھر نہیں کوئی مقام اللہ کا	"
مغفرت کی روز محشر کیوں نہ ہو ہم کو امید	سنتے ہیں مدت سے ہم غفار نام اللہ کا	"
نخل ہستی سے نمودار ہے قدرت تیری	اصل وحدت ہے تری فرع ہے کثرت تیری	"
شعلۂ نار سقر سے جو ڈرے اہل گناہ	ابر بن بن کے برسنے لگی رحمت تیری	"
اس سے موافقت ہے تو سب سے موافقت	وہ برخلاف ہے تو جہاں برخلاف ہے	"
نہ تو آغاز ہے تیرا نہ تو انجام تیرا	تھی ہمیشہ سے ہمیشہ ہے خدائی تیری	"
یہ آفتاب ہے گرم اسی کی کبریائی کا	کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود نمائی کا	امیر
بشر سے حمد الہی امیر کیا ممکن	پہاڑ اٹھائے کہاں حوصلہ رائی کا	"
آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا	دروازہ سے ہے گھر تک سارا ظہور تیرا	"
جو حد سے ہو باہر کوئی کیونکر اسے دیکھے	روشن ہے کہ جاتی ہے نظر حد نظر تک	"
دوسرا کون ہے جہاں تو ہے	کون جانے تجھے کہاں تو ہے	"
لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ	سو نشانوں پہ بے نشاں تو ہے	"
تو ہے خلوت میں تو ہے جلوت میں	کہیں پنہاں کہیں عیاں تو ہے	"
نہیں تیرے سوا یہاں کوئی	میزباں تو ہے میہماں تو ہے	"

سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی روشنی بھی	کیا خوب چشمہ تو نے اے مہرباں بنایا	اسمٰعیل
رحمت سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں میسر	ان نعمتوں کا مجھ کو بھی قدرداں بنایا	"
پیاسی زمیں کے منہ میں مینھ کا چوایا پانی	اور بادلوں کو تو نے مینھ کا نشاں بنایا	"
آب رواں کے اندر مچھلی بنائی تو نے	مچھلی کے تیرنے کو آب رواں بنایا	"
ہر چیز سے ہے تیری کاریگری ٹپکتی	یہ کارخانہ تو نے کب رائیگاں بنایا	"
پاؤں تلے بچھایا کیا خوب فرش خاکی	اور سر پہ لاجوردی اک آسماں بنایا	"
خدایا کوئی یار و یاور نہیں	مگر تو کہ موجود ہے ہر کہیں	"
خدایا نہیں کوئی تیرے سوا	اگر تو نہ ہوتا تو ہوتا ہی کیا	"
تصور تیری ذات کا ہے محال	کسے یہ سکت اور کہاں یہ مجال	"
نہیں موج طوفان کا کچھ خطر	کہ تو آپ ہے راہ اور راہبر	"
کوئی تیرا ہمجنس و ہمتا نہیں	گماں کا یہاں پاؤں جمتا نہیں	"
ہوا کو دیا تو نے کیا خوب رنگ	سراسیمہ ہے عقل اور فکر دنگ	"
دئے تو نے ماں باپ کیسے شفیق	مہیا کئے تو نے کیا کیا رفیق	"
یہ تیری ہی قدرت کا نیرنگ ہے	کہ نابود میں بود کا ڈھنگ ہے	"
سمندر ہے قدرت کا تیری بڑا	اور اس بحر میں یہ سفینہ پڑا	"
جو ملاح تو ہے تو گھبرائیں کیا	نگہبان تو ہے تو چلائیں کیا	"
کیا تو نے آراستہ یہ مکاں	بلایا کرم سے ہمیں میہماں	"
دیا جسم بھی تو نے اور جان بھی	دیا زندگانی کا سامان بھی	"
ازل سے ابد تک ہے بس تو ہی تو	ترا جلوہ ہے عالم رنگ و بو	"
سبھی آفتوں سے بچایا ہمیں	کھلایا پلایا پڑھایا ہمیں	"
نہ تھا عہد طفلی میں کچھ بھی وقوف	تو ہی پالتا تھا ہمیں اے رؤف	"
ہماری نہ کوشش نہ تدبیر تھی	ترا حکم تھا تیری تقدیر تھی	"
نہ ہوتا اگر تیرا لطف نہاں	تو ہم بزم ہستی میں ہوتے کہاں	"
ہیں تیری حمایت میں محفوظ سب	ہیں تیری عنایت سے محظوظ سب	"
ہے خداوند حقیقی کو سزاوار سپاس	جان نے تن میں کیا حکم سے جس کے اجلاس	"
تیری قدرت ہے قوی حکم ترا ناطق ہے	ہے بھلا نقد بقا تیرے سوا کس کے پاس	"
تیری رحمت کے طلبگار ہیں شاہ و گدا	تیری حکمت نے دیا اس کو حریر اس کو پلاس	"
کون کر سکتا ہے پر ذائقہ کھانے تیار	کون بن سکتا ہے پر زیب ردا اور لباس	"
تو نہ مٹی سے اگاتا جو چنے اور گیہوں	خاک سے کرتا مہیا نہ سن اور کپاس	"
تاکہ دامان زمیں تازہ و شاداب رہے	تو نے رکھا کمر کوہ پہ چشموں کا نکاس	"
شاخ اشجار میں لٹکائے ثمر رنگارنگ	جس میں حکمت نے کیا جمع مٹھاس اور کھٹاس	"
دشت و کہسار کو دی سبزہ و گل سے زینت	سامنے جس کے لگیں لعل و زمرد بھی اداس	"
صحن عالم میں کیا خیمۂ اطلس برپا	جس میں قدرت نے جڑے گوہر و لعل و الماس	"

حمد باری

مالک الملک ہے تو اور عزیز و جبار
تو ہی خلاق ہے رزاق ہے اور رب الناس

ازل سے تا ابد ہے ایک ہی شان
ترا لطف اب ہے آلان کما کان

کھلا جتنا ہوا اتنا ہی مستور
چھپا جتنا رہا کھلتا بدستور

ترا اخفا ہے گویا عین اظہار
ترا اظہار ہے اخفائے اسرار

ہے تو باطن میں ظاہر بلکہ اظہر
بظاہر بن گیا تو عین مظہر

جو باطن ہے تو باطن کا پتہ کیا
جو ظاہر ہے تو ہے تیرے سوا کیا

جو اول ہے تو پہلے اور تھا کون
جو آخر ہے تو پیچھے رہ گیا کون

جو آخر ہے تو ہے آخر بطور باقی
ہے تیرا اول و آخر نہ سابق

نہ تیرے ساتھ لاحق ہے نہ سابق
جو آخر ہے وہی اول بھی تھا تو

وہی جو آج ہے ہو کل بھی تھا تو
نہیں اول کو آخر سے جدائی

ورائے عقل ہے تیری خدائی
وہ اول

اسمٰعیل

حمد باری

وہ اول تو کہ نا محرم ہدایت	وہ آخر تو کہ ناپیدا نہایت	اسمٰعیل
وہ اول تو کہ ہے آخر سے آخر	وہ آخر تو کہ ہے اول سے فاخر	"
مسلم ہے تجھی کو حکمرانی	کہ تیری سلطنت ہے جاودانی	"
ہو موجود ہے تجھ سے عبارت	ہو مقصود ہے تجھ سے اشارت	"
احد ہے تو نہیں زنہار معدود	صمد ہے تو نہ والد ہے نہ مولود	"
خدایا اول و آخر بھی تو ہے	خدایا ظاہر و باطن بھی تو ہے	"
سوا تیرے نہیں موجود کوئی	نہ عابد ہے نہ ہے معبود کوئی	"
ازل سے دائم المعروف ہے تو	ابد تک خود بخود موصوف ہے تو	"
تری رحمت ہے یہ جلسہ دکھاتی	ہے قہاری تری سب کو مٹاتی	"
تجھے نسبت ہے لاشے سے نہ شے سے	غنی ہے تو نہیں سے اور ہے سے	"
یہ ہنگامہ اور اس پر بے نشانی	ہوا ہے عقل کل کا خون پانی	"
پتا لگتا نہیں تنزیہ میں بھی	خبر ملتی نہیں تشبیہ میں بھی	"
اگر جبروت میں بانگِ انا ہے	صف ارواح میں حمد و ثنا ہے	"
زمین و آسماں کا نور ہے تو	مگر خود ناظر و منظور ہے تو	"
مبرّا قید اور اطلاق سے تو	منزّہ انفس و آفاق سے تو	"
تو ہی ہے علم و عالم بلکہ معلوم	تو ہی ہے رحم و ارحم بلکہ مرحوم	"
ذات حق اپنی آپ ہے موجود	کوئی اس کے سوا نہیں معبود	"
اسکی ہستی سے سب کی ہستی ہے	خلقت اس کی بسائی بستی ہے	"
اسکا جو وصف ہے سو کامل ہے	نہ کسی سے جدا نہ شامل ہے	"
بزم جہاں میں رونق ہے تجھ سے	اس میکدہ میں ہُو حق ہے تجھ سے	"
بے حس کو بخشا احساس تو نے	دی مشتِ گل کو بو باس تو نے	"
ہے ترے دم سے اے عالم آرا	بزم عروسی آفاق سارا	"
بس اک آستانہ ہے سجدہ کے قابل	زمانے میں گو آستانے بہت ہیں	"
ہے وصف ترا محیطِ اعظم	یاں تاب کسے شناوری کی	"
خاکِ نمناک اور تابندہ نجوم	اس ایک ہی قانون کے یکسر محکوم	"
یکسانیٔ قانون کہے دیتی ہے	لاریب کہ ہے ایک ہی رب معلوم	"
اس کا ساجھی نہیں شریک نہیں	اور کو مانئے تو ٹھیک نہیں	"
جانتا ہے وہ ان ہوئی باتیں	دیکھتا ہے ڈھکی چھپی گھاتیں	"
تری توحید کے اسرار کھلیں کیوں نہ بو ہو کر	زباں بن بن کے کہتا ہے ہر اک پتا گلستاں کا	"
اس کی ثنا میں ہر دم مصروف رکھ زباں کو	اک روز بے صدا ہے آخر یہ ساز تیرا	"
ملے جو رتبہ ترے در کی جبہہ سائی کا	تو ایک سلسلہ ہو شاہی و گدائی کا	"
ہے مسلّم اُسی کو سلطانی	عرش اعظم ہے تخت ربانی	"
جسکو چاہے کرے وہ ملیامیٹ	نہیں اسکو کسی سے لاگ لپیٹ	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ہے وہ بے آنکھ دیکھتا سب کو	ہے وہ بے کان سنتا مطلب کو	اسمٰعیل
اس کا احسان و فضل ہے دن رات	اس پہ واجب نہیں ہے کوئی بات	״
اس کا جوڑا نہیں ہمال نہیں	اس کو گھاٹا نہیں زوال نہیں	״
لطفِ ایزدی سے امید ہے یہ انشا کی	کچھ نہیں رکھتے ہیں ہم فضل و ہنر کا تکیہ	انشاء
ہے ذاتِ حق جواہر و اعراض سے بری	تشبیہ کیا ہے اس کو وجود و عدم کے ساتھ	״
داورا! سچ کہ سزاوارِ پرستش کیوں ہے	بے شک و شبہ سمعنا و اطعنا الحق	״
روز و شب حضرتِ خلاق ترے حکم میں ہے	عرش و لوح و قلم و شش جہت و ہفت طبق	״
ہرگز جہاں پہنچ نہ سکے طائرِ خیال	ہے کاخ فضل کا یہ ترے عظم و ارتفاع	״
نشاں کیا کیا دکھائے تو نے یارب بے نشاں ہو کر	عیاں کیا کچھ کیا ہے تو نے اے خالق نہاں ہو کر	احمدی
سمک سے تا سما اقرار ہے تیری خدائی کا	ازل سے تا ابد ہے جوش تیری کبریائی کا	״
وہ خالق جو کہ ہے بے شبہ بے شک دائم و قائم	وہی حاکم زمینوں پر وہی عرشِ معلےٰ پر	״
جہاں دیکھو وہاں اقرار ہے تیری خدائی کا	ہر اک سو جوش زن ہے بحر تیری کبریائی کا	״
کوئی انسان اس کی قدرت کا بیاں کیا کر سکے	ایک قطرہ کو اگر چاہا تو دریا کر دیا	اشک
زمین و آسماں لوح و قلم کا راز کھل جائے	مگر ممکن نہیں کھلنا ترے اسرارِ قدرت کا	اسرار
صفاتِ حق تعالےٰ فہمِ منکر میں نہیں آتے	وہ کہتا ہے کہ گویا کچھ نہ ہونا ہے خدا ہونا	اکبر
ترے پرتو سے مہر و ماہ روشن	ترے جلوہ سے ضوِ کون و مکاں کو	״
ارض و سما میں ہے شور تیرا	سنتے ہیں کانوں سب کان والے	״
خدا دانا بینا ہے ہر نیک و بد کا	کہ ہے ذات اس کی سمیعاً بصیرا	״
تیرا قائل بوٹا بوٹا تجھ پہ مائل پھول پھول	تیرا عاشق پتا پتا تیری شیدا شاخ شاخ	״
اے بے نیاز مالک مالک ہے نام تیرا	مجھ کو ہے ناز تجھ پر میں ہوں غلام تیرا	״
ہو شوق مرتے دم بھی اے خوشخرام تیرا	آنکھوں میں دم ہو اپنا لب پر ہو نام تیرا	״
رٹ ایسی لگ گئی ہے جو بھولتی نہیں ہے	وردِ زباں ہے ہر دم اے جان نام تیرا	״
ہر مرغِ باغ تیری تسبیح پڑھ رہا ہے	ہر برگ کی زباں سے سنتا ہوں نام تیرا	״
داغ عاشقوں کا اے جاں جامِ جہاں نما ہے	مخفی رہے گا کیونکر ہم سے مقام تیرا	״
دونوں مکان تیرے تیری ہی خلوتیں ہیں	ہے آنکھ بھی ترا گھر دل بھی مقام تیرا	״
دل وہ کیا ہے کہ نہ ہو جس میں محبت تیری	سر وہ کس کام کا جس میں نہ ہو سودا تیرا	افسر
ہم کرتے ہیں گناہ وہ دیتا ہے ہم کو رزق	ادنےٰ یہ اک کرم ہے ہمارے کریم کا	انجم
بندہ نوازیوں پہ تری کب کلام ہے	اک بات میں بڑھا دیا رتبہ کلیم کا	״
کیونکر نہ اپنی خلق پہ یکساں ہو تیرا لطف	رحمت احاطہ ہے ترے فیضِ عمیم کا	״
انجم ہماری آنکھیں کھلی ہیں جو بعد مرگ	ہے رحم دیکھنا ہمیں اپنے رحیم کا	״
تری رحمت ہے غضب پر غالب	روزِ محشر سے ڈرانے والے	״
کس میں ہیں ایسی قدرتیں صدقے میں تیرے باغباں	باغ کو تو بنائے دشت، دشت کو تو بنائے باغ	״
اُسی پہ مرتے ہیں ہم اور اُسی کو چاہتے ہیں	وہی ہے عالم و دانا، وہی گواہ بھی ہے	״

حمد باری

روا نہ رکھ کہ جہاں میں ذلیل و خوار ہوں میں
جو ہوں سو ہوں پہ ترے در کا خاکسار ہوں میں — انجم

ہے نقش مرے دل میں جو اقرار خدا کا
محشر میں نظر آئے گا دیدار خدا کا — ״

جنت میں سوا اس کے نہ ہوگا مجھے کچھ کام
دیکھوں گا وہاں لمعۂ انوار خدا کا — ״

ہر گل سے عیاں ہوتی ہے نیرنگیٔ قدرت
ہر ذرہ سے جلوہ ہے نمودار خدا کا — ״

عارف کا تصور بھی پہنچنے سے ہے معذور
وہ کون ہے سمجھے گا جو اسرار خدا کا — ״

جو طالبِ حق ہے اسے کس بات کی خواہش
دنیا میں پہنچنے کا طلبگار خدا کا — ״

کیا جمع ہوا کرتے ہیں مسجد میں نمازی
کیا گرم رہا کرتا ہے بازار خدا کا — ״

انجم نے مصیبت کبھی زنہار نہ دیکھی
ہے وردِ زباں نام جو ہر بار خدا کا — ״

مقدور کیا ہو وصف خدائے علیم کا
یارا نہیں جو شرح الف لام میم کا — ״

دوست اپنا نہ یار ہے اپنا
وہی پروردگار ہے اپنا

سارے عالم

حمد باری

گنہ ہو جاتے ہیں [illegible] سب عفو

عجیب سرکار ہے اور نہیں دوسرا ہے

وہی ایک ہے اور خدا ہے خدا ہے — انور
کون پائے کنہ ذات کبریا — "
چشم بینا میں بھی بینائی نہیں / حوصلہ کیا زباں کا — احسن
کرے حمد حق کوئی کیا زباں کا
کہ خالق ہے وہ اس زمین و زماں کا — ارشد
عجیب کارخانے ہیں قدرت کی ادنیٰ
احاطہ نہیں جن پہ وہم و گماں کا — "
ہر اک انس و جاں کو بنایا ہے اس نے
وہی پالنے والا سارے جہاں کا — "
درندے چرندے پرندے بنائے
پہاڑوں اور بالوں سے جسم ان کا ڈھانکا — "
وہ دیتا ہے پتھر میں کیڑے کو روزی
وہ فریاد رس ہے ہر اک بے زباں کا — "
نہ لے سکتے تھے کچھ خبر اپنی بچے
کیا باپ بچوں پہ ماں باپ اور ماں کا
ہمیں جس قدر نعمتیں اس نے بخشیں
نہیں ہے کسی کو بھی یارا بیاں کا — غنچہ میں

سارے عالم میں نور ہے تیرا
شرق سے غرب قاف سے تا قاف
میں کہاں اور تیرا نام کہاں
تیرا ہر ذرّہ میں یارب نور ہے
تیری قدرت میں ہے کار دو جہاں
منتظر تیری تجلی کا ہوں اب
کل ملے گی لذتِ دید اسکو واں
تو ہی ہے مختار اے پروردگار
اب نہیں ویرانہ دل اعجاز کا
ثنا خدا کی بشر سے ہو یہ نہیں ممکن
لے رہا ہے غنچہ غنچہ کھل کے نام اللہ کا
ہے جو لینا تجھ کو خوانِ فیضِ عام اللہ کا
طائرِ عرش بریں بنکر جو ڈھونڈھے مرغِ عقل
چاہتا ہے دین و دنیا میں بھلائی کچھ اگر
کیوں نہ مشکل ہو ہر اک آسان دم بھر میں مری
آدمی ہو یا پری ہو جن ہو یا وحش و طیور
کہتے ہیں عرش بریں جسکو ہر اک پیر و جواں
چاہیئے انسان کو ہر وقت اٹھتے بیٹھتے
دیکھنا ہو دیدۂ باطن سے جس کو دیکھ لے
حضرت یوسف بچے افتادِ غم سے چاہ میں
ٹل گیا اخگر ہمارے سر سے کوہ رنج و غم
کیا کیا ہے کرم مجھ پہ خدائے دو جہاں کا
تازہ ہے چمن بسکہ خدائے دو جہاں کا
جو آگیا اس راہ میں سالک وہی ٹھیرا
دریائے کرم میں ہیں سو طرح کے جلوے
صحرا میں نہ دریا میں زمیں پر نہ فلک پر
دیکھے تو کوئی غور سے قدرت کے کرشمے
دریائے غضب جوش میں آئے تو غضب ہی
بلبل کی طرح عشق میں نالاں ہوں میں اسکے
پوشیدہ بھلا کر سکے اس سے کوئی کیا بات
دم مارنے کی جا نہیں اے صاحبِ ادراک
قدرت خالق میں ہے عاجز نوازی کا ظہور
ہے بیاضِ صبح قدرت کے سیاہہ کی کتاب

ہر جگہ پر ظہور ہے تیرا — انجم
تذکرہ دُور دُور ہے تیرا — "
سب کرم کا وفور ہے تیرا — "
اس قدر قربت پہ بھی تو دور ہے — اعجاز
ہوگا وہ، جو کچھ تجھے منظور ہے — "
میں ہوں موسےٰ اور مرا دل طور ہے — "
جو مئے عرفاں سے یاں مخمور ہے — "
ماسوا تیرے جو ہے مجبور ہے — "
یاد سے یارب تری معمور ہے — "
بشر ثنا کے نہ قابل نہ ہے زبان بشر — "
بھر رہا ہے پتا پتا دم مدام اللہ کا — اخگر
وردِ لب رکھ اے دلِ خستہ مدام اللہ کا — "
پر نہ پائے وہ کسی صورت مقام اللہ کا — "
ذکر تو اے دل کیا کر صبح و شام اللہ کا — "
دمبدم جاری ہے میرے لب پہ نام اللہ کا — "
رزق ہر اک کو پہنچتا ہے مدام اللہ کا — "
ہے وہ اک ادنےٰ سے ادنےٰ تر مقام اللہ کا — "
نام لیتا ہی رہے دل سے مدام اللہ کا — "
خانۂ دل میں ہے ہر اک کے مقام اللہ کا — "
گرتے گرتے لے لیا جس وقت نام اللہ کا — "
صدق دل سے لے لیا ہم نے جو نام اللہ کا — "
شکر اس کا ادا کر سکے کیا منھ ہے زباں کا — امانت
کچھ دخل نہیں گلشنِ قدرت میں خزاں کا — "
گمراہ ہوا جو نہ یہاں کا نہ وہاں کا — "
دیکھو صدفِ جسم میں عالم دُرِ جاں کا — "
موجود ہے پر نام نہیں اس کے نشاں کا — "
شادی کہیں بچے کی کہیں غم ہے جواں کا — "
غرقاب سفینہ ابھی ہو جائے جہاں کا — "
ہے جو گل یکتا چمن ہر دو جہاں کا — "
دانندہ و واقف ہے وہ ہر راز نہاں کا — "
حقا کہ وہاں دخل نہیں وہم و گماں کا — "
یاں سلیماں بھی ہوا ممنونِ خوانِ مور کا — انور
مطلعِ خورشید طغرا ہے ترے منشور کا — "

غنچہ میں رنگ گل میں بو تیری ہے	گلزار جہاں میں جستجو تیری ہے	ارشد
سارے شجر و برگ ہیں ہمشکل زباں	ہر ایک زباں پہ گفتگو تیری ہے	"
دونوں عالم میں نمودار ہے قدرت تیری	ذرّہ ذرّہ میں ہے پھیلی ہوئی صنعت تیری	"
آسماں اپنی بلندی پہ خمیدہ کیوں ہے	سر جھکا کے یہ بیاں کرتا ہے رفعت تیری	"
کیوں زمیں پھیلی ہے اطراف جہاں میں خاموش	عجز سے کرتی ہے ہر وقت فضیلت تیری	"
کیوں سمندر میں ہر اک موج ہے ہمشکل زباں	جاری ہر ایک زباں سے ہوئی مدحت تیری	"
بسکہ ہر گل سے ادا ہوتے ہیں تیرے نئے رنگ	پھر یہ نیرنگ کسی میں نہیں رنگت تیری	"
یوں تو ہر صورت انساں میں ہے آئینہ ترا	کسی آئینہ میں ممکن نہیں صورت تیری	"
صاف ہر فرد سے پیدا ہے تری منفردی	اتنی کثرت سے عیاں ہوتی ہے وحدت تیری	"
خاک سے تو نے بنایا ہمیں تیری مرضی	خاک کو پاک کیا عین عنایت تیری	"
پاک کر کے ہمیں ایمان دیا دین دیا	اس عنایت پہ ہوئی خاص رحمت تیری	"
یا الٰہی میں تری حمد و ثنا کیونکہ کروں	جو ادا ہو نہیں سکتی وہ ادا کیونکہ کروں	"
ناطقہ سر بگریباں تری مدحت کیا ہو	سخت پیچیدہ گرہ ہے اسے وا کیونکہ کروں	"
ذات میں تیری صفت اور صفت مظہر ذات	ایک کو ایک سے حیراں ہوں جدا کیونکہ کروں	"
احدیّت کو تیری جاننا ناممکن ہے	غیر ممکن میں بھلا عقل رسا کیونکہ کروں	"
عقل سمجھی نہ تجھے دل نے تجھے جان لیا	اس کا کہنا نہ کروں اسکا کہا کیونکہ کروں	"
جان لینا تجھے بالکل یہ خطا ہے میری	گر نہ جانوں تجھے بالکل یہ خطا کیونکہ کروں	"
عذرِ لاعلم لنا جب کہ فرشتوں نے کیا	تری توصیف میں اے پاک خدا کیونکہ کروں	"
تو مجھے اپنا بنا اور مرا تو بن جا	یہ دعا کیوں نہ کروں اور یہ دعا کیونکہ کروں	"
تری تحمید ادا ہوتی ہے چپ رہنے میں	سو خطائیں ہیں زباں کے لئے کچھ کہنے میں	"
اے کل جہاں کے مالک ہر شئے بنانیوالے	نیرنگیوں سے بزم ہستی سجانے والے	"
وہم و گمان پائیں کیا آن بان تیری	اس سے بہت زیادہ اونچی ہے شان تیری	"
آتا نظر نہیں ہے گو آستان تیرا	لیکن بنا ہے سب کے دل میں مکان تیرا	"
قدرت کے ہیں کرشمے ہر سو ترے ہویدا	جلوہ ترا ہے سب میں جو کچھ ہوا ہے پیدا	"
ہر ایک کو عطا کی اک شان خاص تو نے	رکھا ہر اک طبیعت میں اختصاص تو نے	"
عشاق کو دیا ہے سوز و گداز تو نے	بخشے ہیں مہوشوں کو انداز و ناز تو نے	"
جس دل کو جیسا چاہا اس رنگ کا بنایا	اک موم کا بنایا اک سنگ کا بنایا	"
اک بندۂ رضا ہے جاندادۂ وفا ہے	اک بانیٔ ستم ہے آمادۂ جفا ہے	"
بلبل کو گلستاں میں آہ و فغاں ملی ہے	پا کر ہنسی چمن کی ہر اک کلی کھلی ہے	"
دی سرو کو بلندی نرگس کو چشم حیراں	لالہ نے داغ پایا سنبل نے زلف پیچاں	"
سبزہ کو کر دیا ہے خوابیدہ سو رہا ہے	گریاں اسے بنایا ہے ابر رو رہا ہے	"
پروانوں کو ہوا ہے سوز دروں عنایت	سینوں میں رکھ دیا ہے انکے شرار الفت	"
رکھا ہے شمع محفل کو تو نے وقف زاری	رہتی ہے صبح تک وہ مصروف اشکباری	"

حمد باری

[illegible] ہے جب سے تری بینائی پیہم	امجد
[illegible] دیکھا تجھے بندوں نے پیہم	"
[illegible] نہیں ہے ہیبت تیری	"
[illegible] مسیح ہے [illegible]	"
[illegible] خانہ میں جلوہ تیرا	"
ہے کعبہ و بت خانہ [illegible] شیدا تیرا	"
[illegible] ابن مریم	"
[illegible] جس کو نہیں سودا تیرا	"
[illegible] کوئی سما نہ سکا	اعظم
بجز ترے مرے دل میں کوئی پا نہ سکا	"
[illegible] پھر بھی ترا بھید [illegible]	"
[illegible] حیرت ہے [illegible] مرتبہ کا پا نہ سکا	"
میں کس زبان میں [illegible] لفظ ترے [illegible] کی میں نے	"
[illegible] مدح سرائی کی [illegible] لا نہ سکا	"
جو تیری مدح [illegible] خامہ [illegible]	"
زبان گنگ ہوئی [illegible] نہیں شبیہ و نظیر	"
کوئی جہاں میں ترا نہیں [illegible] بتا نہ سکا	"
تری مثال کسی کو کوئی [illegible]	"
[illegible] ترے کرم [illegible] ہیں کان	"
[illegible] دوزخ کا بھی ڈرا نہ سکا	"
کہ تو ہے وہ قادر و قیوم جس نے سمجھا ہے	"
بجز ترے وہ کسی کو خدا بنا نہ سکا	"
ہر ایک	

شہر یاری

خبیر و علیم و شہید و واحد
شکور و غفور و حکیم و صمد
تکبر ہے زیبا تجھے اے کبیر تو یا خبیر
کہ اللہ اکبر ہے فاسق کو مغفور تو
کرے دم میں زاہد کو مقہور تو
کرے دم میں جس کا تو مشکل کشا
ہے دونوں جہاں اثر تیرے در کے سوا
نہیں آسرا کرم کر کرم اے کریم
کرم کر کرم کر یا غفور الرحیم
مجھے بخشدے یا الٰہی کہ
ہے سب اللہ آگے کیا کہیے
قصہ کوتاہ آگے کیا
مت کرو فعل حق پہ چون و چرا
عقل کو یاں نہیں رسائی دی
جس نے یہ سب بنایا ہے وہی بنا
قربان جائیے غنی اس کردگار کے
وہ عجب ذات ہے کیا کہیے تو اب اس کی صفت
عاری سب ہیں حقیقت کی بیاں سے آئے
اس منزہ کو کوئی مدرک کہے کیا جان کے
جو نہیں آتا کسی کے فہم اور ادراک میں
میں کہتا ہوں

ناسخ
"
"
"
"
ترابؔ
"
"
"
"

ہر ایک وصف ترا اے خدا ہے دکھلاتی
ہر اک ہے محو تماشائے قدرتِ قادر
اثیم نے جو ترا نام سن لیا ہے کریم
وہ غنی بے مثل ہے محتاج ہے اسکا ہر ایک
اے مہر یہ سب ہے نور تیرا
بھولو نہ وظیفہ سحر و شام خدا کا
افسوس کہ غافل رہیں ہم یاد سے اُسکی
شان ہے جوش کرم کی ترے اے ابرِ کرم
ستایش کے قابل تو وہ ذات ہے
لکھوں کیا حمد میں اسکی وہ لاثانی ہے رب میرا
نہیں طاقت زباں کو بھی اگر کرتا ثنا خوانی
خدایا پاک تو، میں خاک، تو خورشید، میں ذرہ
رہا ہوں بھول میں تجھ کو رجا و بیم میں پھنس کر
جہاں میں گرچہ روشن ہے ترا جلوہ ہر اک جا پر
کرم فرما کے صیقل گر نمط اس کو مجلا کر
ہے یار مرا وہ ایزدِ پاک
پانی پہ بچھایا ارض کا فرش
بختاور اُسی کا کل ہے جلوہ
اس کا ادائے شکر بیاں کیونکہ ہو سکے
ڈالے گا اپنے سر پہ خاک ٹھونکے گا اپنے ماتھے کو
کیا کیجے بیاں اس کے وجوب اور قدم کا
دین میں کیا، دنیا میں کیا، اللہ بس باقی ہوس
تو ہی شاہ کونین ہے یا خدا
نہیں کوئی مختار تیرے سوا
تو خالق ہے ہر شئے پہ قادر ہے تو
ہیں سب تیرے محکوم حاکم ہے تو
نہیں شک کہ جبار و قاہر ہے تو
یہ کسکی ہے طاقت یہ کس کی مجال
عذاب اپنا تو چاہے جس پر کرے
تجھے ہے بقا اس میں کچھ شک نہیں
ہے اول تو ہی اور آخر ہے تو
تو معبود ہے اکرم الاکرمین
ہے تو مہرباں و لطیف و رحیم

کہ ایک کو بھی میں الفاظ میں بتا نہ سکا	اثیم
پر آج تک وہ کسی کی سمجھ میں آ نہ سکا	"
خوشی سے پھول گیا جامہ میں سما نہ سکا	"
کونسا بندہ ہے جو اللہ سے سائل نہیں	"
ہر ذرہ میں ہے ظہور تیرا	باقی
ہر وقت رہے وردِ زباں نام خدا کا	بحر
ہر وقت کریں ذکر دَ دو دام خدا کا	"
بے گناہی سی برستی ہے گنہگاروں پر	بیدل
مگر منہ ہے چھوٹا بڑی بات ہے	بشیر
بس اس میدان میں اسپ قلم چلتا ہے کب میرا	بختاور
کہوں کیا وصف کھلتا ہی نہیں زنہار لب میرا	"
میں ہوں بندہ ترا، صاحب تجھے کہتے ہیں سب میرا	"
مٹے یہ زنگ بالکل صاف آئینہ ہو تب میرا	"
نظر آئے نظر اس دم مٹے یہ وہم جب میرا	"
گیا ہے اب زنگار میں آئینہ دب میرا	"
دل اس کے ہی غم میں ہے مرا چاک	"
برپا کئے بے ستون افلاک	"
کیا پھول ہے کیا یہ خار و خاشاک	"
جس نے اٹھا کے خاک سے انساں بنا دیا	بیان
وہ کہ اس آستانہ پر جس کی جبیں نہیں رہی	"
طاقت نہ زباں کی ہے نہ مقدور قلم کا	"
دونوں عالم میں سدا اللہ بس باقی ہوس	پرتو
ہیں محتاج تیرے ہی شاہ و گدا	ناسخ
جو چاہے کرے اور جو چاہا کیا	"
ہے مخلوق مامور آمر ہے تو	"
ہیں مفلس سبھی اور منعم ہے تو	"
نہیں شک کہ وہاب و غافر ہے تو	"
ترے سامنے کچھ کرے قیل و قال	"
جسے چاہے اک لحظہ میں بخشدے	"
ہمیں ہے فنا اس میں کچھ شک نہیں	"
ہے باطن تو ہی اور ظاہر ہے تو	"
تو موجود ہے ارحم الراحمین	"
ہے تو منعم و دستگیر و کریم	"

میں کہتا ہوں سچ تیری سوگند ہے
تیری چمک سے پیارے روشن ہیں سب ستارے
جہل ہے تہمت ہلاکو پر کرومت قتل کی
چارسو جلوہ ہے اس کا لیکن
میں کیا جو اس کی کنہ حقیقت کو پاسکوں
تری ہے ذات ہر صورت سے لائق فضل و احساں کے
خدا نے ہیں دی نعمتیں کیسی کیسی
کرتا ہے پرستش تری ہر گبر و مسلماں
بلبلِ دل گر کرے تقریرِ حمدِ کبریا
دیکھیں اربابِ نظر تاثیر حمدِ کبریا
آسماں سے آرہے ہیں لیکے مضموں جبرئیل
کیوں نہ شیطانِ لعیں وقت سخن ہوجائے قتل
کس کو ہے معلوم ذکر حق تعالیٰ کا شرف
کس قدر اللہ اکبر ہے یہ ہیبت کا مقام
سپاس خداوند کون و مکاں
کریموں کو وصف کرامت دیا
فلک اسکی قدرت کے گلشن کا پھول
زبانِ قلم کی کہاں یہ مجال
مجھ سے لاکھوں خاک کے پتلے بناسکتا ہے تو
کیا کشادہ ہے اس کا خوان کرم
تشنہ کی التجا ہے یا غفار
کیا ہوا گر وقت پر کوئی نہ تھا میرے لئے
تیری رحمت کے آسرے پہ کریم
فکر بخشش کی ہے کس واسطے تشنہ دل کو
الٰہی نام تیرا ہے وظیفہ دوست دشمن کا
فدا کردوں میں تیری راہ میں سر یہ تمنا ہے
حمدِ خدا و نعت نبی کس سے ہو بیاں
لکھا ہے رو بقبلہ ہو کے مطلع حمدِ یزداں کا
کلیم اللہ سے پوچھو مزہ دیدار بازی کا
آنکھیں وہی ہیں بینا دیکھیں جو راہ تیری
اللہ رے بے نیازی یہ ناز تجھ میں پایا
ثاقب تم اور حمد اس کی
توصیف ذاتِ پاک مجال بیاں نہیں

نہیں کوئی تجھ سا خداوند ہے
خورشید میں پڑا ہے اک ذرہ نور تیرا
شانِ قہاری خدا کی صورت جلاد ہے
دیکھتے ہم جو بصیرت ہوتی
گل ہے چراغ ہوش یہاں ہر فہیم کا
مری ہستی ہے یارب زشتی تقصیر کے قابل
بشر دیکھو دنیا میں کھاتا ہے کیا کیا
کونین میں معبود تو یکتا نظر آیا
مسکرا دے غنچۂ تصویرِ حمدِ کبریا
پھیلی ہے قرطاس پر تنویر حمدِ کبریا
ہے نزولِ آیۂ تطہیر حمدِ کبریا
ہے زباں منھ میں مرے شمشیر حمدِ کبریا
جانتا ہے کب کوئی توقیر حمدِ کبریا
کانپتا ہے دل دمِ تقریر حمدِ کبریا
کیا جس نے موجود سارا جہاں
لئیموں کو غرقِ ملامت کیا
سب اس کے ہیں تابع نبی و رسول
کہ لکھے بیان جلال و جمال
میں کہاں سے ایک تیرا سا خدا پیدا کروں
رزق پاتے ہیں مسلم اور مجوس
مجھ کو بخشش سے تو نہ رکھ مایوس
اور سب اپنے لئے ہیں اک خدا میرے لئے
جرم بندوں سے کیا نہیں ہوتا
ہم نے لَو رحمتِ خالق سے لگا رکھی ہے
ترے ہی ذکر میں ہر دم چلے منکا مرے من کا
کسی ڈھب سے اتر جائے خدایا بوجھ گردن کا
انسان کیا ملک کی بھی یاں گنگ ہے زباں
نہ کیوں ہو آفتاب صبح محشر نام دیواں کا
کہ ناز حسن میں عالم ہے کیا کیا بے نیازی کا
وہ کام کی زباں ہے جس پر ہو نام تیرا
بیگانوں سے یگانہ اپنوں سے تو پرایا
بندہ بندہ خدا خدا ہے
ساکت وہن ہے حمد کے لائق زباں نہیں

تراب
״
״
تسلیم
״
״
تجمل
״
״
״
״
״
״
تائب
״
״
״
تعشق
تشنہ
״
״
״
״
تحقیق
״
״
ثاقب
״
״
״
جنوں

حمد باری

بقا ہے ذات کو تیری فنا ہے سب کے لئے
ہزاروں ناموروں کے نہیں نشاں باقی
کسی کی طاقت ہے جو تیرا مدح خواں ہو اے کریم
آپ ہی حامد ہے تو اور آپ ہی محمود ہے
تو ہی تھا نور میں ہاں تو ہی نار میں بھی تھا
تو ہی تھا رنگ میں تو ہی شرار میں بھی تھا
جو ہر طرف ہے اور نہیں ہے کسی طرف
پھر کیا بتائے وہ کدھر ہے کدھر نہیں
عدو ہوا ہے یہ چرخ دنی تو کیا پروا
مدد کے واسطے کیا اے کریم تو کم ہے
کمند عقل آدم کو نہیں منصب رسائی کا
بلند اس درجہ بام قصر ہے شان خدائی کا
کیوں نہ یکتا اسے کہئے جس نے
اپنا ثانی کوئی پیدا نہ کیا
تحمید میں مقام نہیں قال و قیل کا
ہے کس کو ناطقہ ترے ذکر جمیل کا
جلوہ ہے ہر رنگ میں خلاق بے اشباہ کا
ہے ہر اک بلبل میں عالم مرغ بسم اللہ کا
ہر عارف رنگ و بو توحید کی ہر گل میں ہے
نقطہ واحد ہے عدد میں لا الہ و اللہ کا

نور عرفاں

۱۷۰ جوش
״
״
״
״
۱۸۹
״
״
״

حمد باری

قوی نظر آتا ہے ہر شے میں محیط ان کو
جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں گلا تیرا
نشے میں وہ احساں کے سرشار ہیں اور بیخود
جو شکر نہیں کرتے نعمت پہ ادا تیرا
سمجھا ہے پرے تجھ کو ادراک کی سرحد سے
جس قوم نے رکھا ہے انکار روا تیرا
چھپتا نہیں نظروں میں یاں خلعت سلطانی
کھلتی ہیں کسی اپنی زینت سے گدا تیرا
محرم بھی ہے ایسا ہی جیسا کہ ہے نامحرم
کچھ کہہ نہ سکا جس پر یاں بھید کھلا تیرا
سب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا
بندہ سے تو ہوگا حق کیونکر ادا تیرا
آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا
کمال جو ہے ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی جو ہے ابد تک وہ ہے جلال تیرا
انکی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا
پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی
پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں جال تیرا

حالی

نورِ عرفاں ہو تو سینہ بارگاہِ عرش ہے
تو جسے چاہے گھٹائے جب جسے چاہے بڑھائے
بحرِ رحمت کے کنارہ سب کو پہنچاتا ہے وُہ
کس زباں سے شکرِ لطفِ عام ہو یا رب ادا
حاصل گدائے دہر کو رتبے ہیں شاہ کے
بجلی جو گری چرخ سے پھر پہنچی سر چرخ
پھر کیوں نہ خاص بندے ہوں قابلِ التفات میں
بچایا کجروی سے اور بتایا راستہ سیدھا
کروں پہلے توحیدِ یزداں رقم
سر لوح پر رکھ بیاضِ جبیں
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا
نہیں کوئی تیرا نہ ہوگا شریک
پرستش کے قابل ہے تو اے کریم
رہ حمد میں تیری عز وجل
وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے
نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام
زباں کو نطق بخشا اور عطا کی ہم کو دانائی
کیا عالم سے پہلے تونے پیدا نور انساں کو
ہے مسلم تری کونین میں بے ہمتائی
تجھ کو ہر امر میں دل کا متکفل پایا
تری تعریف کا دعوے کروں میں کیا مری ہستی
تو نے لباس گل ہی معطر نہیں کیا
دائم ہے بقا تجھ کو اک نقش فنا ہوں میں
مقدور کسے ہے تری قدرت کے بیاں کا
جلوے ترے نیرنگ کے ہیں ارض و سما میں
ہر جز میں ہر اک کل میں تو ہی تو نظر آیا
خود جلوہ نما آ کے ہوا پردۂ گل میں
تو وہ گل بے خار دو عالم ہے کہ جس کو
دنیا سے گیا جس نے کہ عقبےٰ پہ نظر کی
ہر جا ہے ترا نام تو کس جا نہیں موجود
طبع انسان کو دی سرشت وفا
قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا
عظمت تری مانے بن کچھ بن نہیں آتی یاں

دل کلس ہے اسکی اک درگاہ عالیجاہ کا — جوہر
تیری قدرت سے ہے روشن گھٹنا بڑھنا ماہ کا — "
مرتبہ یکساں وہاں ہے خضر کا گمراہ کا — "
ہے فقیروں کو لقب تیرے کرم سے شاہ کا — "
ذرے ہیں رشک مہر تری خاک راہ کے — جوہری
لیکن وہ نہ سنبھلا جو گرا تیری نظر سے — جلیل
جاری ہے دو جہاں میں جب فیض عام تیرا — جلالی
کہاں تک شکر ہو مولا ترے انعام بیحد کا — "
جھکا جس کے سجدہ کو اول قلم — حسن
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں — "
ہوا حرف زن یوں کہ رب العلا — "
تری ذات ہے وحدہ لاشریک — "
کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم — "
تجھے سجدے کرتا چلوں سر کے بل — "
قلم جو لکھے اس سے افزود ہے — "
اسی کی غرض ذات کو ہے قیام — "
حسیں ازبسکہ ممنوں ہے تری رحمت کے احساں کا — حسیں
بھلا کیا وصف مجھ سے ہو اس شان شایاں کا — "
تیری ضد دیکھی نہ تیرا متماثل دیکھا — حمید
دل کو ہر حال میں تیرا متوسل دیکھا — "
بقائے جاوداں ہے تجھکو میں اک نقش باطل ہوں — حیرت
خوشبو ترے کرم کی ہر اک خار و خس میں ہے — "
تجھ سے جو محبت ہے یہ بھی تری قدرت ہے — "
ادراک تو کیا دخل نہیں وہم و گماں کا — "
لاریب کہ خالق ہے تو ہی کون و مکاں کا — "
سرڈالکے جب پردۂ توحید میں جھانکا — "
باعث ہوا خود بلبل شیدا کے فغاں کا — "
کمھلانے کا ہے خوف نہ کھٹکا ہے خزاں کا — "
جو تجھ سے پھرا وہ نہ یہاں کا نہ وہاں کا — "
کونین میں ڈنکا ہے ترے نام و نشاں کا — "
خاک کو کیمیا کیا تو نے — حالی
اک بندۂ نافرماں ہے حمد سرا تیرا — "
ہاں خیرہ و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا — "

چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پر دل بندھے ہوئے ہیں	ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا	حالی
ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ	ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب جمال تیرا	"
ہے پور زال سے دل اس کا قوی زیادہ	رکھتی ہے آسرا یاں جو پیر زال تیرا	"
کاوش میں ہے الٰہی دگدا میں ہے طبیبی	جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا	"
ہے پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی	یارب کبھی نہ پائے زخم اندمال تیرا	"
گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں	لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا	"
رخ جہاں سوز تیرا دیکھا نظارہ افروز جس چمن میں	نہ بلبل و گل میں وہ تعلق نہ سرو قمری میں پیار دیکھا	"
سلوک ہیں تیرے سب سے یکساں وہ گبر و ترسا ہوں یا مسلماں	نہ اُن سے کچھ تیرا بیر پایا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا	"
پر بھی دی تو نے تیغ بھی دی مگر دئیے ہاتھ باندھ سب کے	جنھیں تھا یاں اختیار سب کچھ انھیں بھی بے اختیار دیکھا	"
نہ جی رکھائی سے تیری چھوٹے نہ بے نیازی سے آس ٹوٹے	سدا رہے نامراد جو یاں انھیں بھی امیدوار دیکھا	"
ہیں اور عزم وصف خدائے جلیل کا	یہ حوصلہ نبی کا نہ ہے جبرئیل کا	خاطر
مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا	حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا	درد
اس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے	کیا تاب گزر ہووے تعقل کے قدم کا	"
بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن	آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا	"
ہے خوف اگر جی میں تو تیرے ہی غضب سے	اور دل میں بھروسا ہے تو تیرے ہی کرم کا	"
جوں نور نظر ترا تصور	تھا پیش نظر جدھر گئے ہم	"
جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا	تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا	"
دنیا بھی اک بہشت ہے اللہ رے کرم	کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا	داغ
وہ سر ہے سرفراز جو اے داغ تا بہ زیست	درگاہِ بے نیاز میں صرف سجود ہے	"
اے دہن تیرے لئے حرفِ دعا بہتر ہے	اے زباں تیرے لئے ذکر حبیب اچھا ہے	"
سبق ایسا پڑھا دیا تو نے	دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے	"
جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی	اُس سے مجھ کو سوا دیا تو نے	"
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے	دلِ بے مدعا دیا تو نے	"
مجھ گنہگار کو جو بخش دیا	پھر جہنم کو کیا دیا تو نے	"
داغ کو کون دینے والا تھا	جو دیا اے خدا دیا تو نے	"
اک جہاں مہرباں ہوا تو کیا	مہربانی تری مقدم ہے	"
کیا بیاں وصف کرے بندۂ ادنیٰ تیرا	نہ ہوا حال فرشتوں پہ ہویدا تیرا	دستگیر
معرفت جس کو ہو وہ دیکھے تماشا تیرا	ایک اک ذرہ میں موجود ہے جلوا تیرا	"
کونسا دل ہے کہ جس میں نہیں جلوا تیرا	کونسا سر ہے کہ جس میں نہیں سودا تیرا	"
تو ہے شہ رگ سے بھی انسان کے نزدیک مگر	نہیں معلوم فرشتوں کو ٹھکانا تیرا	"
کرم ہے تیرے ہوتے خاک سے ہیں پاک سب بندے	ادھر بھی ابر رحمت ہم بھی ہیں امیدواروں میں	دُر
جمایا نقش کس نقاش کی صنعت نے پتھر پر	کہ زنگار رنگ گل بوٹے ہیں پیدا کوہساروں میں	"
اسی کا جلوہ ہے جو ذرہ ذرہ میں چمکتا ہے	اسی کی روشنی ہے چاند میں سورج میں تاروں میں	"

حمد باری

اسی کے بادۂ الفت سے رنگیں ساغرِ گل ہے	انجم
اسی کا رشح ہے جس کی ہیں لہریں آبشاروں میں	
بلند و پست عالم میں اسی کی شان قدرت ہے	"
وہی ہے دشت و صحرا میں وہی ہے کوہساروں میں	
وہی رزاق منہ چیونٹی کا بھی شکر سے بھرتا ہے	"
وہی لاتا ہے جوئے شیر مادر شیر خواروں میں	
نیاز عشق و ناز حسن اسی کی دونوں شانیں ہیں	"
وہی ہے جان جاں سب کا وہی ہے جاں نثاروں میں	
گل خورشید اسی کے حکم سے ہر صبح کھلتا ہے	"
اسی کے باغ میں شبنم بھی ہے آئینہ داروں میں	
اسی سے ہے یہ سب حسن بتاں کی گرم بازاری	"
اسی کی آتش افروزی ہے چمکے ہے شراروں میں	
گل و نسریں و سوسن نرگس و ریحان و نافرماں	
تری قدرت نے کیا کیا رنگ دکھلائے بہاروں میں	
اسمائے الٰہی ہیں سب اسم اعظم	ذوق
کہ ہر نام میں عزت ہے نہ اک نام میں ہے خاص	
محیط شش جہت ہے حکم تیرا واحد مطلق	ذاکر
سلیماں سا ہے اک ادنیٰ غاشیہ بردار فرماں کا	
وہی اک ہے کہ ہے پشت و پناہ ہر کس و ناکس	"
اسی پر تکیہ ہے دیں کا اسی پر اہل ایماں کا	

مرا ہی

چھپاری

تو وہ کریم ہے کہ تری بارگاہ میں
پایہ بلند ہے ہر ایک سر دار کا
ہر شکل و ہر زمیں تو ہے سب میں ظہور تیرا
دل میں چلا جا ہے تیری آنکھوں میں نور تیرا
پکار جستجو ہے ہر اک شے میں تو ہی تو ہے
پھولوں میں تو ہی تو ہے ذروں میں نور تیرا
شان ہے مبارک ممکن نہیں اشرف میں
اے کبریا کچھ تو ہے سرور تیرا
پست و بلند عالم تیری ہی ذات سے ہے
پیدا زمیں بھی کی جب آسماں بنایا
جس گل کو دیکھتا ہوں نقش اپنے رنگ میں پایا
تو نے عجب چمن یہ اے باغباں بنایا
تو وہ فیاض ہے جو مانگے دیا تو نے ہمیں
حرف مطلب کو زباں پر بھی نہ لانے پائے
بہار گلشن ایجاد کا وہ جس صحیفہ
چراغ گل ہے دامن جب نزدیک پایا
رہ جہاں ہر دن ہے الا ماں ممکن نہ تیرا
مقصود نہیں اس کی تجلی سے بیاں کا
جل شمع سراپا ہو اگر حرف زباں کا
منہ لگاؤ سے

ترا ہی گر نہیں جلوہ تجلی گاہ عالم میں — برکھا
عجب الطاف ہے بندوں پہ صدقے کبریائی کے
جب اس نے آیت لاتقنطوا فرمائی قرآں میں
ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگ ظہور تیرا
گردوں پہ بھی فرشتے کرتے ہیں ذکر ہر دم — سہنی
تیرا ہی آسرا ہے تیرا ہی ہے سہارا
ہر رنگ میں نہاں ہے ہر شکل میں عیاں ہے
کیا جگمگا رہے ہیں اللہ رے کوہ و صحرا — ״
دن رات کا تقابل ہے مہر و مہ سے روشن
عشاق کی زباں پر رہتا ہے نام تیرا
کعبہ میں بتکدہ میں ڈھونڈھا ہے خوب تجھکو — ״
فاتوا بسورۃ کے دعوے سے ہی یہ ظاہر
روز الست سے اک سرشار ہم نہیں ہیں
ہر قطرہ میں نہاں ہے ہر ذرہ میں عیاں ہے — ״
تسبیح ہے فلک پر توحید ہے زمیں پر
جن و بشر ملائک پاتے ہیں رزق تجھ سے
شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلیٰ تیرا — ״
عقل کیا دخل کرے کنہ حقیقت میں تری
ہر اک زبان پہ تو حاصل کلام آیا
تری ہی ذات کریم و رحیم ہے یارب — ״
وفور شوق سے اے رند ضبط ہو نہ سکا
وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے تو
جستجو میں جو نہ دوڑیں تری ٹوٹیں وہ پاؤں — ״
تو ہی نے اس کو بنایا ہے ید قدرت سے
ایک عالم کو ترے نام کا ہے وِرد اے دوست
پاکدامانی میں تری کچھ نہیں پڑنے کا خلل
تیرے سوا سنا ہی نہیں ان صفات کا
یا الٰہی ہو کرم تیرا تو شاید کچھ لکھے
واری میں تیرے جاؤں خالق ہے تو خلقت کا — سوہا
کون ہمتا ہے خداوند تعالےٰ تیرا
مجھ کو پہچانتے ہیں جانتے ہیں سب تیرا
آدم و جن و ملک حور و پری وحش و طیور
نہ بندہ بھلا کچھ برا چاہتا ہے

تری وحدت کا شاہد کیوں ہے نقطہ نقطہ قرآں کا — ذاکر
سوا ہوتی ہے رحمت پلہ جب جھکتا ہے عصیاں کا — ״
گراں بندوں کو کیوں ہے پاس ہے جب بار عصیاں کا — ״
پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں نور تیرا — ״
چرچا ہے اللہ اللہ کیا دور دور تیرا — ״
تھامے ہوئے ہیں دامن اہل قبور تیرا — ״
آنکھوں میں بس رہا ہے نور ظہور تیرا — ״
وہ نور دشت ایمن وہ نور طور تیرا — ״
جلوہ دکھا رہے ہیں کیا نار و نور تیرا — ״
کرتے ہیں ذکر ذاکر ہر صبح و شام تیرا — ״
آخر کو دل میں پایا ہم نے مقام تیرا — ״
مشہور ہوگیا ہے قرآں کلام تیرا — ״
عالم ہے مست پی کر وحدت کا جام تیرا — ״
جس شئے میں ہم نے دیکھا پایا مقام تیرا — ״
دونوں جہاں میں روشن دیکھا ہے نام تیرا — ״
سب کے لئے ہے یکساں یہ فیض عام تیرا — ״
تو ہے یکتا کوئی ثانی نہیں حقا تیرا — رند
حوصلہ پست مرا مرتبہ اعلےٰ تیرا — ״
وہ رٹتا ہے جسے جس طرح تیرا نام آیا — ״
سوا ترے کوئی مشکل میں کس کے کام آیا — ״
زباں پکار اٹھی جب دل میں اسکا نام آیا — ״
دوسرا تجھ سا اے وحید نہیں — ״
سر وہ کٹ جائے کہ جس میں نہ ہو سودا تیرا — ״
تو ہی چاہے گا تو بگڑے گا یہ پتلا تیرا — ״
میں ہی کچھ ذکر نہیں کرتا ہوں تنہا تیرا — ״
اپنے مشتاقوں سے ناحق ہے یہ پردا تیرا — ״
حقا کوئی شریک نہیں تیری ذات کا — ״
ورنہ تیری حمد یارائے بشر سے دور ہے — رحمت
کب مجھ سے بیاں ہووے ذرہ تری قدرت کا — رنگیں
کر سکے حمد تری کیا کوئی بندہ تیرا — راکب
میرا مالک ہے تو بندہ ہوں میں یارب تیرا — رنج
نام ہر وقت لیا کرتے ہیں یہ سب تیرا — ״
وہ ہوتا ہے جو کچھ خدا چاہتا ہے — زکی

منھ لگاوے کون مجھ کو گر نہ پوچھے تو مجھے	عکس بھی دیتا نہیں اب آئینہ میں رو مجھے	سودا
اس جہاں میں غرض ترا محتاج	ہے تونگر سے لیکے تا مسکیں	"
خاک سے جس نے بنایا حضرت انساں کو	فیض گر چاہے تو کر اس باغباں سے اختلاط	سوز
اللہ رے تیرے وصف بیاں مجھ سے ہو سکیں	کیا حوصلہ ہے عبدِ حقیر و ذلیل کا	سخن
قدیم تو ہے سوا تیرے جو ہے حادث ہے	فنا ہے سب کو خدایا مگر ہے تو باقی	"
ہر اک ملتجی ہے تری بارگاہ میں	ہے ایک سا معاملہ شاہ و گدا کے ساتھ	"
جاتا ہے میرا طائر وہم و خیال واں	جس جا گزر ہوا نہ کبھی جبرئیل کا	"
ہر ایک تیرے فضل کا محتاج ہے کہ تو	حافظ ہے تندرست کا شافی علیل کا	"
مختار ہے وہ چاہے جسے دے نعیم خلد	خواہاں نہیں کسی سے ثبوت و دلیل کا	"
منعم کبھی نہ خانۂ دل کو گرائے تو	قصہ جو یاد ہو تجھے اصحابِ فیل کا	"
عالم تمام آئینہ خانہ اسی کا ہے	پرتو فگن جمال ہے میرے جمیل کا	"
کیا مجھ کو خوف روز جزا ہو کہ ہوں سخن	امیدوار رحمتِ ربِّ جلیل کا	"
سب جگہ اللہ ہے ہر شئے اسی کی ذات ہے	غیر ہے معدوم اس سے کیوں ہے انجان دیکھکر	سالک
ہر ذرہ میں ہے جمال تیرا	ہر رنگ میں ہے کمال تیرا	"
ظاہر میں جمال کا ہے جلوہ	باطن کو کہیے جلال تیرا	"
منصور نے جو کہا انا الحق	تھا اصل میں قیل و قال تیرا	"
ظاہر سے خفی خفی سے ظاہر	اک رنگ پہ کب ہے حال تیرا	"
ہے غیب کبھی کبھی ہے حاضر	کیا کیا میں کہوں کمال تیرا	"
دعوے کروں میں حمدِ خدائے کبار کا	توبہ سعید ہے یہ مقام انکسار کا	سعید
اول و آخر و ہم ظاہر و باطن تو ہے	تیری موجودگی پوشیدہ و پیدا دیکھی	"
جاں آفریں کی حمد لکھے تاب جاں نہیں	دعوے کرے یہ حوصلۂ انس و جاں نہیں	"
کیوں نہ ہو مقبولِ خاطر ہر خدا آگاہ کا	نامۂ اعمال میں میرے ہے ذکر اللہ کا	"
جان و دل سے ہوں میں بندہ دلبر دلخواہ کا	ہے میرے بیت الصنم میں ذکر الا اللہ کا	"
واقعی ہے عکس افگن سایۂ رخسار یار	ظاہرا جو ہے گماں لوگوں کو مہر و ماہ کا	"
اسکے دل پر مفت بھی سودائے یوسف ہے گراں	اے عزیزو جو کہ ہے محبوس اس کی چاہ کا	"
عشق کا تیرے تحمل کیا کرے یہ ناتواں	کب اٹھا سکتا ہے بارِ کوہ پتا کاہ کا	"
بادشاہِ ہفت کشور سے ہے سو درجہ بزرگ	بندۂ ناچیز اس درگاہِ عالی جاہ کا	"
شایاں ہے اسکو شان خداوندی اے سعید	بر لائے جو فقیر و تونگر کی احتیاج	"
حلقۂ طاعت سے تیرے کوئی کب باہر ہوا	تو ہی ہے معبودِ برحق ہر گدا و شاہ کا	سرمست
اے دل نیازمند ہوں اس بے نیاز کا	کیونکر ادا نہ شکر ہو اس کارساز کا	سرور
ہے یہ بارگاہ ایسے ربِ علا کی	جہاں سرکشوں نے بھی سر کو جھکایا	"
عجب نہیں ہے جو کوئی بشر بشر سے پھرے	سیاہ بخت وہی ہے جو تیرے در سے پھرے	سراج
کیا وصف ہو قدرت کا ترے ہم سے خدایا	اک کن سے یہ ہستی کا چمن تو نے کھلایا	"

ہر ایک طرف گرم ہے بازار خدا کا
جو معرفت آگاہ ہو اس کو وہی جانے
موسےٰ کو تجلی جو دکھائی تو عجب کیا
ہر پھول میں ہر رنگ میں خوشبو ہے اسی کی
کام کی ہے تو خدا کی جستجو
خدا ہے دوست بندہ کا تو ہو اعدا سے کیا ہوتا
حمدِ بے حد اُس خدائے پاک کو
خاک کو پر نور سر تا پا کیا
دن رات مہر و مہ سا روشن ہے نور تیرا
ہے سرو اور سمن میں نسرین و نسترن میں
مشتاق دل ہے میرا تو کب ملیگا جاناں
رو بر زمیں ہے پایا سر بر فلک ہے دیکھا
اے حامیٔ دو عالم کیا ہے شہید کو غم
وہ کون جگہ ہے کہ نہیں واں ترا جلوہ
جس میں عاجز رہ گئے جن و ملک اور انبیا
سب کی معین و یاور و حامی ہے ذات پاک
جو چیز ہے یہاں کی حادث ہے فی الحقیقت
ہر چیز یاد اُس کی سب کو دلا رہی ہے
معبد کی قید کیا ہے ہر جا ہے اس کا جلوہ
کس زباں سے کروں صفاتِ خدا
ہے وہ مستجمعِ جمیع صفات
وہی اول میں ہے وہی آخر
کونسی جا ہے جس جگہ وہ نہیں
منکشف اس کی کیا حقیقت ہو
بنایا تو نے قدرت سے ملک کو اور انساں کو
مقر ہوں روز ازل سے میں تیری قدرت کا
سنا ہے شور جو عالم میں تیری رحمت کا
بشر کے واسطے کیں خلق نعمتیں کیا کیا
تو چاہے تو اک آن میں دے رتبۂ شاہی
کہنا زباں سے حالت دل کیا ضرور ہے
شجر سے گل سے جلوہ ہے نمایاں تیری صنعت کا
خورشیدِ درخشاں میں جھلک تیری ہے
ہیں کون و مکاں نور سے تیرے معمور

افسوس نہیں کوئی خریدار خدا کا
قدرت کا تماشا ہے ہر اک کار خدا کا
ہے نور ہر اک شئے میں نمودار خدا کا
کیا کیا نہ ہے پھولا ہوا گلزار خدا کا
دوسرے کی جستجو اچھی نہیں
ہو اُسکا فضل تو دشمن کے ہے اغوا سے کیا ہوتا
نور ایماں جس نے بخشا خاک کو
قطرۂ ناچیز کو دریا کیا
موسےٰ کہے ہے مظہر ہے کوہِ طور تیرا
خار و گل چمن میں رنگِ ظہور تیرا
ہے ایک دن اگرچہ ملنا ضرور تیرا
عجز و نیاز اپنا ناز و غرور تیرا
جب آسرا ہو اُس کو روزِ نشور تیرا
حقا کہ خداوند ہے تو کون و مکاں کا
وصف اسکا لکھ سکے مقدور کیا انسان کا
کرتا ہے کون چرخ سے امداد کی ہوس
اُس کے سوا کسی کو ہرگز نہیں قدامت
ہر چیز یاد اس کی دل سے بھلا رہی ہے
میں کیا بتاؤں تم کو کیسا ہے اس کا جلوہ
کیا بشر سمجھے کنہِ ذات خدا
لائق سجدہ ہے اسی کی ذات
وہی باطن میں ہے وہی ظاہر
چاہیئے ہے نگاہ وحدت بیں
وہی دیکھے جسے بصیرت ہو
بیاں ہم سے تری اب شان قدرت ہو تو کیونکر ہو
نہ کیوں ہو ورد مجھے کلمۂ شہادت کا
امیدوار ہے ہر پُر گناہ جنت کا
کروں میں شکر ادا کونسی عنایت کا
بندوں سے بیاں ہو نہ ترے جود و سخا کا
اللہ تو علیم بذات الصدور ہے
لطافت کا دیا جامہ اسے اُسکو نزاکت کا
اور گوہر لامع میں الک تیری ہے
ہر ذرۂ تاباں میں چمک تیری ہے

سید
"
"
"
شہید
"
"
"
"
"
"
"
"
شفق
"
"
"
"
شوق
"
"
"
"
شاطر
شرم
"
"
شاہ
شائق
"
شاکر
"

کوئی شریک تیرا یا رب نہیں جہاں میں
پیک نظر کا جس جا ممکن گزر نہیں ہے
یہ پھول یہ شگوفے یہ شاہدانِ رعنا
تیرے کرم سے قائم ہے یہ حیاتِ عالم
گلشن میں ہر شجر پر قمری کی ہے یہ کو کو
سو سو تجلیاں ہیں اک اک ادا میں تیری
گلشن میں ہے نضارت گل میں تری ادا ہے
ہر رفعت و بلندی ہے تیرے آگے پستی
یوں ضیا بخشِ دو عالم اس کی یکتائی ہوئی
کوئی حکمت سے نہیں خالی ہے ظلمت ہو کہ نور
جو ذکر کیجئے کچھ اے ظفر تو ذکر خدا
ہشیار اے ظہیر کہ یہ راہِ حمد ہے
حافظ اگر خدا ہے تو بندہ کو خوف کیا
تیرے سوا نہیں ہے کوئی فردِ اے خدا
تو سب جگہ ہے سب سے نرالا ترا مقام
تو چاہئے جسے اسے پھر کچھ نہ چاہئے
شاہانِ دہر کو ہے تمنائے پائے بوس
شایاں ہے تیرے واسطے زیبا تجھی کو ہے
جب نہیں تجھ سا کوئی خالق کوئی رازق تو پھر
بے عدیل و بے نظیر و بے مثال
تو وہ بڑا کہ نہیں حد تری بڑائی کی
کیا شان ہے اللہ تری شان کے قربان
جبیں فرسائی لازم ہے تو واجب عجز و زاری ہے
ادا جب حمد کا حق ہو نہ اے عاشق رسولوں سے
کسی گھر سے ملے مانگے نہ اسکو بھیک دنیا میں
تجھ سے سب اور تو کسی سے نہیں
گو طاقت بیانیہ عاشق کو ہے عطا
اللہ رے مرتبہ ترے عز و جلال کا
کیا شکر ہو ادا کرم ذو الجلال کا
غایت نہ ابتدا کی ہے نے انتہا کی حد
اندازہ سے پرے بھی وہ تو ہی تو ہے آہ
دیکھا کہ تاب حضرت موسےٰ نہ لاسکے
کتنی فراخ نعمت و بخشش ہے بے حساب

نیرنگیاں ہیں تیری دنیا کے گلستاں میں — ضبط
صنعت گری کا تیری راز نہاں وہیں ہے — "
کتمِ عدم سے تو نے ان کو کیا ہے پیدا — "
زیرنگیں ہے تیرے سب کائناتِ عالم — "
عظمت کا تیری جلوہ آتا نظر ہے ہر سو — "
اہلِ خرد ہیں حیراں مدح و ثنا میں تیری — "
ہر مرغ خوش نوا کے لب پر تری ثنا ہے — "
کیا حمد تیری لکھے کیا ضبط کی ہے ہستی — "
جیسے دو آنکھوں کو کافی ایک بینائی ہوئی — طاہر
رات دن دیکھا ہے میں نے انتظام اللہ کا — "
بغیر اس کے ہیں باتیں تمام بیہودہ — ظفر
پھسلا ہے پاؤں حاملِ عرشِ عظیم کا — ظہیر
خالق وہ روح کا ہے وہ صانعِ بدن کا ہے — عاشق
تجھ میں نہیں ہے کام شریک و سہیم کا — "
عاجز جہاں خیال عقیل و فہیم کا — "
مل جائے تو تو فخر ہے پھر وہ کلیم کا — "
اللہ رے مرتبہ ترے درکے مقیم کا — "
اللہ رے مرتبہ ترے عز و غرور کا — "
آستانہ کیونکہ چھوڑوں تجھ سے شاہنشاہ کا — "
اک خدائے لم یزل کی ذات ہے — "
تو وہ خدا کہ نہیں انتہا خدائی کی — "
تقریر سے بیروں ہے تو تحریر سے باہر — "
جھکائے سر قلم اپنا کہ لکھنی حمد باری ہے — "
زباں میں کب یہ طاقت ہے حقیقت کیا ہماری ہے — "
پھرے سائل ترے در سے جو لے بابِ کرم خالی — "
یہ فقط تیری شان ہے گویا — "
وصفِ خدا میں اسکی بھی گویا زباں نہیں — "
انس و ملک کو عجز ہے جس کے مقال کا — "
خالی نہیں رہا کبھی کاسہ سوال کا — "
عاجز سبھی ہیں اک تو ہی واقف ہر حال کا — "
امکان دم زدن نہیں وہم و خیال کا — "
وہ دبدبہ جلال کا پرتو جمال کا — "
کتنا وسیع فیض ہے جود و نوال کا — "

حمد باری

جس نے کہ نام پاک لیا پاک ہو گیا — عاشق
مرآت دل صفا ہوا اس کے جمال کا
سمجھنے کے لئے انساں کو تمیز لازم ہے — عارف
اگر دیکھے تو ہے ہر چیز سے جلوہ عیاں تیرا
خضر ہر صحرا وہی یوسف وہی ہر چاہ کا — عرشی
فیض جاری اسفل و اعلیٰ پہ ہے اللہ کا
کل وصف ترا کرتے ہیں دن رات چمن میں — علی احمد
نغمے ہیں تری حمد کے بلبل کے دہن میں
غلمان و پری حور و ملک جن و بشر سب — "
تیرا کلمہ پڑھتے ہیں جنت کے چمن میں
وہ ذات پاک واحد ہے نہیں ثانی کوئی اس کا — "
ہوا غارت وہی جس نے کیا دعوےٰ خدائی کا
دونوں جہاں سے ذات تری بے نیاز ہے — عاجز
ان بے نیازیوں پہ تو بندہ نواز ہے
نہ ہم ہیں اور نہ لیل و نہار باقی ہے — "
تری ہی ذات فقط کردگار باقی ہے
غنی خدا سے ہے بڑھکر جہاں میں کون عاجز — "
وہ دیگا اس سے زیادہ میں جس قدر مانگوں
وہی اول ہے وہی سب سے بڑا آخر ہے — عاجز
نہ خدا سے کوئی پیچھے نہ خدا سے کوئی پہلے
ہے ازل کی

حمد باری

عقل پہ جو بھولے برسوں ادہر ہیں بھولے
آخر کو راہ بھولے اے وائے لن ترانی — عرشی

دریا میں تجھ کو ڈھونڈا صحرا میں تجھ کو ڈھونڈا
دنیا میں تجھ کو ڈھونڈا عالم کی خاک چھانی — "

یوں عمر سب گنوائی پر تھاہ نہ تیری پائی
آخر کو منہ کی کھائی اے دو جہاں کے بانی — "

ہر شئے سے تو ہے اعلیٰ ہر چیز سے نرالا
وہم و گماں سے بالا اے لامکاں مکانی — "

انساں میں کب یہ طاقت لکھے جو تیری مدحت
پھر مجھ سا کم لیاقت اور تیری حمد خوانی — "

تعریف تیری اے رب عرشی سے ہو سکے کب
عاجز ہیں اس جگہ سب انسی ہوں یا کہ جانی — "

کیا کام ناخدا سے خدا سے ہے کام فیض
بحر رواں میں کشتی عمر رواں ہو جنہیں — فیض

کرتے ہیں نظر جدھر ہم اے فیض
آنکھوں میں وہی سما رہا ہے — "

انا ہے پردۂ غفلت وگرنہ ذات انساں میں
جسد ہے تیرا جاں تیری ہے دل تیرا ہے دم تیرا — فدا

بتکدہ کیا کعبہ کیا گلزار کیا اور دشت کیا
جا بجا ہے جلوہ گر جلوہ تمام اللہ کا — "

سیما جبر

ہے ازل سے حسنِ بے مانند اے یکتا ترا — عرشی
ذات تیری دور ہے ادراکِ عقل و وہم سے
پردہ ہائے چشم سے بھی تو تو ہے نزدیک تر — "
یہ بسیطِ ارض یک ذرہ ہے تیرے دشت کا
ہاں تو ہی موجد ہے تو ہی موجد اور تو ہی جود — "
پانوں وہ ہے جو تری راہِ طلب میں ہو فگار
ذرۂ ادنےٰ بھی پرتو سے ترے خالی نہیں — "
لاکھ پردوں سے عیاں ہے تیری آن دلربا
دیدۂ بدبیں نہیں رکھتے نظر بازان صنع — "
نیست کا اطلاق جس پر کیجئے وہ کچھ تو ہو
نیری نیرنگی ہزاروں رنگ میں ہے جلوہ گر — "
مست کف برلب ہے تیرے شوق میں بحر محیط
کیا کہا کیا کہہ رہا ہے کیا کہے گا اے عزیز — "
کیا تصور کو ہے نسبت کنہ ذاتِ پاک سے
صاحبو مجھ کو ہے عشق اپنے خدائے پاک سے — "
دیکھ کر ارواح کو اجسام میں کہتا ہوں میں
صنعتِ خالقِ قیوم کروں کیا تحریر — "
گدا و شاہ کا حاجت روا ہے تو مالک
حمدِ خدائے اکرم شاہنشہِ دو عالم — فیض
از ماہ تا بہ ماہی ہے جس قدر خدائی
سارا جہان تیرا اور لامکان تیرا — "
ہرسو میں تیرا سودا ہر دل میں تیرا کھٹکا
تو نے حرم بنایا بیت الصنم بنایا — "
گلشن میں گل کھلائے باغوں میں پھل لگائے
بخشا قمر کو ہالہ گلشن کو سرو و لالہ — فدا
موسم طرح طرح کے اپنی عنایتوں سے
سردی نے جب ستایا گرمی کا موسم آیا — "
کالی گھٹائیں آئیں سر پہ ہمارے چھائیں
سبزہ نے سر اٹھایا جنگل میں لہلہایا — "
یہ تیری قدرتوں کا ادنےٰ سا ہے کرشمہ
گو دہریہ یہ جانے جھوٹے ہیں یہ فسانے — "
عقل اس کی پرخلل ہے تو علت علل ہے
قدرت کے کارخانے لقمان بھی نہ جانے

جب نہ تھا کچھ کون تھا تیرے سوا شیدا ترا — عزیز
کس طرح پھر ہے زبانِ خلق پر چرچا ترا — "
دیکھتے دیدار کیونکر حضرت موسےٰ ترا — "
اک حبابِ بحر ہے یہ گنبدِ مینا ترا — "
حق یہ ہے رازِ حقیقت کچھ نہیں کھلتا ترا — "
سر وہ ہے جس میں بجائے ہوش ہو سودا ترا — "
نامِ نامی ہے اگرچہ اکبر و اعلےٰ ترا — "
لاکھ جلووں میں چھپا ہے حسن بے پردا ترا — "
ہے برا پھر کون جب ہر کام ہے اچھا ترا — "
یہ بھی کہہ سکتے نہیں معدوم ہے ہمتا ترا — "
حیرتی کیونکر نہ ہو ہر دیدۂ بینا ترا — "
خاک بر سر عاشقِ دیوانہ ہے صحرا ترا — "
حمد کی قدرت نہیں رکھتا لبِ گویا ترا — "
فہم قاصر علم کا ہے آپ کے ادراک سے — علم
نور کے پتلے بنائے جس نے مشتِ خاک سے — "
صانع قدرت نے روکا ہے ہوا کو خاک سے — "
جیسا اک بار کیا خلق دوبارہ نہ کیا — عالم
کسی کو فقر دیا اور کسی کو مال دیا — "
معبود جن و آدم مقصود زندگانی — عرشی
تیری ربوبیت کی ہر شئے میں ہے نشانی — "
اے مہربان تیرا کوئی نہیں ہے ثانی — "
ہر منہ میں تیرا چرچا ہر جا تری کہانی — "
لوح و قلم بنایا اے عرش آشیانی — "
میوے ہمیں کھلائے از روئے مہربانی — "
بلبل کو آہ و نالہ اور گل کو شادمانی — "
تو نے یہاں بنائے دی ہم کو کامرانی — "
جب دھوپ نے جلایا برسا زمیں پہ پانی — "
رحمت وہ تیری لائیں اور اکی گہر فشانی — "
اور جابجا بچھایا مخمل کا فرش دھانی — "
دونوں جہاں پہ زیبا ہے تجھ کو حکمرانی — "
خالق تجھے نہ مانے لیکن تو ہی ہے بانی — "
ہر جا ترا محل ہے پھر تو ہے لامکانی — "
گمراہ سب سیانے در شوق راز دانی — "

کیا خبر ہے تجھ کو رطب و یابس ایام کی	خالی از حکمت نہیں ہے کوئی کام اللہ کا	فدا
ہے غلط فہمی تری نسبت بذات خویشتن	کار انساں میں ہے جملہ اہتمام اللہ کا	”
سب ظہور قدرتِ حق ہے جلوہ میں کائنات	ذرہ ذرہ سے عیاں ہے اعتنام اللہ کا	”
گو عیاں ہے پر نہاں ہے اور نہیں پوشیدہ بھی	جا بجا ہے اور نہیں کوئی مقام اللہ کا	”
فکر کچھ مجھ کو تردد گاہ دنیا میں نہیں	ہے مرے کاموں میں شامل انتظام اللہ کا	”
کیا تجھے دروازۂ حکام دنیا سے غرض	اے فدا بندہ ہے تو اک احکم الحکام کا	”
خوب کو ناخوب اور ناخوب کو کردے وہ خوب	کیا کوئی جانے نتیجہ کیا ہے اس کے کام کا	”
خلا میں اور ملا میں کوئی جا تجھ سے نہیں خالی	مجرد کس طرح سمجھوں مقر کاخ حرم تیرا	”
یارب خیال ہے تجھے تیرے غلام کا	انجام سہل ہے مرے دشوار کام کا	”
اندیشہ ناروا ہے کسی اختلال کا	حافظ اگر خدا ہے ترے جان و مال کا	”
خدایا تری شان ہے کیا عظیم	کہ سقفِ فلک بے ستوں ہے مقیم	”
جھوٹے ہیں سب مقدمے سچا ہے نام تیرا	کچے ہیں سب معاملے پکا ہے کام تیرا	”
کتنا جہاں میں ظلِ حمایت وسیع ہے	ہر وقت ہر بشر ہے خدا کی پناہ میں	”
کس کو مجالِ دخل ہے کچھ تیری شان میں	تو بادشاہ کردے گدا کو اک آن میں	”
عیاں ہے ذرہ ذرہ سے تجلی	خدا کے جلوۂ عظمت کو دیکھو	”
خدایا مالکِ ہر دوسرا تو	خدایا داورِ روزِ جزا تو	فوق
بہر صورت تجھے ہے حمد زیبا	کہ تو ہی پالنے والا ہے سب کا	”
قدم تیرا عدم تیرا مکان و لامکاں تیرا	زمیں تیری فلک تیرا بشر تیرے جہاں تیرا	فروغ
کہیں پرتو نہاں تیرا کہیں جلوہ عیاں تیرا	دلوں میں یاد تیری اور زبانوں پر بیاں تیرا	”
بنے ہے سرمۂ چشم مہر و مہ کا خاکِ در تیری	الٰہی سجدہ گاہِ انس و جن ہے آستاں تیرا	”
صدا آتی نہیں یہ جنبشِ بادِ بہاری سے	چمن کا پتا پتا ہے خوشی سے مدح خواں تیرا	”
ترا دوزخ تری جنت ترا دیں اور تری دنیا	ادھر تیرا ادھر تیرا یہاں تیرا وہاں تیرا	”
پڑھا کرتے تھے کلمہ حسن کا تیرے کلیم اللہ	بھرا کرتے تھے دم عیسےٰ بھی اے جانِ جہاں تیرا	”
ٹپکتی ہے گلوں سے بنکے شبنم یاد اگر تیری	زبانوں پر عنادل کی چمن میں ہے بیاں تیرا	”
لبِ دریا پہ نکلے آبلے بنکر حباب آخر	نہ آب بحر میں بھی چھپ سکا سوز نہاں تیرا	”
مصیبت میں تجھے مورِ سلیماں یاد کرتے ہیں	سہارا ڈھونڈھتا ہے ہر قوی و ناتواں تیرا	”
سرِ طور آکے بیہوشی نے اچھی پردہ داری کی	کلیم اللہ نے جلوہ بھلا دیکھا کہاں تیرا	”
خوفِ محشر سے لحد میں بھی نہ لگتی مری آنکھ	نہ تھپک کر جو سلاتی مجھے رحمت تیری	”
نہ کوئی مجھ سا گنہگار نہ تجھ سا ہے رحیم	میری خصلت ہی یہ اے دوست وہ عادت تیری	”
دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی ترست	اے قدر تم نے حال سنا ہے خلیل کا	قدر
سیراب اسکے فیض سے ہیں جملہ ذی حیات	پانی پئے ہوئے ہیں یہ سب ایک جھیل کا	”
رگِ گردن سے گو نزدیک تر ہے	مگر پایا ہے کتنی جستجو سے	”
آنکھ کھلتے ہی کھلا مضمون وجہ اللہ کا	تیرا جلوہ دیکھتی ہے ہر طرف ہر سو نگاہ	”

حمد باری

معلوم ہے آغاز نہ انجام خدا کا
آئے جو بڑے کوئی تو پھر نام خدا کا
پایا جو کرم ٹوٹ پڑی ساری خدائی
اللہ غنی فیض ہے کیا عام خدا کا
خالی نہیں حکمت سے کبھی فصل کی کلیاں
ہے مصلحت آمیز ہر اک کام خدا کا
فصل میں ہوجاتی ہیں اس فصل کی چیزیں
بٹ جاتا ہے ہر قسم کا انعام خدا کا
ہے خانۂ تن مظہر انوار الٰہی
یہ دیدہ و دل ہے کہ در و بام خدا کا
جب نام سنو اس کا کہو جل جلالہ
تعظیم کرو فرض ہے اکرام خدا کا
سب ذکر کیا کرتے ہیں جن و ملک و انس
وحش و حشرات اور دد و دام خدا کا
ہر بار گذر جائے فرشتوں کی گواہی
تو نام رہا کر سحر و شام خدا کا
قالبِ خاکی کی آبادی ہے اس کی ذات
آمد و رفت نفس ہے آنا جانا یار کا
نماز و روزہ و تسبیح و استغفار سے
تم ہماں اک نہ اک صورت سے مجھ کو یاد کرلینا
کرم و تو — قدر

حمد باری

یاں شعلہ کو سرکشی کی کیا تاب
ابلیس کو خاک میں ملایا
تو واحد و بے نظیر و ہمتا
اور سب کا ہے خالق و برایا
مجھ کو بھی نہ کچھ ترا مثل
نقشیں دو عالمی بنایا
یاں تک گزار ہے رہ حمد
کیا صعب گزار ہے کہ گذرایا
جبریل کا پاؤں ہے یہاں لنگ
عقل ہے علم
چکر میں ہے عقل نہ پایا
اس نے بھی اگر تجھے کیا پر تو
اس عقل بسیط اس کا پایا
نے نور مجرد نہ ازل داؤد
شکر کریں نہ سکھایا
کیوں شہنشہی بے نیازی
افسوں تیری بے رلایا
اللہ رے کو مدتوں رلایا
یعقوب کو عزیز کو کئی سال
یوسف سے عزیز میں پھنسایا
زندان عزیز میں پھنسایا تسلیم
تیری ہی ذات سے ہے وابستہ
ہستی کہاں ہماری اگر ہم ہیں تو تو ہو

مومن ” ” ” ” ” ” ” مصحفی

جوچاہے

گرم و تر میں ترا جلوہ نظر آیا مجھ کو
تیرے در پہ عابد و زاہد ہوا
موج دریائے کرم نے کی مدد
جہاں میں جہاں آفریں کا ہے جلوہ
خدا کی ذات ہے دریا کے آب کی مانند
غرور مجھ کو نہیں شیخ بے گناہی کا
تو وہ ہے نخلبند گلشن ایجاد اے صانع
تو وہ کریم ہے اک ہم تو کیا ہیں در پہ تیرے
لکھے حمد الٰہی خامۂ معجز رقم میرا
ہر آنکھ تیرا مسکن ہر قلب بام تیرا
آنکھوں میں تیرا جلوہ سر میں ہے تیرا سودا
کعبہ ہو بتکدہ ہو دل ہو کہ چشم عاشق
دونوں جہاں سے اسکو پھر کچھ رہا نہ مطلب
خالقا میں ہوں ترا جاں ہے تری دل ہے ترا
پرسش روز قیامت کا کچھ اندیشہ نہیں
خاتمہ ہوگا مرا نام پہ تیرے بالخیر
ہے یہ ادنےٰ وصف اس خلاق کا
حمد لائق داور اکبر کو ہے
ہے عجب وہ صانع رنگیں نگار
یہ نگارستان عالم کا چمن
اس نے دکھلائیں بہاریں بے شمار
تیرے سوا نا ہی نہیں ان صفات کا
غنچوں میں نضارت ہے پھولوں میں ادا تیری
نہیں محروم دنیا میں کوئی تیری سخاوت سے
ہر ذرہ میں ہے ظہور تیرا
افسانہ ترا جہاں نہیں ہے
ہر ذرۂ خاک میں ہے لمعاں
گاتے ہیں شجر ہوا میں کیا کیا
تو جلوہ فگن کہاں نہیں ہے
الحمد لواہب العطایا
والشکر لصانع البریۃ
سبحانک یا الٰہ العالم
تجھ ہی کو سزا ر ہے کبریائی

قدر — بجلی ہے شکل تجلی صفت نور گھٹا
” — کوئی بھی جب فاسق و فاجر گیا
” — ڈوبتے ہی ڈوبتے وہ تر گیا
” — اس آئینہ میں ہے سکندر کی صورت
قائم — اٹھے ہیں حضرت آدم حباب کے مانند
قلق — امیدوار ہوں میں رحمت الٰہی کا
” — ریاض دہر گلدستہ ہے تیرے باغ صنعت کا
” — کسے کسے نہیں امیدوار دیکھتے ہیں
قاسم — گھڑی بھر کے لئے گر ساتھ دیں لوح و قلم میرا
قرباں — سنتا ہوں ہر زباں سے پیارے کلام تیرا
” — دل میں ہے تیری الفت لب پر ہے نام تیرا
” — ہر سمت تیرا جلوہ ہر جا مقام تیرا
” — بیخود ہوا جو پی کر اے شوخ جام تیرا
” — تو ہی فرما دے مجھے کون مقابل ہے ترا
” — خوف کیا ہے مجھے جب فضل ہی شامل ہے ترا
” — ابتدا سے ہی مرا دل بھی تو مائل ہے ترا
کافی — باغباں ہے گلشن آفاق کا
” — خالق اشیائے بحر و بر کو ہے
” — جس نے پیدا کیں بہاریں بے شمار
” — ہے نسیم لطف حق سے خندہ زن
” — گل کھلائے سیکڑوں لاکھوں ہزار
” — حقا شریک کوئی نہیں تیری ذات کا
گہر — ہر مرغ خوش الحاں کے لب پر ہے ثنا تیری
لائق — ورم ہے پشت ماہی پر صدف میں نقد گوہر ہے
لاالم — ہے برق و شرر میں نور تیرا
” — چرچا ہے قریب و دور تیرا
” — مخصوص نہیں ہے طور تیرا
” — دم بھرتے ہیں سب طیور تیرا
” — وہ جا نہیں تو جہاں نہیں ہے
مومن — اس شور نے کیا مزہ چکھایا
” — جس نے ہمیں آدمی بنایا
” — عالم ترا عجز نے دکھایا
” — کرسی نہ ہے عرش کا یہ پایا

جو چاہے کرے وہ تو اے مصحفی مالک ہے	بندہ کی خدا سے تو زنہار نہیں چلتی	مصحفی
کس کی مجال جو کوئی شاکی ہوا اے کریم	پنہاں ہزار لطف ہیں تیرے عتاب میں	محب
رحمت کا تری کونسی جا دخل نہیں ہے	نمرود کی آتش میں بھی گلزار ہے تیرا	میکش
کس منھ سے کروں میں حمد تیری	اس منھ سے نہیں زبان میری	"
ہر طرح سے بے نیاز ہے تو	معبود ہے کارساز ہے تو	"
تو جب تھا یہاں یہ کچھ نہیں تھا	اب جو ہے یہ سب ظہور تیرا	"
کی تو نے جو زلفِ کون برہم	اک تار میں باندھا سارا عالم	"
پھیلائے ہیں تو نے بے بہا دُر	کل ارض و سما ہے نور سے پُر	"
ہر جسم میں جان گو رواں ہے	پر تیرا مکان لامکان ہے	"
بندگی اور خدائی کے سبب	عجز مجھ میں ہے غنا تجھ میں ہے	"
گر جائے وہ نظر سے جسے تو اُتار دے	اس کو بگاڑے کون جسے تو سنوار دے	"
ہر ذرہ کر رہا ہے ترا وصف حال سے	کچھ شکر گو فقط نہیں میری زباں ہے خاص	"
بیاں کیا وصف ہووے مجھ سے تیری قدردانی کا	بنایا مجھ کو قلزم میں تو یک قطرہ تھا پانی کا	"
دوزخ جسے کہتے ہیں تری نارِ غضب ہے	اک نام ہے جنت ترے کوچہ کی زمیں کا	"
سب فنا ہو جائینگے باقی رہے گی تیری ذات	تجھ کو سب زیبا ہے جتنا ہو خدائی پر گھمنڈ	"
کیا وصف ہو سکے تری شانِ مجید کا	موقع ہی کچھ نہیں یہاں گفت و شنید کا	"
پتہ عقلِ رسا کو کیا لگے تیری سکونت کا	شکستہ کر دیا رفعت نے بالکل پاؤں ہمت کا	"
مایۂ شکر ہے مخلوق پہ احساں تیرا	نام لکھا ہے قلم نے سرِ دیواں تیرا	"
نظر انداز کرے کون کو حیراں تیرا	پھینکدے خلعتِ ہستی کو بھی عریاں تیرا	"
سامنے عام کے پھیلا ہوا ہے خواں تیرا	صاحبِ خانہ ہر اک بن گیا مہماں تیرا	"
تیرے ملنے کی تمنا ہی رہی عالم کو	لے گئے صاحبِ دل قبر میں ارماں تیرا	"
جو ترے سایہ میں آجائے نہیں اسکو زوال	نہیں بجھتا ہے چراغِ تہِ داماں تیرا	"
عقل میں تیری احاطت نہ کبھی ہو محدود	مل رہا ہے سرِ آغاز سے پایاں تیرا	"
کونسا دل ہے تری یاد سے خالی ایمان	کلمہ پڑھتا ہے ہر گبر و مسلماں تیرا	"
موت بھی ہے ترے فانی کی حیاتِ ابدی	اے صنم زندۂ جاوید ہے بے جاں تیرا	"
کبریائی اسے کہتے ہیں کہ اللہ اللہ	زیرِ لب حرفِ انا رکھتا ہے درباں تیرا	"
یہ بھی اک شانِ جلالی و جمالی ہو تری	عشق پیدا ہے مرا حسن ہے پنہاں تیرا	"
ربطِ باطن نہیں معلوم مگر باطن میں	یار دم بھرتا ہے عالم میں ہر انساں تیرا	"
بن بن کے بگڑتی ہے ہر اک چیز جہاں کی	باقی ہے اگر تو وہی اک ذات ہے باقی	مسیح
سجدہ میں ہو کر قلمِ گلفشاں	لکھ صفتِ خالقِ باغِ جہاں	منت
ہے ماسوا کے فہم سے برتر وہ ذاتِ پاک	حادث محیط ہو نہیں سکتا قدیم کا	نیر
کیا سیر اس کی وادئ حکمت کی کر سکے	اسپ گلی سمند ہے طبعِ عقیم کا	"
چاہتا ہے جب سبب آپ ہوتا ہے سبب	دخل اس عالم میں کیا ہے عالم اسباب کو	میر

حمد باری

لبریز جلوہ اس کا سارا جہاں ہے یعنی	میر
ساری ہے وہ حقیقت جاوے نظر جہاں تک	"
ظاہر کہ باطن اول کہ آخر	"
اللہ الٰہ اللہ الٰہ	"
منھ کرے جس طرف کو وہ ہی تری طرف ہے	"
پر کچھ نہیں ہے پیدا کیدھر ہے اے خدا تو	"
ہر صبح اٹھ کے تجھ سے مانگوں ہوں میں تجھی کو	"
تیرے سوائے میرا کچھ مدعا نہیں ہے	"
ادراک کو ہے ذات مقدس میں دخل کیا	"
اودھر نہیں گزار گمان و خیال کا	"
واجب کا ہو ممکن مصدر صنعت ثنا کا	"
قدرت سے اسکی لب پہ نام آئے جو خدا کا	"
کرتا ہوں اللہ اللہ ورد بیش اول سدا کا	ماہ
سرمایۂ تکلم بیاں نام ہے جس سے نکالا	"
اوج شرف تو نے یہ اعلیٰ سے نکالا	"
ادنیٰ میں قطرہ کو جو دریا سے نکالا	"
گوہر کیا قطرہ کو قادر ہے وہ ایسا	"
خورشید کرے ذرہ کو ید بیضا کف موسیٰ سے نکالا	"
جس نے ایجاد میں رنگ رخ ہر گل	"
اس خون جگر بلبل شیدا سے نکالا	"

عرفت ہے

حمد باری

یہ تیری ہی ذات نور مطلق

ہر نور ہے لاکلام تیرا

عزت ہے فقیروں کی امیروں کے برابر	کیا تاج گدا افسر کسرے سے نکالا	ماہ
جلوہ ہے مہر و ماہ میں بس تیری ذات کا	تو باعث وجود ہے کل کائنات کا	"
تو ہے غفور بندہ عاصی ہوں میں کریم	مجھ کو تو آسرا ہے فقط تیری ذات کا	"
قدرت خدا کی ہے کہ ہر اک کور و کر تلک	قائل ہے ذات پاک سمیع و بصیر کا	"
اسی کو ہستیٔ مطلق سزاوار	ہوا ہے ہست جس سے ہیچ در ہیچ	محو
رقم ہم سے جب نام حق ہوگیا	تو سورج چمک کر ورق ہوگیا	"
ہو سکے کس سے بیاں خوبیٔ صنعت تیری	عقل حیران ہوئی دیکھکے قدرت تیری	محبوب
ہے وہی کام کا جس شخص کی حالت یہ ہو	لب پہ ہو نام ترا دل میں محبت تیری	"
یہ کسی کی نہیں طاقت کہ تجھے دیکھ سکے	ورنہ تو چھپ کے رہے یہ نہیں عادت تیری	"
وہی جنت ہے جسے کہتے ہیں تیری قربت	وہی دوزخ ہے جسے کہتے ہیں فرقت تیری	"
ہے تو ہی عیاں نہاں خدایا	جز تیرے کوئی کہاں خدایا	"
ہر شئے میں وہ تجھ کو دیکھتے ہیں	ہیں تیرے جو رازداں خدایا	"
معمور ہیں نور سے ترے سب	ارض و شجر آسماں خدایا	"
حیرت میں ہیں سب کہ تو کہاں ہے	لے پیر سے تا جواں خدایا	"
پایا نہ نشان کسی نے تیرا	ہر شئے میں ہے تو عیاں خدایا	"
جو راہ میں تیری خود کو میٹے	پائے نہ وہ کیوں اماں خدایا	"
نہ ہو جس سر میں سودا سر وہ کیا	نہ ہو جس میں تو وہ کس کام کا دل	"
تو بے مثال ہے تیرا کوئی مثال نہیں	جو دیکھ لوں ترا جلوہ مری مجال نہیں	"
جنھیں سلطنت ہے نصیب اس جہاں میں	انھیں تیرے در پر گدا دیکھتے ہیں	"
وہی موجود ہے محبوب سمجھ کر دیکھو	سب نظر آتے ہیں ظاہر میں مگر کچھ بھی نہیں	"
تو جس کو چاہے اسے آشنا بناتا ہے	تو جس کو چاہے اُسے دربدر پھراتا ہے	مسکیں
وصف میں اسکے کسے یارا یہاں تقریر کا	جب زبانِ شمع نکلی منہ کھلا گلگیر کا	"
یونکہ بحر حمد میں اپنا قلم ہو تر زباں	جسکے آگے خشک ہے منہ خامۂ تقدیر کا	"
تیرا بیانِ واقع اب کس سے ہو سکے ہے	تو پاک ہر ہنر سے ہر عیب سے بری ہے	"
ہے صوفیوں کے لب پر یارب کلام تیرا	اور عارفوں کے دل میں بستا ہے نام تیرا	مہر
قمری ہے گلستاں میں حق سرہ سناتی	اور شاخ گل پہ بلبل چہچہتی ہے نام تیرا	"
کونین کا ہے حاکم دارین کا ہے مالک	کیسی تزک ہے کیسا ہے احتشام تیرا	"
تو وہ کہ سدا قیام تیرا	تو وہ کہ قدیم نام تیرا	"
تو چشم میں خواب ہیں ہے اس میں	ہے خواب کا سب نظام تیرا	"
تجھ سے ہے ہر اک شئے کی ہستی	ہر شئے میں وجود نام تیرا	"
امکان کا وجود میں نے دیکھا	اس میں ہے چھپا دوام تیرا	"
کہتے ہیں تجھ کو سچدانند	پھبتا ہے تجھی کو نام تیرا	"
نیرنگ حدوث ہے تجھی سے	اس میں ہے چھپا دوام تیرا	"

تو مرا گوہر مقصود ہے یارب کریم	جز ترے مجھ کو نہیں اور کوئی شئے درکار	مہر
خلق تونے کیا موجود ہے عالم سارا	آدمی جن و پری حور و ملک ارض و سما	،،
چاہتا تو ہے تو ہوتی ہے قیامت برپا	تیری مرضی پہ ہے اس خلقت و محشر کا مدار	،،
حکم تیرا نہ ہو تو ہل نہیں سکتا پتا	تو چلاتا ہے تو چلتی ہے زمانہ میں ہوا	،،
تو رواں کرتا ہے تو آب رواں ہے ہرجا	حرکت کا یہی دنیا میں ہے مخفی اسرار	،،
یا الٰہی تجھے کہتے ہیں رحیم و غفار	تری رحمت ہے وہ شئے جسکا حساب اور نہ شمار	،،
تیری وہ کنہ حقیقت کہ ہے عاجز گفتار	اور صفات ایسے کہ قاصر ہے زبان اظہار	،،
تیرے سب کام نرالے ہیں کوئی کیا جانے	ہاں جو جانے تو کوئی عارف یکتا جانے	،،
وہ بھی پورا نہیں جانے تو ادھورا جانے	بسکہ ہے عقل کا اور فہم کا محدود حصار	،،
تجھ سے بادل بنے اور کھیت کو شاداب کیا	تجھ سے دریا بہے اور ملک کو سیراب کیا	،،
خلق تونے ہی صدف میں دُرِ خوش آب کیا	آب سے جس کے خجل لعل بدخشاں سو بار	،،
یہ دورنگی تری قدرت کے کرشمے ہیں سب	سال ہو ماہ ہو موسم ہو کہ ہو روز و شب	،،
گرمی و سردی و شادی و غم و رنج و تعب	رنج کی بادِ خزاں یا کہ ہو رحمت کی بہار	،،
آنکھ میں چونکہ سمائی ہے حقیقت تیری	مجھ کو زحمت بھی نظر آتی ہے رحمت تیری	،،
سرِّ مخفی ہے ہر اک کام میں حکمت تیری	یہ وہ ہے بحر کہ دیکھا ہی نہیں وارا ور پار	،،
سرِ تسلیم ہے خم مجھ کو شکایت نہیں کچھ	ہیں ہوں راضی برضا حرف و حکایت نہیں کچھ	،،
تری رحمت ہے وہ دریا کہ نہایت نہیں کچھ	کیا ہوا عیب اگر مجھ میں ہیں تو ہے ستار	،،
تیرا جو کام ہے حکمت ہے نہاں اسمیں سدا	یہی باعث ہے کہ رہتا ہوں میں راضی برضا	،،
مجھ کو کیا فکر ہے جب فکر ہے تجھ کو میرا	میرے دل میں کبھی آنے نہیں پاتے افکار	،،
ترا ہی شور ہے بادل میں رعد ہو کے عیاں	تیرا ہی زور ہے طوفان ہوا میں پنہاں	،،
جھڑی ہے تیری ہی رحمت کی بارش و باراں	چمک میں برق کی تیرا ہی نور ہے تاباں	،،
صدائے رعد کہ برق جہاں کی چشمک ہے	نگاہِ حق سے تری جلوہ گاہ بے شک ہے	،،
فلک رفیع نہیں اس میں تیری رفعت ہے	خلا وسیع نہیں اس میں تیری وسعت ہے	،،
ہوا سریع نہیں اس میں تیری سرعت ہے	بشر نہیں کوئی صناع تیری صنعت ہے	،،
جگہ جگہ وہ کرشمے ہیں دست قدرت کے	کہ ہوش ہی نہیں قائم نگاہ حیرت کے	،،
نہاں ہے ہو کے جمادات بحر و کان میں تو	عیاں ہے بنکے نباتات گلستاں میں تو	،،
تجھی سے زندہ ہے حیواں ہے اسکی جان میں تو	بشر کے نطق میں ہے وہم میں گمان میں تو	،،
بتاؤں کیا کہ ہیں جلوے کہاں کہاں تیرے	وہ بے نشاں ہے تو ہے جابجا نشاں تیرے	،،
نہ جلوہ گاہ ہے باہر ہی اے خدا تیری	دلوں میں بھی بخدا جابجا ہے جا تیری	،،
خلا محال ہے بھرپور ہے جہاں تجھ سے	ترا وہ رنگ ہے شرابور ہے جہاں تجھ سے	،،
ترا وہ نور کہ پُرنور ہے جہاں تجھ سے	تجلیاں وہ تری طور ہے جہاں تجھ سے	،،
زماں ہے حادثِ دیروزہ ایک تو ہے قدیم	مکان تجھ سے ہے محدود اور تجھ میں مقیم	،،
علل سے تو ہے پرے جملہ علتوں کا علیم	نہ تیرے کنہ کو پہنچا ہے فلسفی نہ حکیم	،،

حمد باری

تونے صدف کو دُر دیا اور دُر کو آب دی
گلشن کو پھول پھول کو بو لاجواب دی
معدن کو لعل لعل کو کیا آب و تاب دی
جو چیز دی کسی کو بغرض انتخاب دی
پھولوں کو تونے رنگ رخ نازنیں دیا
پتوں کو سبز خلعت مخمل عطا کیا
ہر ایک پھل کو ذائقہ بخشا جدا جدا
ہر ایک کو [illegible] نہیں تجھ سا دوسرا
نعمت سے تونے بھر دیا عالم کے خوان کو
اور سیم و زر سے کر دیا لبریز کان کو
جوہر نمو کا تونے نباتات میں رکھا
اور خاصہ سکون جمادات میں رکھا
انساں کو تونے گوہر دانش عطا کیا
گویا کہ بحر فیض کو کوزہ میں بھر دیا
[illegible]
[illegible] ارض و سما
[illegible] خاور کی ضیا
[illegible] واجب ہے تو بس تیرا وجود
عالم امکاں میں ہیں [illegible]
اور باقی کالعدم ہیں سب نقوش ماسوا

[illegible]

چھپاری

بھرپور ہے تجھ سے دونوں عالم
گھر ہے ہر اک مقام تیرا
ارض و چرخ و خلا ملا میں
دیکھا ہر جا خرام تیرا
ہے دیر میں تو حرم میں بھی تو
یاں بھی واں بھی قیام تیرا
موجیں ہیں گرم رقص ہر دم
ہے بحر میں احتشام تیرا
موتی ہے آب آب ہیں چمکتے
ہے انکی فیض عام تیرا
ہیرے کانوں میں ہیں [illegible]
نوران میں ہے بس تمام تیرا
ہیں جھوم رہے خوشی سے اشجار
سبحان اللہ کلام تیرا
شگفتہ ہے گل کہ ہیں [illegible]
ہے رنگ لالہ [illegible] جام تیرا
بلبل مستی سے ہے چہکتی
گلشن میں ہیں جام تیرا
گل سے ہر اک اچھلتا [illegible]
حیوان ہر اک [illegible] تیرا
ہے اسپ بے لگام تیرا
انسان نے

مہر	شعور ہے کون و مکاں کا قل ہو اللہ احد	کون ہے یاں کون ہو سکتا ہے یاں تیرے سوا
"	گرچہ تو سب میں ہے سب ہے اور سب پر ہے محیط	صانع بے منتِ اسباب ہے بے چون و چرا
"	اک کرشمہ تیری قدرت کا ہے ساری کائنات	اک کرشمہ تیری صنعت کا ہے یہ ارض و سما
"	ہے مکاں تجھ میں مقیم افلاک سے لے تا بہ خاک	ہے زماں پر تو محیط از ابتدا تا انتہا
"	تیرے ایوانِ شہی کا کمتریں چاکر قدر	تیرے دیوانِ نہی کا کارکن ادنیٰ قضا
"	تابع فرماں ہیں تیرے سب جواہر اور عقول	ہیں مطیع حکم تیرے سب عناصر اور قوے
"	خوف سے تیرے تپاں ہے مہر روشن ماہ ہے	خوف سے تیرے رواں ہے آب چلتی ہے ہوا
"	اپنی قدرت میں نہیں خواہش تجھے اسباب کی	اپنی صنعت میں نہیں محتاج تو آلات کا
"	ترا جلوہ اے جلوہ گر کو بکو ہے	حضوری ہے ہر وقت تو روبرو ہے
"	ہر اک گل میں بو ہو کے تو ہی بسا ہے	صدا ہائے بلبل میں تیری نوا ہے
"	چمن فیض قدرت سے تیرے ہرا ہے	بہارِ گلستاں میں جلوہ ترا ہے
"	نباتات میں تو نمو ہے شجر کی	جمادات میں آبرو بحر و بر کی
"	تو حیواں میں طاقت ہے سیر و سفر کی	تو انساں میں قوت ہے نطق و نظر کی
"	گھٹا تو ہی اٹھتا ہے گھنگھور ہو کر	چھپا تو ہی ہے بحر میں شور ہو کر
"	نہاں تو ہے طوفان میں زور ہو کر	عیاں تو ہی موجوں میں جھک جھور ہو کر
"	تری ہی صدا رعد میں گر کڑک ہے	تری ہی ضیا برق میں گر چمک ہے
"	نہ قوسِ قزح ہی میں تیری جھلک ہی	جواہر کے رنگوں میں تیری ڈھلک ہے
"	مہ و خور میں تیری ضیا ہے درخشاں	ستاروں میں تیری جھلک ہے نمایاں
"	حرارت سے تیری ہے آتش فروزاں	ترے نور سے ذرہ ذرہ ہے تاباں
"	زمیں آسماں تجھ سے معمور ہے سب	زمان و مکاں تجھ سے بھرپور ہی سب
"	تجلی سے کون و مکاں نور ہے سب	نگاہوں میں میری جہاں طور ہے سب
"	زمین و زماں نور سے ہیں منور	مکین و مکاں ذات کے تیرے مظہر
"	جو عرفاں سے عارف شناسا ہے تیرا	تو عابد عبادت سے جویا ہے تیرا
"	ریاضت سے مرتاض شیدا ہے تیرا	غرض جو ہے رستہ وہ رستا ہے تیرا
"	کیسی دوئی کہ تیرے سوا ماسوا نہیں	تیرا عدیل روزِ ازل سے عدیم تھا
"	یارب لب پر ہے نام تیرا	کانوں میں بھرا کلام تیرا
"	از بسکہ دلوں میں تو ہے معمور	ہے ذکر یہاں مدام تیرا
"	رکھتے ہیں خواص تجھ سے اخلاص	بھرتے ہیں دم عوام تیرا
"	انسان پہ حصر کچھ نہیں ہے	عالم میں بچھا ہے دام تیرا
"	حیوان کی ہے نگاہ تجھ پر	وحشی ہے دل سے رام تیرا
"	ملتی ہے روشنی تجھی سے	ممنون ہے مہ صیام تیرا
"	وحدت میں یہ جلوہ ہائے کثرت	اللہ رے اژدحام تیرا
"	تو ذات بسیط ہے خدایا	ہر جا پھیلا ہے دام تیرا

انسان نے عقل سے جو دیکھا	عالم میں یہ انصرام تیرا	مہر
گایا تری حمد کا ترانہ	دل میں تھا احترام تیرا	"
کونین میں تو محیط اس طرح	ذرہ ذرہ مقام تیرا	"
عارف، عابد، حکیم، مرتاض	سب کو دیکھا غلام تیرا	"
ہاں مہر وہی ترانہ گا تو	بھاتا ہے مجھے کلام تیرا	"
کیوں حمد میں سب نہ تر زباں ہوں	پھیلا ہے فیضِ عام تیرا	"
کوئی اس سے نہیں ہے خالی	اللہ رے اہتمام تیرا	"
حصہ ہر اک کو ہے پہنچتا	دیکھا وہ انتظام تیرا	"
قائم ترے فیض سے نباتات	جھکتی یہ ہے سلام تیرا	"
حرکت حیواں کو تو نے دی ہے	کیوں ہو نہ غریب رام تیرا	"
انسان کو تو نے نطق بخشا	ہر دم لیتا ہے نام تیرا	"
انعام دئے ہیں تو نے کیا کیا	کیا خوب ہے انقام تیرا	"
لیکر انعام اپنا اپنا	ہر اک ہے اسیر دام تیرا	"
پھولا نہیں جامہ میں سماتا	خوش یوں ہے ہر اک غلام تیرا	"
تیرا ہے رنگ رنگِ گل میں	اور بو میں اشتمام تیرا	"
بلبل کی صدا صدا ہے تیری	انساں کا سخن کلام تیرا	"
دریا میں ہوا ہے تو روانی	حرکت میں ہے تیز گام تیرا	"
تو بحر کی ساحت و فضا ہی	اور شہر میں جلوہ عام تیرا	"
تجھ سے جوفِ ملا ہے معمور	اور جو خلا تمام تیرا	"
مہر روشن میں تو ہے روشن	ہے چرخِ بلند بام تیرا	"
ظاہر صوفی بنے ہوئے ہیں	ہے زمزمہ صبح و شام تیرا	"
برگ اشجار ہیں زبانیں	ان پر جاری پیام تیرا	"
کوہ و دریا و بحر و بر سب	کہتے ہیں ہمہ ہے کام تیرا	"
دی تو نے زبانِ حال ان کو	کرتے ہیں سب کلام تیرا	"
یارب یہ مہر بھی ہے مدہوش	بیکر الفت کا جام تیرا	"
دیدار سے اس کو بہرہ ور کر	رہ جائے نہ تشنہ کام تیرا	"
اے خداوند کارساز و کریم	ملک و صانع و قدیم و حکیم	معصوم
نقش پرداز کارگاہِ جہاں	کاتبِ نسخۂ زمین و زماں	"
تو نے برپا کئے ہیں یہ افلاک	خاک کو تو نے دی یہ صورت پاک	"
تیری صناعی کا یہ سب ہے اثر	نخل میں شاخ، شاخ میں ہے ثمر	"
سب کو تجھ سے ملی وجود کی راہ	تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ	"
شکر صد شکر اے خدائے ذوالجلال	اے کریم بے مثال و بے زوال	"
کس زباں سے ہو ادا تیری ثنا	پہنچے کیا بندہ کی عقل نارسا	"

جباری

تو نہیں محتاج توصیف جہاں	ہم سے کیا ہو تیری قدرت کا بیاں	معصوم
ذات تیری ہے عدیل و بے مثال	پاک ہے بے ہمتا قدیر ذوالجلال	"
ہے ترے علم اے الہ العالمیں	ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا کہیں	"
تجھ سے روشن ہے زمین و آسماں	تیری قدرت کی ہیں سب نیرنگیاں	"
کن کے کہنے سے کیا عالم بپا	اور جب چاہے اسے کر دے فنا	"
خاک کے پتلے کو تو گویا کرے	قطرۂ ناچیز کو دریا کرے	"
نار کو دم میں گلستاں تو کرے	مور کو دم میں سلیماں ملک کا	مضطر
ہے قوت ذکر تیرا جن و بشر	جیتے ہیں نام لیکر وحش و طیور تیرا	"
ہیں تیرے ہی فدائی ارض و آسمان والے	سب اس جہان والے [illegible]	منظر
سب کا ہے مری جان	جس نے بخشا ہے زیب کیسا	

چون و چرا

حمد باری

تر زباں اس کی ثنا میں سبزہ ہائے خشک و تر
حمد میں اس کی ہے گویا ہر ورق اشجار کا — واصل

تو کریم ہے تو رحیم ہے تو عظیم ہے تو علیم ہے
تری حمد اور مری زباں تری شان جل جلالہ — واہ

ہے زباں پہ تو اول اول
حمد پاک خدائے عز و جل — ولی

لائق حمد ہیں ہے اس ابن اور
متفق ہیں اہل ملل — ''

اس پر ہیں سب اہل الاسلام
اس کی ہے سب پہ بکل — ''

یاد اس کی ہے ہر جائے
شکر اس کا ہے ساکن — ''

آسماں اور زمین اس کے نہیں ہیں
یاد کرتے ہیں اس کا محیط اعظم ہے — ''

شکر اس کا سلطان بارگاہ ازل
وہ ہے جبار کر ثنا وراں ول — ''

اس کے بغیر سکوں نہ ملے
روز محشر تلک کروں میں ورد زباں کا — ''

کہتا ہوں ترے نام کو عنوان بیاں کا
کہتا ہوں ترے شکر کو عنوان بیاں کا — ''

جس گرد و رہ پاؤں رکھیں تیرے رسولاں
اس گرد کو میں سرمہ کروں دیدہ جاں کا — ہارون

چون و چرا کو دخل نہیں تیرے حکم میں
حکمت سے خالی فعل نہیں ہے حکیم کا — مظہر

حیراں ہے کنہ ذات میں فہم و ذکاء و وہم
دم بند ہے ہر ایک عقیل و فہیم کا — ''

یہ جتنا خلق میں اب جا بجا تماشا ہے
جو غور کی تو یہ سب ایک کا تماشا ہے — نظیر

ادنیٰ کوئی اعلیٰ کوئی سوکھا کوئی ڈنڈ پیل
جب غور سے دیکھا تو اسی کے ہیں یہ سب کھیل — ''

جس نے یہ زر دیا ہے پھر وہی دہن بھی دیگا
مال و مکاں حویلی باغ و چمن بھی دیگا — ''

سب روپ ہیں اسی کے جو چاہے سو کرے
چاہے جواں ہو چاہے لڑکپن سے من بھرے — ''

کیا ہدہدوں کی حق حق کیا فاختوں کی ہو ہو
سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا ننکہ کیا پنکھیرو — ''

دونوں جہاں میں ذات اسی کی کریم ہے
یعنی اسی کا نام غفور و رحیم ہے — ''

جو نظر آتا ہے ناسخ ہے وہی
ڈھونڈھتا ہے جو اُسے وہ کور ہے — ناسخ

ہے تو ہی غنی ہر ایک محتاج
جو ہے ترے آگے ملتجی ہے — ''

ہے وہی بس قابل حمد و ثنا
جس کی ہے نے ابتدا نے انتہا — ''

حمد کیا لکھوں طبیعت دنگ ہے
خامہ میدانِ ثنا میں لنگ ہے — ''

کس سے اس کی قدرتوں کا ہو حساب
جس کے دریا کا فلک ہے اک حباب — ''

کیا ہے دستگیری کا جو وعدہ تیری رحمت نے
کلیجا ہاتھ بھر کا ہو گیا امیدواروں کا — نظم

وہ حاضر ہے جدھر چاہے اُدھر سجدہ کرے انساں
وہ ناظر ہے جدھر چاہے اُدھر دستِ دعا رکھے — ''

کرم ادنےٰ سے اعلےٰ پر زیادہ ہے تعالی اللہ
گلوں سے بیشتر نشو و نما ہوتا ہے خاروں کا — ''

زہے رحمت پسند آئے جو اس کو
سر سجدہ خمِ گردن کسی کا — ''

سزاوار رحمت ہوں میں اے کریم
کہ آیا ہوں تیرا بلایا ہوا — ''

بخشدے خلد کا گلزار وہ ایسا ہے کریم
اک پر کاہ کی پرستش کرے عادل ایسا — ''

بندہ کسی طرح نہ سزائے جحیم تھا
یارب میں روسیاہ سہی تو کریم تھا — ''

زاہد تجھے کیا اس کی کریمی سے عجب ہے
توبہ کا ہو دربند تو کھل جائے در فیض — ''

کیونکر گلا کروں ترا دوزخ میں اے کریم
تعزیر دی تو لائق تعزیر دیکھ کر — ''

دوزخ میں ہیں بلک کے پکاروں گا یا کریم
آئے نہ تجھ کو رحم یہ ہرگز یقیں نہیں — نسیم

ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری
ثمرہ ہے قلم کا حمد باری — ''

قادر وہی کبریا وہی ہے
آخر وہی ابتدا وہی ہے — ''

صدقے اس پروردگار پاک کے جس نے کیا
بہر طفل غنچہ پیدا شیر بے پستانِ صبح — نشاط

کہتے ہیں جس کو باغ ارم اور بہشت خلد
نقشے بنے ہوئے ہیں تری جلوہ گاہ کے — ''

ذکر کس جا پہ کہاں پر نہیں آتا تیرا
ہے بشر کون جو کرتا نہیں چرچا تیرا — نواب وقار

رازق ہے رزق کیڑے کو دیتا ہے سنگ میں
صادق اسی پہ لفظ ہے پروردگار کا — ''

حمد رب سے ہو گئی تعظیم دیواں یک قلم
ظرف پر مٹی کے سونے کا ملمع ہو گیا — ''

زیب انساں سے زمیں کو چرخ کو انجم سے دی
دُرجِ عالم کا ہر پہلو مرصع ہو گیا — ''

آنکھ ڈالے نہ کہیں چاہنے والا تیرا
اپنی پہچان سے گزرے ہے شناسا تیرا — ''

کون سا دل ہے کہ جس کو نہیں الفت تیری
کونسا سر ہے کہ جس کو نہیں سودا تیرا — ''

ہر ذرۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی
کیا بیم ہے آفات قیامت ستی اس کو
کیتا ہے ولی دل ستی یو مصرع رنگین
تنہا نہ ولی جگ منے لکھتا ہے تری وصف
تری تعریف کرتے ہیں ملائک

کیا ہے میں نے بسم اللہ سے آغاز دیواں کا
نشانِ لطف ہے آتش کا ابراہیم پر بجھنا
ذرا کی سرکشی جس نے جہنم میں ہوا داخل
جو جہل احکام سے ہوتا جہالت کسطرح ہوتی
جو کانٹا ہے بیاباں میں زبانِ شکرِ منعم ہے
نہیں لازم سیہ مستی میں بھی قطعِ امید اس سے
نہ دکھلاتا اگر وہ کافروں کو شانِ قہاری
ہوا جب دن کھلا خورشید کا گل اسکے فرماں سے
نسیم لطف اس کی ہے نشاط افزا گلستاں میں
میانِ چاہ یوسف کی کبھی اس نے حفاظت کی
اسی کا کام ہے یہ کب کسی سے اور ممکن ہے
جو وہ چاہے گدا کو ہفت کشور کا کرے سلطاں
نہ چمکے برق اگر اس کو چمکنے کا نہ ہو ایما
اسی کے شوق میں آنکھیں کھلی ہیں واسطی لاکھوں

کیا ہو بیان قدرت پروردگار کا
جو کچھ عیاں ہے عرش سے تحت الثریٰ تلک
خالق ہے لوح و کلک و زمین و سپہر کا
جامع ہے وہ صفاتِ جمال و جلال کا
واحد ہے لاشریک ہے وہ بے مثال ہے
بخشا ہے ربط خاک کو کیا خوب آب سے
پایہ بہت کیا بلند اس نے حریم ناز کا
خورشید و ماہ و برق ستارے چمکتے ہیں
عقل حیراں ہو گئی محو تماشا ہو گیا
قادر مطلق اسی سے نام اس کا ہو گیا
در سے اس کے فیض بر ہیں یاں سبھی شاہ و گدا
ایکہ ہر ایک جگہ پر ہے جھگڑا تیرا
کیا مرا منھ کہ زباں حمد میں تیری کھولے
تو وہ صاحب ہے کہ بندوں کے رہے ہے ہمراہ

یوں بوجھ کہ بلبل ہوں ہر اک غنچہ دہاں کا — دلی
کھایا ہے جو کوئی تیر تجھ ابرو کی کماں کا — "
ہے یاد تری مجھ کو سبب راحت جاں کا — "
دفتر لکھے عالم نے تری مدح و ثنا کے — "
ثنا تیری کہاں حدِ بشر ہے — "

یہی طغرا سبب ہو جائیگا اجرائے ایماں کا — واسطی
دلیلِ قہر آنا نوح کی امت پہ طوفاں کا — "
ذرا کی بندگی جس نے ملا باغ اسکو رضواں کا — "
دلیل رحمتِ رب ہے نزول آیاتِ قرآں کا — "
دہانِ حمدِ خالق ہے ہر اک غنچہ گلستاں کا — "
ملا ہے خضر کو ظلمت میں چشمہ آبِ حیواں کا — "
عصائے دستِ موسیٰ سے نہ ہوتا کام ثعباں کا — "
ہوی شب قمقمہ روشن کیا مہتاب تاباں کا — "
نہیں بے وجہ ہنستا ہر سحر گلہائے خنداں کا — "
مصیبت میں ہوا مونس کبھی وہ پیر کنعاں کا — "
ملانا چار عنصر کا بنانا جسمِ انساں کا — "
جو وہ چاہے تو بخشے مور کو رتبہ سلیماں کا — "
نہ برسے ابر اگر اسکو اشارہ ہو نہ باراں کا — "
نگاہ نور سے دیکھا تماشا نرگستاں کا — "

ہے برگ برگ دفترِ عرفان یار کا — وہبی
شمہ ہے اسکی صنعت افزوں شمار کا — "
اور مہر و ماہ و گردش لیل و نہار کا — "
مختار لایزال ہے ہر اختیار کا — "
قادر قرار بخش ہے ہر بے قرار کا — "
اور باد کو خلوص دیا خوب نار کا — "
تا نہ پہنچ سکے غبار رہگزرِ نیاز کا — وحشت
ہر چند سب میں نور ہے اس کے ظہور کا — ہرچند
کیا کہوں اک لفظ کن سے خلق کیا کیا ہو گیا — ہزبر
یہ اسی پر ختم ہے جو امر چاہا ہو گیا — "
سلطنت جم کو ملی اور مور کو خرمن ملا — ہمدم
شعلۂ نور سے روشن ہے ترے دیر و حرم — "
لیک عاجز ہیں ترے وصف میں خاقانِ عجم — "
آسرا تیرا ہی رہتا ہے بہر کوہ و اجم — "

حمد باری

ایک تیری ہے گر ذات ہی کو اک قدم — ہمدم
آسماں سے لے زمیں تک سبھی ہو ویں گے عدم
بن ہوئے ہیں مرہون تری منت کے — "
بار احسان سے رکھتے ہیں ترے گردن خم
ہم سے بندوں کو تو ہی پالے ہے سبحان اللہ — "
کب نکل سکتے ہیں عہدہ سے ترے شکر کے ہم
میں خاکسار حمد میں کھولوں زبان کیا — ہوش
گویا ہوں صورت لب خاموش نقش پا
جامع ہے وہ جمیع صفات کمال کا — "
قدرت اس کا کرو کے ہم کو آغوش نقش پا
کھٹکے یہ جادہ حمد خدا کو کیا — "
فلک رواں گویا ہے ہیں ہمہ وش نقش پا
کلمہ ترا ہی پڑھتے ہیں سب شیخ و برہمن — "
ناقوس کی صدا نہ تھی شعور اذاں نہ تھا
ادا کیسے کروں شکر خداوند — ناظم
ثنا میں جس کی عاجز ہیں خردمند
نہ ہو وہم و گماں کی جب رسائی — "
قلم کیا لکھ سکے توصیف اس کی
وہی ہے باغبان باغ تکوین — "
اسی سے ہر شجر ہے زینت آگیں
وہی گلشن

وہی گلشن وہی غنچہ وہی گل / وہی ساقی وہی ساغر وہی مُل (ہنر)
اسی کے وصف میں بلبل غزل خواں / اسی کے وصف میں قمری ہے نالاں
عیاں ذرہ میں ہے جلوہ اسی کا / اسی کا نور ہے اختر میں پیدا
کیا پتھر میں اس نے لعل پیدا / ہوا گوہر صدف میں جلوہ آرا
اسی کے نور سے مسجد ہے روشن / وہی بت خانہ میں ہے جلوہ افگن
اسی کا حکم ہے انسان و جن پر / ملائک تابع فرماں ہیں یکسر
ہنر چپ ہو نہیں ہے تاب تیری / کرے وصفِ خدائے پاک کچھ بھی
حمد کی راہ میں سیدھا کسے چلتا دیکھا / پائے خامہ بھی ہر اک گام پھسلتے دیکھا (یکتا)

آبرو

چاہے جو آبرو تو وطن سے سفر ہے شرط / ہے قدر مشکِ چین خطا و ختن میں خاک (امیر)
عزت کا ہم کو تنگیٔ افلاس کا ہے پاس / کس سے بیان کیجئے ہر دم کی احتیاج
آبرو شرط ہے انساں کے لئے دنیا میں / نہ رہی آب جو باقی تو ہے گوہر، پتھر
اٹھائے رنج تو بڑھ جائے آبروے بشر / عزیز خلق کہاں گوہرِ یتیم نہیں
عاقل ہے تو اس پند کو حکمت سی سوا جان / ہے مال فدا جان پہ، عزت پہ فدا جان
ہیں جلیل القدر عقبےٰ میں جو دنیا میں ذلیل / ہے ادھر کی جتنی ذلت ہے اُدھر کی آبرو
آج کل دنیا میں ہے ذلت کا وہ بازار گرم / اے زہے فرخندہ طالع وہ جو عزت لے چلے
ذلت سے ہاتھ آئے جو نعمت تو خاک ہے / ناخواندہ میہماں نہ ہو فاقہ قبول کر
وہ صاحب عزت ہے خدا دے جسے عزت / تعظیم کرے خلق تو تائیدِ خدا جان
موتی کی طرح جو ہو خداداد / تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہے
کیا غم ہے امیر اگر نہیں مال / اس وقت میں آبرو بہت ہے (امیر)
آبرو کھو نہ پئے دولتِ دنیا غافل / رکھ حفاظت سے اسے آبِ گہر کی صورت (اشک)
دنیا میں آبرو ہے بڑی چیز اے امین / اس کا رہے خیال یہ موتی کی آب ہے (امین)
بغیر لطفِ خدا آبرو نہیں ملتی / کبھی نہ اشک کے قطرے بکے گہر کی طرح (برق)
بے زری کا نہیں کچھ غم یہ بڑی دولت ہے / آبرو اپنی سلامت رہے ایمان رہے (بحر)
خدا آبرو اہلِ جوہر کی رکھے / وگرنہ خزف ہے گہر ہے تو کیا ہے
ننگ جس سے ہو وہ خلعت نہ گوارا کیجے / کمل اچھا ہے دوشالے سے کنارا کیجے (امیر)
بے طلب ساتھ کسی کے نہ کہیں جائے بحر / کہ طفیلی کی حقیقت نہیں مہمانوں میں
نہ چشمِ خلق سے گر اشکِ بے اثر کی طرح / گرہ میں آبرو اے بحر رکھ گہر کی طرح
بلند قدر جو ہیں کب وہ پست راہ چلے / کبھی زمیں پہ اتر کر نہ مہر و ماہ چلے
دارِ فنا میں صاحبِ غیرت خراب ہیں / بے غیرتوں میں کوئی نہیں آشنائے رنج
یوں تو خرمن کو میں کوڑی کے برابر سمجھا / آبرو سے جو ملا دانہ تو گوہر سمجھا

آبرو

جو مرد ہیں بخدا آبرو پہ مرتے ہیں (ہجر)
جو آبرو پہ بلا آئے جان پر لینا
بلا سے جان نکل جائے آبرو رہ جائے
کھلے کسی پہ نہ پردہ شکستہ حالوں کا (پرتو)
زندگانی سے اسے موت گوارا ہی سہی
آبرو والے پہ جس وقت کہ بہتان ہوا
دولت فقط ہے عالمِ ہستی میں اعتبار
بندوں کو اپنے رکھے خدا اعتبار سے
جہاں میں قدر فقط آبرو کی ہے ناداں (بحجل)
زیادہ سیپ سے ہوتا ہے مول گوہر کا
عزت دہر سے ہے یک چشم زدن میں ذلت
اشک آنکھوں سے گرے بن کے گہر ٹوٹ گئی (تسلیم)
امید لطف پر کیا جھک کے ملتا اہلِ دولت سے
میں کیونکر آبرو کے واسطے بے آبرو ہوتا
خاصانِ حق کو ایک ہے پست و بلند دہر
بے آبرو ہوئی یوسف کی چاہ میں
کچھ کم بخت نے محتاج مجھ کو کر دیا
دیکھے عزت جز آبرو باقی نہیں
پاس مانند گہر جز آبرو باقی نہیں
اپنے کی عزت بڑھا سکتے نہیں اپنے کی قدر
آبرو بخش صدف آبِ گہر ہوتی نہیں
(پاس ناموس)

پاسِ ناموس جس میں کچھ بھی نہ ہو
ننگ کو نام سے ہے ربطِ قدیم

صفا شعار ہیں کچھ اور چیز پاس نہیں
چشمۂ بے آب کی کرتا نہیں کوئی بھی چاہ

جانِ آبرو پہ وقف ہے اور جان کیلئے
آدمی آبرو نہ کھو کے رہے

دنیا میں آبرو سے گزر جائے کوئی دن
دانہ و آب مقدر ہے تجھے شکل گہر

عزت جسے خدا دے وہ کیونکر ذلیل ہو
عزت خدا کے دینے سے ہوتی ہے خلق میں

ہے نانِ خشک تر، جو ملے آبرو کے ساتھ
آبرو خالق نے جس کو دی ہے پھر جاتی نہیں

حرصِ قیمت میں پڑی گردِ یتیمی اے گہر
خاک اس کی زندگی ہے نہ ہو جسکی آبرو

دعا ہے یہ عالم کو تجھ سے خدایا
ہے دعا سے یہ شب و روز دعا عالم کی

آج کل دنیا میں ہے ذلت کا وہ بازار گرم
درباروں میں خاک اڑتی ہے جایا نہیں جاتا

گہر کی طرح سے بحرِ جہاں میں
رہتی ہے اپنی عزت اپنے ہاتھ

کٹے ہے زیست یوں تو ہر طرح حیلہ حوالے سے
جو آبرو سے ملے نانِ جو وہ بہتر ہے

کر دیا ادبار نے افسوس کیا ذلت پسند
پیاسے ہیں ایک دوسرے کی آبرو کے لوگ

عزت نہیں لباسِ تکلف کے واسطے
جو ہوا باآبرو دنیا میں وہ ہے دل فگار

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پناہ

دولتیں ہیں جتنی سب ان دولتوں سے ہیں تلے
عزت و حرمت بڑی دولت ہے اللہ سب کو دے

آبرو دنیا میں یارو موتی کی سی آب ہے
وہ کھیل کھیلو جس سے ہو تم جگ میں سرخرو

بات اپنی یہ سنکے کان میں ڈال

کیوں نہ ہو بات اس کو نامانوس
نام عزت کا کیوں نہ ہو ناموس

گرو میں رکھتے ہیں ہم آبرو گہر کی طرح
آبرو جس کی نہیں ہے وہ بشر انسان نہیں

ہرگز نظر نہ چاہیئے انساں کو مال پر
کیا رہے گر حقیر ہو کے رہے

سب کچھ رہا بشر کی اگر بات رہ گئی
آبرو کر نہ تلف گرچہ ہو بھوکا پیاسا

خط جبیں کو خاک کوئی نقشِ پا کرے
نادانوں کو ہے جامۂ زرتار پر گھمنڈ

بے آبرو اگر ہو تو وہ تر بھی خشک ہے
خشک منہ میں ایک دم آبِ دہن ہوتا نہیں

آبرو کو خاک میں تو نے ملایا کس لیئے
کہتے ہیں سچ کہ آب سے سب کی حیات ہے

رہے دین و دنیا میں عزت ہماری
رہیں آباد جہاں میں جو ہیں عزت والے

اے زہے فرخندہ طالع وہ جو عزت لیجیلے
مٹی میں تو عزت کو ملایا نہیں جاتا

بسر کی اب تلک کس آبرو سے
عیب بھی کیجے تو ہنر کے ساتھ

وہی انسان ہے لائق جو نام و ننگ پر ہووے
پلاؤ چاہیئے رازق نہ شیرمال مجھے

نام کو بھی اب کوئی باقی نہیں عزت رہی
کس درجہ خشک دیکھئے دریائے دہر ہے

اٹھو سے رخت اہلِ ہوس لوٹے ہوے
جیسے پڑتا ہے گہر بننے سے روزنِ آب میں

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست
اب جس کا تن درست ہو حرمت سے ہو نباہ

آبرو اللہ رکھے اور حرمت سے کٹے
ہر گھڑی ہر آن ہر دم خلق میں پیارے مرے

تندرستی اور بھی پھر عیش کا اسباب ہے
سنتے ہو اے عزیزو اسی سے ہے آبرو

آبرو مثلِ آبِ گوہر ہے

تشنہ
"
توفیق
جویا
"
داغ
"
شہید
"
طاہر
ظفر
عاشق
عزیز
"
عالم
"
فدا
قدر
"
قلق
لائق
محب
"
نیر
"
ناسخ
نظیر
"
"
"
"
"

اتفاق

اگر آبرو ہے تو دولت بھی ہوگی
کہ ہوتا ہے قطرہ گہر ہوتے ہوتے — واسطی

حفظ عزت کے لئے خلقت سے ڈرنا چاہئے
جس سے دشمن دوست ہوں وہ کام کرنا چاہئے — "

آبرو ہے گہر کی سر کے ساتھ — وقار

آبرو ہے رکھے مرد عزت پر
ہاتھ میں نے خواہش کسی کی نعمت پر — ولی

گر آبرو کی ہے خواہش تو کیوں قاب کے مانند
پھیل حرص کے دیدہ کیوں اے نادان — بیتاب

بھیک در در نہ مانگ اے نادان
نام رکھ لے باپ دادا کا

اتفاق

اتفاق اس سے نہ کر جسکی روش ہو برخلاف
کیا نبھے گی برہمن کی دوستی قصاب سے — امیر

کہہ رہا ہے تجربہ باہم رہو شیر و شکر
مطلع ثانی نے استقبال پر — ارشد

کر دیا ہے کیا اسے پھر جدا نہ ہوا
ملاپ جس سے کیا ایک طرف زمانہ ہوا — بحر

ہوا میں ایک طرف ہوا جس طرح عناصر سے
وجود اپنا ہوا ... کے مل کے پیدا — "

بغیر ہم بہو و کر یہ مل کے پیدا

بندہ میں

احسان

لاش بے گور و کفن وادیٔ غربت میں رہی
مر کے بھی غیر کا احسان اٹھایا نہ گیا

احساں کسی کا کب ہے گوارا برنگ گل
ہے چاک پیرہن نہیں لیکن رفو پسند

منعم ہے تجھ پہ فرض جو سائل ہوں تیرے گرد
فانوس چاہیے تری شمع حیات پر

احساں کسی کا لوں نہ یہ تجربہ میں
غیروں نے میں [illegible] کا اُن سے خاک احساں ہو

کریں اظہار جو احساں کا اُن سے [illegible] ہیں
گرچہ ہیں زیادہ جو وہی کرتے ہیں احساں سے

عدو کی سرکشی موقوف ہو جاتی ہے احساں سے
یہ وہ ہے بوجھ بھاری جو جھکا دیتا ہے گردن کو

کسی پر جو کوئی احسان رکھے سخت ناداں ہے
سخی دیتے ہیں جب اللہ دلواتا ہے سائل کو

احساں کسی دنی کا اٹھاؤں نہ بعد مرگ
کفن بھی تو دست کریم سے

یارب سے [illegible] گراں ہیں بہت
دنیا میں گو کہ بار گراں ہیں بہت

گردن اٹھے نہ جس سے وہ احساں کا بار ہے
محفل میں شمع باغ میں آب رواں رہے
راحت رسان خلق رہے ہم جہاں رہے

منحصر اس

بشر میں مثلِ عناصر کب اتحاد ہے بحر
بچایا بدبختیوں سے دشمنوں کی ملنی جلنے نے
رکھے مضبوط جو شیرازۂ الفت زمانہ میں
متفق ہوں انگلیاں جب منھ کو لقمہ ہو نصیب
پروتے ہو جو تم زنار میں تسبیح کے دانے
ہو ناپید جس ملک میں اتفاق
اتفاق قوم ہے اقبال و دولت کی دلیل
آپس میں بھول کر بھی نہ کیجے کبھی نفاق
جمعیت اپنی جنس کی ہوتی ہے فیض عام
اے اتفاق تجھ کو عجب افتخار ہے
روز مولود سے عاشق ہے عناصر میں نفاق
بس لطف یہی عمر دو روزہ کا ہے غافل
کیا کیا ہم نے خرابات میں شامل ہو کر
عزیز خلق گر ہونا ہے منظور
آدمی میں آدمی تم کیوں نہ ہو باہم ملاپ
مثالِ دانہ ہائے سبحہ باہم چاہیے الفت
جو دانا ہو رکھو شیخ و برہمن کد نہ مذہب کی
پانی کا قطرہ مل کے صدف سے گہر ہوا
پانی سے میل کر کے شجر بارور ہوا
دل مست رکھو بوے گل اتفاق سے
اعضا کا اتفاق جو باہم دگر نہ ہو
ہے اتفاق باغِ جہاں کے لئے بہار
ہیں نفع اتفاق کے عالم میں آشکار
تِل اتفاقِ گل سے بنے عطر پر بہار
باہم جو متفق نہ ہوں انسان حیف ہے
اس اتفاق کے نہ ہو قربان حیف ہے
بے اتفاق زیست بشر ناگوار ہو
دوستی سب سے چاہیے یکتا

نہ دو میں بھی نظر آیا جو چار میں دیکھا
رہا محفوظ دانتوں میں ہمیشہ میں زباں ہو کر
نہ ہو بے قدر اجزائے پریشاں کی طرح ہرگز
ہے وسیلہ رزق کا غافل جہاں میں اتف[اق]
جلیل اچھا ہے رشتہ جوڑ دو شیخ و برہمن
ہیں آبادیاں واں کی ویرانیاں
رائی کو کرتی ہے جو پربت وہ قوت ہے
ہے یارو اس جہاں میں بڑی چیز ا[تفاق]
خوبی ہے اتفاق سے اجزائے آ[illegible]
دولت جہاں کی تیرے قدم پر [illegible]
چار دن لطف و فاق اٹھانہ [illegible]
دو چار سے الفت ہو تو دو چار [illegible]
کام کرنا ہے اگر کیجیے یک دل [illegible] ہو کر
تو رکھو دوستی ہر نیک و بد [illegible] سے
حرف کو دیکھو تو کیا ہم جنس [illegible] سے مدغم ہوا
دلوں میں راہ پیدا کر کہ دل [illegible] تا دل ہی ملتے ہیں
کہ سر رشتہ رکھے ہیں سبحہ و زنار آپس میں
شبنم کے اتفاق سے ہر نخل تر ہوا
غنچہ نسیم صبح سے گل پھول کر ہوا
دامن الجھنے پائے نہ خارِ نفاق سے
معذور چلنے پھرنے سے انساں ہو دیکھ لو
اس سے رہے ہمیشہ ہرا باغِ روزگار
اسفل کا اتفاق سے اعلےٰ ہو کاروبار
خوشبو سے جس کی مست ہو ہر ایک [illegible]
مشکل کریں نہ میل سے آسان حیف ہے
ان سے تو اچھے ہیں کہیں حیوان حیف ہے
بلبل کو سیر باغ کی بے گل کے خار ہو
کوئی اپنا ہو یا پرایا ہو

بحر
برق
ناسخ
جلیل
حالی
شفق
صابر
ضیا
عاشق
عزیز
فرخ
ناسخ
نفیس
ہمدم
ہنر
یکتا

احسان

آصف کا یہ ہے قول سنیں صاحبِ غیرت
احسان نہ لے ہمتِ مردانہ کسی کا
آصف

اس پہ ہے کچھ روا خدا ہیں دیتا
شریک حال خاطر ہے جو انساں نیک سیرت ہو
نہیں ہوتے وہ احسان مند جنکی فطرت دشمن ہے
احسان [illegible] اشک امیر
ہیں جو اہل سخن طبیب کب لیتے ہیں وہ احسان مسیح
مفلسوں نا خدا کسی کا جہاں میں تو خدا ہے
جب دولت ہے یہ احسان اس سے
عدو پر بھی جو اچھے لوگ ہیں احسان کرتے ہیں
پست کر دیتا ہے اف ان کو بار احسان
ہے جہاں نصرت کا سہرا اس کے سر
احسان کے پھندے سے چلا جائیگا کون
بار احسان کب اٹھا سکتے ہیں ہم نازک مزاج
مر گئے پر بھی نہ ہو بوجھ کسی پر اپنا
ایک تنکے کا بھی احسان بہت بھاری ہے
جب احسان ہے وہ ہی نے دنیا میں جلے جم
کون ہے جس کو گوارا ہے کسی کا احسان
مر جائیے کسی کا نہ احسان لیجئے
احسان ناکسوں کا نہ لے احتیاج مند
رنگ میں جب مدعا پر یا پرو ہی کر
احسان سننے کا بھی نہ منظور کیجئے
نہ مدد کی جو کسی نے تو نہ احسان ہوا
حق تعالیٰ جو عنایت کرے ہے منت خلق
اپنے محسن کو سمجھتا ہوں میں صاحب کبیر
کل سے نہ ہوئے طالب زر وباغ جہاں میں
گویا نعمت پر تصرف ہو اگر
دے خدا تا ہیں تو منت کیوں خلق اللہ کے
آب حیات سم ہے جو لیں غیر کے سبب
جھک جھک کے [illegible] نہ لے کے سر ہم
احسان رزق غیر سے ہیں آشنا نہ تھا
تا طلب ہیں سبکدوش بار احسان سے
بار احسان کا نہیں لیتے کبھی رنگیں مزاج
مل گئے ہم خاک میں کم ظرف کے احسان سے
منت کش کسی سے تسلیم بہتر جانئے

ہاتھ اس واسطے باہیں سے ہے دھیا بہتر	امیر
رعیت کم نہیں ہے غیرت سے سلطان عادل کی	۔
چراغ ماہتاب کب محتاج روغن ہے	۔
جب ہی گرا کسی نے سنبھالا نہیں مجھے	۔
شبنم خورشید کو تنگ فلک سے کیا غرض	۔
احسان اٹھائے مت گراں بار ہو گیا	۔
خضر کو بھی ہے لے کے ہمیشہ ملال	آتش
نوازش خاک پر بھی قطرۂ باراں کی ہوتی ہے	افسوس
ہوئے احسان کے لگانے کوئی سر پر جتر	انور
جس سے بیچے تیغ سب کو بخشنے	اسمعیل
مانا کہ غلامی سے تم آزاد کروگے	۔
پھر نے مکہ اتارا دو سر ہونے لگا	بحر
روح کے ساتھ جو ہوا ہو جی اٹھایا	۔
نرمی جھک جاتا ہے آنکھوں کا ترازو کی طرح	۔
شکر جو منہ سے نکلتا ہے تو شکوا ہو کر	۔
اپنے سر کو تو پر وبال ہو آ رہے ہیں	۔
اک قطرہ مانگنے نہ جس سے نہ لگنے سے	۔
سرپر جس کے آئے سخاوت کے ہیں سے	۔
نہ جھک جھک کہاں ہرگز کسی کے بار احساں سے	۔
جاتی نہیں کشک یہ مروت کی آنکھ سے	۔
شکر کرنے کا یہ موقع ہے شکایت کیسی	۔
خشک روٹی اس واسطے خدا اشرفی ہے	۔
وقت پر خاک کی چٹکی بے زر ہوتی ہے	۔
احسان اٹھانا نہ کسی اہل دول کا	۔
دوست کیا دشمن پہ بھی احسان کر	۔
دست شفقت رکھ سرور پر دو اگر دیں ہے	برق
رکھتے نہیں ہیں خضر پیمبر کی احتیاج	۔
حاجت روا جو ہوا ہے شکر نہ چاہئے	۔
اپنا ہیں آپ جل کر آب ودانہ تھا	تسلیم
ہر حباب کو حاجت نہیں ہے تعمیر کی	۔
پاک ہے اپنا رو سے پیراہن تصویر کا	۔
بوجھ تنکے کا اتارا سر پہ چھپر رکھ دیا	۔
ہو آگ ہم جو ہیں گھر بیٹھے بے منت غیب	۔

احسان

[illegible]

احسانمند

احسان

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
احسان گر کسی پہ کیا اور جتا دیا	اپنے کئے پر آپ ہی پانی پھرا دیا	ثاقب
کیوں خالق و مخلوق کا پیارا نہ ہو محسن	خود حسن سے احساں میں دو مد ہیں زیادہ	″
جنازہ دوش پہ رکھتے ہیں کسلئے احباب	اٹھائے کون یہ احساں کہ مجھ میں جاں نہیں	″
اہلِ دنیا کو کروں کیونکر سلام	ہاتھ کا احسان سر کو بار ہے	″
خوش ہوں نہ ملا گور و کفن دشت میں لیکن	احسان رہا سر پہ غریب الوطنی کا	″
احسانِ غیر ہے کہیں طوفان سے گراں	ممنون ہوں خدا نہ کرے ناخدا کے ہم	جنوں
جس کو غیرت ہے نہ منت کشِ دوناں ہوگا	لاکھ خس پوش کرو شعلہ کو عریاں ہوگا	جرار
شلِ قاروں مجھے ڈر ہے نہ زمیں میں لیجائے	بارِ احساں ہے فقط وجہ گرانباریٔ دل	جلال
جس نے کچھ احساں کیا اک بوجھ سر پر رکھ دیا	سر سے تنکا کیا اتارا سر پہ چھپر رکھ دیا	″
زخم ہنستے ہیں کہ مفت احسان بخیہ کا لیا	داغ جلتے ہیں کہ کیوں شرمندۂ احساں ہوا	جمیل
محسنوں پہ کر دے جان اپنی فدا	کام اُن کے آ جو حاجت آ پڑے	حالی
ایک رنجش میں بھلا دیتے ہیں سب	ہوں کسی کے ہم پہ لاکھ احساں اگر	خلیل
آدمی وہ ہے کہ جو حضرتِ آدم کی طرح	شیر مادر کا بھی شرمندۂ احساں نہ ہوا	ذوق
خوب روکا شکایتوں سے مجھے	تو نے مارا عنایتوں سے مجھے	
بیٹھ رہ سودا تسلی دل کو دے	دربدر منت سے کیا حاصل پھرا	سودا
بھلائی کر لے کسی سے کہ آج کی تاریخ	بھلا زمانہ بھلے دن ہیں اور بھلی تاریخ	سرور
یوں تو سب انسان ہیں پر آدمیت شرط ہے	وقت پر جو کام دے دشمن وہی ہے کام کا	سفیر
خدا کی راہ میں دے بھر لے دامن اپنا نعمت سے	شجر احسان کا رہتا نہیں ہے بے ثمر ہرگز	شیدا
غیر کا احساں نہ لوں میں نفسِ سرکش کے لئے	تیغ کا پھل کھاؤں میں پانی پیوں تلوار کا	″
غضب ہے زیرِ بارِ منتِ اہلِ جہاں ہونا	اتارا جس نے تنکا بوجھ رکھا اس نے سو من کا	طاہر
لاکھ سرکش ہو دبا ہی وہ رہے گا اے ظفر	بارِ احساں سے اگر رکھے سرِ دشمن پہ بوجھ	ظفر
لباسِ عاریتی سے سفید پوش نہ ہو	نہ سر پہ اور کا احسان لے قمر کی طرح	عاشق
سرمۂ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے	کر رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا	غالب
حرزِ بازوے بنی آدم ہے نام اللہ کا	ہر بشر پر ظلِ احساں ہے مدام اللہ کا	فدا
کون ہے وہ جو نہیں شرمندۂ احساں ترا	سب ترے محتاج ہیں ابدال بھی اوتاد بھی	قوس
ہمیشہ سبز رہتا ہے گلستاں جود و بخشش کا	کبھی بادِ خزاں چلتی نہ دیکھی باغِ احساں پر	قلق
ہے تنفر منتِ نامرد سے ہر مرد کو	موت ہے احسان نالائق کا غیرت دار کو	.
اٹھانا بارِ احساں جانتا ہوں ننگِ دنیا سے	وہ مفلس ہوں کہ میں ملتا نہیں دیکر تونگر سے	″
منعموں کا نہیں دریوزہ گروں پر احسان	آپ کیا دیجئے وہ خالق کا دیا دیتے ہیں	قدر
تو نے بدلا قطبؔ عدا سے نہیں ابتک لیا	دشمنوں کے سر پہ تیرا بارِ احساں ہی رہا	قطب
احساں طرح طرح کے کئے تو نے عمر بھر	کیونکر ادا ہے شکر ہو تیرا کسی طرح	قربان
بارور نخل سے سیکھے کوئی احساں کا طریق	سنگ مارے ہے جو اس کو وہ ثمر دیتا ہے	قائم
نعمتِ دل کھائے سدا خونِ جگر میں نے پیا	بہر یک ناں کبھی منت کشِ دوناں نہ ہوا	گویا

واجب ہے ادائے حق مہماں
جو کرے احسان اس کو چاہئے افتادگی
غیر کا احسان لیتے ہی نہیں روشن ضمیر
احساں نہ کبھی غیر کا لے صاحب جوہر
اہلِ جوہر کو نہیں ہے غیر کے احساں سے کام
فقیروں پر کرو بخشش جزا احساں کی احساں ہے
دیکھا نشتر کوئی کاری تو زبانِ منت
لایا ہے کوئی ساتھ نہ لے جائے گا کوئی
احسان لے نہ ہمتِ مردانہ چھوڑ کر
لقمۂ غم ہے گوارا ترک دعوت کا طعام
مرگیا لیکن نہ میں منت کشِ گردوں ہوا
بارِ احساں ہو جو سر پہ استخواں ہو چور چور
شکایت کیا کروں ان قہر آلودہ نگاہوں کی
منتِ سیرِ چمن طوقِ گلوے قمری
احساں کسی کا اٹھ نہیں سکتا ہے ضعف سے
یکتا یہ کسی شخص نے کیا خوب کہا ہے

احساں کا عوض نہیں جز احساں
پیشِ پائے شمع دیکھا ہے سرِ گلگیر کو
پھاہے کا محتاج کب ہوتا ہے داغ آفتاب
کیا کام فساں سے ہو بھلا تیغ زباں کو
ابر کا محتاج سبزہ کب ہوا شمشیر کا
خزانے یاں دعائے خیر سے سائل کو ملتے ہیں
دیکھا پتھر کوئی بھاری تو وہ احساں دیکھا
دولت ہوا اور عادتِ احساں نہ ہو تو کیا
رستہ بھی چل تو سبزۂ بیگانہ چھوڑ کر
فرطِ غیرت سے ہے ہم کو رزقِ بے منت پسند
خاک سے پیدا ہوا اور خاک میں مدفوں ہوا
سنگ ہے سایہ ہما کا مجھ گدا کے واسطے
ابھی بھولا نہیں احساں تری چشمِ عنایت کا
اے دل و دیدہ نہ شرمندۂ احساں ہونا
ہم کیا سمجھ کے خواہشِ ظلِ ہما کریں
بے فیض اگر یوسفِ ثانی ہو تو کیا ہے

نسیم
ناسخ
نساخ
"
نفیس
نظم
"
واسطی
وزیر
"
وحشت
"
وقار
یکتا

اخفائے راز

جب تک ہے منہ میں بات تو اخفائے راز ہے
کیا کہئے وہ کسی سے جو صدمہ ہے جان پر
راز ہے سن لو اسے تم سے کہے رکھتے ہیں ہم
مرا رازِ دل آشکارا نہیں
کیا حالِ دل کسی کا کھلے باغِ دہر میں
بات جو حلق سے نکلی وہ ہوی خلق پہ فاش
آدمی بھید دیکے روتا ہے
چھپاتے راز اپنا آپ سے بھی ہم تو پھر کیونکر
ہے زرِ گل کی قدر غنچے میں
گر خاک بھی ہوں میں تو ہوں مٹھی بندھی ہوئی
کسی کے لوث کا کیونکر زباں پر تذکرہ لائیں
کسی کا راز ہے برسوں سے دل میں
جب سے سنا ہے راز کھلیں گے جہان کے

وہ بات کیا چھپے جو پڑے منہ ہزار کے
لازم ہے دل کی بات نہ آئے زبان پر
انجمن میں بات خلوت کی نہ آتش عام ہو
وہ دریا ہوں جس کا کنارا نہیں
ہر غنچہ اس کا گویا کہ سربستہ راز ہے
دے کبھی بھید نہ انسان کو انساں اپنا
راز کا عکس زار ہوتا ہے
گواہی حشر میں دیتا ہر اک عضو بدن اپنا
راز وہ راز ہے جو دل میں رہے
پردہ ڈھکا ہی رہنے دو مشتِ غبار کا
کہ تر آلائشِ دنیا سے داماں ہم بھی رکھتے ہیں
اب اس کو کیا نکالیں ہم زباں سے
لرزاں ہیں دل میں نام سے روزِ جزا کے ہم

آصف
اسیر
آتش
انیس
توفیق
ثاقب
"
"
"
جرار
جلیل
خاطر

اخفائے راز

[illegible]

ذوق
رمز
سخن
سنجر
شہید
عاشق

اسرار دل

ادنیٰ و اعلیٰ

اعلیٰ کو اسفلوں پہ ہے بحرِ جہاں میں فوق
دریا میں موتیوں سے ہے بالا نہیں حباب — امیر

سرفرازانِ ازل کو نہیں پروائے شرف
کسب بالِ ہما کب کرتا — امانت

سر بلندوں کو نہیں دشمن سے خطر
ہاتھ گلچیں کا نہ پہنچا گلِ مہتاب کے پاس — "

صحبتِ اعلیٰ میں اسفل کو نہیں ہرگز فروغ
کب بھلا روشن ہو اسفل سے کبھی — انور

پنجۂ خورشید کب محتاج گلگیر کی حاجت نہیں
جو کہ اعلیٰ ہیں نہیں محتاج
شمع مہر و ماہ کو گلگیر کی حاجت نہیں — "

بری رہتے ہیں اعلیٰ دشمنِ سفلہ کی ایذا سے
نہیں کچھ طائرِ قدسی کو کھٹکا دامِ کش کا — ہجر

فلک نے کمتریں کو دیا ہے فوق اعلیٰ پر
بہت تارے نظر آتے ہیں اونچے ماہِ کامل سے — "

سچ ہے اعلیٰ ہی گرفتارِ بلا ہوتے ہیں
کبھی دستی میں نہیں پھولوں کی طرح خار بندھے — "

لذتِ اعلیٰ کو نہیں اسفل
استخواں بروزی ہما کی ہے عسل زنبور کی

جو کہ اعلیٰ ہیں وہ اعلیٰ جو ہیں اسفل اسفل ہیں
ذرے چمکا کریں مٹی کے سوا تاروں میں

کب توجہ

اسرار دل کے کہتے ہیں پیر و جوان میں — امیر
ازبسکہ خون دل کا کھاتا ہے جوش ہر دم
رازِ دل اس سے کہا ہے گر اسکا ڈر ہے — امانت
رازِ دل اپنا کس سے کہوں ہائے مصحفی
جو رازِ دل ہو زباں تک آیا تو اسکو قابو میں پھر نہ پایا
تیری زباں سے آگ لگی شمعِ انجمن
یہ رازِ عشق و محبت کو ہے چھپائے ہوئے
رازِ دل کہکر کسی سے تو نہ کھو اپنا بھرم

مطلق نہیں ہے بند ہماری زبان میں — میر مصحفی
مشکل ہوا ہے ہم کو اخفائے راز کرنا — "
کہ مرے راز کو کہدے نہ وہ نادان کہیں
ملتا نہیں ہے مجھ کو کوئی رازدارِ دل — نظم
زباں سے ہو نکلا کلام بنکر کماں سے چھوٹا خدنگ ہوکر
میری زباں کو دخل نہیں میرے راز میں — "
ہم اپنے دل کو کلیجے سے ہیں لگائے ہوئے — یکتا
بند مٹھی لاکھ کی ہے کھل گئی تو خاک کی — یوسف

ادنیٰ و اعلیٰ

رتبۂ اعلے نہ پائے لاکھ ادنے ہو بلند
سفلہ جھک کے ہمسرِ اعلے نہ ہو سکے
اسفل کو جہاں میں نہ ملا رتبۂ اعلے
فیضِ کامل سے نہیں ہوتے ہیں ناقص بہرہ مند
رتبۂ اعلیٰ کب اسفل کو ملے پرواز سے
جو ناقص ہیں جہاں میں کام کب ان سے نکلتا ہے
کارِ اعلیٰ ہو سکے ادنے سے ہے امرِ محال
سعادتمند کا فیض ایک ہے اعلے و اسفل پر
اسفل کی قدر خاک ہو اعلے کے سامنے
اسفل بلند بھی ہے تو اعلے سے پست ہے
اسفل کو نہ دیکھا کبھی اعلے کے برابر
زمانہ میں ہے بعد رنج حاصل رتبۂ عالی
اسفل و اعلے ہیں دونوں ایک سے حاجت ہو شرط
تفوق ہر طرح دنیا میں ہے اعلیٰ کو اسفل پر
ادنے اسکو نہ حاصل ہو کبھی رتبۂ اعلے
کبھی اسفل سے ہو سکتی نہیں تقلید اعلیٰ کی
ملاپ شاہ و گدا کا جہاں میں مشکل ہے
نبھتا ہے کوئی ساتھ امیر و فقیر کا
ادنے اسکے دوڑ دھوپ سے اعلیٰ کو ہو فروغ
سامنے اعلے کے کب رہتا ہے ادنے کو فروغ
بورے سے ہاتھ بھر اونچا ہے ؟
بلند رتبہ جو ہیں ان کو کچھ ملال نہیں

خاک اڑ کر کب پہنچتی ہے سرِ افلاک پر — امیر
ممکن نہیں چراغ میں تنویرِ آفتاب — "
کب زاغ کے پر میں ہے بنا ہے پرِ طاؤس — "
جان ڈالی کب مسیحا نے کسی تصویر میں — "
ماہ کا جلوہ کہاں ہے کرمکِ شب تاب میں — "
دمِ جنگ ایک دن چلتے نہ دیکھا تیغ چوبیں کو — "
لطفِ خیمہ کا کبھی سایہ میں چادر کے نہیں — "
سرِ شاہ و گدا میں فرق کیا ظلِ ہما سمجھے — "
لہریں کنواں نہ لے کبھی دریا کے سامنے — "
جاتا ہے کوئی دودِ چراغ آسمان پر — "
بے قدر کنوئیں ہوتے ہیں دریا کے برابر — "
یتیمی کے سبب دُر کی جگہ ہے تاجِ شاہی پر — "
کام خندق کرتی ہے گردِ چمن دیوار کا — "
کبھی چھپائے نہ کملی بھیگ کے باراں میں بادل پر — "
نقشِ پرِ طاؤس کہاں بالِ مگس میں — "
بگولا لاکھ چکرائے نہ پہنچے دورِ گردوں کو — "
کہیں گلیم میں پیوند شال ہوتا ہے — "
دیکھے نہیں گلیم میں پیوند شال کے — "
رہ جائیں پاؤں تھک کے تو کیونکر بدن چلے — "
روبروئے مہرِ عالمتاب ہے بیکار شمع — "
فرق کتنا ہے گدا و شاہ میں — "
چمن میں سبزہ دیوار پائمال نہیں — "

کب توجہ ہیں اعلےٰ سے ہے اسفل کی طرف
امیر شال دوشالوں میں گرم راحت و عیش
جو ہے قلیل مایہ کب اس نے اوج پایا
کبھی ادنےٰ کو نہیں رتبۂ اعلیٰ ملتا
نہیں امکان میں کبھی رتبۂ اعلیٰ بے رنج
وہ جو ادنےٰ ہے سو ہے اور وہ جو اعلےٰ ہی سو ہے
نہیں ہے ادنےٰ و اعلےٰ پہ اس نصیب کا پھیر
اسفل و اعلےٰ بہم اک ایک کا محتاج ہے
اعلےٰ کو احتیاج ہے ادنےٰ کی دہر میں
پست اعلےٰ نہیں ہوتا ہے کبھی خست سے
اعلےٰ کے ارتباط سے ادنےٰ کو ہے فروغ
نہیں اعلیٰ کو کبھی پس روی ادنیٰ عیب
شامتِ اعلےٰ کے باعث ہوتے ہیں ادنیٰ ہلاک
مل گیا اعلےٰ سے جو ادنےٰ وہ اعلےٰ بن گیا
پہنچتا ہے ہر اک انسان خردی سے بزرگی کو
ہے جو ادنےٰ اسکو اعلےٰ کہوں جو ہے کیا نصیب
جو عالی رتبہ ہیں کب التجا کرتے ہیں ادنیٰ کی
جو مادر زاد ناداں ہے وہ دانا ہو نہیں سکتا
پیرہن پہنے اگر کتنے ہی ارذل تو بھی
اعلےٰ سے نہیں ہوتا ہے اسفل کو کبھی اوج
حقیقت میں ہے ہستی ایک ہی ادنیٰ کی اعلیٰ کی
نہ ہو ادنےٰ کی ہمرنگی مضر کچھ ارجمندوں کو
ہے جو کم مایہ نہیں پاتا وہ اعلےٰ کا فروغ
سفلوں سے نہ ہو پرورشِ اہلِ سعادت
اسفل کا کیا فروغ ہو اعلےٰ کے سامنے
ادنےٰ بڑھے تو پہنچے نہ اعلےٰ فروغ تک
الٹ کر کاسہ ہوجاتا ہے افسر
اسفل کبھی نہ پہنچے اعلےٰ کے مرتبہ کو
نہیں نسبت اسفل کو اعلیٰ کیساتھ
کبھی ادنےٰ نہ اعلےٰ ہو مقدر لاکھ چمکائے
فروغ سے ہوے ادنےٰ جہاں میں کب عالی
کہاں غم عالی ہمت کا ہے لائق پست فطرت کو
عجب کیا کام بے قدروں سے نکلے گر امیروں کا

گل ہے آنکھوں میں چھپا خار کو دیکھیں کیونکر
غریب کے لئے جاڑوں میں زندگانی دھوپ
قطرہ نے سر اٹھایا تو کیا حباب ہوگا
سر جگہ پھولوں کی ہے پانوں جگہ خاروں کی
دستِ بیمار میں چلنے کو عصا دیتے ہیں
حسنِ اختر کب ہو حسنِ ماہِ انور کا جواب
جہان میں ہے ہر اک خاص و عام گردش میں
روح تن کو چاہئے اور روح کو تن چاہئے
اڑتا ہے بادشاہ کا جھنڈا سیاہ سے
اونچی ہیں عضوِ قدم سے قدِ آدم آنکھیں
کیا چاندنی زمین کو پرنور کر گئی
آگے روباہ کے کب شیر نیستاں نکلے
ہے مثل مشہور پس جاتے ہیں گھن دانے کے ساتھ
شاملِ دریا ہوا قطرہ تو دریا بن گیا
ہوا کرتا ہے استخراج برسوں کا مہینوں میں
لائقِ پروازِ مرغِ گلشنِ قالی نہیں
چراغِ آسمانی کب ہوا محتاج روغن کا
ازل کے دن سے جو ادنیٰ ہے اعلیٰ ہو نہیں سکتا
گفتگو سے نہ چھپے اسکی تو بو پیاز کی طرح
ہاتھوں سے کبھی نقشِ کفِ پا نہیں مٹتا
ملینگے خاک میں اکدن زمین، چرخِ کہن دونوں
وہی سرخی ہے مرجاں میں وہی لعلِ بدخشاں میں
کچھ شہابِ چرخ بڑھکر کہکشاں ہوتا نہیں
امکان نہیں بوم کے بیضہ سے ہما ہو
چڑھتا نہیں پیادہ نگاہِ سوار میں
اڑکر کبھی نہ خاک ملے نورِ ماہ میں
یہی بس فرق ہے شاہ و گدا میں
کب شہد کی حلاوت پاتا ہے گڑ کا شیرہ
کہاں سحر اور معجزہ ایک ہے
چمک مہتاب کی پیدا نہیں ہونے کی جگنو میں
بنے نہ ماہ جو ہو کرمِ شب ہزار بلند
نہیں یہ سرخراشی کا ہے عہدہ ناخنِ پا کا
رفوے شال ہے موقوف اک ادھی کی سوزن پر

بحر
״
״
برق
״
پرتو
״
״
تسلیم
تجمل
تراب
توفیق
״
جاہ
جرار
جوشش
حسن
سحر
سراج
صابر
عاشق
״
عرش
عاقل
عزیز
غافل
فیض
قلق
״
لائق
مصحفی

ادنیٰ و اعلیٰ

ذی رتبہ کبھی مائل اسفل نہیں ہوتے
گردوں کا عیاں خاک پہ سایہ نہیں ہوتا
حسنِ مقید سے حسنِ مطلق بے زوال
کھلتا ہے حسن اس قدر ہر ناقص و کامل میں ہے
فرق بین اس قدر ادنیٰ کو فیض اعلےٰ سے
نہ جانا چاہئے ادنیٰ کو خالی فیض اعلےٰ سے
ہر اک ذرہ میں ہے پرتو عیاں مہر درخشاں کا
ادنےٰ بھی کام آتے ہیں اعلےٰ کے ایک روز
منہ کو لگتا ہے تنکا خلال کا
اچھوں کے منہ کو لگتی ہے تو ہیں خود نمائی ہے
جو اس میں خاکساری ہے کہاں اور سلطاں میں
جو اس میں خاک اڑاتا ہے گدا ہوا آخرکار
تفاوت ہے تو اتنا ہے کہ وہ مخدوم ہوا آخرکار
جو کہ خادم ہے وہ مخدوم ہے کہ استاد نہیں
کون اسفل دربان ہے کہ اعلےٰ کے نصیب
اسفل نہیں ہے فیض سے اعلےٰ کے بے نصیب
مہتاب ہے زمین پہ تو ہے آسمان پر
اہل زینت کو نہیں اعلےٰ و ادنےٰ میں تمیز
ہے برابر پر دُم طاؤس کا
جو ہیں عالی منزلت ان کو نہیں تزئین سے کام
کس نے دیکھا ہے منقش کعبہ کی تعمیر کو
تعجب کیا کوئی ادنےٰ اگر غالب ہو اعلیٰ پر
پیادے بھی تو شطرنج کا گھر بند کرتے ہیں

زمین

محرم
بیکس
بیکس
ماہ
منتظر
نساخ
ناسخ
״
״

زمین، خاک نشاں، آسماں، آب فشاں
ادنےٰ جو ہیں نہ ہونگے وہ اعلےٰ کسی جگہ
اعلےٰ جو ہیں وہ کب ہوے ادنےٰ سے ملتجی
جو اعلےٰ ہے سو اعلےٰ ہے جو ادنےٰ ہے سو ادنےٰ ہے
کرہی اعلےٰ و ادنےٰ پر قیاس
کم حقیقت کے لئے پرسش کبھی ہوتی نہیں
اعلےٰ جو ہیں وہ مائلِ پستی نہیں کبھی
جو عالی رتبہ ہیں درکار کیا امدادِ غیراں کو
عجز اسفل کو تو اعلےٰ کو ہے لازم سرکشی
جہاں میں ہے خرابی سب سے بڑھکر اہلِ رفعت کی
مفلس اشراف کو پہنچے نہ کمینہ پر مال
روبرو اعلےٰ کے ادنیٰ کو نہیں ہوتا فروغ
صاحب تاثیر ہوتا ہے فرومایہ کہاں
صاف دل کو ہے فرومایہ سے فیضِ آبرو
پائے نہ عالی پایہ فرومایہ سے ضرر
سربلندوں کو نہ پہنچے پست ہمت سے گزند
کب میسر مرتبہ عالی فرومایہ کو ہو
کب کسی ادنےٰ سے لیتے ہیں مدد عالی وقار
پاک بازان فروتن بے مدد پائیں نہ اوج
ادنےٰ کی قدر کچھ نہیں اعلےٰ کے سامنے

سودا — " — سخن — طاہر — " — ظفر — فروغ

یہی تو فرق ہے ادنےٰ میں اور اعلےٰ میں
ہر جا زمین پست ہے اور آسماں بلند
سیراب کیا ہو ابر بھلا آب چاہ سے
نہیں کچھ قدر سایہ کی بڑھے گو قد انساں سے
نہریں شیریں ہیں سمندر شور ہے
کون استفسار کرتا ہے فرودِ مور کا
اتریں زمیں پہ حور و ملک آسماں سے کیا
فتیلہ ہے نہ روغن ہے چراغِ آسمانی میں
صحن کو پستی، بلندی چاہئے دیوار کو
ہمیشہ معرکہ میں کاٹتے ہیں تن سے سر پہلے
ارض سے اونچا سما ہو کے رہا پھر نیچا
مہر کے آگے ہے مہ اک ابر کا ٹکڑا سفید
ہمسرِ بالِ ہما ہووے نہ پر سرخاب کا
قطرۂ نیساں صدف میں گوہرِ تر ہو گیا
طوبےٰ کا نخل آتا ہے زیرِ تبر کہاں
قصر گردوں کی بھی دیوار کب سیلاب میں
ہمسرِ فرشِ مشجر بوریا ہوتا نہیں
بے ستوں استادگی ہے چرخ کے خرگاہ کی
سربلندی ابر سے حاصل ہوئی ہے آب کو
دریا کے آگے کیا ہے حقیقت حباب کی

ناسخ — " — " — " — نسیم واسطی — " — " — " — وقار — وزیر — ہرچند — " — " — " — " — " — ہزبر

آرزو

ہماری آرزوئیں دل کی پوری ہو نہیں سکتیں
باغِ جہاں میں غنچۂ تصویر کی طرح
مجھ کو دنیا کی نہ خواہش ہے نہ عقبےٰ کی ہوس
جلیل انسان کرتا ہے ہزاروں خواہشیں لیکن
ارمان کس کے زیرِ فلک نکلے ہیں جنوں
چاہتا ہے دل کہ دھو جائیں دمِ آخر گناہ
اے زمیں جور و جفائے فلکِ ظالم سے
قلت و کثرت سے میری جان کس مشکل میں ہے
دنیا میں کب انسان کی حاجت نکلی
کیوں عندلیب کہہ تو بھلا اب کہاں ہے گل

منظر — " — سیکش

جسے چاہا کہ مل جائے اُسے نایاب دیکھا ہے
ہنسنے کا عمر بھر مجھے ارمان ہی رہا
دونوں عالم میں فقط ہے مجھ کو اک تیری ہوس
نکلنے کے جو ہوتے ہیں وہی ارمان نکلتے ہیں
بہتر وہی ہے دل کہ جو بے آرزو رہے
بے سبب کیوں آنسوؤں کی ہے روانی وقتِ نزع
لاش کے ساتھ گیا گور میں ارماں میرا
کچھ نہ ہونے پر تمنا ہی تمنا دل میں ہے
حسرت ہی رہی کوئی نہ حسرت نکلی
جز یہ کہ دلخراشی ہے حسرت کے خار سے

اوج — تسلیم — " — خلیل — جنوں — جرار — جوش — " — داغ — سودا

آرزو

سودا جہاں میں آ کے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہوں میں ہی اک دلِ پر آرزو لئے
جوں خضر ہوس عمرِ ابد کی نہیں مجھ کو
اس دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گزر جائے
الٰہی مجھ کو کسی کا نہ کیجیو ممنون
نہ نکلے میری کسی دوست آشنا سے غرض
بادشاہوں کو بھی دیکھا بعد مرگ
دل میں رہ جاتی ہے حسرت کچھ نہ کچھ
دنیا کی حسرتیں بھی گن گن کے ہیں سوا
باقی ہے ساتھ چلنے کو رختِ سفر ہنوز
مثلِ مہر و ماہ گردش میں ہیں جستجوئے فروغ
ہے فلک سے آرزوئے عز و شاں بے فائدہ
آتشِ غم سے ملے خاک میں ارماں میرے
ہائے کیسی یہ گری برق مرے خرمن پر
روح کے ساتھ نہ گھبرا کے نکلتی کیونکر
رہتی گھٹ گھٹ کے بھلا آرزوئے دل کب تک
نہ ہو غرض جو کسی سے تو پھر ذلیل کیوں ہو
بشر کو کرتی ہے عالم میں آرزو گستاخ
یارب نہیں ہے خواہشِ جاہ و حشم مجھے
اک دلِ فسردہ ہے سو اسے دردناک کر

سودا — " — سخن — طاہر — " — فروغ — " — منظر — بیکس — [illegible]

بہتر ہے جل ہی جائے جو یہ نخلِ آرزو
بس اتنی تمنا ہے جس وقت یہ دم نکلے
جو خواہش نہ ہوتی تو کاہش نہ ہوتی
ہمیں بے تاب رکھتی ہے ہوائے آستاں بوسی
اک دل نہیں آرزو سے خالی
آرزو بس یہ رہے ہرگز نہ ہو کچھ آرزو

کم بخت وہ شجر ہے کبھی جو پھلا نہیں
عریاں تنِ میکش ہو دامن تری رحمت کا
ہمیں جی سے مارا تری آرزو نے
ہماری وحشتِ خاطر کا مقصد یار کا در تھا
برجا ہے محال اگر خلا ہے
گر دعا مانگے تو ترک مدعا کے واسطے

میکش، "، میر، وحشت، ولی، وزیر

آزادی

مجھ کو کیا کوئی پھنسائیگا ازل سے ابتک
ہم کیا کہیں کسی سے کیا ہے طریق اپنا
جہان و کارِ جہاں سے ہوں بے خبر میں مست
ہوش و خرد ہے باعثِ تکلیف آدمی
آزادگی خوش آئی انشا کو جب سے یارو
ہادی اللہ مشرب و ملت سے کچھ مت پوچھئے
رند آزاد ہوے چھوڑ علاقہ سب کا
ہر طرح رہتے ہیں ہم خوش فضلِ مولا سے مدام
کب وہ آزاد بھلا موردِ تحسین ہوے
انبیا تک رہے پابند شریعت کے امیر
آزاد رہ کے ہم نے ایام عمر کاٹے
محبوس بلا ہیں جو زمانہ کے ہیں ساکن
خودی گم کر چکا ہوں اب خوشی و غم سے کیا مطلب
لاکھ نعمت ہے اپنی آزادی
میں رہا قیدِ تعلق سے ہمیشہ آزاد
جسے کہتے ہیں آزادی وہ اٹھنا ہے تعین کا
مثل بوئے گل سفر ہوگا مرا
قرار در کفِ آزادگان نگیرد مال
نہیں آزاد پہ ہوتا اثر سختیٔ دہر
نہ الجھا ایک دن خارِ چمن بھی میرے دامن سے
تجرید حصارِ عافیت ہے
عقبے کی نہ کچھ فکر نہ دنیا کا تردد
جما نہ رنگِ تعلق ریاضِ عالم میں
آزاد ہوں نشاط و الم سے برنگِ سرو

دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تھا
مذہب نہیں ہے کوئی ملت نہیں ہے کوئی
زمیں کدھر ہے کہاں آسماں نہیں معلوم
دیوانہ آشنا نہیں دامن کے بوجھ سے
وہ سب کو چھوڑ بیٹھا سب اسکو چھوڑ بیٹھے
قید سے دونوں جہاں کی یہ فقیر آزاد ہے
ڈھونڈھتے کب ہیں پدر اور پسر کا تکیہ
خاک منھ میں انکے، جو کہتے ہیں، ہیں ایام بد
بھول جو سب کو گئے دین سے بے دین ہوے
ظاہری قید سے گھبراتے ہیں آزاد عبث
دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں
آزاد کسی وقت نہیں قید مکاں سے
تعلق ہوش سے چھوڑا تو پھر عالم سے کیا مطلب
سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں
دامن آلائشِ دنیا سے مرا پاک رہا
وہ ہے قیدی کہ ہو دلبستگی جس شخص کو گھر سے
وہ نہیں میں جو کسی پر بار ہوں
جو ایک پائے تو کیا اور ہزار اڑائے تو کیا
نہیں پڑتے ہیں کبھی سرو کے اوپر پتھر
رہا بے رنج مثلِ بوئے گل میں اس گلستاں میں
عریاں کو کہیں بھی لوٹتے ہیں
بے فکر وہ ہیں فکرِ دو عالم نہیں رکھتے
ہے بو کی طرح کب آزاد کو مکاں سے غرض
یکساں ہے اس چمن میں بہار و خزاں مجھے

آصف، آتش، انشا، "، "، "، امیر، "، امیر، اکبر، اشک، افسوں، انیس، آزاد، انور، "، بحر، باقی، تسلیم

آزادی

حسرتک زندانئ مدفن کی آزادی محال
قبر ہر خاک آدم زاد ہے تسخیر خاک
شوق آزادی اگر ہے چھوڑ باغ دہر کو
دام میں بلبل کو لاتی ہے چمن کی آرزو
صورت تصویر ہوں ہر رنگ حسرت سے بری
کیوں غرض سے ہو غرض کیا کام مجھ کو کام سے
باغ جب اس میں خار تصویر کی طرح
قفس مجھے نہ غم آشیانہ ہے
قفس سے جہاں کے جو کوئی آزاد ہو بیٹھا
تعلق سے اپنے بیشک ہاتھ دھو بیٹھا
وہ آب زندگی سے خدا کی تو نہ ہوئی
ہم سے طاعت خدا کی اطاعت ہم
کس کی تاباں کریں اطاعت ہم سے آزاد
بزنگ سرو ہیں نیرنگ دہر سے آزاد
نہ خزاں نہیں ہم کو بہار نہیں
ہم خطا میں بھی ہیں آزاد حروف آزاد
ہم چمن میں قید علائق میں یہ ممکن ہی نہیں
سبک روح ہیں مدام
آزادگی پسند ہوں جولانیوں میں ہم
کیوں بوئے گل نہ ہوں ... متاع جہاں کی حرص
بندگان تھی مال و متاع جہاں کی حرص
چھوڑا جو نام آز تو آزاد ہو گئے

تسلیم، "، "، "، تاباں، "، توفیق، ثاقب، "، "

پیروی خضر

آزادی

اے ظفر جس نے کیا قطع تعلق سب سے
چاہتا اس کا کسی سے نہیں پیوند مزاج — ظفر

فارغ ہو تمنا و ہوس سے دلِ آزاد
دنیا میں عزیز اپنی تمنا ہے تو یہ ہے — عزیز

صدقے آزادی کے اسکو موت کا بھی غم نہیں
پھر برابر ہو گدا کے عیش کیوں تخت شاہ کا — عاشق

عاشق سا نہ ہوگا کوئی آزاد بشر بھی
جینے کی خوشی جس کو نہ ہے موت کا ڈر بھی — "

گزرگاہ جہاں سے ہم گزر جانے کے طالب ہیں
غرض ہے فقر سے ہم کو نہ مطلب ہے تمول سے — "

وہی ہے مرد جو ہر آرزو سے ہو آزاد
کبھی نہ دامِ ہوس میں اسیر ہو کے رہے — عفو

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم — غالب

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے — "

بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود بیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا — "

آزادگی

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو — "

پیروئ خضر بھی اک قید ہے
سیر نیرنگیٔ گلزارِ جہاں کرتا ہوں
اہلِ جہاں سے رکھ تو تعلق برنگِ سرو
جلیل آزاد ہوں ہیں بوئے گل کیطرح گلشن میں
تو رہ باغِ عالم میں آزاد بس
پاک ہیں آلائشوں سے بندشوں سے بے لگاؤ
عالم آزادگاں ہے اک جہاں سب سے الگ
یوں علائق میں یہاں جکڑا ہوا ہے بند بند
سب کی سن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں
مال ہے نایاب پر گاہک ہیں اکثر بے خبر
پروائے تعلق نہیں رکھتے جو ہیں آزاد
وہ کیا کر سکے سیرِ آزادگی
آئے چمنِ دہر میں جوں سرو خراماں
رہتا ہوں نیک و بد سے زمانہ کے دور دور
آزاد کسی کی بھی اٹھاتے نہیں منت
ہیں مے آشکارا ہم کو کس کی ساقیا چوری
بے فائدہ ملال ہے انساں کو چاہئے
کیا تم کو وطن بتائیں اپنا
ہیں بھی دنیا میں عجب طرح بسر کرتا ہوں
نہ ضرر کفر کا نے دین کا نقصاں مجھ سے
کہاں ہے عالم ارواح کی وہ آزادی
رہ کے آزادی میں سیرِ لامکاں کرنے لگا
ان کی خوشامدیں ہیں نہ ان سے ہی کچھ غرور
وہی دنیا میں ہے بیشک خردمند
سر و پا برہنہ گلیوں میں پھرے ہم بے فکر
دین سے مطلب نہ ہم کو دنیا سے
آزاد وضع بزمِ جہاں میں رہا شریف
اک عمر شمعِ بزمِ تجرد رہا شریف
فکرِ رنج و راحت کیسی
کہاں رکھے گی ہمیں بے تعلقی یارب
مثلِ حباب خانہ بدوشی ہے خوب شئے
ہوں نہ پابندِ تعلق ہیں جو وارستہ مزاج
کار دنیا کوئی مجھ سے متعلق نہ رہا

ہم سے آزادہ رووں کو کیا غرض
کام گل سے، نہ شجر سے، نہ ثمر سے مجھ کو
ہو کر ہر اک سے باغ میں آزاد دیکھنا
نہ ہے صیاد کی پروا نہ خوفِ باغباں مجھ کو
کہ جیسے چمن میں ہے شمشاد بس
رہتے ہیں دنیا میں سب کے درمیاں سب سے الگ
ہے زمیں انکی اور انکا آسماں سب سے الگ
پر جو دل ڈھونڈھو تو انکا ہے وہاں سب سے الگ
ہے کوئی بھیدی اور ان کا رازداں سب سے الگ
شہر میں کھولی ہے حالی نے دکاں سب سے الگ
تحقیر میں نارامں نہ توقیر میں ہیں خوش
جو بے چارہ ہو پائے بند عیال
آزاد رہے خوب نہ پھولے نہ پھلے ہم
رغبت ثواب سے ہے نہ الفت گناہ سے
دیکھا نہ کسی سرو کو تہ بارِ ثمر کا
خدا کی گر نہیں چوری تو پھر بندہ کی کیا چوری
راحت ہو یا کہ رنج خوشی سے گزار دے
ہم تو رہے بے وطن ہمیشہ
ہے مجھے عیش و خوشی حزن و الم چاروں ایک
باعث دشمنی اے گبر و مسلماں مجھ سے
نصیب اب تو عناصر کا قیدخانہ ہوا
جال دنیا کا مجھے مکڑی کا جالا ہوگیا
رکھتا ہوں ایک بات فقیر و امیر سے
زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند
بادشاہوں کو غمِ افسر و اورنگ رہا
سب سے آزاد ہیں خدا کی قسم
صرفِ رسوم تھا نہ میں رہنِ قیود تھا
روزی کی فکر تھی نہ غمِ روزگار تھا
دوزخ کیسا جنت کیسی
کہ دل کو دونوں جہاں سے ہیں ہم اٹھائے ہوئے
ہر دم زبانِ حال سے سنئے بیانِ موج
نام میں بھی ہے جدا ایک ایک حرف آزاد کا
یوں جہاں میں ہوں کہ گویا ہوں جہاں سے باہر

ثاقب
جنوں
جویا
جلیل
حیرت
حالی
"
"
"
"
خوشدل
"
خاموش
دبیر
درد
ذوق
سخن
"
"
سودا
سراج
"
سفیر
سوز
شہیدی
شفق
شریف
"
صبا
صابر
"
"

آزادگی اگر غمِ دنیا سے ہے نصیب
آوارہ مزاجوں کو نہیں قید مکاں کی
ہیں وہ سرو باغ وجود ہوں میں وہ گل ہوں شمع حیا کا
اپنی خودی سے آپ سے باہر ہیں اہلِ دل
آس سے کچھ آس ہے نہ یاس سے کچھ آس
اندیشۂ پرواز سے فارغ ہے مرا دل
ہیں جو کچھ ہوں سو ہوں کیا کام ہے ان باتوں سے
گرمِ سفر رہے پر منزل کو ہم نہ پہنچے
عجب مزہ ہے زمانہ میں بے نشاں رہنا
غرض دونوں جہاں سے ہم ہیں آزاد
غلامی نفس کی چھوڑی تو آزادی ہوئی حاصل
فردا کی فکر آج نہیں مقتضائے عقل
ہے زیست کی خوشی نہ مجھے رنج موت کا
دوست سے واسطہ رکھا نہ کبھی دشمن سے
دل سے دعا یہی مری لیل و نہار ہے
ہم تو آزاد اسی کو سمجھیں گے
ہم نام و نشاں میٹ کے اٹھیں گے جہاں سے
ابھی حاصل ہو تجھ کو آزادی
بند دنیا میں کوئی چیز ہے آزاد رہو
کیا جنت و دوزخ کے سناتا ہے فسانے
کیوں جامہ و نان کا فکر ہے دامنگیر
اے مہر یہ باتیں نہیں آزادوں کی
اے مہر کھڑا ہے حوض میں نیلوفر
دنیا میں رہے تو بھی تو اسطرح سے رہ
خانہ بربادوں سے پوچھو نہیں منزل کا پتہ
جو آزادِ ازل ہیں قید سے انکو تنفر ہے
روشن ہوا یہ محفلِ عالم میں شمع سے
نادان بند عقل سے زنجیر خوب ہے
سایۂ سرو میں بیٹھے ہیں کہ آزاد ہیں ہم
دل نہ دنیا سے لگایا کہ ہیں آزادہ روش
تیر جستہ ہوں میں غربت ہے سدا اپنا وطن
شکنجہ میں مجھے کھینچا ہے ابعادِ ثلاثہ نے
باغ دنیا میں مقید نہیں وارستہ مزاج

نانِ جویں بھی تیرے لئے شیرِ مال ہے
نالہ کبھی پابند سلاسل نہیں ہوتا
جیسے فصلِ گل کی خوشی نہیں جیسے رنج بادِ خزاں نہیں
پابندیوں میں رکھتے ہیں آزاد کا مزاج
ہم کو خوشی کی خوشی ہے غم ہے نہ غم کا
آزاد کیا ہے مجھے بے بال و پری نے
کوئی کافر کہے یا کوئی مسلماں مجھ کو
یاں آشیاں بنایا واں آشیاں بنایا
ہم اپنا صفحۂ ہستی سے نام چھیلیں گے
غمِ دنیا نہ ہم کو فکرِ دیں کچھ
محب کب بندۂ زر دامِ رہزن سے نکلتے ہیں
گل کی بھی دیکھ لیویں گے ہم کل اگر رہے
یکساں ہے اس جہاں میں سود و زیاں مرا
ما بدولت تو ہمیشہ یونہیں آزاد رہے
بندہ کے بس میں بندہ نہ پروردگار ہو
جو نہ رکھتا ہو ماسوا سے غرض
آزاد ہیں کیا خواہشِ اولاد کریں گے
قیدِ ہستی کو توڑ تاڑ کے دیکھ
خوش رہو خوش رہو ہاں خوش رہو آباد رہو
آزاد ہوں میں بستۂ زنجیر نہیں ہوں
کیوں ہے زن و فرزند کی الفت میں اسیر
پا میں ہے ابھی ما و منی کی زنجیر
ہوتے نہیں پانی سے گر پتے تر
زنگِ وابستگی نہ آئے دل پر
ہم جہاں بیٹھ گئے وہ ہی ہوا گھر اپنا
جدھر سے چاہیئے موجود ہے رستہ بیاباں کا
پروائے سر نہیں جسے وہ سرفراز ہے
دانہ وہی ہے جو کوئی دیوانہ ہوگیا
کاٹ دینگے اسی کملی میں زمستان و چار
چمنستاں میں بسے بھی تو بسے بو ہو کر
جس جگہ جا مل گئی بستر ہوا آزاد کا
رہے پابند وہ کیونکر سدا کا ہو جو ہرجائی
نکہتِ گل کو نہ دیکھا کوئی یکجا ٹھیرے

فدا ، " ، قدر ، " ، گہر ، مصحفی ، " ، " ، " ، محب ، میر ، منتہی ، مضطر ، " ، میکش ، " ، " ، مہر ، " ، " ، " ، " ، ماہ ، نسیم ، ناسخ ، " ، نظم ، " ، " ، " ، "

آزادی

دنیا کے نیک و بد سے کام ہم کو [illegible]
جو گزرگئی پھر اسے کیا جو ہو سو ہو — نیاز
[illegible] ہے جو تعلق میں جو کہ ہے آزاد — وزیر
[illegible] نہ قید نکہت اسیرِ دام نہیں
چمن میں طائرِ نکہت ہے جہاں میں آزادی — واسطی
رفاہِ غم کا سبب ہے چمن کی وہی بہار رہی — "
خزاں میں سرو چمن میں باغ جہاں میں نام
آزاد مثلِ سرو ہیں ہم کو بہار و خزاں یکی — ولی
نفع و ضرر سے ہم کو [illegible] آزادگی
[illegible] شمشیر ہے — "
اس کو موج بوریا نظر آئے وہی
سرو کی وارستگی اور [illegible] قدر آزاد ہے
باوجود خودنمائی کس قدر آزادگی
گر ہوا ہے طالب سبحہ و زنار کا — "
بندہ مت ہو [illegible] نیک سے مطلب — وقار
[illegible] نہ رکھوں کام [illegible] دیر کروں میں
عالم کی [illegible] مکاں سے ہمیں آزادی ہے — "
ہر زماں قیدِ مکاں [illegible] روشن پہ گھر رکھتے ہیں
نکہتِ گل کی روش [illegible] رہ توحید صاف — ہوش
جو علائق سے چھٹے [illegible] آزاد کا
یہی مطلب خطِ پیشانی آزاد کا
ہوش ہم

استغناء

وہ غنی ہوں نہ کبھی آنکھ اٹھا کر دیکھا
لعل و یاقوت کو سمجھا کیا کنکر پتھر — انور

اپنے نزدیک غنی ہے وہی جسکے دل میں
ہوس درہم و دینار نہ آنے پائے — "

غنی ہے مرا دل یہ کیا کم ہے دولت
گلہ میرے دشمن کریں مفلسی کا — امیر

مطلب خزاں سے کچھ نہ غرض ہے بہار سے
دونوں سے مثل سرو میں دامن کشیدہ ہوں — "

امیر اپنی نظر میں قصر شاہی
فقیروں کی سی ٹوٹی جھونپڑی ہے — "

غم نہیں رکھتے کہ انبار درم رکھتے نہیں
جو غنی ہیں احتیاج بیش و کم رکھتے نہیں — انجم

دل غنی چاہئے گو ہوں میں فقیر اے آتش
تیر کی کمال ہی ہے قانع و بیتاب مجھے — آتش

فقیرانہ دل ہے مقیم اپنی رہ کا
غرض کیا جو محتاج ہو بادشہ کا — آتش

جو خوب سمجھو تو ہے نام جس کا استغنا
وہی تو اصل ہے آتش ہزار لالچ کا — "

تصدق کرتے ہیں ہم نعمت الواں کو اے آتش
اسی اک جو کی روٹی اور ابلے ساگ پانی پر — بحر

ہوش ہم دیر و حرم دونوں سے ہیں بیگانے
ہے سبکروح تو آفاتِ جہاں سے کیا ڈر
کشش دامِ تامل کی بلا سے چھوٹو
روئے بحرِ آب پر دائم رہے پا حباب
بند رہتے ہیں کبھی آزاد بھی

شیخ کعبہ ہے نہ اپنا نہ برہمن اپنا — ہوش
طائرِ نکہتِ گلشن کبھی بسمل نہ ہوا — "
ہو کے آزاد تجرد کی بہاریں لوٹو
سربسر حالی ہے رتبہ مردمِ آزاد کا — ہرچند یکتا
کب ہوا کو ہے مکاں کی احتیاج

استغناء

آنکھوں میں بے ثبات یہ دولت ہی اے امیر
گل کی طرح کسی سے نہیں مانگتے ہیں نور
دل غنی ایسا ہمارا ہے اگر لیتے فقیر
کبھی زمانہ تاریک کا خیال نہیں
ہم تو سر پر ان امیروں کا نہ لینگے احسان
محتاج نہیں ہوں میں امیر اہلِ دول کا
روئے منعم کو نہ دیکھا بھر کے آنکھ
عشرتِ دنیا سے حیرت نے مجھے فارغ کیا
ہوں وہ درویش غنی دل ہے مجھے عیش میں رنج
وہ گدا ہوں کہ نہیں دولتِ دنیا کی طمع
جو وسعت رزق کی چاہے تو استغنا کی عادت کر
بڑی دولت ہے جسکا نام ہے عالم میں استغنا
غنی ہیں ہم غرض بخل و سخاوت سے نہیں رکھتے
فاقہ میں بھی مانگوں نہ کبھی چرخ سے نعمت
طبع مستغنی ہوئی میری فقیری کے سبب
نہ زنانہ و اولاد فانی مال و دولت کو زوال
غیر کی محتاج اپنی کشتِ استغناء نہیں
دولتِ دنیا کی کیا پروا مجھے
نظر میں ایک سی ہے پستی و بلندئی دہر
رازق خدائے پاک ہے اے طائر قفس
نعمت کی اے فلک مجھے پروا نہیں رہی
کیا رنج طعن خلق سے مجھ بے گناہ کو
زن و فرزند کی خواہش نہ تلاشِ زر و مال
اے فلک دے جسکو ہو جتنی جہاں میں احتیاج
جسے کہتے ہیں استغنا عجب جائے فراغت ہے

مخمل کی مسندوں کو سمجھتے ہیں خواب ہم — امیر
آئے ہیں ساتھ لیکے عدم سے خزانہ ہم — "
بانٹ دیتے اپنے داغوں کے بھی سب دینار ہم — "
میں وہ فقیر ہوں کاسہ میں جسکے بال نہیں — "
بوجھ اٹھواتے ہیں کس سے کوئی مزدور نہیں — "
ہر لختِ جگر لعل ہے ہر اشک گہر ہے — "
خوئے استغنائے سائل، مرحبا — "
بلبلِ تصویر ہوں میں بوستاں سے کیا غرض — "
بسترِ خار نہ ہو بسترِ قاقم مجھ کو — "
لعل و گوہر ہیں مرے سامنے کنکر پتھر — "
زیادہ دیتے ہیں حصہ اُسے جو کم نہیں لیتا — "
گدا اس کوچہ میں آتا تو شاہنشاہ ہو جاتا — "
ہماری بزم میں ہے ذکر قاروں کا نہ حاتم کا — "
مفلس ہوں مگر عادتِ سائل نہیں رکھتا — "
کیا نہ ملتی میں اگر دنیا کی دولت مانگتا — "
سب سے بہتر تھا جو میں سب سے فراغت مانگتا — "
تازہ اپنی آب سے مثلِ گہر ہر دانہ ہے — "
حق نے بخشا گنجِ استغنا مجھے — "
فلک ہوئے تو ہوئے ہم زمیں ہوئے تو ہوئے — "
صیاد سے نہ تو طلبِ آب و دانہ کر — "
کھایا ہے غم یہ گرسنگی کا کہ چھک گیا — "
کہتے ہیں پیٹھ پیچھے برا بادشاہ کو — "
سب بلاؤں سے بچایا ہے خدا نے مجھ کو — "
قدِ کوتہ کو نہیں درکار پیراہن دراز — "
اسی سرکار میں ہے ایک عالم بندہ و حر کا — "

بدلے دولت کے ہم استغنا سے مالامال ہیں
اللہ نے دیا ہے دل ایسا غنی ہمیں
دل غنی رکھتے ہیں درویش امیروں کی طرح
وہ عالم ہے نہ غم سے غم نہ شادی ہی مجھے شادی
وسعت کونین ہے نظروں میں اپنی قصر تنگ
کیا کریں ہم یہ تاج لے کوئی
محتاج ہوں غنی سے نہیں مرتبہ میں کم
ہاتھ پھیلائیں کسی کے سامنے کیوں بہر رزق
ناز ہے توفیق ہو بے نیازی پر مجھے
جو ازل سے ہیں غنی رکھتے نہیں پروائے غیر
یہ مانا زمانہ بہت بے وفا ہے
کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے
نہ پکڑیں دامن الیاس گرداب بلا میں ہم
احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا
نظر میں انکی جن کو دولت استغنا بخشی ہے
حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا
نہیں ہوں طالب رزق آسمان سے کہ مجھے
بخشش پہ دوجہاں کی آئی تھی ہمت دہر
غلام اس کی میں ہمت کا ہوں کہ جو اپنے
پھیلاوں ہاتھ اہل دول کے نہ روبرو
گدائی کے خواہاں نہ طالب شہی کے
نہ مجھ کو خاص سے مطلب ہی کچھ نہ عام سے کام
نہیں پروا خوشی آئی نہ آئی
ہاتھ نہ کھینچے ذرا زنجیر کے داماں تلک
مردم غیرت شعار غم نہ کریں جان تلک
خدا شگفتہ کرے میرے دل کو یا نہ کرے
ہم اس کو کہتے ہیں غیرت کہ خاک میں ملجائے
کسی کے کحل جواہر سے مرد اہل نگاہ
گدا کو سایۂ بال ہما سے کیا مطلب
مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب
نہیں ہے خضر کی حاجت طریق الفت میں
مثال نقش قدم ہمکو خضر سے کیا کام
عبث تو حال مرے دل کا پوچھتا ہے شہید

ہاتھ خالی ہو تو ہو دل تو یہاں معمور ہے	بحر
قارون کا ہمارے بغل میں خزانہ ہے	"
بوریا چاہیئے مسند کے برابر اپنا	"
برابر میری میزاں میں ہے پلہ رنج و راحت کا	"
سیرچشمی سے یہ دل اپنا گشادہ ہو گیا	برق
جھوٹی دنیا کا راج لے کوئی	پرتو
نظارگی ہوں حلقۂ باب کریم کا	تسلیم
آب و دانہ پاس مانند گہر رکھتے ہیں ہم	توفیق
میری بے ارمانیاں صد شکر ارماں ہو گئیں	"
پانی سے سینچا نہیں جاتا چمن تصویر کا	جاہ
جلیل آپ کو کیا زمانہ سے مطلب	جلیل
ان کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے	ذوق
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے جینا ہے سہارے کا	"
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں	"
مگس سے ہے ہما بہتر ہما سے ہے ہما بہتر	سودا
رکھا محروم اس قطرہ سے میں دریا میں جام اپنا	"
یقیں ہے کاسۂ واژوں میں کچھ نہیں ہوتا	"
لیکن نہ یاں زباں تک حرف سوال آیا	"
جگر کے خون کو خوان تونگری جانے	"
بندہ کا بندہ ہووے یہ بندہ کی خو نہیں	سعید
ہم ایسی بلندی و پستی سے گزرے	سوز
کوئی ہزار کہے مجھ کو اپنے کام سے کام	"
نہیں اندیشۂ غم آیا نہ آیا	شہید
ہووے اگر دسترس اپنے گریباں تلک	"
درد سے دیں جان مگر جائیں نہ درماں تلک	"
پہ یہ غرض ہے کہ منت کش صبا نہ کرے	"
پہ دستگیری احباب کو عصا نہ کرے	"
جو آنکھیں پھوٹ کے بہ جائیں تو تبانہ کرے	"
درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب	"
ہمارے درد کو جینے دوا سے کیا مطلب	"
ہوں رہ شناس مجھے رہ نما سے کیا مطلب	"
فنا دگوں کو بھلا رہنما سے کیا مطلب	"
بتا کہ تجھ کو مرے مدعا سے کیا مطلب	"

استغناء

خلعت کی تمنا ہے نہ ملبوس کی پروا	شائق
عریانی کا جامہ ہے فقط پیرہن اپنا	
مجھ کو قسام ازل نے بخت سکندر دیا	"
ہمت عالی سے میں سائل نہ ہوا	شہیدی
پر کبھی ہمت دلیل فرط استغنا سمجھ	
میری محتاجی مجھ کو گر مالک ہے دولت ناگہاں	
کیا دولتی مجھ کو استغنا کی دولت ہے نصیب	شاہ
شاہ ہوں کیا حاجت گدا و شاہ سے	
کیا مجھے حاجت ہے ترک حرص و آز نے	صابر
اتنا استغنا کیا سمجھتے ہیں ہم دام کرم کو	
ہم غبار دل سمجھتے ہیں استغنا کیا صابر	
اسی نے بادشاہ و ملک ہم کی جا جا داغ درہم کا	
جھیلوں سے ملا درہم کی جا جا استغنا مجھے	نظیر
دولت الفقر فخری ہے گدا بادشاہ	
خلعت شاہانہ سے پیرہن سے غنی ہیں	
کیا وقعت گلزار جہاں چشم غنی میں	
جز خاک نہیں خاک بھی دنیا ہے دنی ہیں	عاشق
جز خاک جہاں سے ہم گزر جانے کا طالب ہیں	
گزرگاہ جہاں سے مطلب ہے ہمکو طرح کا در نہیں	"
غرض ہے نفرت ہوس و دولت کا	
بحر فنا میں موج حوادث کا رنج	
راحت طلب ہوئے نہ ہوئے آشنائے رنج	منتاش

استقلال

ہزار رنگ جہان خراب کے ہیں لبیب
خلل پذیر مری راہ مستقیم نہیں

منہ سے جو نکلا نہیں کرنا وہی
قول اپنا حکمِ نادر شاہ ہے

سیر رہتا ہے اپنا دل اکبر
ہم جو کھاتے رہتے ہیں

تیزی نہیں منجملۂ اوصافِ کمال
کچھ عیب نہیں اگر چلو دھیمی چال
خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی
ہاں راہِ طلب میں شرط ہے استقلال

کثرتِ اندوہ و غم سے [illegible]
[illegible] راہِ طلب میں پاؤں رکنے کا نہیں

[illegible] سیل [illegible] کی طبیعت میں ہے چشم
آدمی ہے خاک کا پتلا مگر چاہیے

ہرگز نہ بھرا ہوا [illegible]
[illegible] اگر پست ہیں وضع ہے

وہ نہیں ہیں جو [illegible]
دل میں یہ جو [illegible]

بھرتا ہے [illegible]
[illegible] عمر

اسیر — = — اکبر — اسمٰعیل — = — [illegible] — = — ثاقب — = — حسن — ذوق — عمر

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا	گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی	غالب
ابن مریم ہوا کرے کوئی	میرے دکھ کی دوا کرے کوئی	"
گو جہاں میں ہے جہاں سے ہے مگر بے پروا	دیکھنے والا ہے دنیا سے نرالا تیرا	فدا
شکر ہے ہم نہ جھکے اہلِ دول کے آگے	خلق کی ٹھوکروں سے چور کہیں سر ہوتا	فیض
پیری میں بھی فلک سے کرونگا میں التجا	منہ صبح کو خدا نہ دکھائے بخیل کا	قدر
نہ دیکھوں ہوئے دریا تشنگی میں بیدماغی سے	اگر میں غرق ہوں دامن کبھی پکڑوں ساحل کا	گویا
اسبابِ جہاں جتنے تھے موجود تھے لیکن	ہمت مری سائل نہ ہوئی چرخِ دنی سے	مصحفی
ہر چند کہ گم گشتۂ صحرائے جنوں ہیں	خضر آئیں نظر ہم کو تو اُن کو نہ پکاریں	"
ہیں جو کچھ ہوں سو ہوں کیا کام ہے ان باتوں سے	کوئی کافر کہے یا کوئی مسلماں مجھ کو	"
دربار ہو یا نہ ہو غرض کیا	اپنا تو سلام ہو چکا اب	"
ایسا یہ دل غنی ہے کہ جھوٹوں بھی مستغنی	کرتا نہیں کبھی میں نظر زر و مال پر	منتہی
مفلسی میں رہا ہوں مستغنی	کیا گدائی میں بادشاہی کی	"
چینِ جبینِ شاہ مبارک ہو شاہ کو	میں جانتا ہوں موج ہے میرے حصیر کی	مہر
خاک و زر دونوں کا رتبہ ایک سا سمجھا گیا	خاکسی میں نے ملائی شربتِ دینار میں	"
مستغنی و وارستہ ہیں مردِ متوکل	کچھ کام نہیں ہمکو فلاں ابن فلاں سے	"
ہائے استغنا بجز تیرے جہاں میں وہ ہما	جس کو کہتے ہیں سعادت انتما ملتا نہیں	"
دل غنی رکھ کہ ترے دل میں یہی استغنا	ایک دن بڑھ کے زر و سیم سے دولت ہوگی	"
سمجھے ہو جسے ذہن میں تم اپنے ہما	استغنا ہے وہ غافلو استغنا	
سایہ میں اسی کے آکے محتاج گدا	رتبہ پاتا ہے ظلِ سبحانی کا	"
خود پسندانِ فرومایہ کے آگے ممنوں	میں نہ زنہار پئے عرضِ ہنر جاؤنگا	ممنوں
وہ سیر ہو چکے ترے جود و عطا سے ہم	جل جائیں ہاتھ مانگیں جو اہلِ عطا سے ہم	میکش
مطلب امیر سے نہ غرض بادشاہ سے	تیرے گدا کو کام تری بارگاہ سے	محب
گنج قاروں بھی ہو تو ٹھکرا دوں	میرے خالق نے وہ بنایا دل	مضطر
گرچہ ہیں درویش لیکن اے فلک	تجھ کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں ہم	نصیر
نیم ناں کے واسطے کب جوں ہلال	تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں ہم	"
منت کشِ طبیب ہوں کس واسطے نصیر	ہے چین درد ہی میں دلِ دردمند کو	"
فقیروں کو نہیں ہوتی ہوس کچھ سیر دریا کی	زمیں پر دیکھتے ہیں موج نقشِ بوریا بیٹھے	ناسخ
غم نہیں ہے فلک جو تاج نہیں	ہم کو سر کی بھی احتیاج نہیں	"
سیم و زر سے خبر اے گردشِ افلاک نہیں	کیسہ بھی اپنا کم از کیسۂ دلاک نہیں	

اِستقلال

طبع بشر کو چاہیئے دائم ہو ایک حال	اس واسطے دوام سے ہیں ہم عدو مزاج	امیر

عمر بھر پھر نہ زباں سے کبھی اقرار کیا	جس کسی بات کا ناچیز نے انکار کیا	رند
استقامت ہے عجب شئی نہیں اس میں لغزش	نخل کا پاؤں زمیں پر نہ پھسلتے دیکھا	سودا
سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن	بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا	"
جنوں کے ہاتھ سے گو ناتواں ہوں	گریباں تک تو میرا دسترس ہے	"
ہاں شیفتہ پھر اس میں نصیحت ہی کیوں نہ ہو	سنتے ہیں حرف تلخ کو سمع رضا سے ہم	شیفتہ
لاکھ آفت ہو تو انساں نہ ہراساں ہووے	کام مردوں سے بنے ہے تو اوسان کیساتھ	شہید
سو کوس اشتیاق میں دوڑا چلا گیا	چھوڑا نہ ساتھ قیس نے پر ساربان کا	"
سو بار اس پہ برق گری ہمصفیر باغ	پر خار و خس جلا نہ مرے آشیان کا	"
اٹھیں کب شکلِ نقش پا مٹے تک تیرے کوچہ سے	ٹلے گو آسماں لیکن کوئی ہم یاں سے ٹلتے ہیں	"
جو ہوں اوسان تو لکڑی نہیں شمشیر سے کمتر	نہ ہوں اوسان تو بدتر ہے پھر شمشیر لکڑی سے	ظفر
جنکو استقلال ہے پاتے ہیں روزی غیب سے	پھرتے ہیں بے صبر در در ٹھوکریں کھاتے ہوئے	عاشق
چھوڑونگا میں نہ اس بتِ کافر کا پوجنا	چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر	غالب
رات دن گردش میں ہیں سات آسماں	ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کا	"
جاں مطرب ترانۂ ہل من مزید ہے	لب پردہ سنج زمزمۂ الاماں نہیں	"
بدلا کرے جو رنگ بدلتا ہے آسماں	اپنا کبھی نہ رنگِ طبیعت بدل گیا	فروغ
ایک دن مرنا ہے پھر کرنا ہے کیا	موت آجائے میں گھبراتا نہیں	فوق
چاہئے مضطر نہ ہو ہرگز کسی تکلیف میں	آدمی پیدا ہوا ہے رنج و راحت کیلئے	میکش
وہ شیر ہے جو خوف میں ثابت قدم رہے	رہتے نہیں حواس بجا اضطراب میں	محب
پائے ثبات بھی ہے نام آوری کو لازم	مشہور ہے نگیں جو بیٹھا ہے گھر میں گڑکر	میر
سر کے قدم نہ لاکھ پڑے سر پہ تیغِ ظلم	شکر خدا کہ ٹھیرے رہے امتحاں میں ہم	مصحفی
کچھ غم نہیں منزل پہ پہنچ جائیں گے ہم بھی	گو راہ ابھی دور ہے جی کا ہیکو ہاریں	"
کام یہ تیرے جبیں کا ہے نہ بل آئے کبھی	بات سہہ لینے کی تجھ میں ہو وہ خوشتر عادت	مہر
شکن وچیں سے مکدر نہ جبیں ہو ہرگز	دل پہ طاری بھی ہو گر غیظ و غضب کی حالت	"
نہ داغِ یاس سے گھبرا بر آئے گی امید	گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں ثمر پیدا	ناسخ
فرہاد وار غم کا وہ سر پر اٹھائے کوہ	بیٹھے جو جسم کے خاک پہ مانندِ پائے کوہ	وقار

اِستعدادُ

ممکن نہیں کہ جوہرِ ذاتی نہاں رہے	واقف ہے کب نیام سے شمشیر آفتاب	امیر
جن کو استعدادِ کامل ہے وہ ہیں آفت سے دور	داغ، مثل ماہ، خورشید درخشاں میں نہیں	"
غیر استعداد فطری کب دوا ہو سود مند	سرمہ ہے بیکار چشمِ کور مادرزاد میں	"
سپہر کا چاند ہمیشہ ہے ایک صورت پر	جسے کمال نہیں ہے اُسے زوال نہیں	"
فہمِ معنی کے لئے ہے شرط استعدادِ علم	ہو جو زائل زورِ بازو تیغ ہے کس کام کی	"

اطاعت

امیر ایسا ہوں افسردہ نہیں ہے نام کو آتش
مجھے کہتے ہیں سب یہ آدمی ہے تین عنصر کا — امیر

زینت پسند وہ نہیں جو ہیں شکستہ دل
محتاج موئے چینی نہ دیکھا خضاب کا — آتش

باغ جہاں میں کیا کہوں کیا حال ہے مرا
سوکھی ہوئی ہو جیسے درخت کہن کی شاخ

پاتے نہیں زمانہ میں آتش خوشی کا نام
ہے شمع سوختہ اسی چشم چراغ کی — امیر

حال بدن کہوں کیا دل ہی بجھا ہوا ہے
اک شمع ہے سو وہ بھی خاموش انجمن میں — افسوس

جاتی رہی بہار چمن سے پہنچ شتاب
اے برق ہیں تنگ بہت آشیاں سے ہم

سحر تو ہو چکی جلنے ہی جلتے
اب اس محفل سے شمع انجمن چل — زور

شمع محفل کی طرح عمر بسر کی میں نے
جس نے جس بزم میں دیکھا مجھے گریاں دیکھا

وہ عندلیب ہوں چمن روزگار میں
دل کو خوشی کیا نہ خوف خزاں ہے بہار میں

جو کہ غمگیں ہیں انھیں زینت نہیں ہے منظور
سرمہ پہ جاتا ہے دیدہ پر آب سے — مصحفی

ماں باپ کی بجا ہے، بیجا نہیں نصیحت
خدمت اساتذہ کی بیجا نہیں ہے خدمت
غافل ہو بے خبر ہو مطلق خبر نہیں ہے
ماں باپ شاد ہونگے ان کا کہا کرو تم
سب سے بڑی سعادت ماں باپ کی ہی خدمت
ہو جسکو یہ سعادت بس خوش نصیب وہ ہے
بالا انھوں نے ہم کو سو آفتیں اٹھاکر
تکلیف اس میں کیسی کہنا نہ بات ایسی
دنیا میں نام پائے عقبےٰ میں سرخرو ہو
منھ پر کبھی نہ لانا ہاتھوں سے کر دکھانا
خدمت سے ہی شرافت خدمت سے ہی سعادت
جس کو ہے فخر اس کا محتاج ہے وہ کس کا
اچھے وہی ہیں بچے ماں باپ کو جو مانیں
بچوں کا فرض کیا ہے اسکا جواب یہ ہے
سب سے بھلی کمائی مانے جسے خدائی
تم اختیار اطاعت کرو دل وجاں سے
جہاں میں اس سے بڑی ایک بھی نہ نعمت ہے
سرکشی بھول کر نہ کرنا مہر

واجب ہے تم کو انکی ہر وقت میں اطاعت — کمال
باعث یہ اوج کا ہے ملتی ہے اس سے عزت — "
ہاں خیر خواہ کوئی مثلِ پدر نہیں ہے — "
ہرگز نہیں مناسب ان کو خفا کرو تم — "
سب سے بڑی عبادت ماں باپ کی ہے خدمت — مہر
دنیا میں لاکھ نعمت ماں باپ کی ہے خدمت — "
لازم ہمیں نہایت ماں باپ کی ہے خدمت — "
اے دوست عین راحت ماں باپ کی ہے خدمت — "
دیکھو تو کیا کرامت ماں باپ کی ہے خدمت — "
سچی دلی محبت ماں باپ کی ہے خدمت — "
اور وہ شریف خدمت ماں باپ کی ہے خدمت — "
سچی جو چاہو عزت ماں باپ کی ہے خدمت — "
سرمایۂ سعادت ماں باپ کی ہے خدمت — "
ماں باپ کی ہی خدمت ماں باپ کی ہے خدمت — "
اے مہر تجھ کو رحمت ماں باپ کی ہے خدمت — "
مطیع حکم رہو والدین و آقا کے — "
اطاعت اس کو نہ تم جاننا سعادت ہے — "
نوکری ہے کہ بھائی بندی ہے — "

اعتماد

قلق میں روح نے بھی ساتھ جسم کا چھوڑا — زور
جہاں میں حالی کسی پہ اپنے سوا بھروسا نہ کیجئے گا
ہر وقت میں، ہر کام میں، ہر بات میں خوش ہیں
کیونکر نہ مشکلیں مری آساں ہوں غیب سے
خوش رہ اے دل اگر تو شاد نہیں
تم بھروسا کرو خدا پہ فقط

کسی کا زیست میں ہم اعتبار کرتے ہیں — جرار
یہ بھید ہے اپنی زندگی کا بس اسکا چرچا نہ کیجئے گا — حالی
ہم کو جو بھروسا ہے سخن اپنے خدا کا — سخن
یارب بھروسا ہے ترے افضال عام کا — فدا
یاں کی شادی پہ اعتماد نہیں — قائم
جز خدا آسرا ہے سب پہ غلط — محب

افسردہ دلی

وہ سینہ جو عشرت کدہ تھا ہمیشہ
سروکار نکہت گل سے کیا مجھے اے نسیم بہار چل
نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی

اسے دیکھئے اب تو ماتم سرا ہے — آصف
طبیعت اپنی ہی حاضر اب نہ شگفتہ ہے یہ دماغ و دل
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں — انشا

ہمصفیرو دو نہ تم تکلیفِ گلگشتِ چمن
دل میں مرے نقش آرزو کیا ہوگا
مقراض قضا نے جب کیا چاک اسے
اظہار حال کا بھی ذریعہ نہیں رہا
سلطنت بھی جو ہو ہم مردہ دلوں کو تو کیا
خزاں رسیدہ کو باغ و بہار سے کیا کام
جی خوش نہ ہو تو زہر ہیں دنیا کے سب مزے
کدھر جاؤں کہاں بیٹھوں اداس اپنی طبیعت ہے
جہاں کی سردمہری سے بجھا یوں دل کہ اب ہم کو
دل شکستہ ہوں میری ہو کیا قدر
دل ہے مردہ خلد میں جانے سے کیا ہو جائیگا
یادِ غم دل سے کبھی جاتی نہیں
صفت گرد ہوں یکساں ہے مجھے عیش و نشاط
لبریز غم جو ہیں انھیں کیا گفتگو سے کام
میں وہ افسردہ خاطر ہوں کہ جب کھینچا مصور نے
کیا ہوا خواہِ پریشانی کو جمعیت سے کام
ہوں ازل سے بادہ پیمائے پریشاں خاطری
اے خضر کس طرح سے تو جیتا ہے ابتلک
شوق سے کر نظارۂ گلزار
اب کے جو یہاں سے جائینگے ہم
اپنے پہلو میں دل بیتاب ہے وہ غمزدہ
بکنے ہے اشتیاق صحن گلشن
گرداب ہو نشیب تہ آب سے عیاں
دل بہار گل میں بھی اپنا تو پژمردہ رہا
دل کو بہلائیں کونسی شے سے
کہاں ہی وہ طبیعت جسکی خاطر چرخ سے مانگیں
چرخ مجھ کو سلطنت بھی دے تو اب ہرگز نہ لوں
ہائے ری افسردگی اس دل کی جسکا قول ہے
بتائیں ہمصفیرو کیا نشیمن کیا وطن اپنا
گرچہ اس خاک سے ہر دانہ کی ہے نشو و نما
کہوں کیا میں حالت جوہری کہ عجیب اسکی ہے زندگی
اس دل کی اب طلب ہے کہ دیکھیں سحر کی شب
حاصل نہ ہو جو غنچۂ دل کو شگفتگی

مجھ سراپا داغ کو کیا سیر گلشن چاہیے	انور
جڑ جس کی کٹی اس میں نمو کیا ہوگا	امجد
پیراہن ہستی کا رفو کیا ہوگا	"
دل اتنا جل گیا ہے کہ آنکھوں میں نم نہیں	اسمٰعیل
نہ ہوس ہے کوئی جی میں نہ تمنا دل میں	بحر
نہ اب وہ جوشش طبیعت نہ ولولہ دل کا	"
برداشتہ ہو دل تو سمجھئے فنائے عیش	"
نہ گھر میں جی بہلتا ہے نہ دل لگتا ہے محفل میں	"
نہ مرنے ہی کی پروا ہے نہ جینے ہی کے لالے ہیں	بارق
کام آتا نہیں گھر ٹوٹا	بیان
ہم جہاں ہونگے وہ گھر ماتم سرا ہو جائیگا	تعشق
اب تو بھولے سے ہنسی آتی نہیں	"
نہ کبھی شکوۂ غربت نہ وطن کی خواہش	تسلیم
دیتا نہیں صدا کبھی ساغر بھرا ہوا	تائب
مرا چہرہ بھی اترا چہرۂ بیمار کی صورت	توفیق
ہوں وہ بلبل دوش بوئے گل مرا مسکن رہا	"
موج زلف منتشر ہے خط پیمانہ مرا	
اپنی ہی زندگی سے مزاجی خفا ہوا	جرأت
ہم تو گلشن سے عندلیب چلے	"
پھر منہ نہ کبھی دکھائیں گے ہم	"
جسکے ہاتھوں سے کہیں آرام پا سکتے نہیں	
مرے رہنے کی جا کنج قفس ہے	جوش
چین جبیں ملال ہے دل کے ملال پر	جویا
کونسا غنچہ ہے جو اس فصل میں خنداں نہیں	"
کیا کریں جا کے ہم گلستاں میں	
رہی خواہش نہ اب دل میں ہمارے تاج و افسر کی	"
وہ ارادہ اب کہاں وہ حوصلہ جاتا رہا	"
ہو نہ کوئی پھول پامال خزاں میری طرح	جلیل
قفس بیت الحزن اپنا قفس ہی ہے چمن اپنا	جوہری
خاک میں مل کے ہوا سبز نہ دانہ دل کا	"
نہ وہ دن ہی خوش نہ وہ شب ہی خوش وہ انکے شام و سحر خوش	"
کچھ ایسے روز و شب کے ہیں رنج و محن سے تنگ	"
پھر فرق کیا ہے فصل خزاں و بہار میں	"

افسردہ دلی

بتائیں جوہری کیا ہم ہمارے دل میں کیا کیا ہے / بھرے ہیں حسرتوں سے یاس سے ہم اور ارماں سے	جوہر
سو غنچے شگفتہ ہوئے سو گل ہوئے خنداں / کھولی نہ گرہ دل کی نسیم اور صبا نے	"
باغ جہاں میں حیرت ہر اک ہوا شگفتہ / پر ایک دل گرفتہ اک غنچہ وار ہم ہیں	حیرت
سو غنچے شگفتہ ہوئے گلشن میں تو لیکن / کھلنا مرے دل کے بھی ہنگام نہ آیا	"
سیر گلشن کریں ہم اب کس بن کیا / نہ وہ دل نہ وہ دماغ رہا	حسن
اب جو چھوٹے بھی ہم قفس سے تو کیا	"
ہو چکی واں بہار بھی آخر	"
کیا منتظر اب کوئی اور کیا رو دیگا	"
دل کھٹکنے ہو تو سب کچھ ہے	"
دل ہی نہ کھلے اپنا تو کیا ہے گلزار اپنے گل ہے	"
سبزہ ہے گلستان سے وہ سدا نیستی کا	"
رہے جب میں خط زندگی ایسی ہستی سے گزرتے	"
بس اے زندگی راحت اس دل کو نہیں ہے انقلاب دہر سے	حسن
غمزدہ دیکھا جہاں میں بیٹ وہاں ملتا نہیں	

افسردہ دلی

جوں غنچہ نہ کیوں رخت سفر باندھیں ہم اپنا
یاں طور اقامت کا نہ بالکل نظر آیا — شہید

پرہیز مجھ کو اے دل بیمار کیا ضرور
اب تو ترا علاج مسیحا نے ہم لکھا — "

شہید ناز ہوئی ہے گلوں کی الفت میں
چمن سے بلبل شیدا کا ہے سفر صیاد — "

ہے بے صدا اگرچہ مرا کاروان عمر
جوں نقش پا ہیں گوش بر آواز کب سے ہم — "

صفیر سنج تھا میں طائران قدس کے ساتھ
یہ خاکدان کدورت مرا مقام نہیں — "

یکرنگ ہوگئے ہیں نظر میں امید و بیم
دیکھا نہیں ہے میں نے خزاں و بہار کو — "

تیرا برا ہو اے دام ہستی
مجھ کو پھنسایا واللہ بالیت — غنچہ

آئی ہے بہار پھول کھلے باغ میں مگر
غنچہ ہمارے دل کا ابھی تک کھلا نہیں — تنویر

میں ایک جانتا تھا خزاں و بہار کو
ہر رنگ میں تو یوں ہی مرا رنگ زرد تھا

مدام افسردہ خاطر زندگی سے سیر رہتے ہیں
ہوا ہوتی ہے سردی صبح کو فصل زمستاں میں — صابر

افسردہ دل

ملا نہ غنچۂ دل چھٹ ہیں سو پژمردہ
بار لائے گا نہ پھر نخل تمنا دیکھو
غنچۂ دل جو ہے پژمردہ تو شبنم کی طرح
مدت ہوئی غنچۂ دل خشک ہوگیا
حاضر ہو جب نہ دل ہی ہو باغ و راغ یکساں
ہم کو بہار میں بھی سیر گلستاں نہ تھا
اک یہاں جینے سے بیزار رہیں ہیں یارب
غیروں کو لیں گے آخر اپنا بنا کے کیا ہم
اپنی صورت دیکھ جب دل اپنا گھبرانے لگا
عالم یاس میں گھبرائے نہ انسان بہت
سنتے ہیں خوشی بھی ہے زمانہ میں کوئی چیز
دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا کھلی
اے گل تو رخت باندھ اٹھاؤں میں آشیاں
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں
مجھ کو مرنے کا نہ کچھ غم ہے نہ جینے کی خوشی
حاصل رہی ہے گلشن عالم میں بیکلی
کب دل شگفتگاں سے کرو عرض حال آیا
نہ غم خزاں کا مجھے نے بہار کی شادی
جام مے بزم میں گو بادۂ کوثر ہووے
خواب و خور کیا اب تو دم لینا بھی دل پر بار ہے
دو روز کا مہماں ہوں کیوں مجھ سے الجھتا ہے
نہ پھولا پھلا پھر کبھی ایک دن بھی
دائم برنگ سبزۂ پامال ہوں نسیم
نہ امنگیں ہی رہیں دل کی نہ وہ جوش شباب
اسیر دام ہوں اٹکھیلیاں نہ کر مجھ سے
کبھی نہ اپنا ستارہ چمکا کبھی نہ دیکھا فروغ دم کا
شجر وہ ہوں جو ہے نخل ماتم ثمر وہ جس کا ہے ذائقہ سم
زمان نشو و نما سے پہلے تباہ جس کو کیا خزاں نے
صورت برگ خزاں دیدہ ہیں پامال جہاں
افسردہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہ
ہے تاسف یہاں میں کیوں آیا

ہزار گلشن دوراں میں گل کھلے نکلے — حسرت
غنچۂ دل کو کسی طرح نہ کھلانے دو — "
رو دیا ہم نے جو کوئی گل خنداں دیکھا — "
کچھ غم نہ اب خزاں کا نہ عشرت بہار ہے — "
ہم دوستو گئے بھی تو کیا گئے چمن میں — حالی
یعنی خزاں سے پہلے ہی دل شادماں نہ تھا — "
یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں — "
اپنوں ہی سے ہے حالی کچھ دل کدر اپنا — "
پھر تو ملنا کیوں کسی کا ہم کو خوش آنے لگا — خاموش
دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارمان بہت — داغ
ہم ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کدھر ہے یہ کہاں ہے — "
چمپا کھلا گلاب کھلا موتیا کھلی — "
کلیں تجھے نہ دیکھ سکے باغباں مجھے — درد
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے — "
لیٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ — ذوق
لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے — "
کچھ نہیں پروا جو دشمن آسماں ہوجائے گا — رنج
دیکھا کبھی نہ غنچۂ خاطر کھلا ہوا — رہبر
ہے بے صدا وہ چینی جس میں کہ بال آیا — سودا
خزاں میں خاک ہے سر پر بہار میں رونا — سوز
کس کو خوش آئے اگر طبع مکدر ہووے — "
خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے — "
جاتا ہوں یہاں سے میں مت مجھ سے ہو رنجیدہ — "
مرا گلشن دل خزاں سے اجڑ کر — سہیل
باغ جہاں میں مجھ کو بہار و خزاں ہی کیا — سخن
گل پژمردہ میں کب رہتی ہے رنگت باقی — سراج
صبا سے کہدو نہ میرے گلے کا ہار بنے — شاد
فسردہ طبعوں کی بزم غم کا بجھا ہوا سا چراغ ہوں میں — "
جو ہوں شگفتہ تو غنچۂ غم جو گل سمجھئے تو داغ ہوں میں — "
کبھی نہ لطف بہار دیکھے وہ گل وہ گلشن وہ باغ ہوں میں — "
کیا غرض ہم کو بہار گلشن ایجاد سے — شاکر
طاعت میں کچھ مزہ ہے نہ لذت گناہ میں — شگفتہ
اس جہاں میں مجھے نہ آنا تھا — شہید

افسردہ دل کو چرب زبانی سے کیا حصول / مُردہ کو کیا جو شمع بھی روشن ہو گور پر — عاشق

سیرِ گلشن ہو تو کیا بادِ نسیمِ سحری / لاکھ کھولے نہیں کھلتا جو ہوا بند مزاج — ״

افسردہ دلوں کی نہیں طینت میں عداوت / مُردوں میں تہِ خاک کدورت نہیں ہوتی — ״

ہم آکے گلشنِ ہستی میں کیا پھلیں پھولیں / دلِ حزیں و تنِ داغدار رکھتے ہیں — ״

گو سلطنت ملی مگر افسردگی رہی / میرا سریر تختۂ چوبِ قبور تھا — ״

میں ہوں وہ نخلِ خشک گلستانِ دہر میں / نے مژدۂ بہار نہ خوفِ خزاں مجھے — ״

ہجوم خانۂ دل میں ہے نامرادی کا / نہیں عزیز جگہ اس میں آرزو کے لئے — عزیز

ہوں میں وہ بیدل کہ جانِ دل ہی ہے بیگانگی / ہوں وہ سرگشتہ کہ پروائے سروسامان نہیں — ״

کیا انقباضِ غنچہ تبسم سے ہو نہاں / چھپتا نہیں ہزار میں چہرہ اُداس کا — ״

خانۂ دل میں مرے بار نہیں عشرت کو / کبھی آئی تو پھرا کرتی ہے باہر باہر — ״

نام و نمود کا نہیں ہم کو عزیز شوق / پژمردہ پھول کیا ہوسِ رنگ و بو کرے — ״

آرزوئیں دل کی ساری مرگئیں / اب یہ بستی ہو سکے آباد کیا — ״

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا / شورِ سودائے خط و خال کہاں — غالب

جہاں میں ہوں غم و شادی بہم ہمیں کیا کام / دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں — ״

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں / لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں — ״

گنجایشِ عداوتِ اغیار یک طرف / یاں دل میں ضعف سے ہوسِ یار بھی نہیں — ״

غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو / مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا — ״

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش / صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں — ״

اپنا ہے جی خفا تو سبھی جا ہے خفا / راحت وطن میں ہے نہ حلاوت سفر میں ہے — قطب

کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں مگر غلط / رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے — قائم

گرفتہ خاطروں کو زخمِ کاری ہے کشادِ دل / کرے وا ناخنِ دل عقدہ یہ بے میری مشکل کا — گویا

یارب نسیمِ لطف سے تیرے کہیں کھلے / دل اس چمن میں غنچہ سا کب تک رہا کرے — میر

کیسی ہوا کہاں کا گل ہم تو قفس میں ہیں اسیر / سیرِ چمن کی روز و شب تجھ کو مبارک اے صبا — ״

آئے بھی گر بہار تو کیا ہم کو اے صبا / ہم سے تو آشیاں بھی گیا اور چمن گیا — ״

ہم اسیروں کو بھلا کیا جو بہار آئی نسیم / عمر گزری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا — ״

اس گلشنِ دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں / ہوں غنچۂ افسردہ کہ مردودِ صبا ہوں — ״

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں / اس غمکدہ میں آہ دلِ خوش کہیں نہیں — ״

آزردہ خاطروں سے کیا فائدہ سخن کا / تم حرف سر کرو گے ہم گریہ سر کریں گے — ״

تا دمِ مرگ غم خوشی کا نہیں / دلِ آزردہ گر سلامت ہے — ״

اک آن اس زمانہ میں یہ دل نہ وا ہوا / کیا جانئے کہ میر زمانہ کو کیا ہوا — ״

بس تو افسردہ ہر چمن میں پھرا / غنچۂ دل مرا کہیں نہ کھلا — ״

اب تو افسردگی ہی ہے ہر آن / نہ وہ ہم ہیں نہ وہ زمانے ہیں — ״

غنچے چمن چمن کھلے اس باغِ دہر میں / دل ہی مرا ہے جو نہیں ہوتا ہے وا ہنوز — ״

افسردہ دلی

اپنے ہی دل کو نہ ہو واشد تو کیا حاصل نسیم / گو چمن میں غنچۂ پژمردہ تجھ سے کھل گیا — میر

سدا ہو خار خار باغباں اس گل کا جہاں باغ / اے عندلیب اس باغ سے کنجِ قفس بہتر — ״

مجھ کو اے عندلیب گل سے کس کو دماغ ہار / اے ہمصفیر [illegible] زیرِ نسیم — ״

مدت ہوئی ہماری [illegible] پڑی ہے اے نسیم / گل کھلے صد رنگ تو کیا بے پری سے [illegible] — ״

پھر نہیں کرنے دیا کہ وہ گلزار کا جانا کہاں / باغ گو سبز ہوا اب سرِ گلزار کہاں — ״

دل کہاں وقت کہاں عمر کہاں یار کہاں / کدھر جائیے اور کہاں بیٹھئے — مصحفی

بہلتا نہیں جی جہاں بیٹھئے / دلِ بستگی طبع کا مرغوب — ״

غنچہ ہے دل پریشانیٔ خاطر کا رسا / ہم کو اٹھنے نہ دیا آشیان — ״

اک روز اس چمن سے بہت بے دماغ ہیں / بلبل کے چہچہوں سے گریز کیا اے مصحفی — ״

رہ کر ہم اس چمن میں گل و خار سے کی پھریں / طبیعتیں تو گلبوں بہار گل — ״

جب جا چکی ہو باغ سے گلبوں بہار گل / اڑ کر قفس سے پھر میں گرفتار کیا کروں — ہجر میں

امید

امید

مصرع	مصرع	شاعر
کہدونگا صاف حشر میں پوچھیگا جب خدا	لاکھوں گنہ کئے تری رحمت کے زور پر	امیر
نشیمن بھی دیگا وہ فردوس میں	ترا جس نے ویراں مکاں کر دیا	"
فقط امید رکھتے ہیں نہ خالی یاس ہے اتنا	کیا پیدا خدا نے ہے وعید و وعدہ کا جوڑا	انشا
امید لطف و کرم خاکسار رکھتے ہیں	اے آفتاب کبھی ذرہ پہ وہ پوری ہو جائے	بحر
زندگی انسان کی امید پہ موقوف ہے	کچھ تو فرما دیجئے بندہ سے وعدہ جھوٹا سہی	"
راحت و رنج تمام اہل تعلق کے لئے	جب امید نہیں کوئی اے یاس نہیں	بیخود
کیا ہے وعدہ لا تقنطوا جو رحمت نے	اسی امید پہ اے کردگار ہم بھی ہیں	تسلیم
گل نے نہ تمنا کبھی بلبل کی نکالی	تمنا نہ امید رکھے صاحب زر سے	ذکی

عصیاں

مصرع	مصرع	شاعر
ہجر میں آرزوے باغ کسے	نکہت گل کا ہے دماغ کسے	مصحفی
دماغ اس شور ہستی کا کہاں نازک دماغوں کو	مگر اب خواب راحت زیر دامان عدم کیجے	ممنوں
جیوں یا مرچکوں یہ نزع کب تک	ادھر ہو جاؤں یارب یا ادھر ہیں	مومن
ابر بھی کھلجائے ہے دریا بھی گر تھم جائے ہے	دیدۂ پر نم کبھی تو بھی تو دم بھر خشک ہو	"
زندگی میں مزہ نہیں ہے نیر	زہر سا تلخ شہد ہستی ہے	نیر
ہم کو یکساں ہی رہا ہاں کیا خزاں اور کیا بہار	بے مزہ دل ہو تو دنیا میں مزہ کچھ بھی نہیں	مہر
چارہ ساز اندوہ اور حرماں کا کیا کرتے علاج	میرے پہلو میں دل اندوہگیں تو کب نہ تھا	"
دل افسردہ تجھ کو یکساں ہے	یہ خزاں و بہار کیا باعث	"
باغ میں پھولوں سے کر اٹھکیلیاں جا کر یہاں	جز دل افسردہ اے باد صبا کچھ بھی نہیں	"
غمگیں ہوں میں ایسا ہوس عیش جہاں سے	شادی میں مزہ پاتا ہوں میں رنج و محن کا	ماہ
جب دیکھئے اے ماہ نیا داغ ہے موجود	دل سینہ میں کس وقت مکدر نہیں ملتا	"
دل مردہ ہماری زندگانی تلخ کرتا ہے	جو عالم یاد آتا ہے اسے گور غریباں کا	"
رنج سے کتنی ہے مانوس طبیعت اے ماہ	دل میں ہم اپنے خوشی سے اسے گھر دیتے ہیں	"
جو نہیں جلسے میں باغ جہاں میں ہارے دل ہی کا رنگ کبھی نہ جما	چلی لاکھ طرح ہی نسیم و صبا یہ وہ غنچہ ہے جو کھلا ہی نہیں	مینکش
دل گرفتہ ہو کے خوش عالم سے ملتے ہی نہیں	جو ٹھٹھر جاتے ہیں غنچے پھر وہ کھلتے ہی نہیں	"
جو دل ہی ٹوٹ گیا کیا ہو شعر تر پیدا	ہوئے ہیں شاخ شکستہ سے کب ثمر پیدا	ناسخ
باغ ہستی میں ہیں بس نخل ماتم چاہئے	دے خوشی اوروں کو اے گردوں ہمیں غم چاہئے	"
جان دے کر بھی نہ افسردہ ہوے اہل کرم	ملک الموت کو سمجھے کوئی سائل آیا	نظم
اک دل جو ہے اداس تو محفل اداس ہے	جام شراب تلخ ہے شور رباب تلخ	"
وہ دن ہے کونسا کہ میں اندوہگیں نہیں	دل تو ہے سب کے پاس یہ آفت کہیں نہیں	"
بھلا ہوا افسردہ خاطری کا کہ حسرتوں کو دبا کے رکھا	بچایا وارفتگی سے اس نے لحاظ ناموس ننگ ہو کر	"
مٹی نہ کاہش جاں رنج میں نہ راحت میں	خزاں سے غم مجھے حاصل ہوا بہار سے غم	"
ہوس نظارۂ گل کی نہیں اے باغباں ہم کو	محبت خار کی دامن کشاں لاتی ہے گلشن میں	نصیر
یاس کی آس نہ ٹوٹے جبیں	آس کو پاس نہ آنے دیجے	نسیم
نہ ہے میر صحرا نہ گلگشت باغ	رہا جب نہ دل تو رہے کیا دماغ	وحشت
خانہ خرابیاں دل ناکام کی نہ پوچھ	اتنی ہے خستگی کہ غم یار بھی نہیں	"
عالم پہ ہے چھایا ہوا اک یاس کا عالم	یعنی کہ تمنا کے گرفتار رہے ہیں	"
بزم نشاط سے کبھی مجھ کو بھی تھی مناسبت	آج ہوئی ہے چشم تر ابر بہار دیکھ کر	"
دیکھ آئے آج وحشت خاطر شکستہ کو	بیچارہ زندگی سے تو اب ناامید ہے	"
مثل گل ہنس کے ہیں کبھی نہ کھلا	غنچہ ساں زیست سے خفا ہوں میں	وقار
کوئی کسی طرح کی نہیں ہے اے ہوس	سینہ میں میرے دل ہے کہ مردہ مزار میں	"
کبھی نہ میری تمنائے دل ہوئی حاصل	یہ نخل وہ ہے کہ جس میں ثمر نہیں آتا	"
اس وقت میں صیاد نے کی میری رہائی	اے دل نہ رہا سیر گلستاں کا مزہ جب	ہر برز

عصیاں کے ولولے کچھ گھٹتے چلے تھے لیکن	لاتقنطوا سنا کر پھر حوصلہ بڑھایا	ثاقب
کریم تیرے کرم پر غرور میں نے کیا	کیا قصور تو کیا کچھ قصور میں نے کیا	”
آغوش کرم دیکھ کے خالی سرِ محشر	مچلا ہے بری طرح گنہگار کسی کا	”
کریم اپنے کرم کا شمار کرلے آپ	حساب پوچھ نہ مجھ سے مرے گناہوں کا	جلیل
مار ڈالا ہائے جس امید نے	اور کہتی ہے کہ جینا چاہیے	حالی
تھامنے والی دلِ ناکام کو	کاٹنے والی غمِ ایام کو	”
ہوگیا فرہاد کا قصہ تمام	پر ترے فقروں پہ رہا خوش مدام	”
چھوٹ گئے سارے قریب و بعید	ایک نہ چھوٹی تو نہ چھوٹی امید	”
دیکھ اے امید ہم سے کیجو نہ تو کنارا	تیرا ہی رہ گیا ہے لے دے کے اک سہارا	
ناؤ ڈوبے یا کہیں کھیوا ہو پار	تیری حد بھی ہے کچھ اے طولِ امل	
ہر سخن میں گرچہ سو پہلو بچاتا ہوں مگر	آرزوئیں ٹپکی پڑتی ہیں مری تقریر سے	داغ
نہ رکھو چرخِ دنی سے عروج کی امید	جو توڑ لاؤ سحر عرش کے بھی تارے تم	سحر
صلائے عام ہے درگاہ کبریا میں سفیر	بشر کو چاہیئے امیدوار بن کے رہے	سفیر
پھر بہار آتی ہے تجھ میں اے گلستاں غم نہ کھا	وہ چلی آتی ہے فوجِ عندلیباں غم نہ کھا	سوز
اس کے دینے کے ہیں ہزاروں طریق	رحمتِ حق سے ناامید نہ ہو	تسیم
اٹھیں گے مزے زندگانی کے اب تو	زباں پر تری حرف لاتقنطوا ہے	صابر
کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ	ہم کو جینے کی بھی امید نہیں	غالب
منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید	ناامیدی اس کی دیکھا چاہیئے	”
اے فدا در پے ہر رنج ہے راحت موجود	توڑ ناداں نہ توقع کرمِ یزداں سے	فدا
زاہد تو بخشے جائیں گنہگار منہ تکیں	اے رحمتِ خدا تجھے ایسا نہ چاہیئے	مضطر
سعی کس کس امید کی کیجیے	آدمی ایک اس لئے کیا ہو	مجروح
سدا بہار ہے باغِ جہاں میں نخلِ امید	ہر ایک شاخ گر بارور نہیں ہوتی	مہر
ناکامیوں سے گو ہوئے رسوائے خلق ہم	اشکوں سے ہے امید کہ وہ آبرو کریں	نواب
مختصر مرحلۂ طولِ امل کیا ہوگا	قطع یہ سلسلہ بے تیغِ اجل کیا ہوگا	نظم
طولِ امل پہ دل نہ لگانا کہ اہلِ بزم	جائیں گے ناتمام یہ افسانہ چھوڑ کر	”
گریز چاہیئے طولِ امل سے سالک کو	سنا ہے راہ یہ جاتی ہے راہزن کی طرف	”
اسی امید پہ ہم دن خزاں کے کاٹتے ہیں	کبھی تو بادِ بہار آئے گی چمن کی طرف	”
بچھڑ کے اس سے نہ کیوں ہو امید ملنے کی	سنا ہے روح کو آنا ہے پھر بدن کی طرف	
یکتا یہاں نہ زہد، نہ تقوے، نہ بندگی	امید مغفرت ہے فقط اُس کی ذات سے	یکتا

انسان

اشرف المخلوق گردانا اسے اللہ نے	ورنہ آدم کی حقیقت کیا تھی مشتِ خاک تھا	آصف

انسان

حکمت سے ہے یہ خاک کا پتلا بنا ہوا / نور آنکھ میں ہے اس کی تو مغز استخواں میں ہے	آتش
نافہمی اپنی کرتی ہے انسان کو ذلیل / [illegible]	”
[illegible]	”
سمجھے جو آتش [illegible] یہ خاک کا پتلا [illegible]	”
نہیں [illegible] [illegible]	”
[illegible]	”
انسان کو [illegible] ہے [illegible]	”
سمجھے سبک [illegible] جو انسان میں نہیں	”
جوہر وہ کون سا ہے جو انساں میں نہیں / [illegible] یہ پتلا خاک کا خالی	”
[illegible]	”
یہی وہ گروہ ہے جب [illegible] / [illegible] حقیقت آدم سے مطلع	”
ہو وے [illegible] منفعل عمل ناصواب سے	انس
شیطاں ہو منفعل عمل ناصواب پر / [illegible] حضرت انسان پر	”
کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر / [illegible] لعنت کریں شیطان پر	”
فعل بد تو ان سے ہو لعنت کریں شیطان پر / [illegible] جب اٹھا انسان پر	”
ہوا و ارض پہ اٹھا نہ جب / بار امانت خالق ذوالمنن کا بوجھ	نسل [illegible]

انسان

انساں سے فیض یاب ہیں انساں جہان میں
گر غور کیجئے تو یہی ہیں خدا کے ہاتھ — اشک

کیا شرف خاک کے پتلے کو خدا نے بخشا
کام نیکی کے ہزاروں ہیں بشر سے نکلے

دیکھئے تو اسی میں ہے سب کچھ
کون کہتا ہے کچھ بشر میں نہیں — امیر

آب ہی سے ہے آبرو گوہر نایاب کی
آدمیت ہی سے ہے کچھ امتنان آدمی — آبرو

حور کی ہے نہ کچھ پری کی تلاش
ہم کو گر ہے تو آدمی کی تلاش — تسلیم

اے زمیں مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ
آسماں کا طرۂ دستار ہوں — ذہین

انساں کی قدر ہوتی ہے معلوم بعد مرگ
سچ ہے کہ کھو گیا کوئی لوح مزار پر — امجد

پتلا نہیں ہے خاک کا یہ نقش آب ہے
آدم کی شکل کیا ہے یہ شکل حباب ہے — رفعت

دنیا ہی کی تشویش میں رہتا ہے شب و روز
انساں کو کچھ اس واسطے پیدا نہیں کرتے — باقی

قدر کیا انساں کی ہو جب لباس ظاہری
خاک کی تصویر کو لے مختصر رونق بہ ہے — مختار

نسل بڑہی آدم کی انشا کون کسی کو پہچانے — اشک
بزم حیرت میں نہیں مردم بے ننگ کا کام
دیا خدا نے یہ اس مشت خاک کو رتبہ
آدمی خاکی طلسم قدرت اللہ ہے
عجب بخشا خدا نے ایک مشت خاک کو رتبہ
دشمنی اس آدم خاکی سے کفر محض ہے
حال انساں نہ کھلے اہل نظر پہ کیونکر
طبیعت کوئی خالی ضد سے ہو یہ غیر ممکن ہے — امیر
ترکیب بدن کم نہیں ترتیب غزل سے
مرد ناداں کو نہیں ہوتی تمیز خوب و زشت
رحم آئے خلق کو خالق کرے عصیاں معاف
خود نمائی کرتی ہے انساں کو مردود خلق — آبرو
کیسا کیا خدا نے عناصر سے تن درست
کیا ہوائے کبر ہے دعوئے خدائی کا کیا
اتفاق انساں میں کیونکر ہو سوائے اختلاف — تسلیم
عجب نافہم ہیں ڈرتے ہیں جو انسان مردود سے
اپنے نزدیک کہیں سگ سے وہ بدتر ہی امیر
رسم حیواں اور ہے آئین انساں اور ہے — ذہین
کیا چشم کم سے چار عناصر کو دیکھئے
جسم خاکی پھر نہ نکلا گور میں جا کر اسیر
بڑے ناداں ہیں وہ بندوں کو جو مجبور کرتے ہیں — امجد
چار عنصر سے بشر بنکے ہوا فتنۂ دہر
سہو و نسیاں سے خمیر گل آدم ہے امیر
نیک ہے کوئی بساط دہر میں، ہے کوئی بد — رفعت
تن خاکی میں ہے یوں روح پابند
بڑا رتبہ ہے انساں کا نہ مشت خاک اسے سمجھو
تجھے ہی ہر کس و ناکس سے آدمیت شرط — باقی
انساں کو کیسے کیسے خدا نے دئے شرف
جو عدو اسکا ہے شیطاں کی طرح مردود ہے
اُس سے بھی یہ آدمی ہے بدتر — محو
مرد جو ہیں ان کو کیا آرائش ظاہر سے کام
آفاق میں سب کو نہ سمجھ سفلہ طبیعت
بدلے گا کیا طبیعت انسان کا خاصہ

باعث کثرت ہمدگر کے ناتے رشتے بھول گئے — انشا
بحر تصویر میں کس روز شناور اترا — امیر
سپہر قدر ہوا، آسماں جناب ہوا
عرش کیا، تالامکاں اسکا گزارا ہوگیا
ہوے ساجد فرشتے سر جھکا کر پائے آدم پر
کی جو سجدے سے اِبا، ابلیس مرتد ہوگیا
استخواں قرعۂ رمال ہے پیشانی کا
تن انساں ہے پتلا خاک و آب و باد و آتش کا
ہیں پانچ حواس اپنے مخمس کے برابر
دیو ہے شکل معلم دیدۂ اطفال میں
سچ ہے دیوانے سے دنیا میں کوئی عاقل نہیں
مور ہے رقاص لیکن قابل محفل نہیں
کیا باغ ہے کہ جس میں ہیں چاروں چمن درست
فتنۂ عالم حقیقت میں یہ مشت خاک ہے
ہے طبیعت مختلف بے شبہ چار اضداد کی
کہاں جوہر برش کا اس میں جو تلوار بیدم ہے
ہاتھ اٹھائے اگر انسان وفاداری سے
چشم جاناں اور ہے چشم غزالاں اور ہے
پنہاں ہے خاک و آتش و آب و ہوا میں روح
کیا کھلونے کی طرح سانچے میں ڈھل کر رہ گیا
ملا ہے اختیار ان کو امور اختیاری کا
یہ عجب نسخۂ معجون مرکب نکلا
آدمیت کا کیا کام جو انساں بھولا
رخ کی سیدھی چال ہے فرزیں کی ہے رفتار کج
حباب آب میں جیسے ہوا بند
یہی ہے دخل ہے جسکو خدا کے کارخانہ تک
جہاں میں دیدۂ مردم شناس ہو کہ نہ ہو
ہر گنج کا طلسم یہ مشت غبار ہے
خاک ہے انساں، ملائک کا مگر مسجود ہے
شیطاں کا جہاں میں نام بد ہے
عورتوں کو چاہئے ملبوس و زیور کی طمع
شاید ہو ہما بھی کوئی انبوہ مگس میں
شیریں نہ ہو کبھی وہ ترش جو انار ہے

مختار خیر و شر کا کیا ہے ہمیں گر	ہے اختیار اسکو ثواب و عذاب ہیں	بحر
کیا خبر تھی مجھے اے بحر کہ دریا ہے سراب	جسکو سمجھا ہوں ہیں سب کچھ وہ بشر کچھ بھی نہیں	"
کس نور کی ہے جلوہ گری مشت خاک میں	پریوں کے ہوش اڑتے ہیں انساں کو دیکھ کر	"
کچھ سمجھ بوجھ کے انسان سے انسان ملے	کوئی سمجھا جو اسے موم وہ پتھر سمجھا	"
کوئی لباس بشر کے لئے نہ زیبا تھا	پسند خاص عناصر کا چار جامہ ہوا	"
نسباً فرق نہیں ایک ہیں ابنائے جہاں	ایک ہی ماں کی اور اک باپ کی اولاد ہیں سب	"
چار سو ہے انھیں کا لکھ پڑا	یہ عناصر کے ہیں جو چار درخت	"
کوئی چشم حقیقت کھول کر دیکھے تو اے بیدل	تماشا خاک کے پتلے میں پنہاں ہے خدائی کا	بیدل
خدا ہی بدلے تو ممکن ہے رنج راحت ہو	ہمارے قابو کی راتیں نہ اختیار کے دن	بیدم
انساں جو فرشتہ ہو لباس بشری میں	وہ آ نہیں سکتا ہے قیاس بشری میں	بازغ
مو مرتبہ جانچیں جو تری کنہ حقیقت	سو تفرقے پڑ جائیں حواس بشری میں	"
میں جس کا فدائی ہوں وہ انسان ہے لیکن	اک نور مجسم ہے لباس بشری میں	"
الفت ہی کی بنیاد پہ قائم ہے یہ دنیا	الفت ہی کی مٹی ہے اساس بشری میں	"
کہتے نہیں دیتا بشریت کا تقاضا	کیا کہئے کہ کیا کیا ہے قیاس بشری میں	"
انساں نہیں وہ کبر میں جو مبتلا ہوا	شیطاں کہیں خلیفۂ رب العلا ہوا	پرتو
حقیقت میں خدا ہی جانے تسلیم	بظاہر تو سراپا ہے بشر ہیچ	تسلیم
بے حقیقت نہ جان اے تسلیم	مظہر قدرت خدا ہوں میں	"
جامہ میں بشر کے بھی جو سرمست ہوا ہیں	کیا سمجھیں گے ذی فہم یہ انسان ہیں کیا ہیں	تشنہ
دیکھے تو کوئی چشم بصیرت سے تماشا	کونین کے ہر ذرہ میں ہم جلوہ نما ہیں	"
گو خاک کے پتلے ہیں پہ ہمت بھی تو دیکھو	مخلوق الٰہی کے ہمیں کام روا ہیں	"
نور خدا کو لائے زمیں پہ اتار کے	پتلے تو خاک کے ہیں مگر کس بلا کے ہیں	تحقیق
جہاں میں نقش و نگار خیال کی صورت	رہا ہیں یا نہ رہا میرا اعتبار نہیں	توفیق
سمائیں خواہشیں کیسی بشر کی فطرت میں	یہ جزو خاک ہوا شامل ہوا کیونکر	"
چار دن کے واسطے حسرت سرائے دہر میں	میں جو تھا بھی صورت مہمان کیا تھا کچھ نہ تھا	"
تھا ہماری ذات سے وابستہ نیرنگ ظہور	گر نہ ہوتے ہم تو یہ امکان کیا تھا کچھ نہ تھا	"
تہمت ہستی ہے مجھ پر صرف مانند سراب	ورنہ ہوں معدوم محض و رحمت میں بدنام ہوں	"
مرغ قدسی ہوں اسیر عالم اجسام ہوں	ہوں اگر آزاد بھی تو پائے بند دام ہوں	"
رات دن جو خواب و خور میں کرتے ہیں اوقات صرف	آدمی ان کو نہ کہئے وہ تو گاؤ میش ہیں	تراب
مثل حیواں خواب و خور میں جسکی ہو اوقات صرف	آدمی اس کو نہ کہئے وہ تو پورا بیل ہے	"
آدم کو ملک کہتے تھے کیا خاک بنے گا	سمجھے نہ کہ سرتا قدم ادراک بنے گا	"
انسان بہت کم نظر آتے ہیں جہاں میں	حیواں تو بھرے ہیں سبھی اس دیر کہن میں	"
کھول کر آنکھ کر کے صاف نگاہ	دیکھ کیا بنا ٹھنا ہوں میں	"
اس میں کچھ شک نہ بوجھو واللہ	مظہر ذات پاک انساں ہے	"

انسان

کوئی دیکھ سکتا نہیں آن تیری / اگر دیکھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں	تراب
جس میں انسانیت نہ ہو کچھ بھی / وہ تو حیوان ہے شکل آدم ہے	"
نہیں اس سے زیادہ کوئی نادان / جو بندہ اپنے تئیں مختار جانے	"
فاعل مختار ہے اللہ جو چاہے سو کرے / بندہ بیچارہ سراپا عاجز و معذور ہے	"
فی الحقیقت کچھ نہیں یارو کسی کا اختیار / بندہ مجبور کو کہتے ہیں تہمت اختیاری ہوئی	ثاقب
کعبہ میں حرم میں کیا دیر میں ہے / جو کچھ ڈھونڈا وہ پایا آدمی میں ہے	"
ارے کور پر ہوش موسیٰ کے جس سے / وہ جلوہ بشر میں نہاں دیکھتے ہیں	"
خاک کا پتلا نہ سمجھے آدمی کو آدمی / دست صانع نے بھرے ہیں اس میں جوہر کوٹ کر	"
خاک کا پتلا ہے انساں خاک میں مل جائے گا / خاک اس کی ابتدا ہے خاک اس کی انتہا	جادو
[illegible] اعدا سے کیا رہے محفوظ / جب مرکب ہے [illegible]	

انسان

تونے انسان کو دیا ہے شرف — یا خدا تیری شان کے صدقے

ادب سے ہوتی ہے انساں کی ہر جگہ توقیر — گرا نگاہوں سے فوراً جہاں ہوا گستاخ

پنجروزہ ہوئی دنیا میں حیاتِ انساں — اور جینا تو خدا جانے [illegible]

جو کام کسی سے بھی نہ ہوا [illegible] — واللہ عجب چیز ہے دنیا میں بشر بھی

آدمی سب ایک ہیں لیکن طبائع مختلف — [illegible] ایک صورت ایک صورت کے خلاف

[illegible]

مجاز و حقیقت سے ہم ہیں برابر — ہستی ہماری مثال سراب

[illegible] گوہر کو جوہری [illegible] — ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو دیکھے

نہ فکر ہے دنیا کی نہ دین کی تلاش — اس ہستی موہوم میں کس کام کا ہوں میں

یا حقیقت تھی مری کیا ہو گیا — ہائے انسان [illegible]

جھنگی

نہ کرتا گر فلک مجبور اس کو
گنہ کرتا ہے اور ابلیس پر الزام دھرتا ہی
لپٹ جاتا ہے وہ جن بنکے جسکو آدمی کہئے
بیکار مشک و عود ہیں خوشبو اگر نہیں
حاملِ بارِ عشق یہ ٹھیرا
بندہ نوازیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی
حور و غلمان و پری میں وہ کہاں ناز و ادا
لے گئے خاک کے پتلے ہیں ملائک پہ شرف
کیا خلاق نے ہے اشرف المخلوق انساں کو
کیسی خطا، کہاں کے گنہ، خیر ہیں تمام
ہیں عبادت کے لئے پیدا ہوا اور دہر میں
کس قدر مجبور کر کے اس نے رکھا ہے ہیں
جبھی تک عکس قائم ہے کہ آئینہ مقابل ہو
قدسیوں سے کون بازی لیگیا
عکس ہے آئینۂ دہر میں صورت میری
انسان کمی کچھ نہیں کرتا ہے بدی میں
کبریائی کا بھی جلوہ ہے بشر میں شاید
فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا
باغ کثرت میں نظر آتی ہے وحدت کی بہار
جو نہ سمجھا آپ کو ہوگا وہ کیونکر آدمی
اتارا شان میں لولاک جسکی وصف خالق نے
سنگ چکی کا ٹھہر جاتا ہے چلتے چلتے
ساتھ خلقت کے ہی دنیا کا ضرر پیدا ہوا
آدمی بنکر ہوا فخرِ زمین و آسماں
ظاہرا مخلوق کل آدم کی صورت ہی ولے
دنیا و دیں کے کاروبار اپنا نہیں ہے اختیار
کیا غضب ہے نہیں انسان کی انساں کو قدر
اخوان شیاطیں ہیں یہ مست مے پندار
اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
آدمیت اور شئے ہے علم ہے کچھ اور چیز
یاد رکھنا شرط اور مشروط ہے
ہوں اعتبار ہستی ناپائدار کا

رنج — نخن — " — " — " — مالک — " — سودا — " — ریاض

خدا جانے یہ بندہ کیا نہ کرتا
کرو انصاف تو انساں ہی خود استاد شیطاں کا
طریقہ اٹھ گیا دنیا سے کیسا آدمیت کا
انسانیت سے ہے جو بری وہ بشر نہیں
اے ملک طاقت بشر کو دیکھ
جزو ضعیف محرمِ اسرارِ کل ہوا
دلربا ہوتے ہیں یہ حضرتِ انساں کیا کیا
کیا فرشتوں میں ہے جو حضرت انساں میں نہیں
ملائک سے کہیں بڑھکر تھے بے شر گر بشر ہوتے
یاں ایک ذرا سا دل ہی نہیں اختیار میں
میں نہیں سمجھوں تو کیا سب کچھ ہوا میرے لئے
سو رہی ہے اپنی قسمت ہم جگا سکتے نہیں
ہماری یہ حقیقت ہے ہماری اتنی ہستی ہے
یہ بشر ہے یہ بشر کا کام ہے
کچھ حقیقت نہیں اتنی ہے حقیقت میری
بدنام عبث نام ہے شیطانِ لعیں کا
کرتا ہے پردۂ انساں میں وہی نور گھمنڈ
گر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ
دیکھے انسان اگر اپنی حقیقت کیا ہے
آدمی ہوتا ہے اپنے کو سمجھکر آدمی
ملک سے بڑھکے رتبہ ہو گیا ہے دیکھو انساں کا
جستجو سے نہ کبھی تھک کے یہ انساں بیٹھا
جو بشر پیدا ہوا ساتھ اُسکے شر پیدا ہوا
اس قدر دی حق نے خوبی قطرۂ ناپاک میں
غور کر باطن سے کوئی دیکھے تو انساں ورے
ہستی ہماری ہے عدم عقل کہاں ہی ہم کہاں
ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انساں ہوتا
کیا حضرتِ آدم کی بھی اولاد غضب ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لئے
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا
آدمیت آدمی کے واسطے
یا چاند تا چراغِ سرِ رہگزار کا

جنوں — " — جرار — جوش — " — جرأت — جوہری — " — " — جویا — جلیل — " — " — " — حیرت — " — حالی — حق نما — " — حسین — خلیل — خوشدل — " — خاموش — " — داغ — ذوق — " — " — " — رند — راجی

بھر پینگی قاف میں کسطرح پریاں دم نہ انساں کا	یہ مشت خاک آئینہ ہے حسن پاک یزداں کا	سراج
چشم باطن سے گر کوئی دیکھے	مظہر ذات کبریا ہیں ہم	سید
حضرتِ عشق کی بنا ہیں ہم	جلوۂ کن کی ابتدا ہیں ہم	"
کیا ہوں میں پیش خدا اے سید	ہے صدف ہیچ گہر کے آگے	"
آدم کی ہے وہ شان کہ سجدہ نہ کرتے	شیطاں کا بارگاہ سے جاتا رہا عروج	"
ہژدہ ہزار خلق پہ تجھ کو دیا عروج	اس سے زیادہ پائیگا تو اور کیا عروج	"
نام اپنا ہے اشرف المخلوق	اور پھر کیا کہیں کہ کیا ہیں ہم	سعید
ہم ہیں اسرار خلق عالم کے	مظہر ذات کبریا ہیں ہم	"
مسئلہ ہم سے پوچھو وحدت کا	ابتدا اور انتہا ہیں ہم	"
اپنی ہی شکل دل میں دیکھتے ہیں	فارغ از فکر ماسوا ہیں ہم	"
مجبور ہیں ہم مالک و مختار ہے وہی	ہم کو تو اعتقاد قضا و قدر کا ہے	"
یقیناً آدمی وہ ہے کہ جس میں آدمیت ہو	مودب ہو مہذب ہو خلیق و با مروت ہو	"
پیدا اللہ نے کی میرے لئے ہر نعمت	اور بنایا پے شکرانۂ نعمت مجھ کو	"
قصۂ حضرت آدم ہے جہاں میں تازہ	بس میں ابلیس کے ہیں حضرت انساں ابتک	سفیر
آدمی کو خاک سے پیدا کیا	دیکھئے ادنے کو کیا اعلےٰ کیا	شیریں
ہیں ملائک زیر فرماں دیو جن کیا چیز ہیں	حق نے دنیا میں کیا کیا مرتبہ انساں کا	شفق
آدمیت جسے کہتے ہیں یہی معنے ہیں	چاہئے رکھے بکردار و بگفتار لحاظ	شاداں
ہوں حباب اس خاک کے پتلے کا کیا ذکر ثبات	ہوگیا دم میں ہوا گویا طلسم باد تھا	شہید
میرے طالع کو جو استاد ازل نے لکھا	انہٗ کان ظلوماً و جہولاً نکلا	"
قدرت حق کہ ہے اک حسن عمل کا پتلا	ہیچ ہے انسان حقیقت میں ہے کل کا پتلا	"
طائر باغ قدس ہوں لیکن	یاں بھی اک چند آب و دانہ تھا	"
گرچہ کہنے کو تو ممکن ہے مگر تونے ہیں	قدرت واجب کا نقشہ اے بشر دکھلا دیا	"
جو فرشتے سے نہ ہو اس سے بن آتے ہیں وہ کام	کیا طلسمات ہے یہ خاک کا پتلا دیکھو	شاہ
عابد ہوا زاہد بھی ہوا شیخ زمانہ	سب کچھ ہوا پر حضرت انساں نہیں ہوتا	"
ہے خیر و شر سرشت میں انساں کے لازمی	کیونکر نہ ہووے اسکو صواب و خطا سے ربط	شائق
ہوتا ہے وہی جو کہ مشیت ہے خدا کی	ہو اس میں تصرف نہ نبی کا نہ ولی کا	"
کچھ مصلحتِ حق میں نہیں چارۂ انساں	واقف ہے وہ اسرار خفی اور جلی کا	"
غفلت اپنی دوستو حاشا کہ یہ عمداً نہیں	ہم کو خلاق ازل نے بے خبر پیدا کیا	"
پایا نہ اک وضع پہ فرد بشر کوئی	آئے نظر جہان میں انساں نئے نئے	"
سہو و خطا سے کیا کوئی محفوظ ہو سکے	وہ کونسا بشر ہے کہ جو بے قصور ہے	"
آدمی کو خاک سے پیدا کیا	دیکھئے ادنے کو کیا اعلےٰ کیا	"
علم و تواضع و ہنر و داد و دیا حق	جس شخص میں یہ وصف نہیں وہ بشر نہیں	شیر
ہوا مد نظر جلوہ جو تجھ کو دیکھنا اپنا	بنایا خاک کے پتلے کو تونے آئینہ اپنا	صابر

انسان

کیا دیکھوں اپنی شکل کہ اس جسم کے سبب مٹی کے ڈھیر میں مری خوبی نہاں ہے اب	صابر
پیدا تو کرو آنکھ کو دیکھو ہمیں صابر ہم عرش معلے سے بھی بالا ہیں زمیں پر	"
	مظفر
قدرت کی طاقتوں کو دست قضا ہی روکے انساں کی کوششیں ہیں بیکار اور معطل	ضیا
جسطرح پھول ہے کانٹوں میں زباں دانتوں میں بشر اس طرح بروں میں ہے رہے اچھا بنکر	طاہر
خدا نے اسکو دی ہے زیب و زینت عقل و دانش سے پتلا خاک کا محتاج کب ہے رنگ و روغن کا	ظفر
کون تھا بار امانت کا اٹھانے والا گرچہ دنیا میں نہ ہوتا ظفر انساں پیدا	نعیم
یہ طاقت ہے کہ قدرت ہو اسی ناچیز مٹی میں فلک سے جو نہیں اٹھا سکے انساں اٹھاتے ہیں	"
جب بند ہوئی آنکھ کھلا حال کہیں بھی سب پرتو انوار تجلے سے قدم تھا	عرش
آدمیت کسی ہم جنس میں اسے عرش نہیں حیف کوئی نہیں اس عہد میں انساں باقی	"
واہ کیا خاک کو خالق نے ہے عزت بخشی جس سے انسان عجب ماہ لقا بنتے ہیں	علی احمد
برائے نام	

انسان

میں کارخانۂ حکمت میں ہوں عجب نسخہ
کہیں شفا ہوں کہیں درد لا دوا ہوں میں — قربان

بزم عالم میں ہیں ... ہیں ہم
شمع ایجاد کی ضیا ہیں ہم — "

کچھ نہ پوچھو ... کیا ہیں ہم
کہیں فانی کہیں بقا ہیں ہم — "

ہے حدوث و قدم ... ہیں ہم
کہیں فانی کہیں بقا ہیں ہم — گویا

کیوں نہ روئیں ... اس ایک مشت خاک ہیں
... — لائق

... وفادار کنار اب
... بکار اب — "

... فعل ہوں
... — معجب

لاقت ... متعدد ... البشر
... اولاد ... — "

شیطاں کی نسل خاص ہے بندہ شر ... کا
... — "

لازم ہے ... ذلیل و رسوا
انجام ... — "

مرتبہ ... حضرت انساں اپنا — جان زبیا

برائے نام بنا گرچہ فاعلِ مختار
ہوں خاک کے پردے میں چراغِ تہِ دامن

نہ یہ مجبور نہ مختار نہ عاجز نہ قوی
کیا ہے کیا اللہ اکبر رتبۂ آدم ہوا

جو بے مروت و بے مہر ہے وہ ہے حیواں
پہنچا یہ وہاں تک کہ ملائک رہے عاجز

ہیں ملائک جن سے حیرت میں سدا
پہنچا نہیں جس جا کوئی اس جائے یہ پہنچا

بشر کا حال یہی ہے طلسم دنیا میں
کیا فرشتہ ہے کہ یہ باز رہے عصیاں سے

مجبوریٔ بشر ہے انساں کی ہے خطا کیا
بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو
یک بینی و دو گوش نہیں معنیٔ انساں

آج کل جامۂ انساں میں ہیں شیطاں اکثر
حیف کی جا ہے کہ پھر بندۂ شیطاں ہو جائے

رنج اٹھاتا ہے زمانے میں بشر بھی کیا کیا
خاک و باد و آب و آتش سے بنایا ہی اسے

یہ قوت رکھ کے بچتا ہے گنہ سے
دیکھیں ذرا ملائک رفعت تو خاکیوں کی

اگر کچھ بھی نہیں ہے آدمیت
قدم کے قدموں سے میں جدا ہوں حدوث کے ہاتھ سے فنا ہوں

ارم کی ہستی کا میں مکیں ہوں بقا جہاں ہوں فنا وہیں ہوں
لاحول ولاقوۃ انسان کی کیا قدرت

یوں تو پتھر بھی کچھ پسیجتا ہے
سچ تو ہے حضرت انساں ہیں بڑے خود مطلب

جو ہر انسان کا ہے سہو و خطا
دیکھو بشر میں صنعت خلاق روزگار

قید تعینات سے آگاہ ہے وہی
اٹھا سکے نہ ملائک بھی جس امانت کو

مسجود قدسیاں ہوا محبوب کبریا

مگر نہ دخل مجھے کوئی خیر و شر میں رہا — عالم
ظاہر ہوں نہاں ہوں نہ کھلا ہوں نہ چھپا ہوں — عزیز

نظر غور سے دیکھا تو بشر کچھ بھی نہیں — "
در حقیقت دیکھیے تو ایک مشت خاک تھا — عاجز

ہے آدمی وہی جس میں ہو کچھ مروت بھی — "
پیدا کیا اللہ نے کیا چیز بشر بھی — عاشق

کام بن آئے ہیں وہ انسان سے — "
خالق نے کیا رتبۂ اعلیٰ وہ بشر کا — "

کبھی بقا کے لئے ہے کبھی فنا کے لئے — غافل
بشریت ہے جو ہوتی ہے خطا انساں سے — "

مختار اور کوئی ہے اس نے گنہ کیا کیا — غالب
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا — "

انساں ہوں میں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں — "
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں — "

جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں — فیض
انسان جنھیں کہتے ہیں وہ لوگ جدا ہیں — فدا

گو ہیں انسان مگر جامۂ انساں میں نہیں — "
یہ وہ انساں ہے ملائک کا جو مسجود ہوا — فروغ

غم کا پتلا یہ ہوا خاک کا پتلا نہ ہوا — "
حق نے مجمع کر دیا انسان میں اضداد کا — فوق

ملک سے بڑھ کے رتبہ ہے بشر کا — "
اہل زمیں کے تابع ہیں آسمان والے — "

تو پھر انسان بھی ہے جانور رصاف — قدر
جما ہوں پر خاک سے ملا ہوں و نقش ہوں پائے کن فکاں کا — "

ہزار اٹھوں میں تو کچھ نہیں ہوں غبار ہوں صحن لامکاں کا — "
خم کر نہ سر خدمت شاگرد ہو شیطاں کا — "

چاہئے ہے دل بشر میں درد — قلق
جب دئے رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا — "

ایک بے عیب ہے تو ذات خدا — "
سب ایک ہیں مگر ہیں شمائل الگ الگ — قربان

عارف کے دل سے پوچھئے جا کر بشر کا حال — "
رکھا وہ سر یہ مرے حق نے کوہِ غم مخصوص — "

قدرت خدا کی ہے کہ یہ رتبہ بشر کا ہے — "

انسان

جان دنیا کی ہے یہی انسان
خلقت آدم نہ تھا بچوں کا کھیل
کس کام کا دنیا میں ہے جاہل انساں
ہے سگ دنیا ہی یہ انسان کی حد سے جدا
فتنہ و شر میں بھی اس انساں سے بڑھکر ہے کون
فرشتہ سے یہی انساں ہے بہتر
اور حیوانوں کے ہیں افعال و فطرت مستقل
مردہ وہ زندہ ہے جو ہے بیکار
کیا نیک و بدعمل سے بدلتی ہیں صورتیں
کوئی اس دور میں جیئے کیونکر
یہ سارے آب گل کی صورتیں ہیں صورتیں اسکی
بشر وہی ہے کہ برداشت ہو ہر اک شئے کی
غافل کبھی تو غور سے شکل بشر کو دیکھ
ایک سے خلق میں پیدا نہیں ہوتے ہیں بشر
بشر کا رتبہ ملائک پہ گر عیاں ہوگا
وہی جانے کا خمیر آب و گل کیا چیز ہے
ہم تو سمجھے تھے کہ انساں ہے سراسر مٹی
فقط مٹی کا پتلا ہے نہ سمجھو اسکو انساں ہے
ظاہر میں دیکھنے کو ہیں گو دھان پان سے
انسان کو لازم ہے کہ فرعون نہ بنجائے
انسان نہیں جس میں نہ ہو خاصیت انساں
نہ مجھ سے پوچھو تم انسان کیا ہے
نہیں آسان کسی علم کا آساں ہونا
وہی تو احسن تقویم میں ہوں
اسیر چاہ بابل وہ ہوے یہ عرش تک پہنچا
ظہور نور عیاں ہر بشر سے دیکھتے ہیں
غافل کبھی تو غور سے شکل بشر کو دیکھ
جب کبھی مصنوع میں صانع کا عقدہ کھلتا ہے
ہیں فلک پر ماہ و اختر دیکھنے کے واسطے
تکبر علم کا ابلیس کو تھا ہو گیا ملعوں
لباس آب و گل سمجھو نہ میرے جسم خاکی کو
وہی جانے کا خمیر آب و گل کیا چیز ہے
مجھ سے مت پوچھئے اک بھید ہے کیا بتلاؤں

اور انسان کی ہے جان دماغ
فائدہ تھا کچھ تو اس ایجاد میں
جو ان میں بھی بے علم ہے سافل انساں
نوع عالی اور ہے حیوان سافل اور ہے
جو نہ شیطاں سے ہوتے تھے کام وہ ہم سے ہوے
جو دل ہے پاک نیت بھی نظر بھی
ہیں مگر کتنے مخالف فعل آدم زاد کے
چوب ہے وہ شجر جو لائے نہ بار
شیطاں ہیں ہم فرشتہ ہیں ہم انس و جاں ہیں ہم
ملک الموت ہے ہر ایک بشر
خدا نے خلق انساں کو کیا ہے اپنی صورت پر
جہاں میں چاہئے انساں کو بردبار بنے
کچھ اور شکل ہے یہ فقط ما و تو نہیں
ہے برا کوئی تو اے جان کوئی اچھا ہے
زمیں یہ سر پہ چڑھیگی کہ آسماں ہوگا
جو کوئی اصل بشر کا راز داں ہو جائیگا
غور سے دیکھا تو اک نور کا پتلا نکلا
کسی خورشید نے چھپ چھپکے دکھلایا ہے یہ ظل کو
ہم ڈھونڈھ ڈھونڈھ لائیں تمھیں لامکان سے
ہر شخص کبھی مونس عمراں نہیں ہوتا
یک بینی و دو گوش سے انساں نہیں ہوتا
کوئی شکل بشر میں آگیا ہے
تربیت پاتا ہے انسان بڑی شکل سے
فرشتوں نے جسے سجدہ کیا ہے
فرشتے فخر کیا منہ ہے جو لیجائینگے انساں پر
خدا کو ہم بخدا اس نظر سے دیکھتے ہیں
کچھ اور شکل ہے یہ فقط ما و میں نہیں
سکتے میں رہتا ہوں پہروں شکل انساں دیکھ کر
اور انساں ہیں زمیں پر دیکھنے کے واسطے
امانت اپنی بخشی ہے خدا نے کیسے جاہل کو
منور ہیں اک خورشید ہے اور اسکا میں ظل ہوں
جو کوئی اصل بشر کا راز داں ہوجائے گا
قابل بار امانت ہوا انسان کیا

محب ״ ״ ״ ״ ״ ״ مومن میکش ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״

میکش

ریاضی داں محاسب منطقی کیا کیا مجھ کو سمجھیں گے
نہیں شیطاں بھی سمجھا جس کو میں وہ مشکل ہوں
عجب بشر ہے الٰہی ہے کہ انساں عرش تک پہنچا
کسی نے باندھ کر کھینچا نفس کا تار گردن میں
لوگ جو حق کی طلب کرتے ہیں حیرت ہے مجھے
حیف ہے صورت انساں کو نہیں دیکھتے ہیں
جلوہ گر مجھ میں ہے اور ہی کچھ ہے
گو بنا ہوں میں آب اور گل سے
صورت انساں میں آتا ہے نظر
سمجھ تو اس کو صورت کا اگر گم ہے آفتاب
سجدے کرتا پھرتا ہے ہر روز واقف ہے
ملک ہستی ہے کہ ہر کون تھا آباد ہوا
گھر سے ہی دم سے یہ ویرانہ بھی
وہ مرا بوجھ ہے ہر وقت میرے
فرشتوں سے بھی جو اٹھا نہ ہوگا
ممکن نہ تھا جو ہوتا نہ مسجود ملائک
اس خاک کے پتلے میں کوئی جلوہ نما تھا
گر پیدا نہ کرتا ہم کو خالق شکل احسن میں
سجدے کیوں کرتے کبھی تصویر آب و گل کی
فرشتے اپنی شکل پہ ہم کو کیا نقاش نے
خاک کے پتلے یہ سب خاکی اک تصویر ہے
وہ انساں

انسان

اشرف المخلوق اس کے فیض سے ہیں ورنہ صاف
خاک ہم ہیں باد ہم ہیں نار ہم ہیں نور ہم
تجھ میں ہر اک شے نہاں ہے تو ہی ہر شے سے عیاں
رمز کیا وہ جانے جو خود سے عرفاں ہی نہیں
نام موجود کل اعضا کے ہیں مشہور مگر
نام انساں ہے کس کا یہ خبر کچھ بھی نہیں
مدعا ہے ہر دو عالم ہو کے خود
ڈھونڈھتا ہے جا بجا پھر کس کو تو
تو خود کو دیکھ آئینہ میں دل کے
کہ تجھ سا کون دنیا میں حسیں ہے
کرے مردے کو گر زندہ عجب کیا
بھری قدرت خدا کی ہے بشر میں
جو ذرہ جا بجا بکھرے ہوں میں من و تو کے وہ ہے حیواں
جو جانے من عرف کا بھید وہ انسان کامل ہے
جدا ہے ذات دونوں سے تری قرآن شاہد ہے
خدا تو ہو سکے کیونکر تو بندہ ہو نہیں سکتا
نہیں ہوتا کبھی خدا بندہ
بندہ بندہ خدا خدا دیکھا
کہا کہ حق کو حق بندہ کو بندہ
تجھے محبوب گر لازم ادب ہے

وہ انساں جو بار امانت اٹھائے
آسماں کیا لامکاں تک انکا ہوتا ہے گزر
اگر معلوم ہوتا وہ چھپے بیٹھے ہیں انساں میں
نور ذات پاک نے انساں کو آئینہ کیا
قدر کے قابل نہیں کیوں یہ شبیہ آب و گل
آب و گل ہی پہ نہیں اپنی نظر
مرے دم سے ہوا جو کچھ ہوا ہے
قابل سجدہ ہیں یہ جتنے ہیں تصویر گلی
نہ جانے خاک میں کیا کیمیا تھی
فقط اک نام کا مجبور ہے جو چاہے کر بیٹھے
ہیں مشت خاک لیکن جو کچھ ہیں میر ہم ہیں
آدم خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ
یہ مشتِ خاک یعنی انسان ہی ہے روکش
مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
آدمی سے ملک کو کیا نسبت
حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
خاک کو آدم کرکے اٹھایا جسکو دست قدرت نے
نہیں ہے مرجع آدم اگر خاک
گرچہ انساں ہیں زمیں سے ولے
مرتے ہیں ہم تو آدم خاکی کی شان پر
ہے حباب لب دریا انساں
ہم نے اس خاک کے پتلے میں نہاں
تودۂ خاک ہے انسان کا جسم خاکی
پاتے ہیں اپنے حال میں مجبور سب کو ہم
کھلے تو انگلیاں اٹھ جائیں سب کی
ہیں فرشتے بھی بے خبر اس سے
حامل بار امانت فقط انساں ٹھیرا
آدمی جامۂ خاکی میں ہے پرنوری ہے
ہے مرجع بشارت غیبی یہ مشت خاک
کہیں بڑھکر ہیں شیاطیں سے فرشتوں سے کہیں
یہ تماشا دیکھنے لائق ہے تہر
آدمی کا وجود ہی کیا ہے
آنکھوں سے اٹھے پردۂ غفلت تو یہ کھل جائے

غضب ہے کہ اس کا ہو بودا مزاج
اک خدائی کرتے ہیں پتلے یہ خاک و باد کے
نہ پھرتے چھانتے ساری خدائی دیکھنے والے
آب و آتش کی نہ یہ طاقت نہ خاک و باد کی
میں نہیں ہوں یار پوشیدہ ہے اس تصویر میں
اور کچھ اس کے سوا دیکھتے ہیں
ظہور خلق کی بنیاد ہوں میں
کوئی آیا ہے یہاں خاک کا پتلا ہو کر
فرشتوں کو حسد آیا بشر پر
لیا حق سے بشر نے اختیار آہستہ آہستہ
مقدور سے زیادہ مقدور ہے ہمارا
آئینہ تھا یہ مگر قابل دیدار نہ تھا
ورنہ اٹھائے کس نے اس آسماں کے ٹکر
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں
شان ارفع ہے میر انساں کی
شب و روز ہم نے تامل کیا
قدر نہیں کچھ اس بندے کی یہ بھی خدا کی قدرت ہے
کدھر جاتا ہے قد خم ہمارا
ہیں دماغ ان کے آسمانوں پر
اللہ رے دماغ کہ ہے آسمان پر
جب ذرا سر کو اٹھایا بیٹھا
قدرت حق کا تماشا دیکھا
ایک جھونکے سے ہوا کے وہ ہوا ہوتا ہے
کہنے کو اختیار ہے پر اختیار کیا
بندھی مٹھی ہے انساں کی حقیقت
سر مخفی ہے جو کہ انساں میں
سچ ہے یہ بار کسی سے نہ اٹھایا جاتا
قطرہ پانی میں رہا گرچہ ہوا یم سے الگ
انسان کو بشر نہ کہو وہ بشر نہیں
کوئی دیکھے تو ذرا حضرت انساں کی طرف
خاک کے پتلے میں پنہاں نور ہے
دیکھئے تو حباب دریا ہے
انسان جسے کہتے ہیں وہ حق کی ہی شان ہے

کوششوں سے آدمی دنیا میں کیا ہوتا نہیں	لیکن اتنی بات ہے بندہ خدا ہوتا نہیں	محبوب
حقیقت ہے جو ہر شئے کی بدل ہو نہیں سکتی	نہ جانو خود کو حق کو ایک ایسا ہو نہیں سکتا	"
تجھ سے جو ہوتے ہیں صادر فعل وہ تجھ سے جان	ہے وہی ہر فعل کا مختار تو مجبور ہے	"
میں وہ بشر ہوں جسکی طبیعت میں شر نہیں	ہوں خیر محض مجھ سے امید ضرر نہیں	مظہر
اتنی سی بات پہ راندھا گیا شیطان لعین	خاک کو حضرت آدم کی جو سجدہ نہ کیا	مضطر
فرشتوں کو بھی وہ ہرگز میسر ہو نہیں سکتا	خدا نے مرتبہ بخشا ہے جو فرزند آدم کو	"
اللہ نے انساں کو حبیب اپنا بنایا	اچھی یہ قدرت نے یہ تیار کی صورت	ماہ
گر آنکھ ہے تو باطن انساں کی سیر کر	کیا کیا طلسم دفن ہیں مشت غبار میں	ناسخ
ہے آدمی کی ذات کا اس جا بڑا ظہور	لے عرش تا بہ فرش چمکتا ہے اس کا نور	نظیر
کل آدمی کا حسن و قبح میں ہے یاں ظہور	شیطاں بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکر و زور	"
یاں آدمی ہی لعل و جواہر ہیں بے بہا	اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہوگیا	
اشراف تا کمینہ سے لے شاہ تا وزیر	ہیں آدمی ہی صاحب عزت بھی اور فقیر	"
کیوں نہ کہیں بشر کو ہم آتش و آب و خاک و باد	قدرت حق سے ہیں بہم آتش و آب و خاک و باد	نصیر
خاک کے پتلے کو بخشا کیا شرف اللہ نے	سب سے زائد خلق میں رتبہ ہے آدم زاد کا	نساخ
فرشتہ کی طرح سے پاکدامن ہو تو کیونکر ہو	کہ دل رکھتا ہے انساں اور دل بھی ایک آفت کا	نظم
دل کے آئینہ میں ہم نے رخ جاناں دیکھا	طور پر آپ نے کیا موسیٰ عمراں دیکھا	"
انساں کا دل تھا بار امانت کے واسطے	اس درد کا کوئی متحمل نہیں ملا	"
ساتوں فلک نہ بار امانت اٹھا سکے	ہم نے اٹھالیا وہ جو بار عظیم تھا	
پیکر خاک کہاں اور کہاں عقل و حواس	اترے ہیں منزل خاکی میں یہ مہمان و چار	"
زمین سخت، فلک دور ہے، بشر مجبور	مزہ ہے جان بھی دینے پہ اختیار نہیں	"
کچھ نہ سمجھے اصلیت انساں کی گر سمجھے یہ ہم	ہے طلسم اک آب و آتش اور باد و خاک کا	نظر
ناز انساں کیا کرے اس ہستیٔ موہوم پر	خاک میں مل جائیگا اک دن یہ پتلا خاک کا	"
انسان کی عقل اگر نہ ہو گم	ہے چشم پری میں جائے مردم	نسیم
عشق کے رتبے کے آگے آسماں بھی پست ہے	سر جھکایا ہے فرشتوں نے بشر کے سامنے	"
دیکھتے ہیں سارے عالم کا تماشا آپ میں	جسم فانوس خیالی ہے دل روشن چراغ	وزیر
جو خاص بندے ہیں وہ بندۂ عوام نہیں	ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں	"
عجیب فتنۂ عالم ہے مشت خاک بشر	پیمبری کا ہے دعوے کبھی خدائی کا	واسطی
یہ جسم جو ہے بشر کا خاکی ہے جام جمشید سے بھی بڑھکر	اگر حقیقت کو اپنی دیکھے تو حال کھلجائے دو جہاں کا	"
آدمی وہ نہیں ہیولے ہے	جس کو پاس سخن وقار نہیں	وقار
واسطے انسان کے ہے آدمیت عین شرط	ورنہ کیا انسان میں ہے جو نہیں حیوان میں	"
تیری صناعی کا پھر کون موصف ہوگا	ہم جب عالم میں نہ او صانع ایجاد رہے	"
جو دیکھے کوئی تو کس جا نہیں ہم	مگر ہیں ساری دنیا میں ہمیں ہم	"
پیدا کیا جو حور و ملک جن و انس کو	انساں کو سب پہ شرف دیا اقتدار کا	وہبی

انصاف

آدم کو جب خلافت ارضی عطا ہوئی غل پڑ گیا فلک پہ لک الافتخار کا	وہبی
انسان ایک اصل ہیں پہ فرق ہے مختلف جغرات سرد و خشک ہے اور شر گرم تر	ہمدم
خاکیوں میں ہوں مجھ اس سے میں نہیں کہتا مگر فخر رکھتا ہے ملائک پہ یہ پتلا خاک کا	"
جسکے کہ ہے شرف سو وہ آدم میں کچھ تو ہے ہم کچھ نہیں ہیں کیونکہ کہیں ہم میں کچھ تو ہے	"
کرتی ہیں میری خطا میں آدمیت کا ثبوت ہے خطا سے جو بری اے ہوش وہ آدم نہیں	ہوش
ہوا منظور جب اظہار اسے اپنی خدائی کا بنایا آئینہ حسن بشر کو خود نمائی کا	یکتا

انصاف

انصاف کی ہوا ہے اگر باغ دہر میں ہوتے ہیں سنگسار شجر کس قصور پر	ہمسر
صاحب انصاف اگر ہوتا مزاج روزگار کشتی درویش چلتی موتیوں کی آب پر	"

حرف انصاف

انجام

ہے زرگیں میں بجا خاک سے انساں کو نفس	
غافل آغاز سے اندیشۂ انجام میں ہے	امیر
جس کا انجام مصیبت وہ خوشی بھی بری	
جس کا انجام خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے	"
خاکی نژاد خاک کے اندر چلے گئے	
جس گھر سے آئے تھے پھر اسی گھر چلے گئے	"
چار دن زیست کے کس بدمزگی سے کاٹے	
موت کا مجھ کو نہ کھٹکا کسی عنواں بھولا	"
مرگ کے بعد کوئی کام نہ آئے گا امیر	
گور تیرہ میں مددگار خدا ہی ہوگا	"
کل کی ضرور فکر رہے تجھ کو یار آج	
ہے کار نیک و بد میں تجھے اختیار آج	"
کل تو بھی جائے گا کسی در پہ امیدوار	
جس طرح لوگ تجھ سے ہیں امیدوار آج	"
رہتے جو تھے رفیع مکانوں میں کل تلک	
باقی نہیں ہیں ان کے نشانِ مزار آج	"
دلا منظور ہے تو یہ تو پھر اس میں توقف کیا	
جو عاقل ہیں نہیں رکھتے ہیں وہ کام آج کا کل پہ	"
دولت میں چاہئے کہ رہے فقر کا خیال	
پیری کو یاد کیجئے عہد شباب میں	"
بنانا ہے	

حرف انصاف کہیں صفحۂ ہستی میں نہیں	سر قلم ہوتا ہے خامہ کا زباں دانی سے	امیر
حق تلف حقدار کا ہووے نہ دور نیک میں	چاندنی میں رزق ہوتا ہے عمل زنبور کا	آتش
دو روزہ نوجوانی ہے دو روزہ تاجداری ہے	مروت حسن کو اللہ دئے انصاف سلطاں کو	"
کس طرح کہئے اس کو بھلا سایۂ خدا	گر عدل و جود و مہر نہ ہو بادشاہ میں	تراب
مجبور کی بھی داد کو غافل پہنچ ضرور	تجھ کو خدا جہاں میں اگر اختیار دے	سخن
عاصی کو ڈر عدالت عادل کا چاہئے	انصاف ہر گھڑی حق و باطل کے ساتھ ہے	ماہ
عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے	اس عہد میں سب کچھ ہے پہ انصاف نہیں ہے	مونس
سلطنت عدل سے قائم رہے آباد رہے	دل رعایا کا بھی خرسند رہے شاد رہے	ہنر
کوئی مظلوم نہیں بر سر فریاد رہے	عدل سے نام نکو ورد رہے یاد رہے	"
عدل سے شاہ نکو نام ہوے دنیا میں	کہنے کو مر گئے وہ زندہ رہے دنیا میں	"
روبرو عدل کے ہیں شاہ و گدا اگر یکساں	دوست کو فائدہ ہوا اور نہ دشمن کو زیاں	"
زال پر ظلم نہ رستم کی مروت ہو یہاں	پاس ہندو کا مسلماں کی رعایت ہے کہاں	"
اپنے بیگانے ہیں اس عدل کی سرکار میں ایک	یار و اغیار ہیں اس عدل کے دربار میں ایک	"
جھوٹ کا سکہ نہیں عدل کی سرکار میں ہے	راستی کا چلن اس عدل کے بازار میں ہے	"
نام رشوت کا نہیں عدل کے دربار میں ہے	خوف اللہ کا ہر بات میں ہر کار میں ہے	"
عدل کی تیغ جہاں چمکی وہاں ظلم مٹا	نہ رہا ملک میں کچھ جور و ستم کا کھٹکا	"

انجام

شکل جسمانی کا جھنک ہے نشاں زندہ ہیں ہم	مل گئی یہ خاک میں جب خاک پھر کیا خاک تھا	آصف
تکیہ میں آدمی کو لازم کفن ہے رکھنا	بیٹھا رہے مسافر رختِ سفر سنبھالے	آتش
طفلی کے گریہ کا یہ کھلا حال وقتِ مرگ	آغاز ہی میں روتے تھے انجام کے لئے	"
گل کی قبا نہ لالہ کی دستار لے چلے	عریاں بدن جو لائے تھے وہ یار لے چلے	"
ہستئ فانی ہے آتش چار دن میں نیستی	فکر عقبےٰ کی کرے دنیا کو انساں چھوڑ کر	"
ہر قبر پر اڑا ہے علی الاتصال خاک	سمجھے جو آدمی کہ ہے میرا مآل خاک	"
آخر کار تہِ خاک ہے مسکن سب کا	اہلِ دولت کو بلند آج مکاں کرنے دو	"
صرف نقدِ مآل دنیا کر	مرد ہے کچھ تو بہرِ عقبیٰ لوٹ	"
انجام کار کا نہیں آتا ہے کچھ خیال	غربت میں بھولے بیٹھے ہیں یادِ وطن ہنوز	"
مآل کار کا اپنے نہیں خیال آتا	ملایا کرتے ہیں مٹی میں گورکن مٹی	"
باغِ عالم میں ہے بے فہموں کو بے برگی کا غم	سبز پتے اس چمن سے زرد صورت لے گئے	احمدی
کون ہے تیرا بھی خواہ زیادہ تجھ سے	خویش و بیگانہ کو انصاف سے جانچا بھی کر	"
فکر کر آج کی اندیشۂ فردا بھی کر	اب بھی کر عیش اور آئندہ تمنا بھی کر	"
ہوتی امیر انجام پہ کچھ بھی اگر ان کو نظر	آنکھوں ہی جاتے دوڑ کر حاجت روا سائل کے پاس	امیر

بناتا ہے مکاں منعم عبث برسوں کے رہنے کو
فکر انجام جہان گزراں رکھتے ہیں
پہنکر رخت نو جامہ سے باہر تھے جو یاروں میں
اسیر آخر تو اک دن گوشۂ عزلت میں جانا ہے
فکر امروز میں مصروف ہیں سب اہل جہاں
ہر بشر کو چاہئے خوف جہنم دہر میں
خیال انجام کا آغاز میں لازم ہے انساں کو
ہر ایک چیز کی طرف اصل ہے رجوع
خاکبازی کھیل تھا میرا لڑکپن میں اسیر
دیکھتا ہے ایک دن آخر زمیں ہر شہسوار
شوخیٔ ابلقِ ایام یہی ہے جو اسیر
جو مکاں ہے وہ گھروندے کیطرح مٹ جائیگا
گنج دنیا میں جو ہمسم کو نہ ملا تو نہ ملا
آئینہ ہے جام ہے جمشید و اسکندر نہیں
منزل ہستی میں جانا اور آنا ایک ہے
ظاہری لذت ہے یہ باطن میں ہے پیغام مرگ
آبلے کو خار نے چھیڑا ہوا پامالِ خلق
فائدہ طول عمارت سے زمانہ میں اسیر
چاہئے آغاز میں سوچے بشر انجام کو
مآل کار ارباب دول کا سب سے بدتر ہے
مآلِ کار دنیا کچھ سوائے غم نہیں منعم
الم ہیں غافلوں کو سوجھتی ہے عاقبت بینی
جامہ زیبی میں خیال مرگ بھی کچھ چاہئے
اسیر اب ہرزہ گردی چار دن کر لیں زمانہ میں
تربت میں مجھ کو موت یہ دیتی ہے تہنیت
آغاز میں کبھی ہم انجام کو نہ بھولے
سست بنیاد عمارت کو ہو کیا خاک ثبات
آیا کفن کا ذکر اگر رنگ اڑ گیا
آغاز میں ضرور ہے انجام کا خیال
جمع اسباب کا انجام پشیمانی ہے
پہلے آغاز سے انجام کی ہے فکر ضرور
بری جو بات ہے ہرگز نہیں اچھا مآل اس کا
وہ کون ہے جسے نعم البدل نہیں ملتا

قیام روح پہلے تو سمجھ لے خانۂ تن میں
نام رکھتے ہیں ہم انکو جو نشاں رکھتے ہیں
کفن پہنے ہوئے سوتے ہیں کیا غافل مزاروں میں
خوشا وہ لوگ جو چھپ چھپکے خود بیٹھے ہیں غاروں میں
اے اسیر ان میں ہے اندیشۂ فردا کس کو
قطع ہو کر نخلِ گلشن صرف آتشخانہ ہے
مکان سے مقبرہ اپنا بنایا چاہئے پہلے
پیدا ہوا جو خاک سے آخر وہ خاک ہے
ہے خیال انجام کا دل کو مرے آغاز سے
کس کو آتی ہے سواری ابلقِ ایام پر
گور اک روز جھنکائیگا یہ توسن مجھ کو
منعمو شوق عمارت بازیٔ طفلانہ ہے
شکر ہے اس کے عوض دولت عقبیٰ پائی
جمع اسباب جہاں کس زندگانی کے لئے
روز مولد شادیانہ کوچ کا نقارہ ہے
نعمت دنیائے دوں حلوائے زہر آلود ہے
ہے برا انجام دنیا میں غریب زار کا
ساتھ کب لیکے گئے قیصر و فغفور محل
گور نے دیکھا شکار آخر کیا بہرام کو
کہ وقت نزع حسرت بیشتر ہوتی ہے سلطاں کو
سمجھ غمہائے رنگارنگ نعمتہائے الواں کو
مرمت بیشتر قبروں کی کرتے ہیں محرم میں
غافلو قطع کفن لازم ہے پیراہن کیساتھ
کہ آخر ایک دن تہ خانۂ کنج قناعت ہے
خوش ہو کہ تجھ کو آج مقام اماں ملا
پہلے لحد بنائی پیچھے مکاں بنایا
جس کا آغاز خراب اسکا ہے انجام خراب
شق ہو گیا جگر جو سنی داستان گور
بنوائیے جواب مکاں میں جواب گور
جس میں ہو خانہ فروشی وہ دکان پیدا کر
چاہئے گور بھی تعمیر ہو تعمیر کے ساتھ
چرانا زخم کے حق میں مضر ہوتا ہے پانی کا
درخت میں نہ رہے گل تو میوہ دار ہوا

انجام

آیا جو ہے عدم سے عدم کو روانہ ہے
دو دن کی زندگی کا عجب کارخانہ ہے
چاہئے شکر جو گزری گزری
آخر اک روز گزر جانا ہے
بشر نہیں ہے جسے اندیشۂ ہلاک نہیں
وہ کون خاک ہے جس کا مآل خاک نہیں
آخر کو آکے بیٹھ رہے کنج قبر میں
ہم نے کیا یہ مکاں پسند
سارے جہاں سے آخر کو خالی ہاتھ جانا ہے
ریاض دہر میں کوئی دو دن کو غنچۂ زر باندھا ہے
گرہ میں کیا کوئی ہمراہ روح
قالب خالی رہے گا کب تک توسن چالاک کا
ساتھ دیکھا کیا پیادہ توسن بس مارا
دل ناکام نے ہم کو بس مارا
فکر انجام نے دنیا دی خوشی
غافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیا عقبیٰ مزا ملتا نہیں
غافلوں کو ہے غم عقبیٰ تھی پھول
غافلوں سے کل کھلی تھی آج خاک ہوا
کل کھلے تھے آج ہے پامال
پھول کھلا نہ خیال پامال
زنجیر عمر میں آیا ہیں ہوئے واقف اپنے کام
بہت دنوں میں آئینہ

آئینہ رکھدے بہارِ غفلت افزا ہو چکی
خانۂ تن کی خرابی پر بھی لازم ہے نظر
کام کی بات جو کہنی ہو وہ کہہ لو اکبر
لحد کی فکر بھی لازم ہے منعم قصرِ عالی میں
زندگی میں تو رہا کرتے تھے کیا کیا سامان
نہ وہ احباب، نہ وہ لوگ، نہ وہ شمع، نہ بزم
کوئی نہ ہوا روح کا ساتھی دمِ آخر
کفنی میں ہو کر مدفن میں سو کر
وائے حسرت کچھ نہ دنیا میں کئے اعمالِ نیک
کس مصیبت میں دیا ہے چرخ نے دو گز کفن
ہاتھ خالی ہی چلے ملکِ عدم کے سفری
جو کمایا تھا یہیں چھوڑ گئے بعدِ فنا
مآلِ کار کا جس وقت ہم کو دھیان آتا ہے
ابھی سے چاہئے کر رکھیں زادِ راہ کی فکر
عمر کھوئی مال و دولت کی ہوا و حرص میں
فکرِ انجام کی منعم کو نہیں کچھ اے اشک
یادِ خدا میں سیم تنوں کا خیال کیا
عقبےٰ کی بھی کچھ فکر ہے انسان کو لازم
اے منعمو کب تک طلبِ جاہ میں کوشش
ہوا امر کے ہم کو یہ تجربہ کہ یہ زندگی کا مآل تھا
بنوائے عمارت تو رہے یاد لحد میں
تنِ خاکی کا بھروسا ہے کسے بعدِ فنا
زمیں پہ آئے ہیں جو جائینگے زمیں کے تلے
چھٹے نہ ربطِ فغاں طفلِ شیر خوار کی طرح
جوانی میں مرے دل کو ہے رنجِ پیری کا
سب یہیں چھوڑ کے اک روز چلے جائیں گے
نتیجہ کیونکر اچھا ہو نہ ہو جب تک عمل اچھا
نہ اے شمع رو کے سرِ شام ہی سے
ہم لوگوں کی جو بات ہے وہ بے سروپا ہے
دنیا سے بھی عقبےٰ سے بھی شرمندہ رہے ہم
امورِ خیر میں کچھ اہتمام ہو نہ سکا
زار زار اب جو بیٹھے روتے ہو
بشر کو چاہئے انجامِ کار کی کچھ فکر

دل سنوار اپنا جوانی خود آرا ہو چکی — اکبر
زینت و آرائشِ قصرِ معلےٰ ہو چکی — ″
دم میں چھن جائے گی یہ طاقتِ گویائی بھی — ″
مآلِ کار بھی کچھ سوچ لے اے بے خبر اپنا — ″
قبر میں بعدِ فنا آئے تو اب کچھ بھی نہیں — ″
صبحدم وہ اثرِ جلسۂ شب کچھ بھی نہیں — ″
کام آیا نہ اسوقت میں یارا نہ کسی کا — ″
بھولو گے کمخواب اور کامدانی
ہاتھ خالی ہم چلے اپنے خدا کے سامنے — انیس
عالمِ اسباب سے کیا خاک پتھر لے چلا — اشک
جمع دو روز میں سامانِ سفر کیا ہوتا
مالِ دنیا سے بہت اور نہ کم ساتھ رہا — ″
گناہوں کے سبب اے اشک کیا محجوب ہوتے ہیں — ″
جہاں کے سارے یہ نقش و نگار دور ہوئے — ″
کیا ہوا حسرت سے یہ سب اہلِ دنیا لے گئے — ″
مقبرہ کوئی بنائیں یہ عمارت کیسی — ″
عقبےٰ ملے تو دولتِ دنیا ہے مال کیا — امانت
مرغی کی طرح بیٹھکے انڈے ہی نہ توسے — انت
مرجاؤ گے اک دن غمِ دنیائے دنی میں — اوج
جسے عمرِ خضر عطا ہوئی اسے یک نفس بھی بال تھا — انجم
بھولے نہ خواب کبھی عبرت کے محل کا — انور
خاک کا ڈھیر ہے بس خاک میں ملجائے گا — ″
خدا کی ذات کو لیکن کبھی زوال نہیں — ″
جوان و پیر جو فکرِ مآلِ کار کریں
خزاں کے آنے کا کھٹکا مجھے بہار میں ہے — انگر
کیوں عبث لوگ کہا کرتے ہیں میرا تیرا — اسمٰعیل
نہیں بویا ہے تخم اچھا تو کب پاؤ گے پھل اچھا — ″
ابھی تجھ کو آنسو بہانے بہت ہیں
آغاز کسی کا ہے نہ انجام کسی کا — بحر
کچھ ہو نہ سکا بحر سرانجام کسی کا — ″
مآلِ نیک ہو جس کا وہ کام ہو نہ سکا — ″
بحر کیوں تم نے ایسا کام کیا — ″
جہان میں کوئی بار دگر نہیں آتا — ″

تلاشِ اب تو ہے گور و کفن کی دنیا میں
سمجھے خلعت بشرا سکو جو کفن بھی مل جائے
اے تحرؔ غمزدہ ہوں نہ روؤں تو کیا کروں
ہے خزاں ہر بہار کا انجام
روئے انسان جو ہنسنے کا نتیجہ سمجھے
چار بالشت امارت جائے آسائش نہیں
سینہ کوبی کر چکے غم کر چکے
سو گھر گرا کے ایک اٹھایا محل تو کیا
دیکھیں منزل پہ کیا گزرتی ہے
رکھتے تھے جو مزاج میں بل تار کی طرح
لے گئے حسرت و افسوس سلاطین جہاں
ملا نہ دین نہ دنیا ملی تباہ چلے
کفن میں اس لئے مر مر کے منھ چھپاتے ہیں
حصول کچھ نہیں نشو و نمائے دنیا سے
ثمر کا ثمرہ زمانہ میں سنگساری ہے
نہ تو دنیا مجھے ملتی ہے نہ عقبےٰ مجھ کو
پاس کافور و کفن چاہیئے توشہ ہمراہ
مر گئے آخر علاج اپنا نہ ان سے ہو سکا
اٹھ گئے پھول جھاڑ کر دامن
کبھی نہ دنیا میں چین پایا ہمیشہ رنج و الم اٹھائے
زادِ راہ کی فکر کر سامانِ کر و فر نہ ڈھونڈھ
خاک پر جس کو نہ سونا ہو اُسے زیبا ہے فرش
کسی کے ساتھ نہ جائیگا نام اے منعم
یہ تیری مسندِ زریں ہے جیتے جی منعم
جو کنواں کھودیگا اے دل وہ گریگا چاہ میں
انجام پہ لوحِ سرِ تربت سے نظر کر
وہ تو پائے گا وہاں راحت و آرام سوا
جو یہاں بوئیگا تخم اس کا وہاں پھل پائیگا
یارو تم آگے کہاں تھے و کہاں سے آئے
رکھتے تھے بدن کو جو تر و تازہ بہت سا
عاقبت کام نہ آئے گا کوئی حق کے سوا
کیوں نہ پیری کی دعائیں مانگیں ہم وقت شباب
دہر میں سب کا مآلِ زندگانی گور ہے

بہت دنوں رہے سامان اب سفر کے ہیں	تحرؔ
یاس و حسرت کے سوا اور یہاں کچھ بھی نہیں	"
دل میرا آپ ہے فکرِ مآل میں	"
خار و خس ہے مآل کارِ چمن	"
پھول کھلتے ہیں چمن زار میں مرجھانے کو	"
چار تختوں کے تلے ہے خوابگہ تیمور کی	"
جیتے جی ہم اپنا ماتم کر چکے	"
منعم سقر تجھے تری تعمیر ہوگئی	"
زادِ راہِ عدم نہیں رکھتے	"
وہ لوگ جنتری میں کھنچے گور تنگ سے	"
کچھ نہ حاصل ہوا دارائی و دارابی سے	"
اسے بھی چاہ چلے اور اُسے بھی چاہ چلے	"
کہ رو سفید ہم آئے تھے رو سیاہ چلے	"
درخت پھل کے بہت زیر بار ہوتا ہے	"
درخت پھل کے یہاں کیا نہال ہوتا ہے	"
میری خلقت کا خدا جانے نتیجہ کیا ہے	"
کیا خبر کب ہو سفر کوچ کا سامان رہے	"
دیکھ یہ ہے بو علی سینا یہ جالینوس ہے	"
خاک باغِ جہاں سے حاصل ہے	"
یہاں کے رہنے سے ہاتھ اٹھایا چلے عدم کو قدم اٹھائے	"
کیا سواری چاہیئے دنیا سے جانے کے لئے	"
گور میں جس کو نہ رہنا ہو اُسے گھر چاہیئے	"
زمیں میں آپ گئے مہر پر خطاب رہا	"
فقیر کا ہے لبِ گور بوریا موجود	"
گور کن کے واسطے اک روز آخر گور ہے	برق
ایسا تجھے آئینہ سکندر نہ ملیگا	"
جس نے یاں صبر کیا رنج و الم کھائے گا	تراب
وہ جہاں دار الجزا ہے یہ جہاں دار العمل	"
پھر وہیں جاؤگے آخر کو جہاں سے آئے	"
مٹی میں وہی مل گئے بوسیدہ ہو گل کے	"
خلق سے تجھ کو تراب اتنی محبت ہے عبث	"
خوب ہیں آگاہ اس آغاز کے انجام سے	تسلیم
وقت آخر کون ہے جس سے یہ منزل رکھی	"

انجام

نوجوانی میں ہی خیال عہد پیری خوب ہے	تسلیم
فکر کرنا چاہئے آغاز میں انجام کی	ثاقب
گل پژمردہ پہ ہنستا عبث ہے اے گل تازہ	
وہ گل مرجھا چکا ہے آج تو مرجھانے والا ہے	"
گر مآل کار دنیا تو نے سوچا بھی تو کیا	
فکر کر جب عاقبت اندیش ہو	"
عاقبت کی فکر کر جب عاقبت اندیش ہو	
دل ناعاقبت اندیش کیا لیگا	
نگاکر اس سے ایک تمثال خیالی ہے	جرار
یہ عالم کا مرقع ایک تھی جن کے روبرو	
شمع کافوری جلا کر تھی گور کی منزل نصیب	جوش
بزم و تار اب عجیب انجام کا خوب و زشت	
دیکھ چشم غور سے انجام بد سرشت	جنوں
کیا ثمر نیکی کا ملتا گر نہ ہوتے نمرود اور شداد سے	
سب یہیں سروں پہ لادے	
مال ظاہر کی گٹھڑی سروں لے جائیگا	جلالی
نیکیٔ اعمال کا پتلا بدن لے جائیگا	
خاک میں جب خاک کا پتلا بدن لے جائیگا	
عیش ہوگا خاک اور رنج و محن لیجائیگا	"
کیا دیا اور کے کیسے ہیں اجلا پیرہن	
خاک میں تو اک فقط خالی کفن لیجائیگا	"
رہ رہی ہے ہاتھ مل مل کر یہ میری بیکسی	
ہائے گل میں گل سا تن ہر گلبدن لے جائیگا	"

لگا نہ دل

انجام

پھر خزاں آنے کو ہے گلزار میں
ہے جوانی اور لڑکپن چند روز
کیوں خاک سے رغبت نہ ہو آخر تو وہی ہے
دیکھا تو ملی اصل بشر خاک
تب غور سے دیکھا تو وہی صیاد کا گھر
پھر وہی کنج قفس ہے وہی صیاد کا گھر
چار دن اور ہوا باغ کی کھا لے بلبل
جن کا اقبال کو دن رات ہے ادبار کا خوف
اہل اقبال نہیں ان کو ہے فکر اقبال
دنیا کے ہم وسیع مکانوں سے باز آئے
منعم بجائے خدا گور تنگ ہے اے سحر
اے ... پہ تن خاکی ہے ... کیا ضرور ہے
مٹی تو ... بعد کیا ضرور ہے
قصر زمیں برائے لحد ہے منہ زور
قصر و ایوان تلک تھا بوریا دے گا
گور تک ... برس آخر فنا آخر فنا
جو جیے لاکھوں برس آخر فنا
کیا کریں مرجائیں عمر خضر اگر ملتی نہیں
ہے تخت نشیں کوئی کوئی خاک نشیں ہے
انجام غرض ایک ہے شاہ و گدا کا
چار دن کے واسطے کیا کیا نہ کچھ ساماں کئے
کوئی یاں دارا بنا اور کوئی اسکندر بنا

آغاز میں

ذاکر	
"	
انند	
سحر	
"	
"	
منعم	
"	

لگا نہ دل نہ اے بلبل چمن سے
ہوا ہو جائے گی فصلِ بہاری
نظر انجام پر شبنم کی ہے کہتی ہے رو رو کر
مثلِ غنچہ ہے یہاں انجام پر اپنی نظر
رنج کیا اس کا اگر کھلا گئی دل کی کلی
لامکاں تک ہو رسائی جو بشر کی تو کیا
جو یار تھے محفل کے وہ سب اٹھ گئے یارب
کیوں بچھائیں تخت پر کرتے ہیں بستر خاک میں
فکر کچھ ایوان عقبےٰ کی بھی اے دل چاہیئے
کرتے ہو عبث خانۂ خاکی کی عمارت
کس بھروسے پر کرے انساں جہاں میں سرکشی
اس عالم فانی میں یہ دھن ہے ہمیں حیرت
غرورِ رونمائی کا مآل کار یہ دیکھا
کنج مرقد کے تصور کو نہ چھوڑے کوئی
لالہ رو پیدا ہوے کیا کیا ہزاروں گل کھلے
ہنس پڑا بلبل ناداں کی جو بیتابی پر
کس زندگی کے واسطے بنوائیے مکاں
آباد ہو گی قبر گرے گا جو قصر تن
خوش ہو کے چہکتے ہیں جو یہ موسم گل میں
عزیزو کہاں تک یہ آتش مزاجی
کسی نے ذکر کیا ہے جو قصر والیوں کا
زاد عقبےٰ زر و گوہر کو سمجھئے نہ خلیل
گنبدِ چرخ میں رکھی ہے مکافاتِ عمل
جہاں سے جانا ہے اک دن گویا رہتی میں
ملکِ ہستی میں عدم سے ہوا آنا اپنا
جو ہو آغاز میں بہتر وہ خوشی ہے بدتر
کام دنیا میں نکلتا نہیں آسانی سے
آغاز جدائی کو جدائی نہ سمجھ تو
ہے واسطے ہر کام کے اک روز مقرر
اے داغ یہ کس کام کی مستی و جوانی
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے
بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
کیا وہ دنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے

کہیں بادِ خزاں آئے نہ سن سے	جویا
عبث دل بستگی رنگِ چمن سے	"
گلوں کو دیکھ رکھیں اتنا کہدو ہنسنے والوں سے	جلیل
لب پہ ہوتی ہے ہنسی دل میں خوشی ہوتی نہیں	"
ایک دن نذرِ خزاں سارا چمن ہو جائیگا	"
پھر اُسے خاک میں ملنا ہے کہ وہ خاکی ہے	حفیظ
کھٹکا ہے مجھے سخت لگا روزِ جزا کا	حیرت
ایک دن جانا ہے ہم کو اے برادر خاک میں	"
چھوڑ جائیگا ادھوری یاں کی سب تعمیر کو	"
ہوتی نہیں پوری کبھی تعمیر کسی کی	"
خاک کا پتلا ہے اک دن خاک میں ملجائے گا	"
انجام بخیر اپنا گزر جائے تو جانیں	"
کہ نادم ہو کے زیر خاک پنہاں ہوتے جاتے ہیں	"
دل میں سمجھے تو کہ آخر ہے وہی گھر اپنا	"
بعد مرنے کے کھلا یہ سب طلسم خاک تھا	"
گل کے انجام پہ شبنم ہوی گریاں کیا کیا	"
حیرت ہمیں تو فکر ہے لوحِ مزار کی	"
اب پھر وہیں بسیگی یہ بستی جہاں کی ہے	"
ہنستی ہے خزاں دیکھ کے مرغان چمن کو	"
تمھیں جلد تر خاک ہونا پڑے گا	حالی
خلیل یاد مجھے گوشۂ مزار آیا	خلیل
نہ گھر جاتے ہیں ہمراہ نہ زر جاتا ہے	"
جو کہا جس کو وہی مجھ کو صدائیں آئیں	"
تو چھوڑ جاوے گا سب ایک بار مٹی میں	خاکی
آئے جس جا سے اُسی جائے ہے جانا اپنا	خاموش
جس کا انجام ہوا اچھا وہ مصیبت اچھی	داغ
جس کو ہم سہل سمجھ لیتے ہیں مشکل ہے وہی	"
ہوتا ہے وصال ایک دن انجام جدائی	"
ہوتا جو نہ انصاف تو محشر بھی نہ ہوتا	"
تم اس میں جو اندیشۂ فردا نہیں رکھتے	"
مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے	ذوق
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے	"
واسطے واں کے بھی کچھ یا سب یہیں کے واسطے	"

آغاز میں ہر امر کا انجام سوچ لے
کام وہ کیجے کہ آخر میں پشیمانی نہ ہو
جس کو دنیا میں ہے کچھ فکرِ مآل اندیشی
برا کہو نہ کسی کو سخن خدا سے ڈرو
دین و دنیا کا کوئی کام نہ انجام ہوا
اکڑ کر کیوں نکلتے ہو غرور و کبر و نخوت سے
گزرا کبھی نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے
تلاش زیست میں اتنا نہ مر کہ ہستی کی
ابھرے ہے کیا حباب نمط اے حریر پوش
منزلیں ہیں ہمیں معلوم سفر سے پہلے
دیکھکر اس سرو ساماں کو نہ خوش ہو غافل
کہتی ہے عشرتکدہ سے میری عبرت اے سراج
کہتی ہے موج صبا کر کے فنا نقش حباب
اہل عدم یہ کہنے لگے دیکھ کر مجھے
کیا وہ دنیا کہ ضرر جس میں ہو عقبےٰ کا شہید
جو ہوتا ہستیٔ فانی سے واقف
اسلئے کہتے ہیں تجھ کو مزرعِ عقبےٰ سنبھال
تخم جیسا بوئیگا شاداں وہی پھل پائے گا
فردا کا فکر چاہئے دنیا میں اے شفق
ملی سب خاک میں عزت مٹی سب شان اور شوکت
لازم ہے آدمی کو کرے فکر عاقبت
نہ کر عجلب کہ عجلت کا نتیجہ ہے پشیمانی
ہے مآلِ زندگی اک روز تلخی نزع کی
اک دن ضرور زیر زمیں ہوئیگا مقام
صفائی سے بدن کی فائدہ کیا غور کر غافل
سرکش ہو کوئی گر کبھی برپا نہیں ہوتا
طالب تھا اس نمود کا انجام خوشنما
عطر کیا چاہئے اے مشفق من مٹی کا
جانو اسی کو عاقبت اندیش اے ظفر
یاں آئے کہاں سے ہیں کہاں جائینگے یاں سے
عقبےٰ کی ظفر چاہئے کچھ فکر بشر کو
کرتے ہو کیا یہاں کے تم مکاں آراستہ
انجام پہ موقوف ہے ہر چیز کا آغاز

انساں کو گر خیال ہو اپنے مآل کا
سوچ لینا خوب ہے آغاز میں انجام کا
اے سخن اس کو پھر اندیشۂ فردا کیا
خبر نہیں کہ تمھارا مآل کیا ہوگا
کھوئی بس تم نے سخن عمر یہاں ہائے عبث
زمیں پر غافلو رکھو قدم آہستہ آہستہ
دنیا سے لطفِ زیست جو دیوانہ لے گیا
خبر جنھوں کو ہے سمجھے ہیں وہ عدم جینا
یاں جس کو دیکھئے سو ہے آخر کفن بدوش
کہ وہیں جانا ہے آئے ہیں جدھر سے پہلے
چار گز سے جو زیادہ ہے کفن کس کا ہے
ایک دن اہل عدم کا تو مکاں ہو جائے گا
ایک دن حضرت انسان کی حالت ہے یہی
نکلا تھا جس سے تو وہی آخر وطن ہوا
وہ نہ کر کام ہو جس کام کا انجام قبیح
نہ ہنستا کھل کھلا کر گل چمن میں
کل اسی کے ہاتھ ہو زر ہاتھ میں جسکے ہی پھول
چاہتا ہے کیا چمن میں شاخ جس تس کے پھول
تیار جا کے کیجئے کنجِ مزار آج
جو تھے عالی مکاں وہ ہو گئے بے خانماں کیونکر
کیا اعتبار ہستیٔ ناپائدار ہے
بشر کو چاہئے سب کام کرنا سوچ کر پہلے
سیر دنیا سے ہوئے ہم رنج و راحت دیکھکر
پھر امتیاز کیا ہے سریر و حصیر کا
جب اک دن جسم کو سب لوگ مٹی میں ملا دینگے
انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا
انجام کو جو غور سے دیکھا تو خواب تھا
لوگ بھر دیتے ہیں مٹی سے دہن مٹی کا
دنیا میں جس کو فکر ہو روز نشور کی
حیراں ہیں ظفر ہم یہ معما نہیں کھلتا
بیہودہ ہے دنیا کی مہمات میں تشویش
غافلو واں کی بھی کچھ تو خانہ آرائی کرو
مفتوح رہیں عیش کے ابواب کہاں تک

سخن
״
״
״
سودا
״
״
سفیر
״
سراج
״
شہید
״
شاداں
״
شفق
״
״
شائق
״
״
صبا
طالب
طاہر
ظفر
״
״
ظہیر

انجام

مہماں ہے جاں تن میں یہ سامان ہے کیوں کا [illegible] کفن کا
محتاج ہے انساں ہوا غنی
تشویش مجھ کو رہتی ہے انجام کار کی
میں اپنے طول فکر سے ہوں مبتلائے رنج
ہشیار ہو مسکن ہے ترا ایک دن اس جا
ہر شخص کو یہ قبر کی دیتی ہے صدا خاک
محتاج وقت مرگ غنی ہیں جہان میں
خلعت جو بخشتے تھے وہ سائل کفن کے ہیں
بشر کو عاقبت کار کا خیال رہے
ہمیشہ اپنا مآل ہو کر دیکھئے
فقط انجام کی راحت کی تمنا کیجئے
چار دن زیست ہے اس عرصہ میں کیا کیا کیجئے
فقط تعمیر عمارت ہے جہاں میں بے کار
قبر کا کس کی زمانہ میں نشاں رہتا ہے
دیکھنا ملک عدم بھی ہے ضرور
سیر دنیا تو بہت کچھ کر چلے
وہیں جانا ہے جس جا سب گئے ہیں
فنا ہونا ہے عالم آباد کرنا
خاک ہو جائیں گے عنصر بخدا اے عاشق
چار دن کے لئے ہے خواہش اکسیر عبث
ہے جسم

عاشق
״
״
״
״
״
״
״
״
״

انجام

مکافات عمل کو دیکھتا ہر دم رہے انساں
بھلائی کی جزا ہے نیک برائی کی جزا [illegible]
بھلا ہے خیر کا انجام اور شر کا برا
بشر کو چاہیے فتنے سے اور اشرار سے بچے
خاک سے ہے جو بنا وہ ہوگا خاک
[illegible]
جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے
پیری میں حیات کا اک روز چل بسے
[illegible] عمل جو بوئے ہیں یہاں عمل اپنا لائیں گے
یاد رکھ [illegible] وہ کبھی بیکار جائیں گے
آیا تھا یہاں جب تو ترے ہاتھ تھے خالی
جب جائیگا پھر ہاتھ ہیں خالی [illegible]
[illegible] بہشت سے دوزخ کی راہ لی
آغاز میں خیال رکھ انجام کار کا
آخر چمن دہر سے [illegible] سفری ہے
[illegible] نہیں [illegible] کفن کا
منعم یہاں [illegible] تربت میں [illegible]
[illegible] چھوڑ جانا ہے
قصر فلک [illegible] خاک ہے
دیکھا [illegible] محل [illegible] اٹھانا ہے
سونے کا [illegible]

آغاز میں

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
ہے جسم سست بنیاں دل ہے بہت پریشاں	دو دن ہے روح مہماں پھر کوچ ہے وطن کا	عاشق
زیست کا آخر نتیجہ ہے فنا	گو زیادہ یاں رہا یا کم رہا	"
عریاں تنی ازل سے ہے سرنوشت انساں	دو روز جسم خاکی مہماں ہے پیرہن کا	"
اگر ہے عاقبت اندیش دیکھ آئینہ عبرت	کہ جس میں عکس ہستی ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا	عزیز
جو بنے ہیں ایک دن دنیا میں بگڑینگے ضرور	اے دل ناداں نہ تو خوش ہو نئی تعمیر سے	عاجز
ہوگا دنیا سے سفر مل جائیگا تو خاک میں	ایک دن تجھ سے ترا خالی وطن ہو جائیگا	علی احمد
جز کفن قبر میں کیا جائے گا ہمراہ ترے	بوالہوس تو نے کیا آتا یہ ساماں کس پر	"
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے	کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے	غالب
عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا	درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا	"
اے غریب وہ ہے عاقل جس کو	فکر آغاز میں انجام کی ہے	غریب
لوگ اس دنیا میں پاتے ہیں عوض اعمال کا	اپنی کرنی سب کو بھرنی ہے یہاں پربے گماں	فاروق
جو کرتے ہیں یاں گھر بنانے کی باتیں	وہ کرتے ہیں مٹی میں جانے کی باتیں	فیض
ہے کمال زندگی آخر زوال	یاں ہر اک آغاز کا انجام ہے	"
بہت خاک چھانی کھلا جب یہ گل	تہِ خاک شاہ و گدا ایک ہے	"
ہر حال کا ہے مآل یکساں	دنیا میں غنا ہے یا ہے افلاس	فدا
کیوں نہ پیری کی دعائیں مانگیں ہم وقتِ شباب	خوب ہیں آگاہ اس آغاز کے انجام سے	"
بود میں نابود ہے اور نیستی ہستی میں ہے	جاگتے ہیں ہم جہاں میں آہ سونے کے لئے	فوق
قبر میں بھی تم ساتھ کیا لیجاؤ گے اے غافلو	آہ یہ جھگڑے زمیں کے ایک کونے کے لئے	"
جسم تھا اک کوزۂ گل ٹوٹ کر گل ہو گیا	خاک سے پیدا ہوے ہم خاک ہونے کے لئے	"
انجام کار آکر دیکھا جہاں میں یکسر	ظلِ ہما تھا جن پر وہ مشتِ استخواں تھے	قدر
آغاز میں بھی ہم کو ہے انجام کا خیال	دھڑکے شباب میں بھی ہیں روز شمار کے	"
یوں تو جو بوتا ہے انسان وہی کاٹتا ہے	مزرعِ دہر کے لیکن ہیں محاصل افسوس	"
انجام کار ہوئیں گے سب فرش خاک پر	اے قدر ہے یہ مسندِ شاہانہ چند روز	"
دنیا میں کارخانۂ عقبےٰ کی فکر کر	آباد ہے جہان کا ویرانہ چند روز	"
قلق جب دوستگان رفتگاں کو یاد کرتے ہیں	مآلِ کار اپنا سوچ کر فریاد کرتے ہیں	"
مسافر کے لئے ہے فکر گور اے منعمو لازم	عمارت کیا سرائے دہر میں تعمیر کرتے ہیں	"
سب ہو گئی سہل و آساں جتنی کہ دقتیں ہیں	ہو جاتی ہیں عیاں وہ پنہاں جو صورتیں ہیں	کمال
عطر مٹی کا لگایا چاہیئے پوشاک میں	خاک سے رغبت رہے ملنا ہے اکدن خاک میں	گویا
دیکھ کہہ دیتے ہیں ہو جائیگا کل طعمۂ مور	آج بالفرض جو تو مثل سلیماں ہوگا	"
یہ تو کہاں کہ فرشِ شجر ہے اور ہم	انجام کار خاک کا بستر ہے اور ہم	مصحفی
انجام کار کچھ نظر آتا نہیں دریغ	حیرت سے آنکھ رہتی ہے دو دو پہر کھلی	"
جو آب و گل سے بناتے ہیں خام طبع مکاں	وہ چند روز کے قصر و حصار ہوتے ہیں	محب

دو گز کفن ہے کل تو سوا گز زمین ہے
پوشاک مکلف پہ جو مرتے ہیں سڑی ہیں
راجح اصل ہر اک چیز ہے جسم خاکی
بنے ہیں خاک سے سب ابتدا اور خاک ہیں اک دن
سب زر و مال کے دعووں کی نہایت ہے یہ
کیا کرتا ہے جمع چھوڑ جانا ہے سب
آیا تھا تو کچھ ساتھ نہ لایا تھا یہاں
مٹی ہیں جبکہ مل گئی مٹی تو اے امیر
درپیش سب کو منزل آخر ہے قبر کی
خاک سے ہے ابتدا جسکی وہ آخر خاک ہے
تماشاگاہ عالم میں بہت پردوں کے بعد آخر
بنا ہے خاک سے جو خاک ہے وہ ایک دن آخر
نعیم و ناز لاحاصل ہیں غسل و وعظ لاحاصل
اطبا اولیا شاہ و گدا کو ایک دن آخر
فقط دو گز کفن ملتا ہے بہر آخری منزل
ہمیشہ یاد رکھ جس وقت توڑے لقمہ ہے تو
ہمیشہ چاہئے ہر کام اپنا سوچ کر کرنا
فکر عقبےٰ چاہئے میکش تجھے ہر حال میں
جس کو لباس ہستی سمجھے ہو دوستو
بیٹھکر مسند پہ منعم خوگر راحت نہ بن
جیتے بھی خاک تھے اور مر کے بھی ہم خاک ہوئے
فکر کر زادِ آخرت کا بھی
توشۂ آخرت کا فکر رہے
نہیں کھلتیں آنکھیں تمہاری ٹک کہ مآل پر بھی نظر کرو
اندیشۂ زاد رہ کا رکھئے تو ہی مناسب
پست و بلند دیکھیں کیا میر پیش آئے
یاں قدم چاہئے رکھیں گن کر
گئے گیا مدینے گیا کربلا گیا
تھوڑا کفن زمین بھی تھوڑی سی چاہئے
بشر اس کا رکھئے ہمیشہ خیال
کام کرنے سے پہلے سوچ لو تم
نیک کاموں میں سعی لازم ہے
یہی اپنی دعا ہے اے مجبور

شعر	شاعر
کس زندگی پہ خلعت و جاگیر چاہئے	مہر
سامان جو کرتے ہیں تو ہشیار کفن کا	"
ایک دن خاک میں مل جائیگا یہ گت ہوگی	"
تجلی ان میں ہو انوار کی یہ وہم بیجا ہے	"
صرف دو گز کفن آخر میں ہے ساز و ساماں	"
تنہا چلنا ہے تجھ کو سوے منزل	"
جائیگا تو پھر بے سرو سامانی ہے	"
دیکھیں گے شان ہم بھی ترے عز و شان کی	"
جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے	"
اس تن خاکی کی ہے اول فنا آخر فنا	"
تماشا آخری یہ ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہے	"
نہ ترکیب عناصر کو بقاے جاودانی ہے	"
کہ غافل اکدن مٹی میں مٹی مل ہی جاتی ہے	"
فقط دو گز کفن پر چادر راحت بچھانی ہے	"
بھرے رکھے رہیں گے یونہی سب صندوق والماری	"
کسی دن کھائینگے کیڑے بھی جبڑا توڑ کر تیرا	"
نتیجہ کیا برا ہوتا ہے ناانجام بینی کا	مسیح
آؤ گے چکر میں ورنہ دور ساغر کی طرح	میکش
اک دن وہ تار تار ہے آنکھوں کے سامنے	"
چلنا ہے اس گھر جہاں تکیہ نہیں بستر نہیں	"
نفع کیا خاک ہوا تھا کہ جو نقصاں ہوگا	"
میر اگر تو ہے عاقبت اندیش	میر
جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک	
یہ جو وہم کی سی نمود ہے اسے خوب دیکھو تو خواب ہے	"
چلنے کو یاں سے اکثر تیار قافلے ہیں	"
اس دشت سے ہم اب تو سیلاب سے چلے ہیں	"
میر رہے ہے کوئی حباب شتاب	"
جیسا گیا تھا ویسے ہی چل پھر کے آگیا	"
شاہ و گدا کو اور یہاں کیا ضرور ہے	منتہی
ہے برے کام کا برا انجام	مجبور
اس کا آخر کو ہوگا نیک انجام	"
نیک ہے نیک کام کا انجام	"
نیک سب کا کرے خدا انجام	"

انجام

شعر	شاعر
وہی انکو بھی بعد مرگ ہم جیسا کفن ہوگا	مضطر
پہنکر فخر کرتے ہیں جو یاں کمخواب و شبنم کا	ماہ
فرش تا فاقم پہ سونے والو فرش زمیں پہ سوئیں گے	"
خاک ہے آخر اہل دولت کا قسم ہو جائے گا	"
تکیہ گاہ و مسند پہ اکڑنا نہیں اچھا منعم	"
ایک دن قبر میں تکیہ نہ بچھونا ہوگا	"
[illegible]	"
نہ چھوڑ جائے جو قبضہ میں ہے یہ مکاں ہوتا	"
محل میں خاک پہ سونا مآل کار ہے سب	مکین
اٹھے جاہ و حشم سے گو فنا زادہ اہل دولت کا	
خاک میں اک روز کیا کیا نہیں ہیں شخص	
نہیں گے خاک میں لیل و نہار اپنے ہیں	نصیر
جو مہ پہ ناز ہیں گل پیرہن سرخ ترا	
زیب تن گرچہ ہے کفن سرخ ترا	"
لیکن انجام یہ ہوگا کہ فقط گور کا جند	
عاقبت ہوتا ہے زیر مرد و بالا تر اٹھا	"
دار پر بھی چڑھ کے ہاں منصور مشکل ہوا	
عاقبت تنہا گئے ملک عدم منزل ہوا	"
کوئی بھی مونس نہ یار و ہمراہ	
منعم اکدن سونا ہے دیکھ	
فرش خاکستر پہ بھی [illegible]	
مسند زر یا چھپا مت اور نہ کر اغوا البغیر	
اک دن	

انقلاب

انقلاب

مٹ گئیں جو صورتیں کیا کہیں کیسی کیسی کہیں
چرخ کا یہ انقلاب دیکھئے کب تک رہے — اصغرؔ

کبھی جو جبیں رشک ماہ مبین تھی
یہی خاک میں مثل نقش پا ہے — "

اب زمانہ کا رخ ہے اے اصغرؔ بھی
کیا خوشی کا کوئی زمانہ تھی — "

جہاں نے ساز بدلا ساز نے نغموں کی گت بدلی
کتنوں نے رنگ بدلا رنگ نے یاروں کی مت بدلی — اکبرؔ

چل بسے وہ دن کہ یاروں سے بھری تھی انجمن
ہائے افسوس آج صورت آشنا ملتا نہیں — "

ہائے افسوس انقلاب بیکار آگیا ہے
کرتا نہیں ملک بشر بیکار آگیا ہے — "

حیراں ہیں جہاں کو خراب ہی دیکھے
بنائے کار جہاں انقلاب ہی دیکھے — "

ہمیشہ ہم نے یہاں ہارے ہیں بازوئے اقبال
فلک کے دور میں بدتر ہیں اب غلام سے ہم
اگرچہ تھے — "

زندگانی

اک دن وہ ہائے فرشِ زمیں پر کرینگے خواب
فریدوں کوئی یا کہ بہرام ہوگا
عاقبت لے نہ گیا یاں سے تہ خاک نصیرؔ
پھیلا کے پاؤں گور میں آخر کو سو رہا
کل کی خبر کسے ہے گلستان دہر میں
اجل سر پر کھڑی ہے خواب غفلت میں زمانہ ہے
بعد مردن اسکو راحت اسکو حسرت ہی نصیب
ذکر کیا شاہ و گدا کا اصل میں دونوں ہیں ایک
خاک سے کیوں ہے اجتناب ایسا
خاک ہے او سخت جاں اکدن ترا تن خاک میں
تین عنصر کرتے ہیں اپنے مراکز کو رجوع
خاک اڑتی ہے اگر گھر میں تو کچھ پروا نہیں
گو پہنتا نہیں جز جامۂ رنگیں تو آج
کیا بخیر انجام ہو جب ہو بدی آغاز میں
جو اور کی بستی رکھے اس کا بھی بستا ہے پرا
جتنا یہ خاک کا ہے طلسمات بن رہا
ہم کو تو خاک پہ سونا ہے نظر میں اپنی
جہاں میں آئے ہیں تنہا ہی اور تنہا ہی جانا ہے
وہ مآل اندیش ہیں آغوش مادر میں نمود
جھکے گی پیٹھ ضرور انکی بار عصیاں سے
گور میں جانا پڑے گا ایکدن سب کو ضرور
دل میں سوچ اپنے ذرا بعدِ فنا اے منعم
تھی میسر عرش یا اب ہے اسیر مشت خاک
ہے اگر قصدِ عدم کر مجتمع زادِ سفر
عقبےٰ کی فکر چاہیئے انساں کو واسطی
انسان گو کہ حاکم افلاک ہو گیا
کل گور میں مٹی پہ پڑا ہوگا تو منعم
کیا کیا کھلے تھے گل چمن روزگار میں
جانا ہے تہِ خاک بس اے تارکِ دنیا
اسباب و مال دنیا ہے یونہی سب کچھ اکدن
ساتھ ہی سوچکے انجام کو شبنم روئی
لاش دشمن پر بھی اے یکتا نہ ہنس
مآل اندیش انکو دیکھکر ہنستے ہیں اے یکتا

پابوس جن کے مسند مخمل ہے سرخ و سبز — نصیر
ولے عاقبت گور سے کام ہوگا — "
گنج قاروں کی طرح حاتمِ طائی سر پر — "
کیا لے گیا جہان سے بہرام گور چیز — "
جو کل ہے مغتنم ہے جو گزرے خوشی ہو آج — "
چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہے — ناسخ
فرق اتنا ہی نظر آیا گدا و شاہ میں — "
فرق مرجانے کے بعد انساں و حیواں میں نہیں — "
ایک دن غیر خاک خاک نہیں — "
خاک ہو جاتا ہے آخر بکے آہن خاک میں — "
خاک کا بعد از فنا ہوتا ہے مدفن خاک میں — "
ایک دن مل جائے گا یہ خانۂ تن خاک میں — "
کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید — "
ہو مکاں ٹیڑھا بنے معمار اگر دیوار کج — نساخ
جو اور کی مارے چھری اسکے بھی لگتا ہے چھرا — نظیر
پھر خاک اسکو ہونا ہے یارو جدا جدا
قصر کسرےٰ کا فریدوں کا محل کیا ہوگا — نظم
بشر کا ہے کو دو دن کے لئے جھگڑے لگا رکھے — "
یاد آغوش لحد میں کرتے ہیں فریاد ہم — نمود
کھنچیے شباب کے عالم میں جو جواں گستاخ — نواب
فائدہ کیا قصر جمشیدی کی گر تعمیر ہے — "
نہ یہ دولت نہ یہ شوکت نہ یہ حشمت ہوگی — "
واہ کیا آغاز تھا اور کیا ہوا انجام روح — وزیر
اے مسافر دور ہے یہ راہ یہ منزل دراز — واسطی
کس واسطے عبث غمِ دنیا اٹھائیے — "
آغاز میں جو خاک تھا پھر خاک ہو گیا — "
کیوں آج دکھاتا ہے یہ جاہ و حشم اپنا — واہی
کھٹکے فلک کی آنکھوں میں وہ بنکے خار حیف — وقار
کیا باندھ کے بیٹھا ہے مکاں کوہ کے اوپر — ہمدم
جانا ہے یاں سے آخر سوئے عدم جریدہ — "
گل شگفتہ جو ہوئے صبح کو خنداں ہو کر — ہزبر
جو ہنسے گا وہ ہنسایا جائے گا — یکتا
زمیں جو گھر بنانے کو تونگر مول لیتے ہیں — "

زندگانی کا مزہ ملتا تھا جن کی بزم میں	ان کی قبروں کا بھی اب مجھکو پتہ ملتا نہیں	اکبر
اکبر ہمارے عہد کا اللہ رے انقلاب	گویا وہ آسمان نہیں وہ زمیں نہیں	"
انقلاب روش چرخ کو دیکھ اے اکبر	کل جو تھے دوست مرے آج عدو بن بیٹھے	"
اس انقلاب کو حیرت سے دیکھتا ہوں میں	زمانہ کہتا ہے دیکھا کرو ابھی کیا ہے	"
خرابی خانہ ہائے عیش کی ہے اور گردوں میں	جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ویراں ہوتے جاتے ہیں	"
خزاں ہیں بلبل و گل کا نشاں تک نہ رہا	ہوا بدل گئی دو روز میں گلستاں کی	"
جہاں کل تھا غلغلۂ طرب وہاں ہائے آج ہے غضب	کہیں اک مکاں ہے گرا ہوا کہیں اک شکستہ مزار ہے	"
تمہیں اس انقلاب دہر کا کیا غم ہے اے اکبر	بہت نزدیک وہ دن ہیں کہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے	"
رنگ عالم دیکھئے اب زیب و زینت اور ہے	کل تو تھی کچھ اور صورت آج صورت اور ہے	امیر
اہل زمانہ بن کے بگڑتے ہیں کیسے جلد	ہے ماہ کو زوال و کمال ایک رات میں	"
یہ چرچے، یہ صحبت، یہ عالم کہاں	خدا جانے کل تم کہاں، ہم کہاں	"
کیا زمانہ ہے نہیں صاف کسی سے کوئی	دوست کے دل میں وہ ہی جو دل دشمن میں نہیں	"
امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے	پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے	"
دور فلک سے ان کو نہیں بوریا نصیب	جن کے لئے تھی مسند پر زر لگی ہوئی	"
منظور چرخ ہے کہ امیر سیاہ مست	دل کا کباب کھائے جگر کا لہو پیئے	"
روشن تھے جن کے قصر میں موتیوں کے جھاڑ	محتاج ہیں وہ ایک چراغ مزار کے	"
جن جوانوں کے سر افلاک پڑتے تھے قدم	اب زمیں پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے	"
امیر اک روز یہ گل سوکھ کر ہو جائینگے کانٹے	چمن کی جو روش ہے آج کل جھاڑی ہے جنگل کی	"
اب دیکھیں کیا دکھائے نشیب و فراز دہر	اب تک تو جس زمیں پہ رہے آسماں رہے	"
برخلاف ایسی ہوا باغ جہاں کی ہے امیر	پھول کو ہاتھ لگاتا تو شرارا ہوتا	"
نہ راستی کا نشاں سرو میں نہ گل میں ہے بو	بدل گئی چمن روزگار کی صورت	"
جو آبادی ہے ویرانی ہے آخر	بھرے جنگل ہزاروں شہر اجڑ کر	"
عجب انقلاب زمانہ ہے کہ ہے اقربا میں بھی تفرقہ	نہ پدر رہے کوئی پسر سے خوش نہ پسر ہے کوئی پدر سے خوش	"
ہوں بڑا بہروپیا ہے پیر فلک	صورتیں تازہ نئی روز دکھاتا ہے رنگ	"
زمین قصر سلاطیں سے آ رہی ہے صدا	کہ آج منزل عشرت ہوں کل مزار ہوں میں	"
دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے	جو مرنے ہیں وہ جیتے ہیں جو جیتے ہیں وہ مرتے ہیں	"
اللہ رے انقلاب محل ہے نہ قصر ہے	تربت فقط عمارت شاہی میں رہ گئی	"
ذرہ و پروانہ آسا گردش ایام سے	ہیں پریشاں حال دن بھر ہم تو سوزاں رات بھر	"
نیرنگیاں دکھاتا ہے کیا انقلاب دہر	یہ کاسۂ گدائی ہے سر بادشاہ کا	اشک
کسی کی نہیں پوچھتا بات کوئی	ہوئی یہ زمانہ کی حالت بگڑ کر	"
رہی عزت و جاہ و تمکیں نہ قائم	ملے خاک میں پھول پھل برگ جھڑ کر	"
انقلاب دہر سے ممکن نہیں شکل ثبات	شام کو بگڑی ہوئی آئی نظر تعمیر صبح	اثر
دنیا کو آتش ایک کے اوپر نہیں قیام	یہ آج کل وہ صاحب طبل و علم ہوا	آتش

انقلاب

صبح پوشاک اسے ہے تو سر شام سفید — آتش
کونسی شام ہے جو نہیں صبح ہوئی اے مغرور — "
مسند گردوں سے نکلے جس طرح سے ہوسکے
ڈر ہے گر پڑنے کا آتش پیکاں گردش میں ہے — "
گردش دوران سے مردان خدا بے باک ہیں
نوح کی کشتی کو اندیشہ نہیں گرداب کا — "
نہیں قرار زمانہ کو ایک حالت پر
جو دو دن پیر ہوں میں نالاں تو دو دن پیر خاموش — "
کیا نفاق انگیز چلتی ہے زمانہ میں ہوا
سیکڑوں مجموعہ صحبت پریشاں ہو گئے — "
چلی ہے ایسی زمانہ میں کچھ ہوا الٹی
کریں جو بات سمجھتے ہیں آشنا الٹی — "
روز و شب چرخ ہنڈولے کی طرح پھرتا ہے
کس طرح سے نہ زمانہ تہ و بالا ہو جائے — "
چہکارتے ہیں مرغ خوش الحان نئے نئے
دکھلا رہا ہے رنگ گلستاں نئے نئے — "
کبھی تو ہو گا ہمارا ابھی یار پہلو میں
کبھی تو قصد کرے گا زمانہ کروٹ کا — "
اک حال پر کبھی نہیں اس کو قیام ہے
دنیا کا کارخانہ طلسمی مقام ہے

زین چمن

انقلاب

رنگِ عالم بدل گیا ایسا
شیرِ مادر ہے خونِ برادر کا — رشید

خاک ہو گا جسم، جاں اپنی ہوا ہو جائیگی
ایک دن حالت ہماری کیا سے کیا ہو جائیگی — ״

تماشا میں بس او حسرت انقلابِ دہرِ فانی ہے
جو کل آنکھوں سے دیکھا آج کانوں کو کہانی ہے — ״

پہچانتے نہیں ہیں مجھے میرے آشنا
کیا انقلاب دہر سے صورت بدل گئی — ״

جیسے کہ ابتدا میں تھے ویسے ہی انتہا میں ہے
بے ہزار رنگ جہان خراب ہے — ״

سبھی ہوا ہو بوستانِ دہر میں یارب
چلی ہیں اب گلچین کے دن ہیں — ״

قفس میں بلبلیں ہیں اب ہوا ایسا ہوا عالم
ذرا عبرت سے دیکھو منقلب [illegible] ہیں — ״

کہ مسکن بیم و زر اب ہے فلک
ہر دم نگار ما بہ خزانہ اے [illegible] نہیں — ״

جو آج ہے جہان کی صورت وہ کل نہیں
زمانہ کو تغیر ہے تغیر کو حدوث اے دل — ״

نتیجہ یہ ہے حادث ہونا لازم ہے انساں کا
نشانِ زندگی میں ہے اقبال جس کا نام
مرنے کے بعد اب وہ تیرہ اغ مزار ہے — تاج

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتی رہتی ہے ہر دم ہوا زمانے کی
گدا سلطاں ہوئے سلطان درویش
سپید موے سیہ اپنے ہو گئے کیا جلد
نہیں پست و بلند دہر سے نیکوں کو بھی فرصت
پیری میں مو سفید جوانی میں ہیں سیاہ
تھوڑے دنوں میں طفل جواں ہیں جوان پیر
خورسند کیا عدو ہیں ہمارے ملال پر
کبھی تو کم ہو جہانِ تباہ کی گردش
کیسی ہوا بدل گئی ہے باغِ دہر کی
امیدِ عیش کیوں نہ ہو ہم کو ملال میں
مکاں آباد تھے جتنے ہوئے ہو گئے مکان آخر
انقلابِ دہر ظاہر ہے عیاں تغیرِ حال
ایسا بھی اے سپہر کبھی انقلاب ہو
اسیر اُلٹا زمانہ ہے بڑے نافہم ہیں مردم
کیا دیکھتا نہیں ہے زمانہ کا انقلاب
ظاہر دو رنگیِ چمنِ روزگار ہے
کس کا گلہ ہے آنکھیں اگر تم نے پھیر لیں
زیرِ زمین پڑے ہیں وہ آج کیسے غافل
دورِ فلک سے اہلِ زمین کو نہیں قرار
انقلابِ عالمِ فانی تماشا ہے اسیر
ایک صورت پر نہ دیکھی نعمتِ خوانِ فلک
کیا انقلاب ہے کہ زمانہ میں ہر زمیں
لازم ہے انقلاب زمانے کے واسطے
قسمت نے بوریے سے جگہ دی جو تخت پر
ثابت ہے بے دلیل دو رنگی جہان کی
رہتا ہے مجھے خوف یہ نیرنگِ جہاں سے
سرسبز اس چمن میں ہمیشہ رہا ہے کون
کس طرح ہو انقلابِ دہر کا عالم بیاں
کیا دورِ چرخ سے ہے پسِ مرگ تفرقہ
رنگ کیا جہان کا بدلا
پاؤں پھیلانے کی جا ان کو نہیں زنداں میں بھی
کبھی یوں منقلب ہوتا زمانہ

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
کبھی صبا، کبھی صرصر، کبھی ہے گرد آتی
عجائب کارخانہ ہے خدا کا
دو رنگیِ چمنِ روزگار کے باعث
نمایاں ہو کہ یوسف چاہ میں عیسیٰ ہیں گردوں پر
رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک رنگ پر
نظارۂ تغیرِ اہلِ زمانہ کر
رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک حال پر
کہو سپہر کرے راہ راہ کی گردش
ہے زاغ کو بھی بلبلِ گلزار کا دماغ
سو سو جو انقلاب ہوئے ایک ایک سال میں
نہ کوئی طاقِ کسریٰ میں نہ ایوانِ فریدوں میں
آج جو ہے کل نہ تھا جو آج ہے وہ کل نہیں
درویش کے قدم پہ سرِ بادشاہ ہو
کہ خوش ہوتے ہیں سن کر شل نے یہ میرے شیون کو
پھیرے ہوئے گدا سے ہے کیا بادشاہ آنکھ
فصلِ خزاں کبھی کبھی فصلِ بہار ہے
یہ مقتضائے گردشِ لیل و نہار ہے
کل تک دماغ جن کے بالائے آسماں تھے
ہر مہرہ اس بساط کا خانہ بجانہ ہے
زن لباسِ مرد میں ہیں مرد رختِ زن میں ہے
مہر نانِ گرم ہے مہتاب نانِ سرد ہے
دریا ہے گاہ گاہ بیاباں ہے گاہ راغ
آئے ہیں سب جہان میں جانے کے واسطے
سمجھا یہ میں فقیر کہ بستر بدل گیا
کچھ حاجتِ گواہی جوزا نہیں مجھے
اڑتا ہے مار رنگِ قفائے پرِ طاؤس
چرتے ہیں گور تربتِ بہرام گور پر
چشم ہے دیکھا جو کل ہے گوش کو افسانہ آج
شہرِ فنا میں جسم ہے ملکِ بقا میں روح
تھے جو نوری ہوئے وہ ناری آج
زندگی میں کارخانہ جن کا عالیجاہ تھا
فقیر دل کی دہائی شاہ دیتا

آتش
آزاد
اسیر
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
تاج شاہی کیلئے تھا انقلاب دہر سے	ٹھوکریں کھاتے سر فغفور کو پاتے ہیں آج	احد
انقلاب دہر سے پیش نظر	دیکھتے ہیں دیدۂ بیدار رنگ	"
ہو گیا دور فلک سے حال دنیا کا خراب	جائے شادی جو جگہ تھی جائے شیون بن گئی	"
مٹایا خواہش دنیا نے ایسا ڈھونڈھنے پر بھی	نشان ملتا نہیں اسکندر و فغفور و خاقاں کا	"
خدا جانے کدھر راہی ہوئے یاران صحبت بھی	نشاں ملتا نہیں ہے اب کہیں محفل کی محفل کا	"
صدا بربادی قصر فریدوں سے یہ آتی ہے	کسے آباد تو نے گردش چرخ کہن چھوڑا	"
ہے خوشی سب طرح کی ناحق کا	خطرۂ انقلاب باقی ہے	انش
دو رنگی باغ عالم کی دکھاتی ہے سماں کیا کیا	کہیں کھلتا ہے گل لالہ کہیں سینے کے لالے ہیں	اختر
انقلاب زمانہ کی تصویر	پھر رہی ہے ہماری آنکھوں میں	"
حادثات دہر پر پتھر پڑیں	چور ہو کر دل کا شیشہ رہ گیا	انیس
چھٹتا ہے کون گردش لیل و نہار سے	ہم بھی تو آ گئے ہیں اسی انقلاب میں	افسر
ہمارے دوست لڑکپن کے ہو گئے دشمن	عجیب طرح کا نیرنگ روزگار ہوا	انجم
ہو چکی میعاد ایام بہار	غنچہ و گل رو رہے ہیں پھوٹ پھوٹ	اسمٰعیل
زمانہ کی بگڑی کچھ ایسی ہوا	کہ بے غیرتی بھی ہنر ہو گئی	"
افسوس بلبلیں تھیں جہاں نغمہ سنج گل	آج آشیاں وہیں پہ تو زاغ و زغن کے ہیں	باقی
کوئی یہاں رہیگا نہ اک حال پر کبھی	یہ حال ہے کہ شام کبھی ہے سحر کبھی	بجر
تکیہ کی یاد چاہیے مسند پہ بیٹھ کر	نمگیرہ سر پہ آج ہے کل شامیانہ ہے	"
وہ زمانہ ہے کہ باب عیش و عشرت بند ہے	خانۂ زنداں ہے دنیا آدمی محبوس ہے	"
آج یہ آغوش خالی مجھکو بنلی گور ہے	انقلاب دہر سے کچھ غم نہ کھا اے طفل خو	"
اکدن وہ تھا گلوں سے شاخیں ہری بھری تھیں	اکدن یہ ہے کہ گل کیا پتا نہیں شجر میں	"
کہاں نجات سپید و سیاہ عالم سے	نہ چین دیگی یہ شام و پگاہ کی گردش	"
نصیب پست ہمارے نہ اوج پر آئے	غلط پکارتے ہیں لوگ انقلاب ہوا	"
گلشن عالم کی نیرنگی سے ہوتا ہے یقین	پھر شگوفہ پھیلتا ہے پھر بدلتی ہے ہوا	"
دنیا پرست مسند دیں پر مقیم ہیں	دیکھا بلند و پست جہان خراب کا	"
دن رات دیکھتا ہوں نشیب و فراز دہر	کیا دو بخت کوزۂ دولاب ہو گیا	"
بحر عالم میں رہی کشتی امید تباہ	دمبدم موج حوادث نے طمانچہ مارا	برق
گردش پیر فلک سے وہ ہوئے خاک سیاہ	دن میں پوشاک بدلتے تھے جو سو بار سپید	"
برق روتے ہوئے گردش میں رہا کرتے ہیں	کم نہیں حلقۂ دولاب سے دورہ اُن کا	"
گردش ایام سے جاتی رہی حرص و ہوا	آگیا ہے آسماں سنگ قناعت ہو گئی	"
نگل کے دن رہے باقی نہ گلعذار کے دن	گزر گئے دل ناشاد جب بہار کے دن	بیدم
جب بدلتی ہے زمانہ کی ہوا	رنگ کس کس کا بدلجاتا نہیں	پرتو
ستاروں کے جب پھیر کا وقت آوے	ہوں نامہرباں، مہرباں کیسے کیسے	"
دشت و گلزار کی قسمت ہے پروخالی میں	کوئی آباد ہوا اور کوئی ویران ہوا	"

انقلاب

نہ دنیا میں باقی ہے شاہوں کی حشمت
نہ باقی مزاروں میں ان کا نشان ہے
تعجب ہے کس طرح سے زمانہ کو سمجھوں میں
کہ دیکھتا ہوں میں ہر آن نئے نئے
رنگ اس کے گزرے کی یکساں
نمود رنج میں تو گزرے ستمگری کا
کبھی اے کا بہت زمانہ پلٹ گیا
زمانہ کبھی فلک سے پلٹ گیا
بنی گردش فلک کی یکایک پلٹ گیا
بیگانہ سا ہر ایک ہے انقلاب سے
نام آوروں کو خوف نہیں سپید یا نگین کا رنگ
انتشار و دو پہ ہوتا ہے سپید و سیہ ہوا
روشن زوال پر منور سے ہے ایک حال پر
رہتا نہیں ہے کوئی یہاں ایک طرح
یکساں نہیں گزری کبھی ایک حال پر
رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک حال پر
کرشمے دکھاتا ہے کیا کیا فلک
نئے گل کھلاتا ہے کیا کیا فلک
بجو ابلق لیل و نہار کو دیکھو
ہے ہر روز نئی جہان کا رنگ
بدلتا رہتا ہے زمانہ کا آج کل
اندر سے انقلاب زمانہ
عزت میں بڑھ کے بے ہنری سے ہنر نہیں
کیوں نہ

تجمل

انقلاب

دہر خانہ خراب نے مارا
ہائے اس انقلاب نے مارا
جس جگہ تھے قصر شاہی اب وہاں ویرانہ ہے
تھے ہما کے پر جہاں واں چغد کا مسکن ہوا
گردش میں ہے یہ چرخ کہن شکل آسیا
ہر دم زمیں پہ کیوں نہ نیا انقلاب ہو
آئی شب فراق گئے دن وصال کے
کبھی نہیں ہے ثبات زمانہ ہے
ایک حال پر کبھی ... جناں
قصر عالی تھے جن کے رشک جناں
وہ مکیں اور وہ مکاں نہ رہے
نہ دم میں رہے نام و نشاں امیروں کے
جو قصر شاہ تھے تکیے ہوئے فقیروں کے
جلالت کوئی دم کی ہے زمانہ میں غنیمت
اک دم میں جنوں ہوتا ہے عالم تہ و بالا
جس مکاں میں رات بھر دہر میں جشن تماشا تھی
صبح واں ... صراحی تھی نہ وہ پیمانہ تھا
کھلے جو دیدۂ عبرت بدل گئے سو رنگ
عمر دو روز نکلی لیل و نہار کی کر کے
خانہ آباد لاکھوں دشت ویران ہو گئے
دیکھتا ہوں یا اولی الابصار کیا تھا کیا ہوا

ثاقب — جنون — ” — ” — ” — ” — ” — جاہ — ” — جوش — ” — [illegible]

کیوں نہ سر باکھوں میں گردوں کو
جس جا پہ بچھا کرتی تھی کل مسندِ شاہی
لائقِ دید ہے نیرنگِ جہانِ فانی
نفسِ چند ہے یہ لالہ و گل کا عالم
آج ہے زیرِ قدم کل اے فلک
تسلیم اضطراب کے بدلے ہو دل کو چین
کسی کا ہے دَور آج کل تھا کسی کا
انقلابِ آسماں سے خاک ہو عبرت مجھے
آگئی فصلِ خزاں اڑتی چمن میں خاک ہے
فلک کرتا ہے کیا پاجی پرستی اس زمانہ میں
اک قدم جو بے سواری چل نہ سکتے تھے کبھی
قیامِ عمرِ دو روزہ جاتی کبھی نہیں ایک قاعدے پر
قیامِ عمرِ دو روزہ جاتی کبھی نہیں ایک قاعدے پر
مآل کارِ جہانِ فانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر
گئے وہ عیش و نشاط کے دن زمانِ رنج و ملال آیا
کل تھا چہرے پہ جو سر پیچ مرصع باندھے
جو مسہری پر سدا سوتے تھے وہ افلاس میں
نالِ طفلی، نوجوانی، پیری تینوں دیکھ لو
اب کے دنیا دار کیا کرتے ہیں دولت پر گھمنڈ
جن کو نہ میسر تھی کبھی دمڑی اَدھی
عجب دورِ گردوں گے ہیں انقلاب
ہے خزاں باغوں میں روتے ہیں یہ کہہ کر باغباں
کبھی جھجھوں سے قائل نہ کوئی حکیم ہوتا
زمانہ کی روش ہر ہر قدم پر مجھ سے کہتی ہے
بعد مردن بھی کہاں سنگِ حوادث سے نجات
مٹانے کو مرے سنگِ حوادث اُڑ کے آتے ہیں
مر کر بھی ہے نشیب و فرازِ جہاں وہی
دیکھ ناداں سایۂ دیوار
مسند نشیں ہوے تو کبھی بوریا نشیں
بگولے کی صورت بیاباں میں پھر کر
پیشِ نظر ہے رنگ خزان و بہار کا
کیا انقلابِ دہر سے اللہ کی پناہ
انقلابِ بخت سے راحت کہاں زیرِ زمیں

ہر دم اک رنگ یہ بدلتا ہے
واں آج نظر آتے ہیں خاشاک کے ٹکڑے
گل جو بے سیم تھے وہ آج ہیں زردار بنے
کچھ نہ ہوگا جو خزاں کا کوئی جھونکا آیا
یہ زمین بالائے سر ہو جائیگی
آے زمانہ جلد کہیں انقلاب کا
نہیں ساتھ دیتا زمانہ کسی کا
ہیں کوئی اہلِ دول اربابِ حشمت میں نہیں
اب زرِ گل کے عوض گل کے دہن میں خاک ہے
نہ ہوا دبار شرفا جو ہو اقبال ارزل کا
کام وہ کرنے لگے ہیں آج کل سائیس کا
بہارِ گل، لطفِ نوجوانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر
تعلقِ عیشِ زندگانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر
بہارِ گل، لطفِ نوجوانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر
شباب نے شیب سے بدل کی عروج گزرا زوال آیا
آج دیکھا اُسے اک پگڑی سڑی ہے سر پر
خاک پر سونے لگے منہ پر دوپٹہ تان کے
دن بدن تبدیل ہے اور دمبدم تغیر ہے
ہو گئے اس وقت میں تو سینکڑوں نادار زار
اس وقت میں وہ پہنتے ہیں سونے کی بدھی
کہ آباد ہے کوئی، کوئی خراب
گل یہاں تھے، اس جگہ تھا آشیانِ عندلیب
جو یہ حادثے نہ ہوتے تو جہاں قدیم ہوتا
یہاں گورِ غریباں تھا، یہاں گنجِ شہیداں تھا
پھینکتے ہیں قبر میں پڑھ پڑھ کے پتھر آشنا
قدم دوشِ صبا پر ہے پے تعمیر پتھر کا
زیرِ زمین ہے جسم تو بالائے چرخ روح
ہے نشیب و فراز کی تصویر
دیکھے بہت نشیب و فرازِ جہاں کے رنگ
نشیب و فرازِ جہاں دیکھتے ہیں
آنکھوں میں ہو سماں چمنِ روزگار کا
کرنے لگے پسند خودی کو خدا پسند
یا زمیں بالائے سر یا آسماں زیرِ زمیں

تجمل — ” — تسلیم — ” — ” — ” — ” — ” — تراب — ” — مہر — ” — ” — ” — تراب — ” — ” — ” — ” — تائب — تعشق — ثاقب — ” — ” — ” — ” — ” — ” — ” — ” — ” — ”

مصرعِ اول	مصرعِ دوم	شاعر
اس چمن زار میں ہیں زاغ و زغن کے اب شور	قمریاں دیتی تھیں آوازیں جہاں کو کو کی	جوش
کیا انقلاب گردش لیل و نہار ہے	وہ کیا کہ آدمی نہیں آتا نظر کو اب	"
باغ کو ایسا خزاں نے آکے ویراں کر دیا	چند پھرتے ہیں روش پر اب بجائے آفتاب	"
وہ انقلاب سے اہلِ زمیں نے پائے رنج	نہیں ہے خاک کوئی زیر آسماں محفوظ	"
کل تک اسی سے خلق کی حاجت روا ہوئی	پہنچا رہا ہے آج یہ دستِ سوال رنج	"
مبتلا انقلاب گردوں میں	شکل لیل و نہار ہم بھی ہیں	"
شانِ خالق ہے وہ اب دیتے ہیں لاکھوں گالیاں	جو کبھی کہتے نہ تھے اپنی زباں سے تو مجھے	"
عبث بیٹھی ہوئی ہیں بلبلیں ڈالوں پہ سر ڈالے	بہت گل باغ میں بادِ خزاں نے خاک کر ڈالے	جوہا
فقیر کو نہ حقارت سے دیکھ اے منعم	جہاں میں سنتے ہیں بعد از عروج ہی ہو زوال	جمیل
خانۂ انس و محبت میں غضب آگ لگی	بھائی کو بھائی کے بس خون کا پیاسا دیکھا	حیرت
دکھائے ہیں کیا کیا زمانہ نے ڈھنگ	گئی راہ سب زندگانی کے سنگ	"
رہیگی گردش دکھا کے نیچا جو ہوگے تارے تم آسماں کے	صدا کسی کی بنی رہی ہے نہ یاں کسی کی بنی رہے گی	حالی
نہ بلبل کا ٹھکانا نہ کہیں گل کا پتہ	اے خزاں تو نے اجاڑا ہے گلستاں کیا کیا	حیرت
ہوا بدل گئی کچھ ایسی باغِ عالم کی	نہ باغباں میں مروت نہ گل میں بو باقی	"
دکھلایا خزاں نے تری قدرت کا تماشا	گلزار میں جو گل تھے وہی گل نظر آئے	"
شبنم کے حالِ زار پہ ہنسنا نہ چاہئے	اے گل خزاں بھی رہتی ہے پیچھے بہار کے	"
باغِ ہستی سے گئے جانبِ صحرائے عدم	لالہ رو غنچہ دہاں سرو گلستاں کیا کیا	حالی
ڈر ہے دوں گے ساتھ امیدیں بھی بس نہ جائیں	اے آسیائے گردش لیل و نہار بس	"
کس قدر یار و ہوا ہے انقلاب	آگیا یاروں کے اقراروں میں فرق	"
کبک و قمری میں ہے جھگڑا کہ چمن کس کا ہے	کل بتا دے گی خزاں یہ کہ وطن کس کا ہے	"
رہیں گے نہ ملاح یہ دن سدا	کوئی دن میں گنگا اتر جائے گی	"
سماں کل کا رہ رہ کے آتا ہے یاد	ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہوگیا	"
کھولی ہیں تم نے آنکھیں اے حادثو ہماری	احسان یہ نہ ہرگز بھولیں گے ہم تمہارا	"
یوں خزاں آئی چمن پر ہائے بلبل کیا ہوا	لالہ و سوسن کہاں ہیں سنبل و گل کیا ہوا	حسرت
یہ جس کے لئے تنکے چنتی ہے بلبل	بکھر جائے گا وہ نشیمن اجڑ کر	حفیظ
تشنۂ خوں دوست دشمن کی طرح رہنے لگے	رنگ بگڑا ہے زمانہ کی ہوا اچھی نہیں	خلیل
وہ زمانہ ہے نہیں کوئی کسی کا پرساں	قیدِ یوسف ہو تو لکھیں نہ برادر نامہ	"
دنیا سے رسم مہر و محبت کی اٹھ گئی	کم اتفاق ہے تو بہت سا نفاق ہے	"
پستی سے اوج اوج سے پستی ہوئی نصیب	گزری تمام عمر اسی اونچ نیچ میں	خاطر
عجب ہے عالمِ فانی کا انقلاب خلیق	جو کل تھی باغ میں بلبل قفس میں آئی آج	خلیق
گزروں میں جس خرابہ پہ کہتے ہیں واں کے لوگ	ہے کوئی دن کی بات، یہ گھر تھا، یہ باغ تھا	درد
یہ چالیں آسماں کی کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتیں	کسی کی سرفرازی ہے کسی کی پائمالی ہے	داغ
ای فلک ہے کیا زمانہ کی بساط	دمبدم کے انقلاب اچھے نہیں	"

انقلاب

مصرعِ اول	مصرعِ دوم	شاعر
گزر گئے ہیں جو دن پھر وہ نہ آئیں گے ہرگز	کہ ایک چال فلک ہر برس نہیں چلتا	داغ
مجھکو نشیمن سے کیا بچھڑے داغ	بس اتنا نہیں ہوں میں قفس میں	"
کہاں وہ گئے عیش و عشرت کے دن	مصیبت کی راتیں ہیں آفت کے دن	"
الٰہی زمانے کو کیا ہو گیا ہے	محبت ہے کم ہے عداوت زیادہ	"
بگڑ گئی ہے یہاں بے طرح جہاں کی طرح	کہاں کی وضع کہاں کی ادا کہاں کی طرح	
کبھی یہ دل تماشا گاہ تھا عیش و مسرت کا	اب اس میں حسرت و یاس و تمنا سیر کرتے ہیں	
اب نئی روشنی ہے دنیا میں	ہائے کیا ہو گئے پرانے لوگ	فائق
کیا کریں عزم ہم بنانے کا	کچھ ٹھکانا بھی ہے زمانے کا	ذوق
ذوق گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے	کر رہا باغ جہاں میں ہے دگرگوں چلتی	ذاکر
یہ ہے انقلاب زمانہ کیا کہ گلوں کے بدلے ہیں خار ہے	نہ بہار ہے نہ وہ آشنا نہ وہ رنگ ہے نہ بہار ہے	اس

انقلاب

چین سے رہنے نہیں دیتی ہے کبھو کس جگہ
تنگ آیا ہوں میں از بس گردش ایام سے — شائق

ایک صورت پہ نہیں ثبات مہر و صبح لیل و نہار
خوب اس چرخ شعبدہ باز کا تماشا دیکھیں — =

پھٹے گا جو صور قیامت تو بس
اسی دم یہ عالم بدل جائے گا — صفدر

دور دورہ فقط دور عیش ہے صفدر
نہ شیشہ رہے گا نہ یہ پیمانہ رہے گا — =

کیا اعتبار دولت ہے اس جہاں میں صفدر
مٹی میں مل گئے ہیں عالی جناب کیا کیا — =

اب دوست بھی عدو نظر آتے ہیں دہر میں
صفدر گئے وہ روز کہ دشمن بھی یار تھا — =

عجیب دنیا کا حال دیکھا کہ جاہ و جلال والا
ابھی کو خستہ حال دیکھا لگا رہتے ہیں وہی بنا گدا — =

جنہیں ناز جاہ و حشم پہ تھا جنہیں گنج و درم پہ تھا
جنہیں فخر طبل و علم پہ تھا کہیں آج انکا نشاں نہیں — =

یہ رنگ ہے صفدر ایسا زمانہ
کہ ہے آج جس کا کل اس کا زمانہ — =

پہلا رنگ عالم آسماں کی ایک گردش نے
نہ وہ محبت رہی باقی نہ وہ احباب کے جلسے — سبھی ایسی

اس ہنڈولے پہ ہر اک اہل جہاں کی ہے بنا
مالک نوبت و نشاں تھے جو کل — شائق

ہر مرتبہ زمانہ کو ہوتا ہے انقلاب
ہوا پھر گئی چار دن میں چمن کی — =

بغض و حسد سے مہر و محبت بدل گئی
یاد رکھ دیکھے دنیا کے نشیب اور فراز — =

غافل نہ ہو نشیب و فراز زمانہ سے
سکھایا ہے مجھے یہ انقلاب دہر نے راسخ — =

اس کا زمانہ آج تو کل اسکا دور ہے
ہمیشہ یونہیں زمانہ میں انقلاب رہا — صفدر

بلند مرتبہ والوں کو کب ہے چین کبھی
اک رنگ پہ رہتا ہی نہیں حالِ زمانہ — =

گردش لیل و نہاری ہے عجب بوقلموں
دنیا کا رنگ ڈھنگ قیامت سے کم نہیں — =

خزاں نے کردیئے وہ پھول پائمال افسوس
گئے بادشاہانِ نامی جہاں سے — =

تھی کیا خبر یہ گلشن بے برگ و بار ہوگا
کیسا یہ چرخ پیر نے ڈالا ہے تفرقہ — =

منقلب ایسا ہے زمانہ سراج
رنج کیوں اس کے تغیر پہ کریں اہلِ صفا — =

دل میں ہے کاوش خار غم و حسرت باقی
فصل گل کچھ دن ہی کچھ دن رہا دورِ خزاں — =

اس زمانہ میں ہوا کیا انقلابِ روزگار
زمانہ کی ہوا بدلی ہوئی ہے — =

گلشن دہر کا یکساں نہیں رہتا عالم
بزنگ شیشہ ساعت ہے انقلاب زماں — =

انقلابات زمانہ سے جہاں میں دیکھا
گردش چرخ سے شکل مہ نو عالی قدر

بہتر کبھی ہوجائے ہے تدبیر سے بدتر
ہے بہار اک ہفتہ گلشن میں خزاں ہے اس کیساتھ

رکھتے ہیں یاں کے طرفہ خزان و بہار رنگ
یکرنگی اس چمن سے ہے روپوش اے بہار

ازل سے رنگ اس گلزارِ عالم کے نرالے ہیں

کیوں نہ چکر میں رہیں گردش ایام سے ہم
آج نوبت یہ ہے نشان نہیں — رند

لاتی ہے سانگ گردش دوراں نئے نئے
نہ اب گل میں رنگت نہ غنچہ میں بو ہے — "

کیسی ہوا کریم زمانہ میں چل گئی
اب بلندی ہے جہاں پھر وہیں پستی ہوگی — "

ادنے پہ بھی کبھی نہ حقارت سے ڈال آنکھ
مقابل کا موافق ہوں موافق کا مقابل ہوں — رمز / راسخ

یہ ہتکھنڈے قدیم سے چرخ کہن کے ہیں
کسی کا کام نکلا تو کامیاب رہا — سرشار / سحر

فلک کو روز نیا انقلاب رہتا ہے
بدتر کبھی دیکھا کبھی دیکھا بہت اچھا — سعید

ہر دم و لحظہ اسے رنگ بدلتے دیکھا
دختر ہے ماں سے اور پسر ہے پدر سے دو — " / سراج

ہمیشہ باغ میں جو نئے سوار بن کے رہے
ہوے نامور بے نشان کیسے کیسے — "

یوں چرخ کی نظر میں ہر پھول خار ہوگا
رہنے لگا ہے اب تو بشر بھی بشر سے دور — "

تھا جو بھلا وہ بھی بُرا ہوگیا
حال دنیا کسی وقت میں یکساں نہ رہا — "

نہ وہ گل ہیں نہ وہ گلشن نہ وہ صحبت باقی
آشیاں اپنا ہوا آباد بھی ویران بھی — شفق

دوستی کی جس سے ہم نے وہی دشمن ہوگیا
فلک نیرنگیاں دکھلا رہا ہے — "

رنگ کیا کیا یہ نئے چرخ بدلتا گیا ہے
کبھی چڑھا رہا اور کبھی اتار رہا — شہید

دم میں کشکول گدا افسر دارائی تھا
دربدر پھرتے ہیں بہر طلب ناں محتاج — "

بدتر کبھی ہوجاے ہے تقدیر سے بہتر
کیا ہمیشہ جلوۂ گل اے صبا رہ جائے گا — "

رکھتا ہے یعنے بوقلموں روزگار رنگ
بے رنگ سے رکھے ہے یہاں اعتبار رنگ — "

کہیں ہیں قہقہے گل کے کہیں بلبل کے نالے ہیں — شیفت

کبھی ایسی بھی ہو جاتی ہے گردش بزم عالم میں
بادشاہوں کو ملا گھر نہ تہ خاک اچھا
ظفر گیا زمانہ بُرا آگیا ہے
بدلا ہے روزگار کا کچھ اس طرح سے رنگ
گلشنِ دہر میں ہے گاہ خزاں گاہ بہار
گاہ گرمی، گاہ سردی، گاہ دن ہے، گاہ رات
کسی کو پست کرے ہے فلک کسی کو بلند
باغِ عالم میں مناسب ہے بشر کو احتیاط
رنگ بدلا ہے یہ کیا پست و بلند دہر کا
ہاتھ اٹھتا تھا نہ جن کا اب وہ کرتے ہیں سلام
طفلی گئی، شباب گیا، پیر ہو گئے
گزری ہے، گزرتی ہے گزر جائیگی یونہی
دورِ گردوں سے ہے انساں کی نمود
نہ وہ بلبل اور نہ وہ گل رہے نہ وہ ساقی اور نہ وہ مل رہے
بدلتا ہے زمانہ رنگ عاشق
ہوائے گلشنِ دنیا پہ ایدل پھولتا کیوں ہے
انقلابِ دہر سے اکثر کی حالت دیکھنا
کیا انقلاب ہو کہ مکدر ہوئے ہیں دوست
کہتی ہے عمر پیر و جواں انقلاب میں
جو بے وقار تھے کل ہیں آج شان والے
دوست بھی ہو گئے عدو افسوس
جو دوست تھے وہ دشمن جانی نظر پڑے
کل خزاں ہوگی، گو بہار ہے آج
جو یار تھا مرا وہی اغیار ہو گیا
ہوا وفا کے عوض بے وفائیوں کا رواج
یارب وہ بزم اور وہ راحت کدھر گئی
ایک حالت نہیں زمانے کی
حیف تاراج ہوئی مملکتِ فصلِ بہار
آگئی جب خزاں نہ رہیگا یہ رنگ روپ
نہیں آتیں سمجھ میں یاروں کی
عاجز سنبھلنے دیتی نہیں اس کی شوخیاں
ہیں آج تو گل و بلبل ہنسی خوشی سے ہم
گلہ ہو کس کا زمانہ کا انقلاب ہے یہ

گر گشکول گدائی کاسۂ فغفور ہوتا ہے	ظاہر
جس میں مسند ہو نہ تکیہ ہو نہ بستر اچھا	"
جہاں دیکھو وہاں ہیں بُرائی کی باتیں	ظفر
ڈھنڈ پیلتا ہے کوئی تو پیتا ہے کوئی بھنگ	"
اک روش پر نہیں رہتی ہے کبھی یاں کی ہوا	"
اے ظفر رہتا نہیں دائم زمانہ ایک سا	"
کہ اس ہنڈولے میں ہے ہر زماں نشیب و فراز	"
اے ظفر چلتی ہوا یاں دمبدم مختلف	"
آج ویرانہ جو ہے تھا ایک دن آباد بھی	عرش
سر جھکایا اس زمانہ نے ہر اک سرہنگ کا	عاشق
اک انتقال دہر میں ہے انقلاب دو	"
کیا ہوگیا، کیا ہوتا ہے، اب دیکھیے کیا ہو	"
چاک پر بنتے ہیں پتلے خاک کے	"
نہ صراحی اور نہ سبو رہی اور نہ پہلا سا وہ دیار ہے	"
جو تھی کل آج وہ صورت نہیں ہے	"
بدل جاتا ہے دم بھر میں یہاں رنگ اس گلستاں کا	"
سنگ تو بالش بنا ہے اور یہ بستر ہے خاک	"
جن کو غبار تھا وہ ہوئے برخلاف صاف	"
مٹی ہے لطفِ زیست جہانِ خراب میں	"
بڑھ چڑھ کے ہوگئے ہیں نام و نشان والے	عشرتی
کیا زمانہ کا انقلاب ہوا	"
سب کا خدا نے ہم کو تماشا دکھا دیا	"
یہی گلزار میں پکار ہے آج	"
کیا کیا تماشا چرخ دکھاتا ہو واہ وا	"
یہ کیا زمانہ کی بدلی ہوا کہو تو سہی	"
باتیں تمام شب کی وہ صحبت کدھر گئی	"
روز یاں انقلاب ہوتے ہیں	عابد
باغ میں بلبل و قمری کی جگہ بوم پھرے	عزیز
خوش ہو نہ عندلیب گلوں کی بہار سے	عاجز
گردشِ روزگار کی باتیں	"
دم ناک میں ہے گردشِ لیل و نہار سے	"
چمن میں کل بھی پھر ایسی بہار ہو کہ نہ ہو	غنی
کہ غیر اپنے ہیں اپنے جو تھے پرائے ہوئے	فدا

انقلاب

پہلے اس کا اور عالم تھا اور اب کچھ اور ہے / دورِ گردوں اک فسانہ کیا اور گردوں ہو گیا	فدا
دورِ گردوں سے یہی دنیا کا رواج / ہے فنا عہدِ سلف، وہ بود ہوا	"
بود و نابود، جو نابود تھا وہ بود ہوا / انقلابِ دہر کا عجب رنگ دیکھو ہو گیا	فیض
انقلابِ دہر یہ آئینہ ہے	"
پھر ترقی و تنزل کا یہ دستور ہے	"
ہے ترقی و تنزل ہر آن میں مجبور ہم / کل ہم تھے تخت پر آج ہیں مجبور ہم	فروغ
کبھی گدا ہے کبھی بادشہ کبھی مفلس کبھی غنی ہے / جہاں میں حال آدمی کا گھڑی میں کچھ ہے اے آسماں	قلق
رونق روئے زمین جو لوگ تھے اب ملتے نہیں / اب وہ مفقود ہیں کبھی جن کی تھی صبح و شام	قدر
کبھی ہے روز کبھی شب کبھی سحر کبھی شام / یہ روز رنگ بدلتا ہے ہر زمانے کا	"
نیک و بد میں نہیں ہیں رونق وہ زمانہ آیا / مسجد میں سونی ہوئیں بتکدہ سنسان ہوا	"
یہ وقت و زندگی بھی ہے انقلابِ عالم / نیچے زمین کے ہیں جو زیرِ آسمان تھے	"
اف ری خزاں کا دور کس بلبل کے آشیاں قفس / گل کی جگہ ہیں خار و خس پر ہیں بجائے عندلیب	

کیا خاک

انقلاب

چہچہے تھے بلبلوں کے کل جہاں پر اب وہاں
سوکھی شاخوں پر فقط پتے کھڑک کے رہ گئے
چلتے ہی بادِ خزاں وہ رنگ وہ رونق کہاں
بلبلیں جاتی ہیں ساری بوستاں چھوڑی ہو
کیا خزاں ہے کیسی ہے فصلِ بہار
یاں بہت سے آئے موسم چل دیے
ہر دم نغمیں اب دیکھئے ہیں کوچہ بکوچہ
باہر جو نکلتے تھے اک دم کبھی گھر سے
موسم گیا بہار کا ہیں کس ہوا میں سبھی
بند ہی نہیں ہے اکڑی ہوئی پھر ہوا بھی
پھر سے تغیر حال پہ مست ہیں زمانے کے
اتفاقات ہیں
یا قافلہ دوراں قافلہ رستوں میں تھے تو گر
یا ایسے گئے یاں سے کچھ کھوج نہ پایا
اب قفر ہوا جہاں آباد
ورنہ ہر اک قدم پہ یاں گھر تھا
یہ زمانہ نہیں ایسا کہ کوئی زیست کرے
چاہتے ہیں جو برا اپنا بھلا کرتے ہیں
جہاں اب خار زاریں ہو گئی ہیں
یہیں آگے بہاریں ہو گئی ہیں
کیسی کیسی

میکش
=
=
=
=
=
میر
=
=
=
=

کیا خاک جاؤں جانب گلشن میں اے صبا
ہر دم نئی ہے صورت ہر دم نیا ہے نقشہ
نہ گل ہیں اب نہ وہ ساقی نہ مے پرستی ہے
کوئی شئے نہیں ایک صورت پہ رہتی
جس جگہ چلتے تھے کل جام شراب
یہی ہے انقلاب عبرت افزا
کل وہاں ہوئیگا گورِ غریباں کا مقام
جہاں پہ جشن تھا کل شب کو، صبح کے ہوتے
اس قدر خون سفید اب تو زمانہ کا ہوا
جمشید کا بھی جام ہے کسریٰ کے طاق پر
ساقی وہ آج ہے نہ وہ پیمانہ آج ہے
کل پہنے ہونگے وہ کفنی صورتِ گدا
مرغانِ چمن آج جو قیدیٔ قفس ہیں
بہتیرے پھول رونقِ باغ جہاں ہوے
قیصر و فغفور سے ہیں بے سر و پا سیکڑوں
رہی نہ یاروں میں مہر یاری نہ دوستداروں میں دوستداری
یہ ٹھوکریں ہیں انھیں کے سنبھالنے کے لئے
یگانہ سمجھا تھا ہم نے جن کو وہ آج دشمن بنے ہوئے ہیں
قیام اصلا نہیں ہے ایک حالت پر کسی شئے کو
بہت دیکھے امیر اب بھیک بھی مانگے نہیں ملتی
جنھیں عزت کے دعوے تھے وہ ہیں خاک مذلت میں
جہاں تھے شہر پہلے اب ہیں وحشت خیز ویرانے
بزرگ اب وہ کہاں ہیں جن کو پہلے تو نے دیکھا تھا
احبا، اقربا، خویش و بیگانہ، دوست اور دشمن
زمانہ اس طرح بدلا ہے پہچانا نہیں جاتا
کبھی خود تو بھی بچہ تھا جوانی تو نے پھر دیکھی
آنکھوں کے سامنے سے وہ احباب اُٹھ گئے
کچھ آگے جا چکے ہیں تو پیچھے ہیں کچھ چلے
صبح عشرت ہے وہ نہ شام وصال
منقلب ہوتے چلے جاتے ہیں ہر شام و سحر
کیا خزاں ہے کیسی ہے فصلِ بہار
کل جو کہلاتے تھے شاہِ ہفت کشور خلق میں
جن کے نشان بلند تھے کل اس زمین پر

وہ گل نہیں رہے وہ گلستاں نہیں رہا
کیا ایک کو بنایا اور ایک کو بگاڑا
چمن میں مینہ کے عوض بیکسی برستی ہے
برابر حدوث و قدم دیکھتے ہیں
آج واں الٹا ہوا پیمانہ ہے
یہی جو پیر ہیں پہلے جواں تھے
آج جس جا پر بنا قصر امیرانہ ہوا
وہاں نہ چنگ نظر آیا نے رباب ملا
کچھ تعجب نہیں پیدا ہوں اگر بال سفید
کس کس کے دورِ چرخ میں ساغر چھلک گئے
جو کل کا ماجرا تھا سو افسانہ آج ہے
جن کے گلوں میں خلعتِ شاہانہ آج ہے
افسوس کہ کل رونقِ گلزار یہی تھے
لیکن بہار آج ہوئے کل خزاں ہوئے
پایۂ تخت اب کہاں ہے کس کے سر پر تاج ہے
بدل گیا ہے نظام عالم نہ وہ فلک ہے نہ وہ زمین ہے
غلط ہے جو گلۂ روزگار کرتے ہیں
عزیز جانا تھا جن کو کل تک وہ آج رہزن بنے ہوئے ہیں
ابھی کچھ جان ہے اور دم کے دم میں اور حالت ہے
بہت دیکھے فقیروں کو امارت اور صدارت ہے
ذلیل و خوار تھے جو آج ان کو جاہ و عزت ہے
جہاں میدان تھے واں آج شہر و نکی عمارت ہے
جواں وہ اب کہاں ہیں یاد جن کا قد و قامت ہے
جہاں دیکھو وہاں تبدیل صورت اور ہیئت ہے
ہوا پلٹی ہے ایسی دیکھنے والوں کو حیرت ہے
ضعیفی اب ہے آگے اور بھی تغیرِ حالت ہے
پہلے جو تھے بزرگ وہ باقی نہیں رہے
بدلے ہیں رنگ دھر نے کیا کیا نئے نئے
ہائے کیا ہو گیا زمانے کو
کون پہنچا تا ہے یہ گردشِ دوراں کو فیض
یاں بہت سے آئے موسم چل بسے
بے نشاں ہیں آج وہ نام و نشاں چھوڑے ہوئے
ڈھونڈھو تو نام کو بھی نہ باقی نشاں رہے

قربان
کمال
گویا
منتہی
"
مہر
"
"
"
"
"
"
"
"
مہر
"
"
"
"
"
"
"
"
مومن
میکش
"
"
"

کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی — میر

اہلِ زمانہ رہتے اک طور پر نہیں ہیں
ہر آن مرتبہ سے اپنے انھیں سفر ہے — ″

رہی نہ یکجہتی عالم میں دورِ خامی سے
ہزار حیف کمینوں کا چرخ حامی ہے — ″

ایک سا عالم نہیں رہتا ہے اس عالم کے بیچ
اب جہاں کوئی نہ تھا یاں ایک عالم ہو گیا — ″

ہیں مکان و سرا و جا خالی
یار سب کوچ کر گئے شاید — ″

اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر
وہ دور اب نہیں وہ زمیں آسماں نہیں — ″

ہر آن کیا عوض ہے دعا کا بدی ولے
تم کیا کرو بھلے کا زمانہ نہیں رہا — ″

بنی صورتیں کیسی کیسی بگاڑیں
سمجھتے نہیں ہم فلک کیا کرے ہے — ″

ہنستے رہتے تھے جو اس گلزار میں شام و سحر
دیدہ تر ساتھ لے وے لوگ جوں شبنم گئے — ″

باد کے گھوڑے پہ تھے اس باغ کے ساکن سوار
اب کہاں فرہاد و شیریں خسرو و گلگوں کہاں — ″

چشم وفا اخوان زماں سے سادہ ہو سو رکھے میر
قصہ ہے مشہور زمانہ پہلے دونوں بھائی کا — ″

رسم اُٹھ گئی دنیا سے اک بار مروت کی
کیا لوگ زمیں پر ہیں کیسا یہ سماں آیا — ″

رنگینیٔ زمانے سے خاطر جمع نہ رکھ
سو رنگ بدلے جاتے ہیں یاں ایک آن میں — ″

ہوا رنگ بدلے ہے ہر آن میر
زمین و زماں ہر زماں اور ہے — ″

اک رنگ پر نہ رہنا یاں کا عجب نہیں ہے
کیا کیا نہ رنگ لائے تب یہ جہاں بنایا — ″

عجب نہیں ہے کمینہ جو کج کلاہ ہوا
اڑھائی روز کو سقا بھی بادشاہ ہوا — مصحفی

ہزار حیف کہ اب وہ زمانہ آیا ہے
کہ آشنا کو نہیں پاس آشنائی کا — ″

ہر ایک لحظہ ہے رنگ اس کا مصحفی کچھ اور
زمانہ ایک روش پر علی الدوام نہیں — ″

زمانے کا چلن یکساں نہیں کچھ
کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ — ″

لڑکے جواں ہوئے تو جواں پیر ہو چکے
کیا دیکھتا ہے یاں کے تو نقشے بدل گئے — ″

آج گلزار میں کیا جانے ہوا کیسی ہے
خود بخود رنگ گل و لالہ اڑا جاتا ہے — ″

دورِ فلک میں سب ہے ہنڈولے کی چال ڈھال
کس دن زمانہ باز رہا انقلاب سے — ″

ہم بھی اس انقلابِ عالم سے
آن میں کچھ ہیں آن میں کچھ ہیں — ″

کہاں اب وہ فروغِ شمعِ اقبال
پڑا ہے خانۂ سلطان اندھیرا — ″

پست رتبہ بڑھتے ہیں گھٹتے ہیں عالی منزلت
دفترِ ارض و سما زیر و زبر ہونے کو ہے — نیر

روز بڑھتی جاتی ہے تخفیف رزق و عمر میں
دفترِ تقدیرِ عالم مختصر ہونے کو ہے — ″

اب رنگ تغیر سے بغلگیر ہے عالم
مل جاتے تھے سب جس میں وہ صحبت نہیں ملتی — ″

اہلِ غفلت کہتے تھے یوں ہی رہے گا دورِ عیش
جس کے ضامن مست تھے وہ کارخانہ کیا ہوا — ″

زمانہ خود یہ بقا و فنا کے پھیر میں ہے
بتا رہے ہیں یہی روز و ماہ و سال مجھے — محب

جو پار سال سماں تھا کہاں وہ اب کے سال
نئے دکھاتے ہیں کیا رنگ ماہ و سال مجھے — ″

ایک دن وہ تھا کہ ہم سا نہ مہذب تھا کوئی
آج وحشت میں ہیں بے مثل جہالت کیسی — ″

پیدا کیا علومِ جدیدہ نے انقلاب
دنیا کی دیکھ لیجئے کایا پلٹ گئی — ″

کہوں کیا انقلاب اس وقت میں یارو زمانہ کا
جسے سب عیب سمجھے تھے سو نظروں میں ہنر ٹھہرا — ″

انقلاب

اب کہاں وہ عزتِ قومی بقول میر درد
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا — محب

نہیں ممکن رہیں اک حال پر ہم
زمانے کو تغیر ہر گھڑی ہے — ″

تغیر سے بھی وہ آج ڈرتے ہیں
تغیر ہی جن کی کل زندگی تھی — ″

انقلابِ دہر سے ثابت ہوا
کچھ نہیں اس خانۂ برباد میں — ″

اس چمن کو ہے اختلاف سے رنگ
کوئی گل شاد، کوئی سینہ چاک — ″

کوئی تسکین [illegible]
کوئی کسی کو ہے دوام جہاں [illegible] — ″

دنیا میں عجب [illegible] مکاں ہے نہ مکیں
محفوظ تغیر سے [illegible] انساں کہیں — ″

ہیئت نہیں اک حال پہ [illegible]
دولاب کے مانند یہ پھرتی ہے زمیں — ″

کیا چیز ہے عالم میں سکوں ہے دوام
گردش میں ہیں ذرات مثل شمس و قمر — ″

کل جہاں تھے بہار کے جلوے
دیر خزاں وہاں ہے آج — ″

رنگ اہلِ جہاں کا یہ ہے
کل جو دشمن ہے وہ یار ہے آج — دیوان منعم

انتقام

جلتا ہے کوئی اور کوئی غرق ہے نصیب
گردوں کے انقلاب کو آتش کہوں کہ آب

گردوں کے انقلاب سے سر پہ رکھا انوں نے تاج
تخت پست پھول خسرو کتنے کج کبھی کول تاج

اس فلک کج ظرف سے برباد یہ ایسی میں اڑتے ہیں
تھوڑی سی ہی ہے کچھ ہوا کا رنگ

بگڑا عجب زمانے کے پیری میں
نصیر یاد جوانی عبث ہے پیری میں
کہ ایک رنگ پہ رہتا نہیں جہاں کا رنگ

ہر قدم راہ دار فانی ہیں
کس قیامت کے ہیں نشیب و فراز

لب دریا تھا تماشا انقلاب دہر کا دیکھو
کہ پانی دوپہر رہتا ہے سیدھا دوپہر الٹا

وہ محفل ارباب صف ہو گئی برہم
ان لوگوں میں باقی ہے اب اک نظم حزیں اور

غم سے جو زرد ہے کہدو کہ تماشا دیکھئے
رنگ بدلے گی ابھی گردش دوراں دو چار

نسیم اپنے ہی اعمالوں سے گردش ہے زمانہ کی
کہ کشتی پھرتا ہے نظر نخل ساحل کا

رواں خط سیہ ہوگا یہ پیری میں سفید
او جواں صبح ہو جانے گی اک دن شب تار عارض

گردش

نصیر
وہاں منعم کو ہے فکر قیام جاوداں ہر دم
چھوڑتی ایک کو یہ گردش ایام نہیں
عزیزوں کو نا آشنا دیکھتے ہیں

=
محفوظ جور باد خزاں سے ہو یک قلم
فصل بہار گزری غرض بوستاں سے کیا
گل و بلبل کا دو دن میں مٹا نام و نشان کیسا
باغ عالم میں چلی کیسی ہوائے انقلاب

=
یاد آجاتی ہے پیری میں جوانی مجھ کو
آگئے اب دن خزاں کے ہو گیا پت جھڑ تمام
زیست میں اپنے ہوئے مقبول کیا کیا انقلاب

=
دو دن میں خزاں باغ کی کر دے گی صفائی
ایک ہی گردش میں کیا کیجئے جہاں کا اعتبار

نور
انقلاب دہر کا یارو گلہ کیا کیجئے
یہی گردش رہی گر آسمان کی
دیکھتے دیکھتے بدلتا ہے

منکسر
کیا پست مکاں کیا یہ ہوا دار مکانات
کہاں وہ کیقبادی کارخانہ
رہتی نہیں ہمیشہ دنیا کی ایک حالت
نشاط دیکھ لو تم انقلاب دوراں کو

=
بلبل کبھی نالاں ہے تو گل ہے کبھی خنداں
کبھی خنداں ہی گل اس میں کبھی گریاں بلبل
تعجب کچھ نہیں ہے انقلاب دہر سے اس کا

=
کل جہاں چاؤش کرتے تھے صلائے دور باش
کل تلک آراستہ دیکھی ہے جس جا بزم رقص

نسیم
دم دبا جاتے تھے جن کے سامنے شیر ژیاں
دو روز ایک وضع پہ رنگ جہاں نہیں
خرابی ایک کی تو دوسرے کی یاں ہے آبادی
خاک سر پر ہے مہر و مہ پامال

وزیر
طاق کسریٰ میں تزلزل آگیا ہے ایک بار
ہو گیا کیوں زرد ناسخ کیا کہوں
ہر قوی کو چرخ کرتا ہے ضعیف
مثل سبوے بادہ خرابات دہر میں
گردش چرخ نہیں کم ہے ہنڈولے سے کہ مہر

مجروح
یہاں رنگت زمانے کی بدل جاتی ہے ہر دم میں

"
روئیے جام کو کیا جم ہی کا اب نام نہیں
زمانے کی بے ڈھب ہوا دیکھنے ہیں

ماہ
ایسا نہ کوئی باغ جہاں میں شجر ہوا

"
اے عندلیب باغ سے اب آشیاں اٹھا
بہار آتے ہی گلشن میں ہوا دور خزاں کیسا

"
عیب کہتے تھے جسے یاروں کا جوہر ہو گیا
جب کہیں نام بہار اور خزاں آتا ہے

مقبول
بوئے گل کچھ بھی نہیں رنگ خزاں کچھ بھی نہیں

مضطر
تھے جو شیدا گل کسی پر آج واں کچھ بھی نہیں
اچھا نہیں آپس میں ملال گل و بلبل

مسکین
کاسہ سر تھا کہیں افتادہ جام جم کہیں

"
دوست اپنا جسکو جانا صاف دشمن ہو گیا

نواب
بدل جائیں گی تقدیریں جہاں کی

نظیر
کچھ عجب رنگ ہے زمانے کا
ایک اینٹ بھی ڈھونڈھے کہیں آنے کی نہیں ہاتھ

"
کہاں وہ مے وہ جام خسروانہ

نوح
دو دن کی چاندنی ہے پھر اس کے بعد ظلمت

نشاط
ہے روز شب کیلئے شام ہے سحر کیلئے

نساخ
دیکھا ہے سدا رنگ نیا باغ جہاں کا
حال یکساں نہیں رہتا چمن دنیا کا

ناسخ
بنائیں کاسہ سائل اگر سلطان کی گل کا
غیر شیر و گرگ آج اس جا کوئی درباں نہیں

"
آج واں کوئی بگولوں کے سوا رقصاں نہیں
غیر روباہ و شغال اب ان کے ایواں میں نہیں

"
وہ کونسا چمن ہے کہ جس کو خزاں نہیں
بناتا ہے فلک تربت گرا کر خانۂ تن کو

"
اے فلک روز انقلاب ہوا
تربت کسریٰ میں اب کے زلزلہ ہو جائیگا

"
ہے زمانہ کا عجب اے یار رنگ
مار بھی اک دن غذائے مور ہے

نصیر
خالی وہ گھر ہیں آج جو تھے کل بھرے ہوئے
شام کو ماہ ہے اونچا وہ سحر ہے نیچا

گردش میں آسیائے فلک کی جو آ گیا
گردشِ گردوں سے اب امید راحت ہی عبث

کیا انقلاب ہے کہ جو تھے صاحبِ کلاہ
کیا انقلاب ہے کہ جو تھے صاحب نشان

کیا پیر آسماں ہے کوئی طفل واسطی
وہ تاجور کہ جن کے مکاں تھے فلک شکوہ

کل تلک تھا تاجِ دولت جن کے سر پر واسطی
عجب دَورِ فلک ہے واہ کیا الٹا زمانہ ہے

پوچھتا کوئی نہیں دَر دبٹا نا کیسا
غور سے دیکھ ذرا یہ کہیں حربا تو نہیں

پوچھتا کوئی نہیں بات بھی ان کی افسوس
کیا دہر میں ہے گردشِ گردوں سے انقلاب

لے واسطی اللہ ری افلاک کی گردش
منعم فقیر ہوتے ہیں درویش بادشاہ

معلوم ہوا ہم کو کہ حربا ہے زمانہ
گر یہی ہے گردشِ افلاک سے نیرنگیاں

ہوا صاف گلشن خزاں سے اجڑ کر
نہ دی زمانہ نے گردش سے ایک دم مہلت

ناموافق ہے زمانہ کی ہوا ہر ایک سے
گاہے بہار گاہے خزاں گل کے بعد خار

رنگ رہتا ہے بدلتا یہ جہاں کیا باعث
اعتبار رنج ہے کچھ ہے نہ راحت کو قیام

دوستوں میں نہ رہی مہر و محبت ہمدم
دورۂ روز و شب سے ظاہر ہے

ملے ہیں آج دَورِ چرخ سے سب خاک میں کل تک
کل جو تھے دوست آج ہیں دشمن

شعر	شاعر
ناداں وو دانا دانہ کے مانند ڈول گیا	وقار
پی گئے سب بادہ کش خالی یہ مینا ہو گیا	واسطی
پھرتے ہیں در بدر لئے کاسہ سوال کا	״
باقی نہیں ہے ان کا نشان مزار آج	״
کیا کیا بنا رہا ہے گھروندے بگاڑ کر	״
باقی نہیں ہے ان کے نشانِ مزار تک	״
آج وہ کاسہ لئے پھرتے ہیں دَر دَر ہاتھ میں	״
ہوئے بیگانے اپنے آشنا نا آشنا ٹھہرے	״
نہیں معلوم یہ آیا ہے زمانہ کیسا	״
دمبدم رنگ بدلتا ہے زمانہ کیسا	״
قیس اس عہد کے جن کا تھا زمانہ کیسا	״
آباد تھا جو کل ہے وہی گھر خراب آج	״
ہر دم ہے نئی عالم ایجاد کی صورت	״
دورِ فلک سے دیکھتے ہیں انقلاب روز	״
ہر وقت بدلتا ہے یہ کم بخت نیا رنگ	״
ہم تو کیا ہیں سیکڑوں سلطان گدا ہو جائینگے	״
ملے خاک میں پھول پھل پات جھڑ کر	وجاہت
ہر ایک سانس قدم ہے رہِ فنا کے لئے	وفا
آج تک تو یہی ہم نے ہے سنا ہر ایک سے	ہوش
عبرت نہ کیوں ہو رنگ گلستان کو دیکھ کر	״
ہے گہے موسمِ گل گاہ خزاں کیا باعث	״
ہے تغیر رات دن اے دل زمانے کے لئے	ہنر بر
خون عالم ہوا از گردشِ ایام سفید	ہمدم
ہے زمانے کا انقلاب ہنوز	״
کوئی اور رنگ زہی تھا کوئی دارا شکوہ ہی تھا	یکتا
کچھ عجب دَور ہے زمانے کا	״

انتقام

ستانے والے بھی آخر ستائے جاتے ہیں
کام آئے گا نہ کچھ زور جوانی وقتِ نزع

گل سینہ چاک خندۂ بے جا سے ہو گیا
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے

شعر	شاعر
میں بیقرار ہوں کیا چرخ بیقرار نہیں	برق
انتقام آخر کو لے گی ناتوانی وقتِ نزع	جرار
موجود ہے جہاں میں سزا ہر قصور کی	فدا
اس ہاتھ کر دو اس ہاتھ لے یاں سودا دست بدستی ہے	نظیر

انتقام

شعر	شاعر
نقصان کرے نقصان لے احسان کرے احسان لے	[illegible]
جو جیسا جیسے ساتھ کرے پھر ویسا ایکوان لے	ناسخ
یہ انتظام عالمِ بالا ہے خاف لو	
بیداد گر بھی کشتۂ بیداد ہو گئے	

اولاد

شعر	شاعر
ناتق خلق ہووے ناخلف اولاد اسیر	اسیر
نوح کا نوح کے بیٹے نے کیا نام خراب	״
فکر اولاد بھی انسان کے لئے لازم ہے	
نام چاہے تو زمانہ میں نشاں پیدا کر	اشک
اولاد کے برابر صدمہ نہیں جہاں میں	
یوسف کے غم میں یعقوب نے اپنی گنوائیں دو آنکھیں	تراب
باپ کی زباں بری ہے جس سے نہ ہو	
ناخلف ہے وہ بیٹا عاق ہے	جانصاب
خدا ہر ایک کو دنیا میں نیک دے اولاد	
نشان باقی ابھی ان سے نام رہتا ہے	حالی
باپ کا ہے جیسی پسر وارث	
ہو ہنر کا بھی اس کے گر وارث	

انما اموالکم

بخل

کیا کہیں وقت سوال خلق لبہائے بخیل
منقفل خانۂ منعم سے وسیع

لے گیا قارون اگر زیر زمیں چاہیں گنج
ہے تقاضا بخیل کا یہ بھی وہاں سال نہیں

کرتا ہے جمع مال یہ بخیل زیادہ غیروں کے واسطے

ہوتا نہیں کسی سے زیادہ بخیل اے
بخیل گھر کا جو در بند کر کے بیٹھا ہے

فقیر کہتے ہیں مردہ ہے کوئی مزار ہے بخیل

کم نہیں سانپ سے نزدیک ہمارے بخیل
کام رہتا ہے انہیں زر کی نگہبانی سے

کام ارباب تنعم سے جو دل تنگ ہوا
بخل ارباب کے لئے رقص حاتم کم نہیں

مردوں سے کچھ مردم بے فیض کم نہیں
بچا نہیں ہے ان کے گھروں پر جہان گور

دولت بے فیض ہاتھ آئی بھی تو کس کام کی
نیک دل ہوتا ہے اکثر صاحب اکسیر کا

ہمت و جہاں بنائیں گے ہمت کریم
نسبت کرے کی کسی دہندہ و درخ لیئم

سخت دل جو ہیں وہ بھائے ہیں ایک عالم فیض
سنگ سے پیدا ہوتا ہے دانۂ زنجیر سے

اسیر =

بات ہی

انما اموالکم کو بھول بیٹھے ہیں مگر	
وہ بشر جو پابند مال اور اولاد ہیں	خوشدل
انما اموالکم کو بھول بیٹھے ہیں مگر	اسیر
توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی	
خدا دیوے پسر تو قابل تحسین دے ورنہ	
فرزند اس زمانے میں کب ہو پدر سے صاف	
دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے	ذوق
پدر ہو مورد نفریں جو ناہنجار پیدا ہو	سودا
آئینہ کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجیب	″

بخل

زر کو پوشیدہ کریں صاحب حاجت سے بخیل
بیٹھا ہے یوں بخیل خزانہ لئے ہوے
پائے گا اس بخیل سے کیا خاک ای گدا
زمیں میں گاڑتے ہیں سیم و زر بفایدہ ممسک
ساتھ خست کے ہیں نافہم بھی یہ صاحب بخل
ایسا ہے عام اب تو زمانے میں طرز بخل
ہزار شکر گدائی کے ننگ سے چھوٹے
خست اہل جہاں سے ہے یہ دولت منفعل
باعث رنج ہے تعظیم امیر ممسک
مردم بے فیض کا ہونا نہ ہونا ایک ہے
سب لے گیا وہ ساتھ یہ غیروں کو دے گیا
کس واسطے یہ جمع زر و مال اے بخیل
ضعیفوں کو توقع فیض کی کیا اہل دولت سے
کہو سائل نہ گھبرائیں جو منعم بخل کرتے ہیں
کیا فائدہ بہت جو فراہم کئے ہیں گنج
ہے دولت جہاں کو محبت بخیل سے
کیا اس سے چشم فیض جو خونخوار خلق ہو
عالم پیری میں اے دل چرخ کا شکوہ نہ کر
جو ایک حاتم طائی تو سینکڑوں قارون
بخیلوں سے زیادہ دولت دنیا کو الفت ہے
زمین و آسماں یہ دونوں ہم سے بخل کرتے ہیں
ہے مورد بلائے جہاں دست بے کرم
بخیل ایسے حریص دہر میں پائیں اگر قابو
مکاں ممسک کا ہے یا گور مردہ
ہے سوال اس سے عبث یہ پیر گردوں ہے بخیل

عیب خست نہ چھپے گا کبھی زر کی صورت — اسیر
قبضہ ہو جس طرح کسی افعی کا مال پر — ″
دست طمع نہ کر طرف آسماں دراز — ″
عبث کرتے ہیں اپنے گنج داخل گنج قارونمیں — ″
گنج کچھ عیب نہیں جس کو چھپا رکھتے ہیں — ″
ذرّوں کی آفتاب چمک چاہتا نہیں — ″
ہمارے عہد میں باقی کوئی کریم نہیں — ″
خود زمیں میں گڑ گیا ہے ہر خزانہ ان دنوں — ″
خلق کس کام کا ہے ہمت کوتاہ کے ساتھ — ″
خلق کو دیتا ہے بخل بے ثمر کیا فایدہ — ″
ہمت ہیچ ہے لیئم زبان کریم سے — ″
اینٹیں بنے گی کیا ترے پختہ مزار کی — ″
کبھی رشتہ کو تر ہوتے نہ دیکھا آب گوہر سے — ″
کوئی کیا دیگا دینے سے خدا کے پیٹ بھرتا ہے — ″
اک دن بخیل صورت قارون ہلاک ہے — ″
قارون کے ساتھ اب بھی زمیں میں خزانہ ہے — ″
کوڑی فقیر کو نہیں ملتی کٹار کی — ″
ہے بخیل اس کا نہیں لینا مناسب نام صبح — ″
سخی جہان میں تھوڑے سے ہیں لیئم بہت — ″
زمیں میں ساتھ قاروں کے ہے اب تک گنج قاروں کا — ″
نہ دیکھا گنج انجم کا نہ دیکھا گنج قاروں کا — ″
دیکھو کہ ہاتھ خشک ہوا پشت خار کا — ″
کریں مہر و ماہ یہ خوان نعمتہائے الوان پر — ″
کہ جب دیکھو نظر آتا ہے در بند — ″
ہاتھ کیا پھیلائیے کیا کیجئے دامن دراز — ″

بات ہی رہ گئی سچ ہے یہ دنی کیا دیتا
کوڑی خدا کی راہ میں دیتے نہیں بخیل
دولت جو ہے بخیل کی اوروں کا مال ہے
کم بضاعت سے خیالِ خام ہے کثرت کو فیض
افسوس اٹھا کے سر پہ نہ لے جائے گا کوئی
کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے
ہرچند اس کے مال سے کچھ واسطہ نہ ہو
جس سے نہ انتفاع ہو ابنائے جنس کو
دیکھے مال کا رنجیلاں جو زیرِ خاک
خزانہ جمع نہ کر حال دیکھ قاروں کا
کسی ممسک سے نہ رکھ داد و دہش کی امید
بخیلی اس سعادت میں مقدر کی ہے محرومی
آج تک نعمتِ افلاک سے محروم ہوں میں
اژدہا بن کے خزانے پہ نہ بیٹھ اے ممسک
جمع زر کس واسطے تقلیدِ قاروں کس لئے
کیوں باندھتے ہو مال کے پشتارے بخیلو
فائدہ کیا ہے جو ممسک کو ہو دنیا میں عروج
کھلا رہا ہے مجھے میرا گوشت پیرِ فلک
اگر جہاں سے تیرا سفر ہوا اے ممسک
ممسک کے لئے بار ہے زر صورتِ قارون
کام جو آئے نہ اپنا مال وہ بیکار ہے
منعم بے فیض کی یارو ہے کچھ ایسی مثال
خبر ہو سب کو کہ مر مر کے مال جمع کیا
گو زندگی میں ہاتھ اٹھا کر دیا نہیں
بخیلوں سے دنیا نہیں چھوٹتی
مالدار بے کرم سے روح کو راحت محال
یکرنگ بخل چرخ سے فرشِ زمیں نہیں
قطع کے قابل ہے باغِ دہر میں دستِ بخیل
مالِ دنی سے کوئی کیا فیض یاب ہوگا
جو ایک حبّہ کسی کو نہ دے بخیلی سے
غنچہ سے مت امید کشائش کوئی رکھے
جمع قاروں نے کئے تھے مال سے چالیس گنج
کیوں نہ ہو امساک باراں کیوں نہیں دیتا زکوٰۃ

آسماں سے ہیں کسی چیز کا سائل نہ ہوا	اشک
رکھے جاتے ہیں زمیں میں خزانوں کو گاڑ کر	″
لے جائیں گے زمیں سے خزانے اکھاڑ کر	″
اکتفا کرتا نہیں لشکر کو پانی چاہ کا	″
ہونا نہ ہونا ایک ہے دنیا کے مال کا	افسوس
وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے	انشا
پھر بھی بُرا ہی کہتی ہے خلقت بخیل کو	اسمٰعیل
فردِ ردی ہے دفترِ لیل و نہار میں	″
قاروں کرز کرز کے خزانہ اچھال دے	بحر
زمانہ وہ ہے کہ بے گار بادشاہ چلے	″
کھولنا اپنی گرہ گانٹھ گہر کیا جانے	″
خدا کے ہاتھ ہیں دنیا ہے دنیا دستِ سائل ہیں	″
میسر حصہ نظر آتا نہیں ان خوانوں میں	″
ہاتھ میں زر نہیں رہتا یدِ بیضا ہو کر	″
بوجھ لیتے ہیں عبث اہلِ جہاں بالائے سر	″
کل زادِ سفر بھی ہے تہیں وقتِ سفر بار	″
خرمنِ مہ سے کبھی حاصل نہ اک دانہ ہوا	″
عجب بخیل کے گھر میں میں مہمان ہوا	″
خزانہ سر پہ اٹھانا بغل میں گھر لینا	″
سر پر جو اٹھاتا ہے اٹھانا نہیں ملتا	برق
خاک سے بدتر زمیں میں گوہرِ شہوار ہے	″
صورتِ مزدور اس نے بوجھ اُٹھا کر رکھ دیا	پرتو
مزار چاہئے ممسک کو سنگِ مرمر کا	″
دنیا سے خالی ہاتھ ہی زردار اُٹھ گیا	″
لگی رہتی ہے مر کے دولت میں روح	تجمل
بوئے نافہ دے نہیں سکتا ہرن تصویر کا	″
دیکھا تو چاندنی بھی کہیں ہے کہیں نہیں	″
واقعی شاخِ نہال بے ثمر سے کم نہیں	″
طالب نہیں فلک سے میں خلعت کفن کا	″
وہ مال و ملک فراوان کیا کسی کو دے	تراب
کیا دے گا وہ کسی کو جو خود تنگ دست ہے	″
بخل نے غارت کیا کیسا ہوا برباد ہے	″
ہے برا انجام بخل و مالداری ہائے ہائے	″

بخل

بخل کے مارے ہوا ہے مشکل پر او دینا زکوٰۃ	[illegible]
دھنس گیا قاروں زمیں میں گنجِ سیم و زر لئے	.
کس طرح قفلِ خزانہ کا امیروں کے کھلے	″
بخل اور حرص نے جب دستِ کرم بند کیا	ثاقب
ٹھکانا اپنی خست کا کہیں میں فقیروں کے	″
زمین و زر بھی مر مر کر تونگر مول لیتے ہیں	″
ممسک کے مال و زر ہیں برابر کا ہے تنگ	″
بیکار لفظِ نعم نہیں ہے غنی نعم میں	″
نشانی جمع دولت کی ہے باقی بعد مردن بھی	″
جہاں میں قبر تک منعم کی صندوقی بنائے ہیں	″
زر تقلیبِ رزق ہے اے ممسک	″
ہوس میں آ کے جمع کر اس کو	جنون
فراہم مال کرتے ہیں جو ممسک صورتِ قاروں	″
گرانی ہے دنیا سے سر پہ بارِ دولت کا	جوش
رہیں جائیں گے قاروں کی طرح خلقت و طینت ہوگی	″
جس کی قاروں کی سی کبھی دولت ہوگی	جویا
خاک بھی صرف نہ ہو ممسک کا دولت	″
مال کا ہے ممسک کا ذلت	جرأت
[illegible]	″
زر و دور غیبت ہو نمودار	″
نہیں تا جہاں میں ہمیں کا ممکار	″
رکھتا نہیں	

بخل

قارون بخیل مر گیا زر جوڑ جوڑ کر
کم بخت یہ خزانے سے کیا خاک لے گیا
دینار و زر کو اتنا مال تو بہت کا کام ہے
کوڑی ہے جن کے پاس وہ لینے لگے بیاج
مایہ داروں سے کوئی کام نہ نکلا اپنا
پیاس کے مارے ہوئے ہم لب ساحل بیتاب
منعموں دین بن اللہ کے خست کیسی
خاک میں مل گئی قارون کی دولت کیسی
صورت افعی گنجینۂ زر بن حافظ مال
اپنے ہی کام نہ آیا تو وہ زر کب ہوگا
یہ ہے خاصیت اہل جہاں کہ مثل گہر
گرہ میں باندھے دریا میں آب رکھتے ہیں
تنگ تر ہے دست حاجت سے دل ابنائے دہر
کس کے آگے ظاہر اپنی تنگدستی کیجئے
کھلے گرہ کی نہ جب ناخن صدف سے گرہ
کشود کار کی پھر کیا طمع ہو یاروں سے
نفع اپنے جنس سے زیر فلک محال
ہے کب گرہ کھولے ناخن ہلال
نہیں زر بخیلوں کے قبضہ میں وہ ہیں اہل فیض کے حصہ میں
جو ہے جمع دانہ کیسہ میں وہ متاع بخل و رشک ہے

گنج قارون

رکھتا نہیں چھپا کے تہ خاک مال و زر
جو خود نہ کھا سکے وہ کھلائے کسی کو کیا — فدا

ملتی ہے خاک میں یہ کمائی بخیل کی
رہتا ہے رات دن در گنج لئیم بند — خلیل

دولت سے فائدہ نہیں ہوتا بخیل کو — داغ

قارون کے مزاج میں کس درجہ بخل تھا
قاروں اٹھا کے سر پہ سنا گنج لے چلا — "

دنیا سے کیا بخیل بجز رنج لے چلا — ذوق

نہ بڑھا سامنے اعلیٰ کے کبھی دست سوال — قدر
جب چلی ارسال کچھ تحصیل ملک و ہر سے
تعریف لاکھ کیجئے خوان بخیل کی — "
زمیں ٹٹولتا جاتا ہے پاؤں سے قارون
امید ہو تو کیا ہوا امیروں سے اے سفیر
کیا غم ہے جو بخیل کو دست عطا نہیں
دانہ دانہ پہ نظر رکھتا ہے کم بخت بخیل
دانہ دانہ پہ نظر رکھتا ہے کم بخت بخیل — فلق
قارون کا حال اہل جہاں پر ہے منکشف
نہ سخاوت میں اٹھے اور نہ شجاعت میں بڑھے
واقعی ہے بدتر بہائم سے — قائم
خدنگ بخل نے ایسا بخیلوں کے کیا زخمی
داغ دے گا وہی درہم تجھے محشر میں بخیل
سائل جواب پاتے ہیں فوراً بجائے زر — "
مال بخیل سے ہے امید بھی عبث
غنچہ کی مٹی میں زر ہے پر نہیں دست کرم
خزانوں سے صدا ای ممسکو آتی ہے یہ ہر دم
قدر ممسک کو سوا ہے جان سے بھی مال کی — "
تنگدل سے غیر کو راحت نہیں ہوتی کبھی
الٰہی دور بخیلوں کا جائے دنیا سے
پھر نکلتا ہے بخیلوں کا بھلا کیسہ سے
عاشق ان کو چشم رحمت سے نہ دیکھیگا کریم
چیرا صدف کے پیٹ کو موتی کے واسطے
پھٹتا ہے دل بخیل کا کھلتی ہے جب گرہ — نمیر

پنجۂ مہر نہیں دینے کا سونا اپنا — سحر
ایک بیگاری ملا قارون اٹھانے کے لئے
ہے آشنائے بخل طبیعت بخیل کی — "
ہوس نہ بعد فنا بھی گئی دفینوں کی — سفیر
سب کچھ ہی پر یہ صاحب جود و کرم نہیں — "
دینے کے واسطے ہیں ہزاروں خدا کے ہاتھ — سعید
خوشہ جس نے دیا پانی اسے خرمن دیکھا — "
غور کر اس کو کہ جو سیکڑوں من دیتا ہے — شہید
ہرگز نہ جمع کیجئے مال اور درم بہت — شفق
محض بیگار رہے بخل سے زردار کے ہاتھ
کام میں جو بشر نہیں آتا — "
دل سائل بخیمہ ہو گیا ہے نام حاتم کا — صابر
کہ جو ٹھہر دہن کا سر سائل نہ ہوا — "
سچ پوچھئے تو نام سخی ہے بخیل کا — طاہر
کچھ کیسۂ فلک میں نہیں ہے سوائے داغ — ظہیر
تنگیٔ دل اور ہے اور تنگدستی اور ہے — ظفر
سخی کے ہاتھ آکر ایک دن ہو جائیں ہم خالی — عاشق
باغ میں دیکھو گلوں کے پاس زر ہے دل نہیں — "
غنچۂ گل بلبلوں کا آستاں ہوتا نہیں — "
کریں جو ایک ملازم ہزار ہا موقوف — "
رکھتے ہیں داغ بنا کر یہی پیسہ دل میں — "
چشم پوشی کرتے ہیں سائل سے جو مقدور پر — "
جان عزیز کھوئی ہے ممسک کے مال نے — "

یہ مثل غنچہ فائدہ ہے جمع مال کا — عزیز

تہیدستی کا وقت مرگ کر ہرگز نہ اندیشہ
دشمن جان بخیلاں ہے محبت مال کی
قارون فدا بخیل تھا بدنام مر گیا

بہت سا جمع زیر خاک قاروں کا خزانہ ہے — فیض
گڑ گیا مٹی میں قارون گنج و سیم و زر سمیت
تحت الثریٰ کے واسطے سب گنج دھر گیا — فدا

گنج قارون کا سایاں کس کے کنے تھا سو میر	خاک میں ملتا ہے اب تک اپنے مال و زر سمیت	میر
رنج و تعب میں مرتے دیکھے ہم نے ممسک دولتمند	جی کے بھی عبث جاتے ہیں ان لوگوں کے زر کے زر	〃
یاں تک رواج بخل ہوا ہے زمانے میں	اب اعتبار قصۂ حاتم نہیں رہا	
بخیل اب کے زمانے کے بے حیا بھی ہیں	وگرنہ صورت قارون ہر ایک گڑ جاتا	مہر
قارون کو آج تک سوئے پستی رجوع ہے	ہوں گے بلند حوصلہ یہ مالدار کب	〃
حال قاروں کا سب کو ہے معلوم	خاک منعم تلاشِ زر کیجئے	〃
مثال سرو جو بے فیض و بے ثمر ہیں محب	کریں گے خاک وہ اس باغ میں نہال مجھے	〃
افسوس ہیں یہ اہل و دل کیا ہی دنی	دیتے نہیں یہ قوم کو پھوٹی کوڑی	محب
کیا فائدہ تو صاحبِ دولت ہے کہ تخت	بے فیض سے ہو جاتی ہے نفرت یک لخت	〃
انجس کو نہیں گنج سے جز رنج نصیب	غیروں کے لئے جوڑ کے دھر جاتا ہے	〃
ملنے کو خاک ہی میں بخیلوں کا مال ہے	دیکھو تو ہی کسیکو بھی غنچہ کے در سے فیض	〃
		مومن

ہے جس رخ سے امید کشائش ہمیں عبث
کس کو ہوا ہے خانۂ وابستہ در سے فیض — 〃

فیض کی امید رکھ اس سے نہ جو کنجوس ہے	شہد کیا دے اور کو جو آپ مکھی چوس ہے	شرقی
کوڑی کوڑی پہ کبھی دانت نہ رکھنا اے دل	ہڈیاں تو نہ چبانا سگ دنیا ہو کر	نعتی
حال قاروں پہ نظر کر تو ذرا او منعم	خاک حاصل نہ ہوا مائلِ دنیا ہو کر	〃
تہیدست جائے کا یاں سے نہ غم کھا	زمیں کے تلے تو خزانے بہت ہیں	مصحفی
ان منعموں کے ہاتھ سے طرز دہش بکھر گئی	چشمِ حیا اندھی ہوئی مسکیں مروت مر گئی	〃
ہوا یہ حضرتِ قارون کے بخل کا انجام	کہ نقد ذات تلک داخلِ خزانہ ہوا	ماہر
ہیں بخیلان جہاں بھی کوئی غنچہ شاید	ٹکڑے دل ہوتے ہیں مٹی سے جو زر دبتی ہیں	〃
بیکار ہے قارون کی طرح ہو جو زر و مال	دولت ہی تو کس کام کی ہے دل تو نہیں ہے	ماہ
اس نے قارون کو ذلیل کیا	مال دنیا نہ کر تو ناداں جمع	مضطر
قارون حریص بخل سے سمجھا نہ ہائے یہ	تحت الثرٰی مقام بنا ہے بخیل کا	〃
جسے بے فیض پالو تو اس کا سر کاٹ	نہال بے گل و برگ و ثمر کاٹ	محو
او تنگ دل یہ ہاتھ خزانے کا سانپ ہے	افعی کی کینچلی ہے تری آستیں نہیں	نظم
ہے گرہ میں قابل نقصان متاعِ ممسکاں	تنگ چشمی سے نہ کیونکر آبِ گوہر خشک ہو	ناسخ
زینتِ ظاہر کے جو پابند ہیں بے فیض ہیں	کس کو دنیا میں ملا سونا دُم طاؤس کا	〃
جو خونریزی کی عادت رکھتے ہیں بے فیض ہوتے ہیں	کہاں ملتی ہے سائل کو کبھی کوڑی کٹاری سے	〃
اگر ایسی ہے ان اہل و دل کی پستیٔ ہمت	یقین ہے رفتہ رفتہ لیں گے سر پر گنج قاروں کو	〃
پستیٔ ہمت سے بچتا ہے کوئی مال بخیل	زور سے اہل جہاں لیتے ہیں آبِ چاہ کو	〃
کوئی مرجائے تو ممسک ہاتھ سے مٹی نہ دے	خود جو ہو بیمار بنوا کر ورق کھا جائے زر	〃
چلے دنیا سے عبث گاڑ کے زر خاک میں آپ	آئے گا خاک نہ میراث میں اولاد کے ہاتھ	〃
بخل جتنا ہے زیادہ جود اتنا کم ہوا	آج تک پیدا نہ کوئی دوسرا حاتم ہوا	〃

بخل

بخل سے زر کو سمجھتا ہے وہ اجزائے بدن — ناسخ

[illegible]

سرو جام جم

بدخلقی

کس کام کی ایسی جو طبیعت ہو کسی کی
الفت ہو کسی کی نہ مروت ہو کسی کی

زشت خصلت کو ہمیشہ رنج میں دیکھا ظفر
اپنی خو سے بد سے رہتا ہے یہ بدتر خلق سے

اپنی خو سے وہ ہرگز نہیں جاتی دل سے
تاو میر مرگ وہ ہرگز نہیں جاتی دل میں

بیٹھ جاتی ہے جو بد طینتی سے بری خو دل میں
کج طبیعت کہیں اصلاح سے ہوئے نہیں درست

ہوئے انسان کی کبھی راست ہوتے نشانے
بد طینتی کو سمجھ ہیں اہل روزگار کا نام ہے

ایمان بے ایمانوں میں رونی کا نام ہے
نااہل منہ پھیر بولنے کب ہیں اہل دشمنا

کور کمینوں کو ہے کلام رحمت کا
بد طینتوں کا خلق میں اب ہے ہم دیکھ لو

روئی نہ پیٹ کو ہے نہ کپڑا بدن کو ہے
انسان بدنہاد کی خو میں ہے وہ اثر

تاثیر ہے جو کژدم موذی کے نیش میں
سخن بد سے نہ کبھی فائدہ بخشے ہرگز

خس و خاشاک سے کبھی سنبل و ریحاں نہ ہوا
ہیں کبھی بیں مردم کج طبع بھی کتے کی دم

راست ان کو کیجیے سو بار ہوں سو بار کج

کج طینوں

شفق — لطف — عاجز — عاقل — فدا — " — " — " — گویا — ناسخ

گو جام جم و کاسۂ فغفور گئے آہ
اس کی دولت سے کوئی ہوتا نہیں ہے منتفع
قاروں تو لے گیا مگر اس عہد کے بخیل
جس کی گات اچھی نہ ہو وہ گل تر کچھ بھی نہیں
جمع مال و زر سے کیا اے منعمو تم پاؤ گے
اے حریصو جمع مال و زر سے توبہ چاہیے
فیض ناممکن ہے دولت لاکھ منعم کو ملے
کسو کے کام نہ آوے بخیل کا پیسہ
زر اندوزی سے اے منعم یہ کہہ کیا عافیت حاصل
مال ہی جی میں رکھے ہے بعد مرنے کے بخیل
کہاں ہو فیض بہ مفلس کوئی ممسک تونگر سے
کیوں نہ روشن ہو کہ ہیں بے فیض کل اہل شکوہ
نام روشن جس کا دنیا میں ہے وہ بے فیض ہے
جو ہر بلند ہیں بحر جہاں میں ہیں بے فیض
منعم ممسک سے ہو کس طرح مفلس فیض یاب

قارون بھی گیا لے زر و دینار کی حسرت
منعم بے فیض گویا ابر ہے تصویر کا
جائیں گے اپنا اپنا نہیں سب خزانہ چھوڑ
گر شجر میں نہ ہوں خوشنما ثمر کچھ بھی نہیں
مثل قارون ایک دن یہ بار سر ہو جائیگا
صورت قاروں نہ تم کو بھی کرے معتوب گنج
دل اگر نامرد ہے تلوار سے کیا فائدہ
کہ گنج قارون کا ہے رائیگاں زمین کے تلے
ابد تک تو نہ مطعون خلائق مثل قارون ہو
کیا عجب گر گنج کے ہمراہ ہو قارون کی روح
نہ رشتہ کا کبھی ہو خشک لب تر آب گوہر سے
جب ہمیشہ چشمۂ خورشید خاور خشک ہو
چشمۂ خورشید میں دیکھا نہ بہر نام نم
مدام آب سے خالی حباب ہوتا ہے
آب گوہر تشنہ کو کب آب جو ہو جائیگا

نصیر — نواب وقار — واسطی — " — " — ہمدم — " — " — ہوش — " — "

بدخُلقی

بد مزاجوں کو صفائی کسی کی کیا پسند
خود جو کج ہیں تو کجی سے ہے محبت ان کو
جمع ہوں اک جا جو بد باطن تو پیدا ہوں فساد
عیب بے مروت سے ہے عرض حال لاحاصل
جس میں کہ خشونت ہو کبھی اس سے نہ ملئے
کجی طبیعت کج فہم سے ہو تب منفک
بات جو کہنی ہو منہ پر کہے پیچھے نہ کہے
دوستوں سے ہے جنہیں بغض عجب لوگ ہیں وہ
کانوں سے سنیگے نہ کبھی ہم سخن بد
نیک ممتاز جہاں ہے بد ذلیل خلق ہے
بد میں جو کوٹ کوٹ کے نیکی بھری تو کیا
وہ بے تمیز ہے نااہل ہے بلاشبہ
اس چمن میں پھولتے پھلتے نہیں وحشی مزاج
نبھے اس سے کیا جس کی رگ رگ میں ہے
خبث چھپ سکتا نہیں ہرگز خبیثوں کا کبھی

ہو دہن جب تلخ پانی کا مزہ ملتا نہیں
کج اداؤں سے بدلتی نہیں تیوری ابرو
درد پیدا ہو جو معدہ امتلا پیدا کرے
نہ بخشے نفع ہرگز کوٹنا کچھ سرد آہن کا
ملے تو کبھی حرف خشن نذر پکڑ کر
کسی دوا سے دُم کج کی گر کجی نکلے
آدمی چاہئے آئینہ کی خصلت رکھے
ہم تو دشمن سے بھی رکھتے نہیں کینہ دل میں
جب تک ہے زباں اپنی بری بات سے محفوظ
خاک کی جا زیر پا گل کا مکاں بالائے سر
چینی کی آب و تاب نہ ہوگی سفال میں
جسے تمیز نہ ہو اہل امتیاز کے ساتھ
نام کو بھی شاخ آہو بارور ہوتی نہیں
حسد، بغض، کینہ، عداوت، عتاب
پیٹ میں جیسے نہیں رہتی غذا بگڑی ہوئی

اسیر — " — " — آتش — انشا — " — بحر — " — " — " — " — " — تراب — تسلیم — جنون — حیرت

کج طینتوں کو خاک ہو صحبت سے راستی عادت بے سود کھو دیتی ہے آنکھوں ہی دغا	تھا اژدہا بھی ساتھ پیمبر کے غار میں — ناسخ کچھ اثر رکھتا نہیں خنداں لب سوفار کا — نسیم

بد قسمتی

نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو
رنج لکھا ہے نصیبوں میں مرے راحت سے
اس قدر مجھ سے زمانہ کی ہوا ہے برخلاف
کہوں کیا ہوی عمر کیونکر بسر
مزہ ملتا نہیں نعمت سے اپنی بد نصیبوں کو
کیا کیا بہاریں آئیں کیا کیا درخت پھولے
دوست جو اپنا تھا دشمن ہو گیا
ساتھ وسعت کے ہے ہر چند جہاں رہنے کو
باغ جہاں میں کیا کہوں کیا حال ہے مرا
جلا میں شمع کے مانند عمر بھر خاموش
مزرع عالم میں مجھ سا سوختہ قسمت کہاں
عیش میں سوختہ بختوں کو ہے اندوہ نصیب
ازل سے ہے یاں تیرہ بختی امیر
باغ جہاں میں سیر کو آئے لیکن ساتھ ہے قسمت بد بھی
چرخ مخالف بخت ہے واژوں کوئی نہیں امید کی صورت
بری ہو نہ قسمت الٰہی کسی کی
نہ چونکا مرا بخت خفتہ امیر
جہاں کو فیض ہے مجھ سے میں قید کلفت میں
مرگ کے بعد بھی ہے تیرگیٔ بخت ایسی
پھینکدو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی امیر
واژونیٔ قسمت کی یہ ہے نام میں تاثیر
طالع واژوں سے دکھلاتی دعا الٹا اثر
جستجو رہتی ہے دولت کا پتہ ملتا نہیں
تھی گر ساعت مرنج میں خلقت میری
شور بختی کے سبب عیش سے واقف نہیں ہم
رکھتے نہیں تمیز بد و نیک خفتہ بخت
ہوں وہ بد قسمت کہ کوئی خاک کے مولوں نہ لے
کیا ہوا مجھ کو اگر حاصل خوش اقبالی نہیں

ہمیشہ خواب ہی دیکھا کئے چھپر کھٹ کا — آتش
خواب میں بھی ہوس مارلئے پھرتی ہے — "
کیا عجب بوئے حنا ڈالے کفن میں آبلہ — "
میں جاگا کیا بخت سویا کیا — "
نہ دیکھا لالۂ داغی کو اک دن نشہ افیوں کا — نسیم
نخل امید ہم نے پر بارور نہ دیکھا — "
راہبر قسمت سے رہزن ہو گیا — "
پر ہمیں تو نہیں ملتا ہے مکاں رہنے کو — "
سوکھی ہوی ہو جیسے درخت کہن کی شاخ — "
تمام عمر کٹی قصہ مختصر خاموش — "
جل گیا قسمت کا میرے خاک میں جو دانہ تھا — امیر
شمع کو محفل شادی میں بھی روتے دیکھا — "
بھلا ہم کو کیا آزمائیگی رات — "
ہاتھ ہے کوتہ شاخ ہے اونچی پائینگے کیونکر کوئی ثمر ہم — "
ہاتھ اٹھائیں خاک دعا کو بند جو پائیں باب اثر ہم — "
کہ جو سوجھتی ہے بری سوجھتی ہے — "
پھنکا صور محشر زمانہ ہوا — "
مکان میں تو اندھیرا ہے زیر پائے چراغ — "
کہ کفن کی بھی سفیدی مرے مدفن میں نہیں — "
پھول کمبخت میں آئے نہ کبھی پھل آئے — "
چھاپیں بھی تو الٹا ہی اٹھے نقش نگیں کا — امیر
برق گرتی ہیں اگر باران رحمت مانگتا — "
سر پھرا کرتا ہے پر ظل ہما ملتا نہیں — "
دوستی جس سے بڑھائی وہی جلاد ہوا — "
مے بھی آئے کبھی ساغر میں تو ہر کہ ہو کر — "
کیا فرق خواہ شال ہو تکیہ میں خواہ پر — "
بیچنے آئیں زر طالع جو ہم بازار میں — "
مصلحت سے کوئی کام اللہ کا خالی نہیں — "

بد قسمتی

باغ عالم میں ہے مجھ سا کون برگشتہ نصیب — امیر
سانپ پیدا ہو جو توڑوں بیضۂ طاؤس کو — "
شکست فاش پر گردوں شکست فاش دیتا ہے — "
ستارہ ہے ہمارا گردش سنگ فلاخن میں — "
ازل کے دن سے آدم کی طرح محروم جنت ہوں — "
نہ آغوش پدر میں تھا نہ میں دامان مادر میں — "
[illegible] آسماں ہوں پائمال ہوں گرداب میں — "
اپنا ہی گردش ہی گردش ہے مری تقدیر میں — "
[illegible] دیکھا کئے جہان کے روز انقلاب ہم — "
ذرے سے ایک دن نہ ہوئے آفتاب ہم — "
کیا باراں طلب بجلی گری کشت توقع پر — "
عجب طالع ہمارے ہیں عجب قسمت ہماری ہے — "
بعد فنا بھی گردش قسمت پسند ہے — "
مٹی کو میری شیشۂ ساعت پسند ہے — امانت
تاج شاہی سے رہا فرق جہاں میں محروم — "
نہ ہوا [illegible] فلک کا کوئی احساں سر پر — "
اپنی قسمت میں سوا غم کے نہیں ہے شادی — "
ہاتھ خلعت پہ لگاتے تو کفن ہو جاتا — "
ہوں وہ بدبخت کہ جوڑا بھی نہ گوہر ملتا — "
ڈالتا ہاتھ سمندر میں تو پتھر ملتا — "

۲۰ قسمتی

برائی پری ہماری قسمت سفر میں بھی ہے سفر کی زحمت
کبھی جو بیٹھا غبار غربت تو شعلہ اٹھا غم وطن کا — بحر
اے بحر اپنی پستی تقدیر کیا کہیں
نقش کف پا بلند ہے خط جبیں سے
کیا کیا نہ انقلاب زمانے میں ہو گئے
بن تش ایک دن نہ ہوئے ہم جہاں رہے
مر گئے لیکن نہ قسمت کی یہ روزی گئی
گور میں بھی ساتھ ہے ظلمت شب دیجور کی
حسد کسی سے نہیں مجھ کو بات کہتا ہوں
سرور و عیش میں سب ہیں خراب و خوار ہوں میں
یہ قسمت اپنی کہ کہنا نہیں کسی سے مجھے
عدو ہو میرا وہی جس کا دوست دار ہوں میں — بحر
برگشتہ نصیبوں کو کہیں چین نہیں ہے
پردیس میں بلبل ہے تو زندان وطن میں
خستہ ہیں شغل اعلیٰ اس خانۂ محن میں
ذرات راستہ ہیں شمس و قمر گہن میں
بخت ہے نصیبوں کو تقریب فیض بخشوں کا
وہ قور آب دریا میں ہے خاک ارتی ہے ساحل میں
بد طالعی کا علاج کیا ہو
آزار بھی ہو تو لا دوا ہو
خدا کسی کو

اے سیہ بختی تری تاثیر کے قائل ہیں ہم
محتاجیٔ تقدیر نے آفت سے بچایا
کیا کیا اسے چرخ نے مٹایا
اشک قسمت جو بری ہو تو ہے بیکار کمال
رات دن ہے درپے ایذا رسانی چرخ دوں
فائدہ کچھ نہیں دنیا میں جو بد قسمت ہیں
شومیٔ قسمت سے شادی مرگ ہو جاؤں گا میں
نامرادی جو بھی ہے تو خدا حافظ ہے
رنج و غم کا ہے کو ہستی کے اٹھائے ہوتے
باغ کیا شئے ہے کسے کہتے ہیں پرواز چمن
کلک دبیر چرخ نے اپنے نصیب میں
ہائے اس دار فنا میں کیا اسی صورت سے ہیں
لطف گلگشت چمن ہم سے نہ پوچھ اے ہمدم
چنگ و مطرب بادہ و ساقی شب مہتاب و یار
باغ دنیا میں جب سے کھولی آنکھ
ہر اک کی ٹھوکریں افتادگی نے کھلوائیں
سخت رہتا ہوں مکدر جو زمانہ میں ملے ام
کوئی دنیا میں نہیں میرے برابر تیرہ روز
نہ ہوگا مجھ سا کوئی نامراد دنیا میں
کام الجھا کوئی سلجھ نہ سکا
افلاک تو یوں پھرنے کو پھرتے ہیں شب و روز
دہر سے اے دل عبث ہے شکوۂ رنج و محن
خوشی کے بعد گر غم ہو بجا ہے
پھرتے ہیں سات آسماں لیکن
ہنسی آتی ہے اب بد قسمتی پر
بد قسمتی سے تو ہی نہ دوڑا دگر نہ یاں
ہوی یہ برباد زندگانی رہی نہ ہستی کی کچھ نشانی
مری طرف سے یہ غفلت ہے ہم صفیروں کو
پست بختی نے مجھے محفوظ رکھا شکر ہے
خدا جہان میں روز سیہ نہ دکھلائے
برگشتہ بخت ہوں میں لطف عیش کیا مجھ کو
ہیں ناشاد نظر آتے ہیں دلشاد ہیں سب
مجھی کو گردشیں دیتا ہے ہر پھر کر زمانے میں

آنکھ ڈالی جس دوشالے پر وہ کمل ہو گیا — امانت
اس باغ میں دیکھی نہ کبھی دام کی صورت — "
جس چیز کی ہم نے آرزو کی — اشک
ہو نہ انسان ہنر پر کبھی نازاں دل میں — "
کر رہا ہے مجھ سے بل میرا مقدر اکطرف — "
اشک ہوتے بھی جو ہم اہل ہنر کیا ہوتا — "
دیگا خلعت گر کوئی مجھ کو کفن ہو جائے گا — "
بیدلی کا ہے یہی دور تو دنیا کو سلام — اخگر
ہم نہ اے کاش عدم سے ادھر آئے ہوتے — افضل
پر نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ صیاد آیا — انجم
شادی کا ایک لفظ نہ لکھا سوائے رنج — "
عمر کھوتا جاؤں گا برباد ہوتا جاؤں گا — اکبر
آنکھ جس دن سے کھلی خانۂ زنداں دیکھا — انور
ایک دن بھی اے فلک ممکن نہ یہ ساماں ہوا — "
نہیں دیکھی بہار کی صورت — "
تمام عمر کٹی سنگ رہ گزر کی طرح — "
میری تقدیر ہے خاک اور مقدر پتھر — "
بخت کا میرے ستارہ خال روئے شام ہے — "
تمام عمر ہوئی پر نہ کامیاب ہوا — آزاد
ناخن اپنا گرہ کشا نہ ہوا — احسن
میرا ہی کوئی کام روا ہو نہیں سکتا — "
ہے ابھی کیا کیا خدا جانے مری تقدیر میں — "
رہے ہم لمحہ بھر بھی شادماں کب — "
کام اپنا کوئی روا نہ ہوا — "
سیہ بختی کا ہو میری بیاں کب — "
دن رات خوان نعمت الواں لٹا کئے — اسمٰعیل
صبا نے ہر چند خاک چھانی نہ ہاتھ مشت غبار آیا — بحر
چمن سے اڑ کے کبھی ایک پر نہیں آیا — "
ٹوٹ پڑتا آسماں سر پر جو رفعت مانگتا — "
ہنوز دور ہے شب رنگ آفتاب گھٹا — "
شراب آگ رہی کوئلہ کباب رہا — "
ہیں اس دور میں برباد ہیں آباد ہیں سب — "
بنا ہے میری مٹی کے لئے کیا چاک گردوں کا — "

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
خدا کسی کو نہ روز سیاہ دکھلائے	گہن میں چاند ہے تارے شریک حال نہیں	بحر
ایسی قسمت ہے جو اپنا جو پڑا روشن کروں	پھونکدے اڑ کر پتنگے کی طرح کاشانہ شمع	،،
ہمیں ہیں خار تہی دست باغ عالم میں	کسی کے پاس تو گل ہیں ثمر کسی کے پاس	،،
بدنصیبوں کو جو اہسو بھی ہیں کنکر پتھر	جو خوش اقبال ہیں پارس ہوا انھیں ہر پتھر	،،
کیا کیا نہ انقلاب کئے آسمان نے	سیدھا ہوا نہ اپنا نصیبا کسی طرح	،،
رہی عمر بھر بحر طوفان میں	نہ کشتی کبھی رو بہ ساحل ہوئی	،،
تقدیر میں آگ لگ گئی ہے	عالم سے جگر جلا بھنا ہے	،،
زندگی تلخ ہے برگشتگی قسمت سے	زہر لگتا ہے جو شکر کی طلب ہوتی ہے	،،
آدمی ناسازئ تقدیر سے بے لاعلاج	ہو وہی مہلک مرض جسکی دوا پیدا کرے	،،
کلیجا بجھا جہان ڈالا ہے ستارہ کی نحوست نے	ہمارا پیکر خاکی ہے تو وہ تیر گردوں کا	،،
لڑکپن سے یہ ہے سرگشتگی اپنے نصیبوں میں	ہنڈولے میں تماشا دیکھتا تھا چرخ گرداں کا	،،
بحر کیونکر نہ جھکیں ہر کس و ناکس کے حضور	تیغ کھینچے ہوئے سر پر ہے مقدر اپنا	،،
اڑ گئی ٹوپی بھی سر سے جب چلی باد وبال	تاج شہ کو سو رجھل آندھی کا جھونکا ہوگیا	،،
جس طرف جاتا ہوں تقدیر یہی کہتی ہے	آرزو کیوں لئے آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں	،،
زمانہ لاکھ بدلے رنگ پر قسمت نہ بدلیگی	ہمارے دن نہیں پھرتے پھرے گو آسماں برسوں	،،
دکھائے ہم کو مقدر نے سخت لیل و نہار	کیا ہے ننگ ستارہ ہمارے اختر کو	،،
ہوگئے سلطاں گدا جس وقت قسمت پھر گئی	سب امور سلطنت خواب پریشاں ہوگئے	،،
اسے کہتے ہیں قسمت کی برائی	صدف دریا میں اک قطرہ کو ترسے	،،
باغ عالم سے تہی دامن چلے مثل نسیم	پھول ہاتھ آیا نہ گلبن سے نہ خوشہ تاک سے	،،
جو قسمت میں ہو ناکامی کسی سے کام کیا نکلے	یہ آنسو بے اثر نکلے یہ نالے نارسا نکلے	،،
مرے بوستان دل میں رہی خاک ہی اڑتی	مرے نخل آرزو میں کبھی پھول پھل نہ آئے	بیدم
رلاتی ہیں ہمیں اگلی بہاریں آٹھ آٹھ آنسو	گزرتی تھی ہماری بھی کبھی عیش و مسرت میں	،،
اپنا سا دیکھا ہم نے نہیں کوئی کم نصیب	لیکر کے آئے خوب ہی دنیا میں ہم نصیب	،،
اپنا تو بخت سویا ہے مردوں سے شرط باندھ	جیتے وہی ہیں جن کا نصیبا ہے جگ رہا	بختاور
نہ تھی مقسوم ہی میں سیر ورنہ زور بختاور	بہت جنت کی تیاری میں تھا شداد نے مارا	،،
دور فلک میں رنگ زمانہ بدل گیا	بدلی نہ قسمت اس مرے چشم پر آب کی	پرتو
تدبیر سے تقدیر کی ظلمت نہیں جاتی	دھونے سے سیہ بال کی رنگت نہیں جاتی	،،
باغ جہاں میں ایک سی گزری بزرنگ سرد	سوکھے نہ ہم خزاں میں نہ پھولے بہار میں	تسلیم
محرومئ تقدیر سے اس باغ جہاں میں	جس رنگ میں دیکھو ہیں بے برگ و نوا ہیں	،،
نہ کیونکر آئے رونا کشت دل کی شور بختی پر	کبھی تو پھولتا پھلتا جو نخل آرزو ہوتا	،،
ہم اس چمن میں سدا مثل شاخ خشک رہے	ہرے ہوئے نہ کسی روز برگ و بار آیا	،،
کیوں نہ پامال رکھے پستئ طالع مجھ کو	ذرۂ خاک گزرگاہ ہے اختر میرا	،،
گلچیں نے سب کو پھول دئے ہم کو داغ دل	باغ جہاں میں ایسی بھی قسمت ہوئی تو کیا	،،

بد قسمتی

حسرت و یاس سے ایک ایک کو تکنے کے لئے
رکھے ہیں دہر میں ہم چشم تماشا بن کر
باقی ہیں توفیق میری حسرتیں مجھ سے کہ ترچ
میں بھی کیا ان کے لئے کوئی کمند بام ہوں
بھرتی ہے میرے ساتھ مری تیرہ قسمتی
گویا کہ ہم کے ساتھ ہیں دوران میں یہاں
قسمت دکھا رہی ہے مجھے شام مرگ ہم
امید کیا کہ دیکھوں پھر صبح کو میں
رنگ شیشۂ ساعت ہوں روز ہم گرداں
مشکلات میں بھی مجھے کب قرار رہتا ہے
ہوں وہ سیاہ بخت کہ توفیق میرے دن
ہیں رنگ سا یہ ہیں شبہائے تار بھی
پنہاں برنگ گردش تقدیر ہے
پانی پانی ہوں میں شرم گرداب پیمانہ مرا
ہے بخت کا ... نہیں ہوتا حاصل
حسرت و غم کے سوا کچھ نہیں ہوتا حاصل
پیش ہوتا ہوں جہاں میں کف سائل کی طرح
پھر نہیں دیکھتا کوئی پس دیدن مجھ کو
نظر انداز ہوں گویا خط باطل کی طرح
تمام عمر چلا دامن اسیری میں
قفس میں میرے لئے کنج آشیانہ ہوا

توفیق

شور بختی کھو نہیں سکتے کسی کی اہل فیض
کبھی مانند طفل اشک حسرت
مقدر نے جہاں میں مثل ریگ شیشۂ ساعت
سر بلندی ہوگی اے تسلیم کیا تجھکو نصیب
برباد دیکھتے ہیں چمن اپنی آنکھ سے
وائے قسمت ہو گئی اپنی وہی حالت سقیم
خاک میں بھی گردش تقدیر پیسے گی مجھے
سیاہ بخت نہیں کوئی خلق میں ہم سا
کیا پوچھتے ہو حال دل اس دردمند کا
گردشیں سیکڑوں دیں چرخ نے پر حضرت بخت
جن کو بے فیض کیا حق نے ازل ہی پیدا
گریں چھولوں اثر قسمت بد سے توفیق
خون دل پیتا ہوں اے توفیق خاموشی کیساتھ
دور مجھ سے میرا مطلب تا دم مردن رہا
بھری ہوئی تھی جو سر میں ہوائے پامالی
تدبیر سے بھی ہوتے ہیں واژوں نصیب راست
جب لکھا نامۂ قسمت تو مری قسمت کا
مری قسمت جو مجھے خود نہ مٹاتی توفیق
دکھایا بخت خفتہ نے مرے یاں تک اثر اپنا
اللہ رے ناکامی قسمت کہ دم عرض
ہیں امیدیں مری وابستۂ حسرت توفیق
پھیر دیتا ہے مجھے ہر شخص ناکامی کے ساتھ
وہ عندلیب جس کا قفس آشیانہ ہو
اثر تیرگی بخت سیاہ بد سے
نہ بر آئی کسی دن آرزو سے آرزو میری
ہوں وہ محروم کہ پیش آ ہی گئی ایک نہ ایک
نہ دل کی آرزو نکلی نہ ارمان ہوس نکلا
رہے توفیق گردش میں برنگ آسیا ہر صبح
پھر ہوں اس جینے پہ اے توفیق میں خواہان مرگ
نہ روندا مجھ کو بھولے سے کسی نے باغ ہستی میں
افتادہ قسمتوں سے رفاقت کی کیا امید
یہ عالم ہے کہ اپنی قسمت برگشتہ کی دولت
ہوں وہ ناکام ازل صفحۂ ہستی پہ مرے

پاس رکھتا مایۂ دنیا سے سائل کچھ نہیں
نہ دیکھی ہم نے صورت خرمی کی
پھرایا رات دن ہم کو ادھر خالی ادھر خالی
مل گیا ہے ٹوٹ کر طالع کا اختر خاک میں
کیوں مر گئے نہ پہلے ہی فصل خزاں سے ہم
دیکھئے عمر دوروزہ میں ہو کیا صورت سقیم
ہوں وہ دانہ تنگ مدفن آسیا ہو جائیگا
ہر ایک وقت اندھیرا ہے اپنے بستر پر
جو ہو دیار یار سے دور اور شکستہ پا
نیند سے چونکے نہ وہ خواب گراں رکھتے ہیں
چمن دہر میں جوں سرو نہ پھولے نہ پھلے
ابھی پیدا اثر خاک ہوا اکسیر میں بھی
مجھ کو قسمت سے ملی قسمت لب سوفار کی
لفظ بے معنی کی صورت میں تہی دامن رہا
گرے زمین پہ ہو بار ہم نظر کی طرح
کیا کاسۂ حباب کو سیدھا کرے کوئی
رکھ دیا کاتب تقدیر نے خانہ خالی
کیا مرے نقش تمنا کو مٹاتا کوئی
ملی نقش قدم کو غفلت خواب گراں میری
تاثیر بھی ہوتی ہے خجل اپنی دعا سے
ہوں میں وہ نخل تمنا کہ جو پھولا بھی نہ ہو
بزم گاہ دہر میں گویا تہی ساغر ہوں میں
امید مہربانیٔ صیاد کیا کرے
جسم پر اپنے ہے سایہ کا تو ہم مجھ کو
مرے دل سے مرا ارماں بھی ناکام ہوس نکلا
مل گئی لے کبھی قسمت سے تو ساغر نہ ملا
مقدر بھی مرا میری طرح بے دسترس نکلا
تلاش رزق میں پھرتے رہے ہم بھی کہاں کیا کیا
لے چلی تقدیر پھر مشکل سے مشکل کی طرف
ہوا ہوں خلق گویا سبزۂ زنگار کی صورت
ہمرہ کسی کے رہ نہ سکے نقش پا کبھی
ہمیں توفیق اب تو دوست بھی دشمن سمجھتے ہیں
اختر بخت مرا نقطۂ باطل ٹھیرا

تسلیم
״
״
״
״
تعشق
״
ترکی
تراب
״
توفیق
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״
״

عمر شبنم کی طرح رونے میں گزری توفیق
اڑائی خاک رہے گردشوں میں ساری عمر
عمر گزری بے سروسامانیٔ تقدیر میں
امید نفع پاکوں سے جو ہوتی خشک بختوں کو
ناکامیاب کو نہیں فیضان کامیاب
چمن دہر میں وہ سبزۂ خوابیدہ ہوں
شکستِ رونق بازار اعتبار ہوں میں
ہوں وہ افتادۂ غربت جو گزرتا ہے کبھی
درماندگیٔ طائرِ تصویر دیکھنا
تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
ہمارے دام تو کھوٹے نہیں اے کاسہ گر پھر کیوں
جو بہر آشیاں تنکا اٹھاوں لے خبر بجلی
گلشن میں جاکے کونسا پھل ہم کو مل گیا
لاکھ چاہو دو قسمت کی بدی ہوتی نہیں
جو شاخ چھانٹتا ہوں وہ گرتی ہے ٹوٹ کر
لذت ہوئی کیا باغ جہاں میں مجھے حاصل
اہل کرم سے بھی نہیں بدقسمتوں کو نفع
پھرے نہ طالع برگشتہ اے جنوں تیرے
نہ ہوگا مجھ سا زمانہ میں دوسرا محتاج
کیا گلہ چرخ سے ہو خواہش تقدیر یہ تھی
اک روز بارور نہ ہوئی شاخ آرزو
دیکھنا محرومیٔ تقدیر اسکندر کہ خضر
ہم ہیں وہ کم نصیب فراغت کہیں نہیں
غربت میں جان دی ہے کوئی ہم وطن نہیں
باغ ہستی میں نخل خشک وہ ہوں
جز غم و رنج و محنت و ایذا
یہاں نہ مونس جہاں ہمدم جہاں ہمدرد یار و یاور
ہم قفس سے نہ چھوٹنے پائے
بدلے عروس باغ جہاں نے ہزار رنگ
جویا زمانہ خوش ہے مگر ایک تو ہی یاں
عقدہ سربستہ بخت سیاہ
خدا جانے گلستاں چیز کیا ہے ہم نہیں واقف
پیدا ہوئے ہیں رنج اٹھانے کے واسطے

شکل گل مجھ کو میسر کبھی ہنسنا نہ ہوا
فلک کی طرح کبھی اور کبھی زمیں کی طرح
جائۂ ہستی مرا توفیق بے دامن رہا
تو کیا لبریز گوہر دامن ساحل نہ ہوجاتا
دریا سے تر کبھی لب ساحل نہ ہوسکا
ٹھوکریں مار کے ہر شخص جگاتا ہے مجھے
زمانہ جانتا ہے جنس ناپسند مجھے
نقش پا جانکے ہر شخص مٹاتا ہے مجھے
پر بھی ملے تو اڑنے کے قابل نہ ہوسکا
حبابوں کو مٹایا موج نے پہنچا کے ساحل پر
وہی پھوٹا نکلتا ہے جو ساغر مول لیتے ہیں
جو کوئی شاخ گل چھانٹوں چھری دے باغباں مجھ کو
قسمت بھی ساتھ ساتھ گئے ہم جہاں کہیں
سچ کہا ہے جو نہیں ہوتی کبھی ہوتی نہیں
اللہ سے بندھے جو مرا آشیاں کہیں
حصہ میں مرے جز ثمر خام نہ آیا
دریا میں بھی تہی رہے پیالہ حباب کا
ہزار بار زمانہ میں انقلاب آیا
نہ کچھ یہاں کے لئے ہے نہ کچھ وہاں کیلئے
ہم کو تکلیف ہو اور چین زمانہ کے لئے
باغ جہاں میں صورت نخل بریدہ ہوں
راہبر ہو اور رسائی آب حیواں تک نہ ہو
پھیلا کے خاک سوئیں گے اندر کفن کے پاؤں
نایاب گورکن ہے میسر کفن نہیں
نام باقی نہیں ہے کوبل کا
ہم نے دنیا میں اور کیا دیکھا
وہاں پہ آئی قضا ہماری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
آئی بھی اور گئی بہار افسوس
لایا نہ میرا بخت کبھی ایک بار رنگ
پیدا ہوا ہے رنج اٹھانے کے واسطے
کھل نہ سکا ناخن تدبیر سے
قفس دیکھا ہے ہم نے اور کنج آشیاں دیکھا
عیش و طرب بنا ہے زمانے کے واسطے

توفیق
"
"
"
"
"
"
ثاقب
"
جلیل
"
"
جنوں
"
"
"
جاہ جوشش
"
"
"
"
جویا
"
"
"
"

بدقسمتی

بد قسمتی

تعلق ہے مری تقدیر کو شام غریباں سے
سحر سے جا ملا رشتہ مرا چاک گریباں کا — راسخ

سرو خمیدہ ہوں نہ گل نو دمیدہ ہوں
بلبل نالاں ہوں تا بصحن چمن نا رسیدہ ہوں — 〃

اے چرخ ایک مفلس و محتاج ہیں ہمیں
زردار باغ دہر میں گل تک چمن کے ہیں — سخاوت

راہ گم کردہ ہوں چلوں جتنا
بعد ہوتا ہے مجھ سے منزل کا — سالک

پایا وہ ہم نے اس باغ میں جو کام نہ آیا
[illegible] خام [illegible] وہ دعا ہو گیا — سودا

مجھ [illegible] اپنے [illegible] نہیں سکتی مجھ سے [illegible]
دل پھر [illegible] کہیں بھرتی تقدیر [illegible] نظر آتی — 〃

جس سے کہ یہاں پھل نہ پایا کسی نے پھل
بیٹھا نہ کوئی چھاؤں میں ایسا شجر ہوں ہم — 〃

بے برگ و بر نہیں کوئی ایسا [illegible]
برگشتہ نصیب اپنے نہ پھرتے کبھو دیکھے — 〃

ہر چند ہی گردش ایام جہاں [illegible]
اس مرغ ناتواں کی صیاد کو بھی خبر نہ پہونچی — 〃

جو چھوٹ کر قفس سے گلزار تک نہ پہونچا
پھل جوانی کے نہ پایا کبھی جوں طفل سرشک
مل گیا خاک میں یاں پاؤں کے دھوتے دھوتے — نفس

سو غنچے شگفتہ ہوئے گلشن میں تو لیکن
بخت کی برگشتگی سے کس طرح ہووے نجات — رنج

میری قسمت نے دیا ہے ہی مجھے کیا جواب
جب سیہ دیکھوں ہوں اپنے دفتر تقصیر کو — 〃

ہر کام میں آخر کو جو دیکھی تو خرابی
وہ کشتی ہوں ہمیشہ جو رہے طوفان ہستی میں — 〃

دہر میں جس کا نام ہے تقدیر
لایا نہ بار نخل تمنا مرا کبھی — سخاوت

کیا فائدہ ہے گلشن ہستی اگر ملا
ہوا ہے دشمن فلک ہمارا پڑا ہے قسمت کا الٹا پانسا — 〃

جس کی قسمت میں رہائی تھی چمن جا دیکھا
جب خزاں ہوگئی آخر تو رہا ہیم خزاں — سالک

نشو و نما کی کس کو امید اے بہار یاں
یاوری دیکھئے نصیبوں کی — سودا

وہیں سے داغ سیہ بخت کو ملی ظلمت
جو دن مجھے تقدیر کی گردش نے دکھایا — 〃

چکر میں مثل سنگ فلاخن ہوں دیکھئے
ہم کو قسمت نے دیا داغ تمنائے داغ — 〃

کیا کیجئے افلاس و مصیبت کو رقم
کھو دئے ذاکر مری مایوسئ حرماں نے ہوش — 〃

قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ
کیا ملا عرض مدعا کر کے — 〃

پھول توڑوں تو چبھیں ہاتھ میں میرے کانٹے
پھولے پھلے نہ آکے گلستان دہر میں — 〃

برسے فلک سے آگ جو پانی کی ہو تلاش
سب نے آکر گل مقصود بھرے دامن میں — 〃

یاں بھی قسمت نے لب خشک نہ ہونے دئے تر
پھر وہی کنج قفس ہے وہی صیاد کا گھر — 〃

جہاں گیا میں، گیا دام لیکے واں صیاد
دکھایا کنج قفس مجھ کو آب و دانے نے — 〃

ریاض اپنی قسمت کو اب کیا کہوں میں
واں سے آئے تھے کچھ نہ ہم لے کر — 〃

وہ محروم مسرت ہوں کہ خود صورت سے ظاہر ہے
کھلنے کا مرے دل ہی کے ہنگام نہ آیا — حیرت

کم نکلتا ہے جو ڈوبا ہو اگر گرداب کا
آتے آتے ہاتھ میں اکسیر آدمی رہ گئی — 〃

رات بھر روتا ہوں میں اپنی بری تقدیر کو
ہم سا بھی نظر کوئی بد انجام نہ آیا — 〃

کنارہ ایک عالم کو ہے جس سے میں وہ ساحل ہوں
ہم سے سیدھی وہ عمر بھر نہ ہوئی — 〃

تیری ہوا بھی ہے چمن روزگار ہیچ
جب نخل آرزو ہی ہیں بے ثمر ملا — 〃

ستم رسیدہ جفا کشیدہ جہاں میں مجھ سا بشر نہیں ہے
فصل گل بھی چلی ہم تو رہے زنداں میں ہنوز — حسرت

جنکی قسمت میں ہو کلفت انہیں راحت کیسی — حالی

میں شاخ خشک ہوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے
دوست بھی ہو گئے مرے دشمن — درد

جہاں سے حضرت موسے کے ہاتھ نور آیا
تو نے بھی وہ اے گردش دوراں نہیں دیکھا — داغ

پھینکے مرے نصیب کی گردش کہاں مجھے
وہی ملتا ہے جس انعام کے قابل جو ہے — 〃

کھانے کے لئے گھر میں کچھ ہے تو قسم
گردش ساغر کا شک ہے گردش تقدیر پر — ذاکر

سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا
بات بھی کھوئی التجا کر کے — ذوق

عیش چاہوں تو وہیں رنج کا ساماں ہوئے
ہم وہ شجر ہیں باغ سے جو بے ثمر گئے — رند

دوزخ ملے بہشت کی گر آرزو کریں
اک تہیدست چلے گلشن ایجاد سے ہم — 〃

آکے میخانہ میں محروم چلے جام سے ہم
چار دن اور رہوا باغ کی کھالے بلبل — 〃

پھرا تلاش میں میری کہاں کہاں صیاد
وگرنہ دام کہاں، میں کہاں، کہاں صیاد — 〃

بگڑنا تو آیا سنورنا نہ آیا
پر چلے یاں سے لاکھ غم لے کر — ریاض

خط تقدیر کی تفسیر ہے چین جبین اپنی — رنگین، راحی

جیسے نفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول	درماں کی آرزو میں یہ بیمار ہی رہا	سوز
ساغر عیش دیا اوروں کو	سوز کو دیدۂ پرنم بخشا	״
دنیا میں یونہیں آ کے محروم چلا حیف	مقصود جو دل کا تھا نہ پایا نہ رہا میں	״
ہے وہ بازیچۂ اطفال مقدر میرا	کہ بگڑتا ہے گھروندے کی طرح بن بن کر	سفیر
زمیں جھنکاتی رہی پستی نصیب مجھے	عروج میں بھی مرا نام کب بلند ہوا	״
دنیا سے ہیں محروم تو عقبیٰ سے ہیں مایوس	افسوس ہوئے ہم نہ ادھر کے نہ ادھر کے	״
وہ بلبل ہوں مری کنج قفس میں عمر گزری ہے	میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کسکو آشیاں کیسا	سراج
رہے جویا ہمیشہ پر نہ دیکھی شکل آسایش	کہیں زیر فلک نکلی نہ بالائے زمیں نکلی	״
چین پایا نہ کسی دن دل مضطر نے سراج	کون سے وقت ہوئی آہ ولادت میری	״
کیوں نہ ہم تقدیر کو روئیں پس مردن سعید	اس کے ہاتھوں چین کب ہم کو تہ افلاک تھا	سعید
نہ رہے چین سے اک جا چمن عالم میں	صورت برگ خزاں پھرتے ہیں برباد ہنوز	سخن
بعد مردن کیا ہو لیکن آج تک تو اے فلک	منھ نہیں دیکھا مری تکلیف نے آرام کا	״
آنکھیں دی ہیں دیکھنے کے واسطے	دیکھیں گے جو کچھ خدا دکھلائے گا	سحر
فقط مقسوم سے اپنے گلہ ہے	کسی سے کچھ نہیں شکوہ شکایت	״
عمر بھر ایک نہ مطلب بھی بر آیا میرا	مجھ سے برگشتہ ہمیشہ مری تقدیر رہی	شفق
سب کی مراد چرخ سے حاصل ہوئی مگر	حاصل ہوا نہ اس سے مرا مدعائے دل	״
تعویذ سے نہ تیرگی بخت مٹ سکی	تاثیر نقش گھل کے سیاہی میں رہ گئی	شہیر
گر رزق کی مانگوں میں دعا صبح کو پھینکے	سر پہ مرے طباخ فلک طشت پر آتش	شہیدی
جو صاحب قدرت ہیں وہ کیا کیا نہیں کرتے	مجھ کو کسی شے کا نہیں مقدور کروں کیا	״
نہ دکھلائے کسی کو روز بد اللہ دنیا میں	جہاں سارا بدلجاتا ہے جب تقدیر پھرتی ہے	شفق
یار و احباب ہیں برگشتہ زمانہ ناساز	ایسی تقدیر کو کیا آگ لگائے کوئی	״
ایک دن چین سے رہنے نہیں دیتا ہے	در بدر خوار پھراتا ہے مقدر ہم کو	״
چین دم بھر بھی نہیں دشت نوردی شفق	مجھ کو گردش میں رکھے گا یہ مقدر کب تک	
راست ہوتی نہیں انسان کی تقدیر اگر	پیش جاتی نہیں کیجاتی ہے تدبیر اگر	
میرے طالع کو جو استاد ازل نے دیکھا	انہ کان ظلوما و جہولا نکلا	شہید
سب نخل بارور ہوئے اس باغ میں مگر	میرے نہال عیش کا لایا نہ بار گل	״
شہید نقش جبیں ہے مرا سیہ بختی	نگیں کی طرح سیہ رو سیاہ کار رہا	شاطر
نہیں دیتی ہے یاری ان دنوں تقدیر پہلی سی	بہت کرتا ہوں سو سو طرح سے تدبیر پہلی سی	شاد
کسی کا شاد کچھ مطلب کسی کی آرزو کچھ ہے	عدم سے ہم تو اس دنیا میں مرنے کو آئے ہیں	
زیست سے ہے مراد آسایش	خاک یہ زندگی ہماری ہے	شائق
شائق افسوس ہے زمانہ میں	نہ رہا کوئی یادگار اپنا	
گلشن دہر میں پھولا نہ پھلا نخل مراد	غنچۂ دل نہ کبھی ہم نے چٹکتا دیکھا	״
شکوہ برگشتگی بخت کا ہم کس سے کریں	دوست سمجھے تھے جسے ہو گیا دشمن اپنا	شرم

بد قسمتی

پہلی آرزوئے دل گئی بہار و خزاں	نخل وہ ہے کہ جس میں ثمر نہیں آیا
گرداب کی طرح ہے گردش میں میری عمر	ہے باعث قیام جہاں میں سفر مجھے
ترقی میں تنزل واہ ری تقدیر صد رحمت	ہوا صاحب جس قدر رتبہ ہوا اتنا ہی کم میرا
بعد مردن بھی نہیں جاتی ہے گردش بخت کی	ہے سیاہ بنتا ہے ہر پتھر ہماری گور کا
اے گردش مقدر ہم تری جا کو دیکھیے	پھر جائے گر پاؤں آسماں کا
دم بھر بھی ٹھہر جائے گر بحر عالم میں مرا	ہو گیا سب غرق ساماں بحر عالم میں مرا
صورت گرداب اک قسمت کا چکر رہ گیا	شکل چرخ گردش میں رات دن رہوں کب تک
طول کچھ تو کم کرے عمر جاوداں اپنا	وہ سیہ بخت ہوں ہو جائے سیہ صورت شام
آئے گر میری شب غم میں سحر بھولے سے	تیرہ روزی نے مری بدلا ہے رنگ ایام کا
اب زمانہ میں رہے گا وقت ہر دم شام کا	نہیں معلوم مرکب ہے وہ کن چیزوں سے
کہ بگڑتی ہے تو بنتی نہیں تقدیر نہیں	پھرتا ہوں

صابر
مترجم

بد قسمتی

عبث سب ہے تدبیر بیجا ہے کوشش / موافق نہیں ہیں جو تدبیر و ساعت	عیش
وہ تیرہ روز ہوں جس کے سیاہ خانے میں / نہ آفتاب ہی آیا نہ ماہتاب آیا	ناطق
ابن مریم ہوا کرے کوئی / میرے دکھ کی دوا کرے کوئی	غالب
خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آئے / سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برق خرمن کو	"
غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں مجھے / خرمن جلے اگر نہ ملخ کھائے کشت کو	"
کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجے / ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا	"
میرے غمخانہ کی قسمت جب رقم ہونے لگی / لکھدیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے	"
کہاں اس کو ہے وقت منزل نصیب / لکھا جس کی قسمت میں ہو در بدر بھٹکنا	فراق
قسمت میں لکھا ہے جو خدا اور کسی کا / بیجا ہے ہوس قلیہ و نان تنور کی	"
دین و دنیا کا مری ذات میں نقصان رہا / ہوں وہ کم بخت کسی بات میں کامل نہ ہوا / دیوانگی ہے	

پھرتا ہوں وادیٔ آوارگی میں سرگرداں	اک بگولا ہے مگر گردش قسمت میری	صابر
وہ بدنصیب ہوں کہ رہونگا تمام عمر	میں شاہد فراغ سے دورا و شکستہ پر	"
صورت پیمانہ دولاب ہیں آنکھوں میں اشک	روتے پھرتے ہیں ہم اپنی گردش تقدیر پر	"
رہتے ہیں طاہر ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا	عیش دنیا کا مگر اپنے مقدر میں نہیں	طاہر
کونسی شئے ہے جہاں میں جو نہیں کارآمد	ایک ہم خلق میں پیدا ہوے بیکار فقط	"
تیری قسمت نے گرفتاری میں ڈالا ہے تجھے	نے قصور دام ہے بلبل نہ تقصیر قفس	ظفر
کسی پر کیا تاسف ہو جب اپنا بدمقدر ہو	قصور فال زن کیا ہے نحوست میں جب اختر ہو	ظہور
تقدیر کے بگاڑ سنوارے نہ جائیں گے	تدبیر جھینکتی ہے مقدر کے سامنے	ظہیر
عقدے مری تقدیر کے کھولے نہیں کھلتے	جاتی نہیں قسمت کی برائی نہیں جاتی	"
جو ہو قسمت میں برائی ٹل نہیں سکتی کبھی	مٹ نہیں سکتا لکھا تقدیر کا تدبیر سے	عاجز
مے عشرت سے نگوں بخت نہ کیوں ہوں محروم	وہ قدح ہوتے ہیں خالی جو الٹ جاتے ہیں	عزیز
عیش و عشرت سے ایک دن نہ کٹا	لطف سے ایک شب بسر نہ ہوئی	"
آزماؤ عدم میں بخت عزیز	ملک ہستی میں تو گزر نہ ہوئی	"
کیوں ہے یارب بخت کا اپنے ستارہ خواب میں	ہوتے ہیں اختر مشابہ دیدۂ بیدار سے	"
برگشتگی سے بخت کی گردش ہے پاؤں میں	ہیں ہم سے ان دنوں مہ و اختر پھرے ہوے	"
کبھی تو اوج پر آئے مرا بھی اختر بخت	فلک ہمیشہ تجھے انقلاب ہوتا ہے	"
وہ دل شکستہ ہوں جس کو نہیں کشود نصیب	وہ قفل ٹوٹے میسر جسے کلید نہیں	"
جو کچھ ہوا نصیب سے بے وقت ہی ہوا	ہم فصل گل میں پھنسکے خزاں میں رہا ہوئے	"
ہم مثل سرو باغ جہاں میں ہیں نا امید	ظاہر تو سرو سبز ہے لیکن ثمر نہیں	عالم
ایسی برگشتہ ہوی مجھ سے مری تقدیر ہے	نالۂ دل بے اثر ہے آہ بے تاثیر ہے	"
دوست جس شخص کو سمجھے وہی دشمن نکلا	اپنے مقسوم کا ہرگز نہیں کہنا بہتر	"
حیف اک دن بھی نہ دنیا میں اٹھائی راحت	کاش اس سے تو میں عالم میں نہ پیدا ہوتا	"
سو ہنر پر بھی نہیں نقص مقدر مٹتا	کیا کمال اس سے زیادہ تمھیں عاقل ہوگا	عاقل
پڑا ہے کام ناکامی سے عاقل	یونہی اوقات کرتے ہیں بسر ہم	"
یاس و حرمان و غم و درد و الم اے عاشق	جبکہ دنیا سے چلیں گے یہی ساماں ہونگے	عاشق
میں ہوں وہ سیہ بخت کہ آکر مرے گھر میں	منہ شام کے پردے میں چھپاتی ہے سحر بھی	"
تکلیف ہی ہوتی ہے سراسر مجھے حاصل	میں ڈھونڈھتا ہوں جب کبھی آرام کا موقع	"
وہی نصیب ہیں اپنے وہی ہے محرومی	یقین ہے کہ زمانہ میں انقلاب نہ تھا	"
شکل گرداب رہے چکر میں	در مقصود نہ پایا ہم نے	"
قسمت میں فاقہ مست کی منعم خوشی کہاں	برسوں میں عید آتی ہے ماہ صیام روز	"
مانند صفر دہر میں خالی شکم رہا	قسمت میں میری رزق کی تھی سب رقم غلط	"
باغ عالم میں نہ ہوگا کوئی ایسا ناکام	تارے توڑے جو کبھی میں نے گل تر توڑے	"
ہمارے رزق کی ہے فرد قسمت میں رقم خالی	ہمیشہ صفر کے مانند رہتے ہیں شکم خالی	"

	ویرانگی ہے گویا ازل سے نصیب میں
	تیرا بھولا پن ہے تیری کم نصیبی کا سبب
	دنیا میں مرگ بھی نہیں مجھ کم نصیب کو
	باہر کبھی نہ ہو سکے قسمت کی پیچ سے
	تقدیر سے جو پھولی بھی تو وہ بہار میں
	نہ مجھ فقیر کو ممکن ہوا مکاں تا زیست
	بر نہ آیا ایک مطلب بھی مرا افلاک سے
	کی دعا لاکھ مگر میرے مقدر نہ کھلے
	کوئی حکمت نہیں چلتی خدا کے کارخانہ میں
	ادھر زمین اُدھر آسمان یا قسمت
	ہوں وہ بنیاد کہ پڑتے ہی مٹا نام و نشاں
	منزل ہستی میں اک میں ہی بھٹکتا رہ گیا
	گردش جو بخت میں ہے پرکار کی طرح سے
	مبتلائے ستم و حسرت و آلام رہے
	چھک رہے ہیں دور میں تیرے ہزاروں بدو ست
	قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی جا کمند
	گم ہوا سر رشتہ ایسا کام کا اپنے کہ وہ
	جوں نخل شمع قائم یاں وہ نہال ہوں میں
	پھرا مدتوں سر پہ میرے وہ خوار
	جیا بکام کب اس بخت ارجمند سے میں
	جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی
	ہم وہ بلبل ہیں قفس ہی میں رہے ساری عمر
	صورت گردوں گرداں خود بخود پھرتا سدا
	گردش بخت عبادت سے نہیں کم ہوتی
	روتا پھروں نہ کیونکر میں قافلہ میں ہر سو
	رہے جہاں میں جب تک کہ ہم خراب رہے
	کیا مصحفی میں سعی کروں روزگار میں
	شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہے
	ہے تیرگی میں کس کو سپید و سیہ کا فرق
	کوچہ میں عافیت کے کہاں بیٹھتا ہوں میں
	گھیری ہوئی تھی اس کو گلستاں میں رات برق
	مصحفی جا کے میں گلزار میں ناشاد آیا
	اپنا نصیب خفتہ و بیدار ایک ہے

شاعر	
فدا	آبادیاں عبث ہیں خیال غریب میں
"	اے فدا دنیا ہے اس کی جو بڑا چالاک ہے
"	جو خوش نصیب ہیں اجل انکو شتاب ہے
فیض	دیکھے جدھر ہزاروں نظر آئے ہم کو سانپ
فروغ	جس شاخ پر چمن میں مرا آشیاں نہ تھا
فصاحت	نصیب بعد فنا بھی مزار ہو کہ نہ ہو
قدر	سات ورقوں کا رسالہ کس قدر نکلا غلط
"	یہ وہ تالا ہے کہ کھلتا ہی نہیں چابی سے
"	دھری رہتی سب تدبیر جب تقدیر پھرتی ہے
"	اب اس قفس سے میں اڑ جاؤنگا کہاں صیاد
"	میں وہ افتاد نہیں ہوں کہ سنبھل جاؤنگا
قلق	بڑھ گئے سب میرے ساتھی مجھکو تنہا چھوڑ کر
"	گھر میں ہوں اپنے لیکن ہر وقت ہوں سفر میں
"	شاد دو دن بھی نہ ہم اے غم ایام رہے
"	اک ہمیں کو ساقیا مے بوند بھر ملتی نہیں
قائم	کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا
"	پھر نہ سلجھا جس قدر ہم اسکو سلجھاتے رہے
"	جز آہ و اشک جس کو نے برگ نے ثمر ہے
"	جو طالع نہ ہو تو ہما کیا کرے
"	پھنسا قفس میں جو چھوٹا چمن کے بندے سے میں
قدرت	کون رہ بتلا سکے جب خضر بہکانے لگا
گویا	گزر اپنا تو کبھی سوئے گلستاں نہ ہوا
"	ہوں وہ سرگرداں جو مٹی میری ملتی چاک میں
لائق	حال اب دیکھئے تسبیح کے ہر دانے کا
مصحفی	منزل پہ میرے ساتھی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں
"	مدد فلک کی نہ طالع کی یاوری دیکھی
"	تقدیر گھونٹتی ہے جو تدبیر کا گلو
"	صورت یاس بھی بن بنکے بگڑ جاتی ہے
"	زندانیوں کو شام و سحر دونوں ایک ہے
"	اٹھتا ہے ایک فتنہ جہاں بیٹھتا ہوں میں
"	جس شاخ پر ثمر میں مرا آشیانہ تھا
"	نہ ہوئی نکہت گل سے بھی ہوا داری دل
"	گرد کساد و گرمئ بازار ایک ہے

بدنصیبی

مصحفی	دوست جو اپنا تھا دشمن ہو گیا / راہبر قسمت سے رہزن ہو گیا
"	قدرت نہ اسقدر بھی مجھ کو سپہر نے دی / جو شمع کے کنارے اک جھونپڑا بناؤں
"	اپنی تو اس چمن میں عمر اس طرح سے گزری / یاں آشیاں بنایا واں آشیاں بنایا
مومن	ایک دن گردش ایام سے آرام نہیں / گھر میں ہیں ہم بھی تو ہیں دن رات سفر میں پھرتے
"	[illegible]
"	بخت سیہ اے مصحفی [illegible]
"	[illegible]
"	حسرتیں میرے نصیبوں میں لکھی ہیں کیا کیا
"	[illegible]
"	[illegible]
"	[illegible]

ابر کرم نے

بدقسمتی

کچھ نہیں ہوتا دعا سے اور دوا سے فائدہ

[illegible]

ابر کرم نے سعی بہت کی پہ کیا حصول
امیروں تک رسائی ہو چکی بس
سعی و طلب بہت کی مطلب تلک نہ پہنچے
کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو
اس گلستاں سے منفعت یو تو ہزاروں کو ہوئی
ایک محروم چلے میر زمانے سے ہمیں
اس آفتاب سے تو فیض سب کو پہنچے ہے
ہم تو ناکام ہی جہاں میں رہے
قسمت میں جو کچھ کہ بدا ہو دیتے وہی ہیں انساں کو
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی
مر گئے نا امید ہم مہجور
اب کے بھی سیر باغ کی جی میں ہوس رہی
خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں
تجھ کو کوئی برا نہیں کرتا
کیا نحوست نے کر دیا اندھیر
بادشاہوں میں ہیں محسوب نہ درویشوں میں
امید ہے راحت کی عبث بخت زبوں سے
نہ تو کچھ فکر نہ تدبیر لئے پھرتی ہے
نہیں ملتی کہیں بیماریٔ قسمت کی دوا
بل بے اندھیر نہیں سوجھتی راہِ مقصد
دل کا ارماں کوئی قسمت نے نکلنے نہ دیا
تہیدستان قسمت بے مقدر کسطرح خوش ہوں
ہمرہان منزل مقصود جا پہنچے ہیں سب
مثال گرد ہوں کیونکر نہ برباد
ہوں وہ برگشتہ بخت زخم نصیب
تقدیر جب بگڑتی ہے انساں کی دوستو
بہتر ہے جل ہی جائے جو یہ نخل آرزو
حوصلے یوں پست ہیں سب اب مری تدبیر کے
باغ ہستی میں تو پھولا نہ مرا نخل امید
بحر ہستی میں ملا ہم کو در مقصد نہ حیف
اٹھتے ہی کچھ زمیں سے ٹھہرتا ہے ہر درخت
خوش نصیبوں کے گھروں میں ہن برستے ہیں یہاں
ساحل ہوا قریب تو کشتی الٹ گئی

ہوتی نہیں ہماری زراعت ہری ہنوز
مری بخت آزمائی ہو چکی بس
ناچار اب جہاں سے بیٹھے ہیں ہاتھ اٹھا کر
تھی ہماری بھی میسر کیا قسمت
دیکھا نہ سرو گل کا یاں تک سر پہ سایہ اک دن
ورنہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھ
یقین ہے کہ کچھ اپنی ہی نارسائی ہو
ہاں کبھو اپنا مدعا نہ ہوا
غم اور غصہ ہم کو ملا ہے خوبی اپنی قسمت کی
کہ مفت دور تنک تو دوا کر چلے
خواہشیں جی کی اپنے جی میں رہیں
اپنی جگہ بہار میں کنج قفس رہی
کس خرابہ میں ہم ہوئے آباد
جس سے کی بخت نے برائی کی
سایہ سرگشتہ ہے ہما کے لئے
یا الٰہی تری دنیا ہیں کیا یاد رہے
یہ دودِ سیہ ظلِ ہما ہو نہیں سکتا
جا بجا گردش تقدیر لئے پھرتی ہے
زندگی نسخۂ تدبیر لئے پھرتی ہے
ہاتھ پکڑے ہوئے تقدیر لئے پھرتی ہے
نخل امید کبھی پھولنے پھلنے نہ دیا
اگر گوہر اٹھائیں ہاتھ میں پتھر نکل آئے
وائے ناکامی کہ یاران وطن سے دور ہوں
کہ پیچھے رہ گئے ہم کارواں ہے
بن گئے عیب جو ہنر آئے
آتی نہیں ہے پھر کوئی تدبیر ہاتھ میں
کم بخت وہ شجر ہے کبھی جو پھلا نہیں
کٹ چکے ہیں پر ازل میں طائر تقدیر کے
جاتا ہوں سوئے عدم داغ تمنا لیکر
موج کے مانند مارے ہم نے کیا کیا ہاتھ پاؤں
فصل خزاں نمو ہی سے اپنے چمن میں ہے
بھاگتی کو سوں یہ ہم سے دور دولت ہی رہی
سب کوششیں دھری رہیں قسمت پلٹ گئی

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
سیدھی نہیں پڑتی کوئی تدبیر ہماری	برگشتہ ہے کچھ ایسی تقدیر ہماری	مضطر
دوزخ میں گھر ملا ہے بنائی بہشت سے	تقدیر کی برائی کو شداد کیا کرے	ماہ
قسمت کے جاگنے کا دکھایا نہ خواب بھی	تا حشر ہے یہ دیدۂ بیدار سے گلہ	"
دیکھو کمال ماہ ہوا باعث زوال	بد طالعی سے عیب ہمارا ہنر ہوا	"
خط پیشانی سے مٹنے کا نہیں ہے ہرگز	جس قدر رنج ہے قسمت میں مقدر اپنا	"
تیرہ بختی نے مجھے رنگ بدلنے نہ دیا	نخل امید مرا پھولنے پھلنے نہ دیا	"
اٹھے تو گرے گرد رہ کی طرح سے	یہ افتاد قسمت کی ڈالی ہوئی ہے	"
دکھائی مقدر نے شکل تغیر	طبیعت کو جب کچھ بحالی ہوئی ہے	"
واژوں نصیب سیر نہ ہو رہ کہ آب میں	خالی حباب کا ہے سدا ساغر آب میں	ممنون
عیش کرنے کو تو لاکھوں ہیں مگر اے نواب	رنج اٹھانے کو بنایا ہے خدا نے ہم کو	نواب
برق بلا گری بھی تو اس باغ پر جہاں	اک میرے آشیاں کے سوا آشیاں نہ تھا	"
نہ تھی سرنوشت اپنی پڑھنے کے قابل	عبث ہم نے اس نقش باطل کو دیکھا	"
نصیبوں میں جو لکھی ہے برائی وہ نہ جائیگی	اگر رگڑوں گا در پہ کعبہ کے نقش جبیں برسوں	"
دل کی دل میں رہی اک قطرہ میسر نہ ہوا	آب حیواں سے سکندر کا گلو تر نہ ہوا	"
بخت واژوں سے نہ ہم نے اسکو دیکھا سر بلند	تاج شاہی بنگیا ہے جام معکوس حباب	نصیر
ہوں محفل زمانہ میں شکل چراغ صبح	خورشید کھینچے ہے مرے سر پر ہزار تیغ	"
ایسا کوئی بدنام زمانے میں نہ ہوگا	گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا	ناسخ
بخت برگشتہ، وہ ناراض، زمانہ دشمن	اب ٹھکانے نہیں اوسان بڑی مشکل ہے	نسیم
بعید کیا ہے جو پیش از کرم ہوں مورد قہر	میں وہ ہوں کھیت جہاں برق بے سحاب گرے	"
چمن میں دہر کے آکر میں کیا نہال ہوا	برنگ سبزۂ بیگانہ پائمال ہوا	"
جامہ غم والم کا نہ پہنوں میں کس طرح	قامت پہ میری قطع ہوئی ہے قبائے رنج	"
کیسی تقدیر اپنی بگڑی ہے	کوئی تدبیر بن نہیں آتی	نشاط
سیاہ بختی کے کچھ رنگ ہی نرالے ہیں	سپید دیدۂ کنعاں ہوئے پسر کے لئے	"
بخت برگشتہ، آرزوئیں بہت	ہوس سیم و عاج نے مارا	ناشاد
ہے قسمت جسکی الٹی کون سیدھی کر سکے اسکو	نہیں کچھ گردش دوراں سے حاصل بخت واژوں کو	نساخ
نہ پا سکے گل مقصود اس بہار سے ہم	اٹھا کے داغ چلے باغ روزگار سے ہم	نظم
کبھی نہ میری تمنائے دل ہوئی حاصل	یہ نخل وہ ہے کہ جس میں ثمر نہیں آتا	وقار
لکھا خط شکستہ میں ہے یک قلم وقار	منشئ آسماں نے مری سرنوشت کو	"
ہے خرابی رخنہ انداز بنا	قصر بربادی کا میں تعمیر ہوں	"
ہر اک کے پاس توشۂ اعمال نیک ہے	محروم ایک ہم ہیں مگر زاد راہ سے	واہی
جب برے دن بشر کے ہوتے ہیں	کام آتا نہیں ہنر کچھ بھی	"
نہ ساتھ چھوڑا کبھی گردش مقدر نے	جہاں گیا میں ہوا ایک آسماں پیدا	"
تنگ آیا ہوں میں دنیا کے حوادث سے بہت	جلد ٹھیرے کہیں اس دار محن سے جانا	واسطی

بقائے نام

ایک دن ہم نہ ہوں گے دنیا میں
اور رہ جائے گی ہماری بات
نہیں خوف مرنے کا راسخ مجھے
زمانہ مٹائے گا شہرت کے بعد
نے رستم رہا اب جہاں میں نہ سام رہ گیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا
[illegible]
وہ مرد نہیں [illegible]
[illegible]
بعد مرنے کے کوئی کرے خوبی ذکر
[illegible]
بہتر وہی ہے جس کا کہ نام نکو رہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
نام ہی نام آوروں کا خلق میں رہ جاتا ہے
اب سکندر ہے نہ دارا ہے نہ کیقباد ہے
رہتا ہے نام ہی نام [illegible]
اب فریدوں ہے نہ جم باقی ہے
بعد مرنے

سرگشتگی بخت میں کیا اختیار ہے — داغ
بخت سیہ سے بوالہوس شادی کی تو نہ رکھ ہوس
جو ہیں سرگشتۂ ازل کے وہ وطن میں بھی پھریں
سماجت بہت یاس وحسرت نے کی — راسخ
گل امید سے بھرنے کو تھا دامن میرا
پھولا پھلا نہال تمنا نہ عمر بھر
ہے آب وگل میں روز ازل سے الم خمیر
ہمارا کاسۂ مقصود پُر ہوا نہ کبھی — سودا
سبز بختی دیکھنا میری اگر رکھوں قدم
کیا کوئی ان کے زمانہ میں نتھا حاجت مند
بدقسمتی کے ہوتے ہیں چکر بڑے بُرے — =
بدقسمتی نے حضرت یوسف سے کیا کیا
بدقسمتی کا منھ نہ دکھائے کبھی خدا
کم نصیبوں کو نہیں اس دہر میں عز و وقار — =
بے نصیبوں کو سروساماں نہ ہوا اس باغ میں
باغ میں گل سے سبھی لوگوں نے داماں بھرے — سعید

ہم کو پھرا رہا ہے زمانہ ادھر اُدھر — ہمدم
اپنی گلیم خوب ہے بادلہ اور تاش سے — "
موج وگرداب کو رہتا ہے سفر پانی میں — "
موافق نہ ہم سے مقدر ہوا — ہزبر
مجھ سے چھوٹا ہے عجب وقت میں گلشن میرا — "
باغ جہاں میں مجھ سا کوئی سبز بخت ہے — "
پتلا بنا ہوا ہوں میں گرد و ملال کا — ہوش
مدام آرزوئے ترک آرزو میں رہے — "
خشک ہو وہ سربسر جو کوئی بستاں سبز ہو — "
بخت بد ہو تو نہ ہو قیصر و فغفور سے فیض — "
جو لوگ آئے پھیر میں وہ خوار ہو گئے — ہنر
ڈالا کنوئیں میں بھائیوں نے ہو کے بے وفا — "
کانوں سے بھی نہ نام سنائے خدا کبھی — "
کب اثر بال ہما کا ہو پر سرخاب میں — ہرچند
مل سکے پوشش کہاں عریاں تنی کو خار ہے — "
ایک کم بخت ہمیں رہ گئے ارمان بھرے — لا اعلم

بقائے نام

آدمی رہتا نہیں دنیا میں رہتا ہے نشاں
رہ گئی سب کی فقط نیکی، بدی — =
کیوں بھی دو روز کی دنیا تو گزر جائے گی
اے فلک نام ونشاں گرچہ رہتا ہے دہر میں
فائدہ کیا گر بنایا قصر و ایوان رفیع — =
تو نہیں رہنے کا کچھ چھوڑ جا دنیا میں نشاں
فسانہ رہ گیا کہنے کو دونوں مر مٹے آخر — =
مٹانے سے نہیں مٹتا برنگ نقش نگیں
نا ہر نگیں کی طرح رہیں سینہ کاویاں
لازم ہے اس کو نام ونشاں کا رکھے نہ نام — =
نکوئی اور نکوہش ہے آجتک باقی
نام روشن رہے دنیا میں سخن سے یارب
گر زندگی خضر و مسیحا ہوی تو کیا
قاروں رہا جہاں میں نہ حاتم رہا خلیل

ذکر جم باقی رہا نامِ سلیماں رہ گیا — آصف رح
آج تک جو ہے جہاں میں یادگار — احمد
خلق میں اپنی نشانی کے لئے نام کرو — پرتو
پہلے بن جا مٹکے بے نام ونشاں میری طرح — تسلیم
مرد اگر ہے شش جہت میں نام اپنا کر بلند — "
دیکھ آئینہ کو باقی ہے سکندر کے عوض — "
نہ مجنوں ہے بیاباں میں نہ لیلیٰ اپنی محمل میں — "
جہاں میں نام نکو یادگار رہتا ہے — توفیق
اے دل جہاں میں ہے اگر نام سے غرض — جوش
جو شخص چاہتا ہے کہ دنیا میں نام ہو — جویا
نہ کوئی نیک رہا اور نہ بدشعار رہا — "
جوہری غم نہیں گر نام کو اولاد نہ ہو — جوہری
زندہ وہی ہے خلق میں جو نیک نام ہے — "
دونوں کے بخل و جود کا افسانہ رہ گیا — خلیل

بعد مرنے کے کوئی بد نہ کہیں یاد کریں	چاہیئے زیست میں ہر پیر و جواں بے اخلاص	شائق
ہستی ہے شہید اہل سخن کو تو سخن سے	گر میں نہ رہوں گا مرا دیوان رہے گا	شہید
نہ کوہکن ہی رہا اور نہ کوہسار رہا	فقط جہان میں فسانہ ہی یادگار رہا	”
نہ رستم اور نہ اسفندیار و سام رہا	رہے نہ اب وہ جوانمرد ان کا نام رہا	”
خوبی و زشتی کا انجام برابر ہے فنا	مگر اتنا ہے کہ اک ناموری رہتی ہے	”
بار خاطر مایۂ نام آوری ہمت کو ہے	ہے عجب ہم سے جہاں میں رکھنا اپنے نام کا	”
رات پروانوں سے بزم یار میں کہتی تھی شمع	دل جلایا جس نے اس کا نام روشن ہوگیا	صابر
دنیا میں بلا سے اگر آرام نہ پایا	ہم نے یہی پایا کہ برا نام نہ پایا	طاہر
شیریں رہی نہ تیشہ نہ خسرو نہ جوئے شیر	باقی فقط فسانۂ فرہاد رہ گیا	ظفر
جو اچھے کام کرتا ہے تو رہتا نام ہے باقی	کہیں زندہ زمانہ میں فریدوں جم بھی ہوتے ہیں	عزیز
ہے اس کو بقا سب کو فنا نام ہے رہتا	ہے پاس جو کچھ کھائے کھلائے تو مزا ہے	عاشق
جو جو کہ انتخاب بشر تھے وہ نامور	گو اٹھ گئے جہاں سے مگر نام رہ گیا	”
تمہیں تربت کے بنانے سے عزیزو حاصل	جب نہ ہم ہونگے تو پھر نام ونشاں کیا ہوگا	”
ہے مگر کار نمایاں باعث نام و نشاں	مر گیا جمشید لیکن جام جم موجود ہے	غریب
ارباب فکر زندہ ہیں گو کوچ کر گئے	باقی جہان فانی میں یاروں کا نام ہے	فدا
کیا جانئے وہ دولت دنیا کدھر گئی	باقی جہاں میں شہرت کاؤس رہ گئی	”
فوق کیوں گمنام ہے کچھ نام کر	نام کی خواہش ہے تو کچھ کام کر	”
نیکوں کا بھلائی سے بروں کا تو بدی سے	رہ جاتا ہے ہر طرح کوئی نام جہاں پر	فوق
عقل و ہنر حیات ابد ہے کہ دہر میں	مشہور جام سے تو ہے جمشید اب تلک	لائق
آثار خیر چھوڑ کے جاتا ملے ثواب	کوڑی بھی اپنے پاس نہ باقی کفن کو چھوڑ	”
بقائے نام ہے دنیا میں قومی خیرخواہی سے	نشاں باقی نہیں رہتا ہے شاہوں کے بھی مدفن کا	محب
بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو	ایسا کچھ کرکے چلو یاں کہ بہت یاد رہو	”
ہیں وہی زندۂ جاوید کہ نیکی کے ساتھ	جنکے یاں ذکر اور اذکار چلے آتے ہیں	میر
کرو کوشش کہ جب تک ہے تمہارا دم میں دم باقی	رہے دنیا میں نام نیک سے اپنا کرم باقی	مہر
رہا نہ کوئی ولیکن سخن کے پرتو سے	جہان تیرہ میں مسکیں کا نام روشن ہے	مسکیں
مشہور بے ستوں سے ہوا نام کوہکن	آواز جاوے دور جو ہووے مکاں بلند	ممنوں
دنیا سے ہم چلے گئے ناچار مصحفی	اک یادگار اپنا یہ دیوان رہ گیا	مصحفی
بات وہ کیجئے اس دار فنا میں حاصل	خاک ہوجائے نشاں مٹ کے مگر نام رہے	ماہ
قصہ ہی نامیوں کا فقط یادگار ہے	بہرام گور اب ہے نہ خاک مزار ہے	”
یوں تو کوئی موت سے بچتا نہیں	ہے وہ زندہ جس کا باقی نام ہے	مائل
ہم جو باقی تھے سو باقی رہ گئے	تھا جو فانی دم میں فانی ہوگیا	ناسخ
بقائے نام سے ہے زندۂ جاوید نامی بھی	حیات جاودان کسروی ہے ذکر ایواں کا	نشاط
کرتا ہوں وقار آج تمہیں ایک نصیحت	وہ کام کرو جس میں رہے نام ہمیشہ	وقار

بقائے نام

ہے جس سوں یادگاری وہ جلوہ گر ہے دائم / چینی میں دیکھ جاکر فغفور کا تماشا	ولی
یاں نام و نقش [illegible] ملک عدم اٹھے / مثل نگیں ہیں صفحۂ ہستی سے ہم اٹھے	ہمدم
کر گئے ہیں نقش اپنا صفحۂ ہستی پہ یار / کاغذ سادہ پہ جیسے مہر جب بیٹھے اٹھے	”
جو نیک نام ہیں مرتے نہیں وہ حشر تلک / ہے نام اب تلک نوشیرواں عادل کا	”
نہ جم رہا نہ فریدوں نہ خسرو و کاؤس / جہاں میں رہتے ہیں اوصاف ہی بھلوں کے بعد	”
گل کے مانند باغ عالم اسباب سے / گیا ہے یار نام نیک جس نے کہ نام اپنا [illegible]	”
جو کچھ جہاں میں جس نے کیا نام رہ گیا / جمشید اب کدھر ہے مگر کام کر گئے	”
یادگار دہر بن آتے ہیں ایسے کام جم / جس طرح آئینہ اسکندر بنایا جام جم	”
جہاں میں نام جو چاہے تو کر کچھ اپنا نقش / سند ہوئی ہے مجھے بات یہ نگینے سے	”

بے تمیزی

بے تمیزی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
وہ بے تمیز و نا اہل ہے بلا شبہ	جسے تمیز نہ ہو اہل امتیاز کے ساتھ	تراب
تمیز بے تمیزی عالم کرے ہے کب	نالہ سے عندلیب کے یاں بانگ زاغ کو	درد
بدخصلتوں کو کرتا ہے بالا نشیں فلک	اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ	ذوق
فرق سنگ و سر فرہاد نہ سمجھا ظالم	کیا ہوا تیشۂ فرہاد کو کیا اندھا تھا	شہید
کس کو دیوانگی اپنی تو سناتا ہے شہید	اس خرابات میں ناداں کوئی ہشیار بھی ہے	"
یاروں کو نغمہ سنجئ بلبل کی کیا ہے قدر	کان انکے ہیں بھرے ہوئے آواز زاغ سے	"
کور باطن خاک سمجھیں عزت اہل صفا	روبرو اندھوں کے ہے بے قدر و قیمت آئینہ	ظفر
کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں	ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں	غالب
مرتا ہوں میں تمیز پہ ایام کی یہاں	آگے خزف کے دُر کی مرے آبرو نہیں	قائم
بے امتیازئ چمن دہر کیا کروں	اس بوستان میں قدر گل و خار ایک ہے	مصحفی
رہی نگفتہ مرے دل میں داستاں میری	نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری	میر

بیخودی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
نہ فقط باغ و بوستاں بھولا	میں تو اپنا بھی آشیاں بھولا	افسوس
کھو دیا خود رفتگی نے ہائے کچھ ایسا مجھے	بھول کر بھی پھر نہ آیا آپ میں آنا مجھے	توفیق
کچھ نہیں یاد کہ بھولا ہوں کہاں سے توفیق	اپنی ہستی ہے مجھے خواب پریشاں اپنا	"
بیخودی سدرہ دید ہوی مثل کلیم	دیکھ لیتے اسے بے پردہ ہم اتنا نہ ہوا	"
نہ دیا میں نے جو ہمدم تری باتوں کا جواب	مت برا مان کہ اس وقت میں تھا اور کہیں	جرأت
بیخودی خوب تھی پابند علائق کے لئے	یہ جو ہوتی تو اسیری میں رہائی ہوتی	جلیل
آپ میں آئے بھی تو کیا آئے	لذت بیخودی نہیں جاتی	"
تجھے جو بیخودی میں پا گیا تو پا گیا ورنہ	غضب میں پڑ گیا گر وقت آیا ہوشیاری کا	حیرت
غیر سے کیا معاملہ آپ ہی اپنے دام میں	قید خودی نہ ہو اگر پھر تو عجب فراغ ہے	درد
بے خبر آپ سے رہنا ہے بڑی باخبری	سوز کرتا ہوں خبر تجھ کو خبردار نہیں	سوز
اے وائے ہم آپ ہو گئے گم	لیکن نہ ملا سراغ دل کا	شہید
خودی اٹھے تو پردہ خلق کا اٹھ جائے سب لیکن	یہ پردہ اب تو آگے سے نظر کے اٹھ نہیں سکتا	"
جوں آئینہ ظاہر پہ کھلی آنکھ پہ صد حیف	واقف نہ ہوا اپنے میں احوال سے ابتک	"
سیر اقلیم فنا کو کب ہے پا و پر ضرور	منزل وارفتگی کو کچھ نہیں رہبر ضرور	"
سرِ انا کے رمز میں جب سے ہوا ہوں گم	اللہ ری بیخودی میں خودی سے نکل گیا	عابد
کیا پوچھتے ہو مجھ کو ٹھکانا نہیں معلوم	بے نام و نشاں ہوں میں غریب الوطنی ہے	قیس
سیر جہاں سے ہم کو خبر ہے بھی اور نہیں	اک واہمہ سا پیش نظر ہے بھی اور نہیں	مصحفی

بے قدری

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
تم نے آصف کی نہ کی قدر وہ ہے ایک ہی شخص	ایسی خوبی کا تو پیدا نہیں انساں ہوتا	آصف رح
کار اعلیٰ کو کرے ادنیٰ وہی بے قدر ہے	دیکھ لو قیمت میں کم ہوتا ہے کمل شال سے	آتش
جھوٹوں کسی نے بات نہ پوچھی تمام عمر	اپنے وطن میں بھی میں غریب الوطن رہا	اسیر
پوچھے جاتے نہیں کوڑی کو بھی اب اہل کمال	چاہیئے بے ہنری اشک ہنر کے بدلے	اشک
اے اشک کس امید پہ فکر سخن کریں	کچھ قدر ہی نہیں رہی اہل کمال کی	"
قدرداں کوئی کسی کو نہ ملا دنیا میں	داغ یہ لے گئے سب اہل ہنر ہو ہو کر	"
میں کیا ہوں بدر پھرتا ہے عالم میں دربدر	کوئی بھی پوچھتا نہیں اہل کمال کو	انور
صرف کی عمر یونہیں کسب کمالات میں برق	کوئی پرساں نہ یہاں اہل ہنر کا نکلا	برق
کسب و ہنر کی قدر زمانہ سے اٹھ گئی	بیکاریوں نہ بیٹھتے اہل ہنر کبھی	بحر
اہل جوہر کی نہیں قدر کسی کو اے بحر	آبرو موتیوں کی بکتی ہے بازاروں میں	"
وقار خلق میں کسب و کمال کا نہ رہا	ذلیل اہل ہنر بھی ہیں بے ہنر کی طرح	"
قدرداں کوئی نہ اسفل ہے نہ اعلیٰ اپنا	نہ زمیں پر نہ فلک پر ہے ٹھکانا اپنا	"
چھری ناقدردانوں کی رواں ہے اہل جوہر پر	کفن کو یاد کرنا بحر دھیاں آئے جو خلعت کا	"
اس زمانہ میں ہیں مبصر کم	کیوں نہ بازاریوں اندھے لوٹ	تراب
اس شجر کی قدر کیا ہو باغ میں	جو ہمیشہ بے گل و بے بر رہے	"
اس کو تراب قدر کہاں ہو فقیر کی	ہووے جو اہل دولت و منصب کا آشنا	"
خاک عزت نہیں نوکر ہیں کریں کیا تسلیم	آٹھویں ساتویں دربار چلے جاتے ہیں	تسلیم
اہل فن کا اوج پہلے ہوگا اب تو ہر طرف	چھانتے ہیں خاک سب چرخ کہن کے دور میں	"
قدرداں ہی جب نہیں تسلیم دنیا میں تو پھر	مشق فن کس کے لئے کسب ہنر کس کے لئے	"
وطن میں جوہر ذاتی کی چاہ کیا تسلیم	صدف میں قدر نہیں آبروئے گوہر کی	"
رحم اے ناقدرئی اہل ہنر	دلنے دانے کا زمانہ آگیا	ثاقب
شگاف خامہ ہی باعث ہے خامہ کی روانی کا	پھٹیں کپڑے تو اہل علم کا جوہر نکلتا ہے	"
کس طرح اہل ہنر کو دے جگہ دل میں فلک	مدعی سب کانپتے ہیں تیغ جوہردار سے	"
کرے عزیز کوئی خاک جسم بے جاں کو	مکاں کی قدر ہے کیا جب مکیں روانہ ہوا	جرار
خدا کی شان ہے جو دست حاجت کو بڑھاتے تھے	وہ روگردانیاں کرتے ہیں اب صاحب سلامت میں	جوشش
دنیا میں ہے وہ سب کی نظر سے گرا ہوا	جس پر نگاہ عاطفت لم یزل نہیں	"
ے دل کسے دکھاؤں طبیعت کی تیزیاں	افسوس اس زمانہ میں قدر ہنر نہیں	"
فلک نااہل ہے دیتا ہے شہرت بے کمالوں کو	کسی دن انگلیاں اٹھتے نہ دیکھیں ماہ کامل پر	جلیل
بدر کو دیکھت ہے کون جلیل	تم کو ہے خواہش کمال عبث	"
دنیا عبث ہے محنت فکر سخن مجھے	کچھ بھی نہ اس زمانہ میں قدر ہنر رہی	جویا
ال سے نہیں بڑھ کر عزیز اہل دیار	کہیں تو کیا کہیں قدر ہنر وطن میں نہیں	حفیظ

بے قدری

شعر	شاعر
پہلے ہوگی کسی کو قدر ہنر / اٹھ گیا اب جہاں سے یہ دستور	حالی
بھلا کیا قدر و قیمت گوہر مضموں کرے پیدا / کہ جوہر کوڑیوں کے مول ارزاں ہوتے جاتے ہیں	ذاکر
آگیا دور جاہلی کب / مٹی جاتی ہے سب ہنر کی تلاش	"
بے کمالی نے زمانہ میں بٹھایا سکہ / نظر آتی ہے کہاں اہل ہنر کی صورت	"
جوہر اپنے دکھائیں کیا اے رمز / آج کل کوئی قدرداں ہی نہیں	رمز
ناقدرشناسی ہے خلائق کی جہاں میں / جس کو ہنر آیا اسے انکار ہنر ہے	سودا
انکار ہنروراں نہ کرو ہو جو جہاں قدر / دل اہل ہنر کا ہے سو غمخوار ہنر ہے	"
دیکھی نہ ہنرمند کی میں قدر جہاں میں / سب لوگ یاں دل و جاں سے طلبگار ہنر ہے	"
اظہار ہنر کیجے کیا خاک زمیں پر / ڈھونڈے سے نہ ملا صاحب ادراک زمیں پر	سوز
سنے نہ کوئی تو دل کا بیاں کیا کیجے / سخن کو اپنے عبث رائیگاں کیا کیجے	ہر ایک

بے قدری

رہی نہ اہل ہنر کی جو قدر اے میکش
جہاں سے اس لئے سب ہوگئے ہنر نایاب — میکش

اس زمانہ میں نہیں کچھ قدر آدم زاد کی
ایسی صورت دیکھے کیوں مٹی مری برباد کی — نواب

اب حال زمانہ کا ہوا ہے کہ [illegible]
پرساں نہ رہا کوئی یہاں اہل ہنر کا — ناسخ

ہو گیا ہے اسقدر بے قدر عالم میں ہنر
کیا عجب گر عیب سمجھیں جوہر شمشیر کو — "

مشتاق سب ہیں بدر سے افزوں ہلال کے
دنیا میں قدرداں نہیں صاحب کمال کے — نظم

قدر اے نظم کسی نے بھی نہ جانی تیری
دامن دشت میں [illegible] — "

ہنر ہے عیب وقار اس زمانہ میں
[illegible] اشعار [illegible] — وقار

نادان ہیں جو کرتے ہیں [illegible]
بھلائی عیب کا رکھا گیا نام — "

زمانہ میں یہ ذلت ہے ہنر کی
توقیر کیا سخن کی ہے اہل سخن کے پاس — "

سچ ہے کہ قدر ناقدر نہیں ہے ان کے پاس
فاضل کی آبرو نہ جاہلوں میں وقت ورفعت — "

بے قدر ہے [illegible] بھی [illegible] — [illegible]

ہر ایک سمت گھٹا جہل کی ہے چھائی ہوئی
کرے گا قدر ہماری جہاں میں کون ولا

سرد بازار ہنر اس دور میں ہے اے سراج
پرساں ہی نہیں کوئی بھی اس دردسری کا

کیا حال زمانہ کہوں بے قدری ہے یانتک
اے فلک ہے یہی انصاف کہ شائق کی طرح

شائق مذاق طبع سے موقوف کر نہ فکر
طاہر اگر کمال بھی حاصل کیا تو کیا

دریا میں قدر گوہر خوش آب کی نہیں
قدردانی کی توقع نہ رکھو دل میں ظہیر

دربدر ہیں خراب اہل ہنر
ناقدردانیوں سے جلا کر کیا ہے خاک

قدر جوہر کی نہیں ہے اہل دولت کے حضور
قدرداں صاحب جوہر وطن میں کون ہے

احباب میں قدر آپ کی کس طرح سے ہوگی
دنیا سے قدردان سخن اٹھ گئے فدا

ان روزوں کچھ بھی قدر و کالت نہیں رہی
کم ہے استعداد فہم و فکر عالی ان دنوں

اے فوق قدر اٹھ گئی شعر و سخن کی ہائے
اپنے بیگانوں نے آنکھوں سے گرایا مثل اشک

قدر فن شعر کس کام آئے گا توبہ کرو
قدر اپنی نہ جہاں میں ہوئی باوصف کمال

عیب بینوں کے سوا کوئی نہیں پرساں اور
ہم تو ہم ہر بے ہنر کو صبر آیا اے قلق

قدرداں سب اٹھتے جاتے ہیں کمال
نشو و نما پائی ہے دکن میں قدر ہماری کیونکر ہوگی

کسی کو قدر کامل کی نہ ہو جبتک ہے زندہ
زمانہ کردیا روشن دلوں کی قدر کو کم

زمانہ میں وہ ناقدری ہے منہ کس کو دکھائیں مہر
ناقدرئی زمانہ کو کیا روئیے کہ مہر

پوچھتا کون ہے اب علم و ہنر کو اے مہر
روشن دلی کا اپنی رہا داغ عمر بھر

اسی باعث ہوئے اہل ہنر مفقود نظروں سے

سراج نفع تو علم و ہنر میں خاک نہیں — سراج
گھرے ہیں جہل میں رخ سب کے ہیں ہنر سے پھرے — "

ڈھونڈھنے سے بھی خریدار ہنر ملتا نہیں — "
کیا وقت برا آیا ہے یہ بے قدری کا — سرور

دانا کی نہیں قدر ہے ناداں کے برابر — سعید
رہیں بے قدر زمانہ میں ہنرور افسوس — شائق

بالفعل گو زمانہ میں قدر سخن نہیں — "
دنیا میں قدر دانئ اہل ہنر نہیں — طاہر

بے آبرو ہیں اہل صفا بھی وطن میں کیا — "
کوئی پرساں نہیں گو خون بھی پانی ہوجائے — ظہیر

بے ہنر لوٹتے ہیں گھر بیٹھے — عاشق
خرمن ہوں میں تو خرمن آتش رسیدہ ہوں — "

لعل و دُر ہیں سنگریزے گلشن شداد میں — عزیز
گوہر نایاب کا طالب عدن میں کون ہے — "

افسوس ہے عاجز کہ نہیں ہم میں ہنر کچھ — عاجز
یکساں ہوا ہے نرخ گلیم اور شال کا — فدا

کثرت سے اب یہ پیشہ نہایت ذلیل ہے — "
جو کلام پوچ ہے وہ بیشتر مشہور ہے — "

وہ نکتہ داں رہے ہیں نہ وہ قدرداں رہے — فوق
موت کو تو بھیجدے یارب اٹھانے کے لئے — "

اس زمانہ میں نہیں صاحب سخن کی احتیاج — قدر
صفت بوئے گل اس باغ میں برباد ہیں ہم — قلق

آپ بربادئی ارباب ہنر دیکھیں تو — "
بھیک کا کاسہ کف اہل ہنر میں دیکھ کر — "

ہائے کب ناقدردانی جائے گی — کمال
گھر کی مرغی دال برابر کس کو دکھائیں اپنا ہنر ہم — مائل

کہ بعد از مرگ آہو کے نکالے نافہ خوشبو کو — لائق
کہ آب و دانہ سے گوہر کو نت ہے غلطانی — "

تعجب کیا ہے جو ارباب جوہر چھپتے پھرتے ہیں — مہر
دل تنگ ہو کے لطف سخن سے نکل گیا — "

سخت نادان ہیں جو کسب ہنر کرتے ہیں — "
اے ماہ قدرداں نہیں کوئی کمال کا — ماہ

نہ دیکھی قدر عالم میں انھوں نے جب کسی فن کی — میکش

بہ گرانمایگی خویشش و بہ کم ظرفیٔ دہر
قدردانی کی کیفیت معلوم
قحط ارباب سخن ہے یا ہجوم ناکساں
ہے یہ حال وحشت خستہ کا ستم جہالت عام ہے
عالم میں کاملوں کا کوئی قدرداں نہیں
دہر میں پاتا نہیں کوئی کمال اصلا فروغ
اہل سخن کسے ہو نہ سخن کی وطن میں قدر
زباں پر اک زمانہ کے ہے یکتا
یک بیک ایسا زمانہ میں ہوا ہے انقلاب

ہوں میں وہ جنس کوئی جس کا خریدار نہیں — وحشت
عیب کیا ہے اگر ہنر نہ ہوا — "
وحشت آتش زباں خاموش کیوں محفل میں ہے — "
کہ نہ شوق شعر و سخن رہا نہ ہوائے نکتہ دری رہی — واسطی
برباد اہل علم ہیں اہل ہنر خراب — وہبی
جبتک اے وہبی میسر قدرداں ہوتا نہیں — ہمدم
سچ ہے گہر کی کچھ نہیں توقیر زیر آب — یکتا
گلہ ناقدریٔ اہل ہنر کا
قدرداں سب اٹھ گئے ناقدرداں پیدا ہوئے — لا اعلم

بیکسی

اس مرغ گرفتار کی حالت یہ ہے افسوس
گور میں آکر ہوا کوئی نہ غربت کا شریک
یہ گور غریباں میں کہتی ہے حسرت
شب غم نہ دے گا کوئی ساتھ میرا
شریک درد نہ کوئی تمام عمر ہوا
حیف کہ رستے میں بچھے ہمسفر
امیر اب دوسرے کو اس جہاں میں کیا توقع ہو
امیر ایسا کیا ویراں اجل نے قصر شاہی کو
دنیا ہی میں جو بات کوئی پوچھتا نہیں
عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں سب چھوٹ جاتے ہیں
سارا جہاں ہے گویا تصویروں کا مرقع
دوست دشمن کی ہم سے پھر گئی آنکھ
زمانہ کی خبر سے ہم کو کیا کام
کون تھا مرگ غریبی میں جو ماتم کرتا
لوگ ناآشنائے غم ہیں اسیر
ہنسنے والا نہیں ہے رونے پر
منزل مقصود تک اللہ پہنچائے ہمیں
نہ لی کبھی خبر آکر ہماری غربت میں
کسی بلا میں ہو پرساں حال کوئی نہیں
کس سے کہوں گزرتی ہے جو اپنی جان پر
کیا بے سر و ساماں میں زمانہ سے چلا ہوں

کھایا ہی نہیں جس نے کوئی دانہ کسی کا — آصف
جو یگانہ تھا چھپکتے ہی پلک بیگانہ تھا — امیر
کہ اصلی وطن ہے یہی بیکسی کا — "
امیر آسرا ہے تو کچھ بیکسی کا — "
جلا ہوں کیا میں چراغ مزار کی صورت — "
چھوڑ گئے نقش قدم کی طرح — "
برادر کو نہ آیا رحم یوسف سے برادر پر — "
کہ آنکھیں رکھکے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر — "
روز حساب آئیں گے ہم کس شمار میں
جہاں یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
اس بزم میں کسی کو پروا نہیں کسی کی
ہے اِدھر کی نہ اب اُدھر کی نظر
امیر اپنی نہیں رکھتے خبر ہم
ہاں مگر پھوٹکے ہر آبلہ رویا مجھ کو — امیر
کون سنتا ہے مرثیہ میرا — "
ہم کو غربت وطن سے بہتر ہے — آتش
وقت شب ہے ابر ہے صحرائے آفت خیز ہے — "
ہے یہ مروت اہل وطن میں آگ لگی — اشک
لہو سفید کچھ ایسا ہوا زمانے کا — "
ایسا کوئی شفیق کہاں مہرباں کہاں — انور
ہمراہ نہ رہبر ہے نہ توشہ ہے سفر کا — بحر

بیکسی

شعر	شاعر
ہر در و دیوار سے رنگ تباہی ہے عیاں / یادگار بیکسی ہے خانۂ برباد بھی	ساحر
ہے ابھی بزم تصور میں سب احباب وطن / کھول کر آنکھ جو دیکھا تو نہیں اپنا کوئی	سحر
بھروسہ کیجئے کس کا شفیق کوئی نہیں اپنا / جسے اپنا بناتا ہوں وہ بنجاتا ہے بیگانہ	شفق
بیکسی میں کوئی نہیں غمخوار / پھر گئے یار و آشنا ہم سے	〃
کون سنتا ہے چمن میں داستان عندلیب / گوش گل تک جا نہیں سکتی فغان عندلیب	〃
کس کے خویش و اقربا بھائی یہ سب جنجال ہے / مرد کو بھی بھروسہ ہے تو اپنی جان کا	شہید
انیس ہے نہ کوئی غمگسار باقی ہے / کس سے کہوں کون یار باقی ہے	شرف
ہم اپنا غمگسار نہ یاں مہرباں ہے اب / سنتا ہے کون غم کی مری داستاں ہے اب	〃
روتی ہے حال زار پہ میں دیکھئے بیکسی / دنیا میں اپنا کوئی کسی کا نہیں رہا	شاطر
غم دل کس سے کیجئے اظہار / کوئی یار غمگسار نہ رہا	صفا
	عجز ذات

شعر	شاعر
کون سنتا ہے کہیں ہم کس سے اپنی سرگزشت / پرسان حال کوئی نہیں بزم دہر میں	ساحر
نہ کچھ دستگیری نہ کچھ حال پرسی / پیش بیداد گر اے دل طلب داد عبث	
کسی کو مہرباں پاتا نہیں ہوں / بیکسی میں ہے تجمل نہیں کوئی بھی شریک	سحر
اجل خفا ہے، فلک مدعی، زمیں دشمن / آسماں بے مہر ہے اہل جہاں ہیں بے نیاز	شفق
حد ہو چکی جفا کی خبردار ہوشیار / بہرہ ور اپنے سے ہوا پناہ گردوں محال	
جس کا نہیں ہے کوئی سہارا سوائے فضل / جیتے جی بھرتے تھے سب دم دوستی کا، بعد مرگ	〃
قفس میں ہمصفیران چمن جب یاد آتے ہیں / پیری کے ناز اٹھاتے ہیں کس بیکسی سے ہم	〃
لحد کو چھوڑ کے جاتی نہیں کہیں دم بھر / غمخانۂ جہاں میں نہ پوچھا کسی نے ہائے	
الٰہی کوئی تسلی کا کیوں نہیں پرساں / سب اپنی ہی گاتے ہیں کسی کی نہیں سنتے	شہید
ہائے ہمدردوں سے اپنے نہ کوئی ایک رہا / تراب ایسا کوئی ہمدم نہ پایا	
بیکسی میرے لئے زینت باطن ٹھیری / بیکسوں کی آہ سے ظالم کو لازم ہے گریز	شرف
چراغ اے چرخ لعل شب چراغ ایواں میں تھے جن کے / ہمسفر کوئی نہیں نادیدہ ہے راہ عدم	〃
کس سے اظہار غم کروں جویا / کس سے اظہار درد دل کیجے	
تصدق جائیے اس بیکسی کے اب یہ حالت ہے / کچھ نہ لائے اور نہ کچھ دے جائیں گے	شاطر
منزل پڑی ہے دور نہیں زاد کا پتہ / کس سے کہئے وہ حال کہ جس کا جہان میں	صفا
داد کو تو پہنچنا معلوم ہے / ہائے مری خستگی و ماندگی	
ہو کا میدان ہے سناٹا ہے ویرانی ہے	

شعر	شاعر
قصہ بے معنی ہے مہمل لفظ ہیں روداد کے	بحر
مثل چراغ شام سے لے تا سحر چلے	〃
کسی کو کسی کی خبر ہے تو کیا ہے	〃
کوئی سنتا نہیں تو کرتا ہے فریاد عبث	〃
دکھاؤں کس کو جا کر اپنی حالت	تجمل
شکوہ کیا کیجے یگانہ ہو کہ بیگانہ ہو	〃
مرا جہان میں کوئی نظر نہیں آتا	تسلیم
داغ دل کس کو دکھائیں ماہ کامل کی طرح	〃
اے چرخ اب نہ دیگی مری بیکسی طرح	〃
غیر داغ بیکسی کیا ہے مہ کامل کے پاس	〃
وہ میں ہوں اے کریم تری بارگاہ میں	〃
جز ہجوم بیکسی کوئی رفاقت میں نہیں	〃
نگاہ یاس سے سوئے گلستاں دیکھ لیتے ہیں	〃
آنکھیں چرا کے ہائے جوانی کدھر گئی	〃
غضب کی ہاتھ لگی تیری بیکسی فرصت	〃
پہلے کہاں تھا، آیا کہاں سے، کہاں ہے اب	〃
جہاں یہ ہے کوئی روز شمار بھی تو نہیں	تسلی
شنوا نہیں کوئی کس سے کہیں ہم سخن اپنا	تراب
کس سے غم کہیئے کہ سب محرم و غمخوار گئے	〃
جو غمخواری کرے غم دل کا بٹ جائے	〃
سایۂ بخت سیہ خال رخ دل ٹھیرا	توفیق
آتش قہر خدا ہے ہر شرارہ آہ کا	جرار
کسی کا دل نہیں جلتا ہے انکی شمع مدفن پر	〃
دل مسافر کا نہ ہو کیونکر سر منزل اداس	〃
اب نہیں کوئی غمگسار رہا	جویا
کوئی مونس نہیں نہ یار افسوس	〃
کرونا بھی نہیں آتا ہے یاں اپنی مصیبت پر	〃
جان لائے تھے وہی لے جائیں گے	جلیل
تنہا سفر میں چھوڑ کے سب ہمسفر گئے	حیرت
مشفق نہ ہو، رفیق نہ ہو، مہرباں نہ ہو	〃
کوئی یاں فریاد بھی سنتا نہیں	درد
چل دیا سب قافلہ میں رہ گیا	دغ
ایک میں ایک مری بیسرو سامانی ہے	راجی

بجز ذات خدا کوئی نہیں اپنا زمانے میں / یہ باتیں دیکھی بھالی جانچی تو لی امتحانی ہیں — ظہیر

ہمیشہ ساتھ دیتا کون ہے اے عرش عالم میں / چلی جاتی ہے اک دن روح تنہا چھوڑ کر تن کو — عرش

اے عرش ہے یہ حال زمانہ کا مثل میر / گر مر بھی جائیے تو کسی کو خبر نہ ہو — "

دوست ہیں بیکسی میں دشمن تک / راہبر ہو گئے ہیں رہزن تک — عزیز

ہے اس کی بیکسی بھی قابل دید / جو پیچھے رہ گیا ہو کارواں سے — عاشق

کیونکر نہ روئے بیکسی ایسے کی موت پر / نے گور ہی ملی نہ میسر کفن ہوا — "

بے کس وہ ہیں سوم بھی نہ ہوگا فنا کے بعد / مونس نہیں، رفیق نہیں، آشنا نہیں — "

ہم اپنے دل کو سناتے ہیں آپ دفتر غم / کوئی رفیق، نہ مونس، نہ یار رکھتے ہیں — "

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی / اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے — غالب

بیگانہ وار اس چمنستاں میں کی گذر / ہرگز نہ آشنائے گل و خار ہم ہوئے — غافل

منزل ہے اپنی اپنی قلق اپنی اپنی گور / کوئی نہیں شریک کسی کے گناہ میں — قلق

مجھے اے بیکسی جھونکا ہے تو نے کس سمندر میں / نہ کشتی ہے نہ ساحل ہے نہ گھاٹ ہیں نہ ٹاپو ہے — قدر

ہزاروں نالے کروں تو کیا ہے کہیں سماعت بھی با خدا ہے / شوالے میں سنکھ پھنک رہا ہے تو شور کعبہ میں ہے اذاں کا — "

انبوہ بیکسی میں نہ ٹھیرا کوئی رفیق / اپنے ہی دونوں ہاتھ ادھر اور اُدھر رہے — منیر

فلک کی خو نہیں ایسوں کی پرورش ورنہ / شکستہ حال غریب و فقیر ہم بھی ہیں — مصحفی

بیم و امید ہی میں گزرتی ہے اپنی عمر / کشتی نشیں کو جیسے خطر ہے بھی اور نہیں — "

کبھی کام اپنا نہ نکلا کسی سے / بہت خلق کی التجا کر چکے ہیں — "

نہ انیس ہے نہ جلیس ہے نہ رفیق ہے نہ شفیق ہے / ہم اکیلے گھر میں پڑے رہے سبھی لوگ گھر کے چلے گئے — "

راہ میں مجھ کو سب مرے ساتھی / جب کہ ناتوان چھوڑ گئے — "

بزم تصویر ہے طلسم جہاں / کوئی کب یاں کسی کی سنتا ہے — "

ہم رہ گئے رفیق سب آگے نکل گئے / اب ہم سے کب ہو طے یہ رہ دور دیکھیے — "

ہم کاروان عمر میں واماندہ ہیں غریب / ساتھی جو تھے چلے گئے سب چھوڑ کر ہمیں — "

کس کو پوچھے ہے کوئی دنیا میں / دیر یاں اعتبار ہوتا ہے — میر

خواہش دل کی کس سے کہئے محرم تو ناپید ا ہے / چپ ہیں کچھ کہہ سکتے نہیں پرچی ہیں ہمارے کیا کیا ہے — "

پھرا میں صورت احوال ہر اک کو دکھاتا یاں / مروت قحط ہے آنکھیں نہیں کوئی ملاتا یاں — "

شور نہیں یاں سنتا کوئی میر قفس کے اسیروں کا / گوش نہیں دیوار چمن کے گل کے شاید کان نہیں — "

یاں بات راہ کی تو سنتا نہیں ہے کوئی / جاتے ہیں ہم جرس سے اس قافلہ میں بکتے — "

جان تنہا بدن کو چھوڑ گئی / کون دنیا میں ہے کسی کا یار — مجروح

اپنی بیتابی دل کس سے کہوں وائے نصیب / کوئی ملتا ہی نہیں مونس و غمخوار مجھے — میکش

اللہ تو معین ہے بیکس غریب کا / کوئی ہوا ترے مری امداد کیا کرے — ماہ

کس سے بیاں کروں دل پر غم کی داستاں / اپنا کوئی شفیق نہیں مہرباں نہیں — "

بیکسی اب سرہانے ہے بجائے تکیہ / بستر خاک پہ منہ ہم سے یہ موڑے پتھر — نصیر

پانوں جنت میں نہ رکھا تھا کہ نکلی تن سے روح / بیکسی نے رو دیا منہ دیکھ کر شداد کا — نسیم

بیکسی

اپنا ہی دل بغل میں نہ جب غمگسار ہو / پھر دوسرے سے کیا کوئی امیدوار ہو — نواب

آواز ایک کی نہیں جا سکتی ایک تک / نالاں ہوں میں کہیں جرس کارواں کہیں — نظم

خانہ بدوش ہیں نکہت گل کی طرح سے ہم / [illegible] اپنا نہیں [illegible] آشیاں کہیں — وفا

باغ جہاں میں [illegible] عداوت ہم سے / [illegible] — واسطی

واسطی دوست بھی [illegible] کوئی نہ ہمیں [illegible] / [illegible] زمانہ میں واسطی — "

کس کو سمجھیں اپنا [illegible] آشنا عزیز / کوئی نہیں ہے [illegible] — ولی

سب [illegible] رفیق [illegible] / رات دن [illegible] بیکسی — [illegible]

بیکسی کے [illegible] / یاروں کے [illegible] — [illegible]

بیکسی عالم وحشت [illegible] / [illegible] بن بن کے مرے پاؤں کا چکر نکلا — [illegible]

بیدردی

بیدردی

جاکر سفر میں بھول گئے ہم کو وہ ہمیشہ
کتنے بیدرد اس زمانہ کے اطبا ہیں امیر — امیر

واے بیدردی گل تر باغ میں
درد دل کہتا ہو نمیں اس سے وہ سمجھی ہے دروغ — "

درد دل اس بت بیدرد سے کہتے تو کہے
وضع میں ہے نہ تغیر خو میں — تسلیم

ہو فرشتہ بھی تو نہیں انساں
کل کہا اس سے کسی نے کہ حسن مرتا ہے — جرأت

سناؤں کیونکر اپنا حال میں کیا سخت مشکل ہے
درد سے میں لوٹتا ہوں میرا کس کو درد ہے — "

نہ پوچھ حال ہمارا کہ ایسی باتوں سے
سودا کے زرد چہرہ کو شوخی کی راہ سے — حالی

اس دور میں گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ
نہ سمجھے حال دل آسودہ خاطر بیقراروں کا — "

میرے سینہ میں داغ جلتا ہے
غنچہ نے سنکے چٹکیوں میں بس اڑا دیا — حسن

سرخرو ہوں اے ظفر کیونکر عزیزوں سے عزیز
گرچہ وہ بیداد گر بے درد و بے پروا تو ہے — درد

حال دل اس سے کیا کہیں عاشق
حال آنکہ یہ ہے سیلی خارا سے زرد رنگ — ذوق

غالب تمھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
غم کی چیٹک نہ ہووے جس دل میں — سودا

واے اس دل پہ جو بے چین شب و روز نہیں
نہ چھوڑتا ہے قفس سے نہ ذبح کرتا ہے — "

عیش میں بھی تو نہ جاگے کبھی تم کیا جانو
کسی نے گر کہا مرتا ہے مومن — "

کسی کا درد ہوتا ہے کسی کو کب زمانہ میں
چلی ہے دہر میں کیسی ہواۓ بیدردی — سوز

ان سے امید کیا رکھوں رحم نہ آئے جب انھیں
بھائیوں نے تھا جو یوسف کو کنوئیں میں ڈالا — "

ہاتھ سے اخواں کے اپنے چاہ میں یوسف گئے
ہاں اور دوستوں نے لکھا خط رسید کا — شہید

حال بیماروں کا سنتے ہیں فسانوں کی طرح
ہنستے ہیں صبح گریباں چاک پر — ظفر

راستگوئی کا تو دنیا میں یقین جاتا رہا
جاگے یہ رام کہانی تو سنا اور کہیں — "

جاے دل سنگ ہے ہر پہلو میں
درد تھوڑا بہت نہ ہو جس میں — عاشق

ہنسکے کہنے لگا میں کیا کروں مرجانے دو
یہ قصہ جب لگوں کہنے تو اس کو نیند آتی ہے — غالب

ہو نمیں لفظ درد جس پہلو سے الٹو درد ہے
کوئی سنے سے ترے دل کو درد آتا ہے — "

کہتا ہے دیکھ تیرا تو رنگ اب نکھر چلا
معدوم ہے جہان میں چشم وفا پرست — قائم

سمجھتا وہ جو ہم جاکر کسی نسبل سے کچھ کہتے
لوگ سمجھے چراغ جلتا ہے — "

بلبل نے درد دل جو کہا روبروئے گل
بے مروت ہے زمانہ ہو گئے لوہو سفید — "

پر جو میں کچھ درد دل کہتا ہوں سن لیتا تو ہے
جو کہ دکھ درد کی ذرا نہ سنے — مومن

ظالم کو میرے شیشہ پہ مے کا گمان ہے
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے — "

سنگ اسے یار خام کیا کہئے
آہ اس سینہ میں جس میں کہ ترا سوز نہیں — ناسخ

ستمگری کا کوئی یہ بھی ڈھنگ ہے صیاد
کہ شب غم کوئی کسطرح بسر کرتا ہے — نظم

کہا میں کیا کروں مرضی خدا کی
کہ جام و گل ہیں خنداں شیشہ و طبل کے شیون پہ — وحشت

کہ ہو رہی ہے ہنسی نالۂ عنادل پہ
سینہ کو چاک دیکھ کر دل کو فگار دیکھ کر — ہرچند

حیف ہے رنج کچھ ان کو نہ ہوا بھائی کا
کیا عزیزوں کا ابھی سے ہو گیا لوہو سفید — ہمدم

بیدردی

کیا درد دل اپنا میں کہوں ہائے کسو سے
بیدرد وہاں سب کوئی بھی غمخوار نہیں ہے — ہمدم

بے ثباتی دنیا

ناگفتنی ہے حال بہار و خزان باغ
اک زخم ہے کہ خشک ہوا اور نم ہوا — آتش

وہ بات کیجئے کہ رہے یادگار کچھ
دو دن کی زندگی کا نہیں اعتبار کچھ — امانت

بے ثباتی جہاں کی جو خبر ہوتی اشک
میں کبھی عالم ایجاد میں آتا ہی نہیں — اشک

ایک دو دن کے لئے آئے ہیں رخصت ہوئے
عالم ایجاد بھی ہما سرا ہے کم نہیں — "

نشاں ہے اب مکاں کا نہ ہیں اب مکیں باقی
مٹے وہ نام بھی لکھے ہوئے تھے جو قبالوں میں — "

مٹ گیا نام و نشاں رستم و افراسیاب
یہ چار دن عیش و نشاط کامرانی ہو گی — "

حباب آسا ہے انساں بس یہ وقفہ زندگانی کا
وہاں سے جو یہاں آیا پھر راہ عدم ٹھہرا — "

کیسے کیسے

کیسے کیسے ناموں کے مٹ گئے نام و نشاں
تلف پیر فلک نے بھی کئے ہیں نوجواں کیا کیا

نہ اپنی زیست پہ نازاں ہو اسقدر غافل
بحر ہستی میں ہوں مثال حباب

رنگ گلزار جہاں ہے ہائے کتنا بے ثبات
بحر جہاں میں ہے کسی ہستی کو کب ثبات

سایہ بھی تا زوال دکھاتا ہے حسن لطف
ہے یہ دنیا اک سرائے بے ثبات

بے ثباتی جہاں کی ہے مشہور
مقام یوں ہوا اس کارگاہ دنیا میں

بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں ہے
یہ دوروزہ نشو و نما کو تو یہ سمجھ کہ نقش برآب ہے

خیال خام ہے فکر عمارت پختہ
برائے نام ہے عالم میں ہستیٔ موہوم

پھول جو بلبل رہے ہیں گلشن فانی پہ یار
نقارۂ گردوں کی صدائیں تو یہی ہیں

آمد کسی کی کوچ کسی کا ہے ہر گھڑی
اس بحر بے ثبات میں دو دن کے واسطے

شام کو آئے ہوئے رخصت جہاں سے صبح کو
نظر آئی جہاں کی بے ثباتی بعد مرنے کے

تنگیٔ دل کا گلہ کیا بحر ہستی میں کریں
رہی آغوش گل میں رات بھر وقت سحر شبنم

دہر میں مثل شرر آئے عدم کے واسطے
گر سمجھتے ہیں ثبات زندگی مثل شرر

جو چیز ہے یہاں ہے تجلی اُسے فنا
یہ دنیا یقیناً ہے مہمان سرا

با ایں ہمہ سرمایہ و اسباب تنعم
دم حباب آسا ہے اور کار جہاں بحر عمیق

زندگی ہے آدمی کی بحر تن میں جوں حباب
باغباں اپنے گلستاں پر نہ ہو تو مغرور

نہ یہ بہار رہے گی نہ یہ چمن نہ یہ گل
خزاں تک تو رہنے دے صیاد ہم کو

لیں دم اس منزل میں اب یہ حوصلہ جاتا رہا

اب نہ دارا ہے نہ دنیا میں سکندر رہ گیا
مٹے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے نام و نشاں کیا کیا

یہ ہست و بود ہے نقش برآب کی صورت
مٹ ہی جاتا ہوں جب ابھرتا ہوں

دو ہی دن میں لالہ و گل کی جوانی ہو چکی
چلتے ہی ٹوٹتا ہے سفینہ حباب کا

کیا اعتبار منزل ناپائدار کا
آج جو آیا یہاں کل جائے گا

اس میں ہے زندگی حباب کی طرح
کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آکے چلے

ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں ہے
یہ سراب ہے یہ حباب ہے فقط ایک قصۂ خواب ہے

بنائے ہستیٔ موہوم پائدار نہیں
ثبات ہم کو نہیں ایک دم شرر کی طرح

گل میسر ہو نہ ان کو دائمی گلزار کا
قائم نہ ہمیشہ یہاں نوبت ہو کسی کی

کہیے تو دیکھ بھال کے دنیا سرا نہیں
لے لونگا مستعار کوئی گھر حباب کا

مثل شبنم میہمان باغ شب بھر رہ گئے
ہوئے بیدار ہم آنکھوں میں جب خواب عدم آیا

دم بھی لے سکتے نہیں مثل حباب اچھی طرح
گئی گزریاں چمن سے بے ثباتیہائے گلشن پر

کیا کریں ہم گرمجوشی نیم دم کے واسطے
جان کیوں دیتے ہیں لاکھوں ایک دم کے واسطے

تکیہ نہ کرنا چاہیئے دنیا کی چاہ پر
کہ شام آتے ہی صبح جاتے ہیں لوگ

دنیا کے سراپردہ میں بے برگ و نوا ہیں
سخت حیراں ہوں کہ اس فرصت میں کیا کیا کیجئے

دم غنیمت جان تاباں آج ہے سو کل نہیں
مل گئے خاک میں ایسے گل و گلزار کئی

خزاں کے ہاتھ سے ہو جائیگا یہ سب کچھ خار
کہاں یہ چمن اور کہاں آشیانہ

جسکے ساتھ آئے تھے ہم وہ قافلہ جاتا رہا

اشک	
،،	
،،	
اکبر	
،،	
اسیر	
اختر	
،،	
،،	
انیس	
افسوس	
انشا	
برق	
،،	
بخشاور	
پرتو	
،،	
،،	
تسلیم	
،،	
،،	
،،	
،،	
تجمل	
،،	
تشنہ	
تاباں	
،،	
،،	
،،	
تعشق	

بے ثباتی دنیا

اُٹھ دنیا سے صبح مسافر کو ٹھہرنے کی یہ جا نہیں ہے — ثاقب
مہمان جو آیا ہے آج شب کو وہ کل سحر تک رہا نہیں ہے
ثاقب ہزار بات کی یہ ایک بات ہے — ،،
دنیا قیام ہے نہ جہاں کا ثبات ہے — ،،
بے رنگ بے ثباتی عالم نہ پوچھئے
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا — جرار
دیکھیں کیا باغوں میں ہم رنگ عروسان چمن
چار دن زیب بدن رہتا ہے جوڑا بیاہ کا — ،،
پوچھو اے اہل عدم مجھ سے نہ حال ہستی
کیا کہوں خواب پریشاں کی تعبیر عبث — ،،
بہار حسن دو روزہ پہ اعتبار ہے کب تک
پہنچے صبح پہ رخسار نازنیں — ،،
بلبل ذرا سمجھ کر پھولوں سے دل لگانا
فصل بہار دو دن مہماں ہے اس چمن میں — ،،
کبھی سمجھے نہ ہم دنیائے فانی میں
ثبات اپنا کبھی تعمیر کیا کرتے — جنوں
عمارت کیا بنائے قصر کی تعمیر کی
اے دل سرائے دہر نہیں جا قیام کی — ،،
کیونکر مقام چھوڑ چاہا در رکھا ہے ہو
وحشت سرائے دہر میں کیا دل لگائیے
دنیا کا ہے ثبات جنوں کا رفانہ ہے
روز و شب

بے ثباتیِ دنیا

جہاں کا کارخانہ درہم و برہم نظر آتا ہے
خزاں کا نام سنکر پھول کیوں مرجھائے جاتے ہیں — ذوق

[illegible]

اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا — سودا

[illegible]

فنا ہے [illegible] نقش و نگار باقی ہے

روز و شب اک وضع پر کب ہے قیام مہروماہ	ہے سراسر عارضی دنیا کا ساماں دیکھنا	جوش
دو دن کی یہ زینت نہیں اے چرخ گوارا	بالائے لحد چادر مہتاب کہاں تک	جلیل
ابھی بہار رہے ہنس بول لیں گل و بلبل	کہ رنگ و بوئے چمن کا کچھ اعتبار نہیں	"
پتہ چلتا ہے اس سے فصل گل کی بے ثباتی کا	چٹکتے ہیں جو غنچے اصل میں فریاد کرتے ہیں	"
دیندارو ہے یہ دنیا چند روز	اس میں ہوگا تم کو رہنا چند روز	جلالی
موت کا اک دن ہے چکھنا ذائقہ	زندگی پر ہے عقیدا چند روز	"
شاخ گل پر بلبلوں کا ہے یہ شور	بس چکے یاں تھا بسیرا چند روز	"
پڑ کے آنکھوں میں یہ بولی خاک گور	مہ جمالوں کا تھا جلوا چند روز	"
ہے مقام دور فانی چند روز	اور یہ عیش زندگانی چند روز	"
دم میں سب مٹ جائینگے نام و نشاں	نامیو ہے یہ نشانی چند روز	"
بر سر بالیں ہے یہ پیری کا نغو	نوجوانو ہے جوانی چند روز	"
ایک دن گل ہو گئے تم اے گلرو	ہے یہ سیر گلستانی چند روز	"
اب کہاں رستم، کہاں اسفندیار	تھا وہ زور پہلوانی چند روز	"
گل کو کیا روتی ہے تو اے بلبل	یہ گلستاں نہیں ہے رہنے کا	جرأت
آنکھ جب سے کھلی نہ دیکھا کچھ	زندگانی میں اور حباب میں فرق	"
گر بچشم مزاج ہو تو سمجھو	ہے رشتۂ خام زندگانی	"
پیدا ہوئے جب تبھی سے لائی	مرنے کا پیام زندگانی	"
گل جو ہنستا ہے تو غنچہ کا چٹکنا جرأت	کوس رحلت وہیں گلشن میں بجا دیتا ہے	"
زیر فلک جہاں میں ہر چیز بے بقا ہے	اس غمکدہ میں آنا جانے کی ہے نشانی	حمید
اک سانس آرہا ہے اک سانس جارہا ہے	اب ہم سمجھ گئے ہیں دنیا ہے آنی جانی	"
زندگی اپنی ہے بس مثل حباب	ایک دم کی ہے یہ ساری آب و تاب	حیرت
مٹائے فلک مٹنے نشاں کیسے کیسے	ہوئے منہدم یاں مکاں کیسے کیسے	"
نے خندۂ گل اور نہ وہ باغ کی خوبی	کیا باغ کو لوٹا ہے اس آمد نے خزاں کی	"
بھروسا کچھ نہیں ہستی کا اپنے اے ہمدم	یہ جاں ہے تن میں کہ جیسے ہوا حباب میں ہے	"
نہ وہ لالہ نہ وہ سنبل کہیں ہے	نہ وہ گل ہے نہ وہ بلبل کہیں ہے	"
جو کچھ دیکھتے ہو یہ باغ و بہار	فنا ہونے والے ہیں سب ایک بار	"
باغ دنیا کو خزاں ہے کچھ نہیں گل کو بقا	بلبلو دیکھو ذرا تم شاخ عریاں کیطرف	"
مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی	کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا	درد
وائے نادانی بوقت مرگ یہ ثابت ہوا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا	"
حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراج خزاں	آشنا اپنا بھی واں اک سبزۂ بیگانہ تھا	"
چمن میں صبح یوں کہتی ہے ہو کر چشم تر شبنم	بہار باغ گو یونہی رہی لیکن کدھر شبنم	"
نے گل کو ہے ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار	کس بات پر چمن ہوس رنگ و بو کریں	"
ہم بھی اس وحشت سرا سے ہیں اداس	اور بھی جو آئے سو یاں کم رہے	"

تم دیکھنا کہ وقت سحر خاک بھی نہیں	یہ حسن ایک رات کا ہے میہماں شمع	سخن
یہ رونق بزم ہے کوئی دم	ہے شمع نہ انجمن ہمیشہ	"
مہماں ہے بہار کوئی دن کی	بلبل ہے نہ ہے چمن ہمیشہ	"
بلبل نہ پھول پھر خدا یوں بہار پر	گل بے ثبات ہیں چمن روزگار کے	سراج
بلبلو مارلو اس باغ میں اب چہچہے تم	پھر کوئی روز کو ڈھونڈوگے تو گلزار کہاں	سوز
مت کیجیو اعتبار اس کا	ہے نقش برآب زندگانی	"
اک ہستیٔ موہوم سی ہے صورت اشیا	ہے دیدۂ تحقیق میں جز نام خدا ہیچ	"
سب ہیچ ہے ہم جان چکے وضع جہاں کو	غم ہیچ طرب ہیچ ستم ہیچ جفا ہیچ	"
غم والم کی ہے کیا حقیقت رہا نہ جب دور عیش و راحت	ہے چند روزہ ہر ایک حالت کدھر ہے غافل خدا خدا کر	سفیر
دیبتے ہیں ثبوت بے ثباتی	دریا میں حباب ابھر ابھر کر	"
اڑتی ہے خاک جائیے کیا سیر باغ کو	وہ گل نہیں رہا وہ گلستاں نہیں رہا	سعید
باغ جہاں میں گاہ خزاں ہے کبھی بہار	زنہار ایک رنگ پہ بستاں نہیں رہا	"
دنیا ہے چند روزہ یہ اکثر سنا گیا	تاراج سلطنت ہوئی سلطاں نہیں رہا	"
مال و خزانہ چھوڑ کے تنہا چلے گئے	اب پاس جز عمل کوئی ساماں نہیں رہا	"
نوشیرواں کا نام عدالت سے رہ گیا	وہ جھوپڑی نہیں رہی ایواں نہیں رہا	"
صاحب کمال زندہ ہیں کسب کمال سے	ذکر کرم ہے حاتم دوراں نہیں رہا	"
اہل سفر بہت سے ادھر سے ادھر گئے	جم کو سرائے میں کوئی مہماں نہیں رہا	"
یاں چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا پاکھ	اندھیر ہو گیا مہ کنعاں نہیں رہا	"
شہرت تھی کیا جہاں میں عصائے کلیم کی	کیسا عصا وہ موسیٔ عمراں نہیں رہا	"
معلوم ہے جو شوکت شان مسیح ہے	باایں ہمہ وہ شافیٔ دوراں نہیں رہا	"
زیر نگیں جہاں تھا اڑے تھا ہوا پہ تخت	وہ خاتم و سریر و سلیماں نہیں رہا	"
بخشش تھی عاصیوں کی ذرا جس کا خوں بہا	وا حسرتا وہ شاہ شہیداں نہیں رہا	"
عبرت ہے ختم ختم رسل کی وفات پر	محبوب خاص حضرت یزداں نہیں رہا	"
کس نیند سو رہا ہے تو بیدار ہو دلا	یہ خوابگہ نہیں ہے کوئی یاں نہیں رہا	"
باغ دنیا کی ہوا ہے چند روزہ پر نہ پھول	جب خزاں آئی نہ پھر گل ہے نہ بلبل باغ میں	"
بے سبب ہرگز نہیں شور و فغان عندلیب	تین دن ہے باغ میں گل میہمان عندلیب	"
فریاد بلبلوں کی نہیں بے سبب سعید	گلشن میں تین روز ہے گل کی بہار حیف	شاد
عدم سے آکے ہو کوئی غریب کیا آباد	کہ ہے سرائے سپنجی سرائے سست نہاد	"
نگار خانۂ ہستیٔ بے ثبات میں آہ	مٹائے کھینچ کے لاکھوں فلک نے نقش مراد	شفق
کوئی آگے کوئی پیچھے سب فنا ہو جائیں گے	ہے تماشا عالم ایجاد بازی گاہ کا	"
قصر و ایواں کیا کہ خود دنیا نہیں ہے پائدار	منعمو ہے فکر لاحاصل یہاں تعمیر کا	"
دیکھتے ہی دیکھتے نابود دنیا سے ہوا	گر ابھر کر بر لب دریا حباب آیا تو کیا	"
قصر گردوں کا بھی قائم نہ رہے گا اک دن	کیا عجب گر نہ رہا قصر فریدوں ثابت	شہید

بے ثباتی دنیا

تاج ہیں جن کے [illegible] گئے گوہر
ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسۂ سر — شوق
رشک یوسف تھے جو جہاں میں حسین
کھا گئے ان کو آسمان و زمین — "
ہے نہ شیریں نہ کوہکن کا پتہ
نہ کسی جا ہے نل دمن کا پتہ — "
بوئے الفت تمام پھیلی ہے
باقی اب قیس ہے نہ لیلی ہے — "
صبح کو طائران خوش الحاں
پڑھتے ہیں کل من علیہا فان — "
موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے — صابر
وائے اس ہستیٔ موہوم نے کیا کیا دھوکے
گو کہ ظاہر میں یہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں — "
وہ گرد بے ثباتی سے ہرگز نہ پاک ہو
شبنم اگر ہزار کرے شست و شوئے گل — "
شمع ساں کس کام کا صبا و فروغ بے ثبات
ایک شب رہتا ہے اس وحشت سرائے خاک میں — غالب
آئی خزاں تو دونوں کی حالت تھی ایک سی
پانی کا بلبلہ تھا بشر گل حباب تھا

قصر و ایوان

بے ثباتیِ دنیا

ہم رہروانِ راہ فنا دیر رہ چکے
وقفہ بسان شمع کوئی دم بہت ہے یاں — میر

جاتا ہے اس بزم سے آیا تو کیا
کوئی گھڑی اگر کوئی نور آ گیا — ،،

رہ گزر سیل حوادث کا ہے بے بنیاد دہر
اس خرابی میں نہ کرنا قصد تم تعمیر کا — ،،

کم فرصتی جہاں کے مجمع کی کچھ نہ دیکھو
احوال کیا کہوں میں اس مجلس رواں کا — ،،

کیا اعتبار یاں کا پھر اس کو خوار دیکھا
جس نے جہاں میں آکر کچھ اعتبار پایا — ،،

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے — ،،

کو میں کرلے ہے جو جہاں میں ابھی تو تو
جانے کا بعد مرگ کہ عالم حباب تھا — ،،

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا — ،،

چمن زار عالم کی خوبی پہ مت جا
گل اس بے ثباتی پہ چندے فزاں ہے — سیتیش

کیا ٹھہرے اس دوار و رسے سرا دہر میں
ایک شب کا ہی فقط ہم نے مسافر کی طرح
منزل کیا

قصر وایواں سے غرض ہم کو نہیں ہے طاہر	گھر بنائیں کہ یہاں آئے ہیں جہاں ہو کر	طاہر
واقف تھے ڈھنگ سے نہ جہان خراب کے	ہم آئے اس سراب پہ دھوکے میں آب کے	ظہیر
فنا ہونے کو ہے دنیا میں جتنی آفرینش ہے	عبث زردار مغرور نشاط کامرانی ہیں	،،
گلشن عالم کو آخر ہے خزاں	سب تماشے ہیں یہ دو دن کیلئے	عاجز
یہاں آکے عالم کو کیا دیکھتے ہم	جو اک دم کو بھی اپنا رہنا نہ دیکھا	عیش
جہان واہل جہاں اور دنیوی اسباب	بغور دیکھ کہ سب ہیچ ہیں مثال خواب	،،
کارخانہ کیا جو ہووے بے ثبات	ہیں جہاں کے سارے کاروبار ہیچ	،،
نہیں دم کا بھروسا اک دم کا	عیش ڈپٹی ہو یا گورنر چیف	،،
چار دن گلشن عالم ہے خزاں ہے آخر	پھولتی پھرتی ہے اے بلبل ناداں کس پر	علی احمد
ثبات عالم کو کچھ نہیں ہے سمجھ تو ناداں کیا رہا ہے	ازل سے اسکا یہی ہے عالم کہ کوئی جا کوئی آ رہا ہے	عاشق
قیام رنگ جہاں کو نہیں ہے دم بھر بھی	سفید دن کو تو شب کو سیاہ دیکھتے ہیں	فوق
بے ثباتی ہے جہاں میں زندگی کے واسطے	جز بقائے حق بقا کب ہے کسی کے واسطے	،،
دولت تری حباب ہے بحر زوال کا	نقشہ بر آب ہے ہمہ جاہ وجلال کا	فدا
عدم کے ساتھ ہی توام ہے ہستی موہوم	نہیں جہان میں کچھ لطف زندگانی کا	،،
افلاس اور غنا کا نہیں ہے کچھ اعتبار	دنیا کے کارخانے کو ہرگز نہیں ثبات	،،
فانی ہے تمام کارخانہ	دنیا بڑی بے ثبات جا ہے	،،
بہت ہیچ ہے ہستی کائنات	نمود جہاں محض بے بود ہے	،،
خوش ہو اے دل اگر تو شاد نہیں	یاں کی شادی کا اعتماد نہیں	قائم
جو دیکھتے ہو اس میں خیالات وخواب ہے	دنیا میں اک نمونہ موج سراب ہے	،،
جو بات ہے یہاں کی وہ دھوکا ہے ہائے ہائے	جو عیش ہے یہاں کا وہ خواب وخیال ہے	کوثر
یہ بے ثبات بہار ریاض ہستی ہے	کلی جو چٹکی تو ہستی پہ اپنی ہنستی ہے	گویا
انقلاب جہاں سے ثابت ہے	بے ثباتی جہان فانی کی	ممنون
ہر کوئی اس مقام میں دس روز	اپنی نوبت بجائے جاتا ہے	میر
اس باغ بے ثبات میں کیا دل صبا لگے	کیا کیا نہال دیکھتے یاں پاؤں آ لگے	،،
ہستی پہ ایک دم کی تمھیں جوش اسقدر	اس بحر موج خیز میں تم مست خواب ہو	،،
یک گل زمیں نہ وقفہ کے مانند نظر پڑی	دیکھا برنگ آب رواں یہ چمن تمام	،،
بے رنگ بے ثباتی یہ گلستاں بنایا	بلبل نے کیا سمجھ کر یاں آشیاں بنایا	،،
جوں صبح اس چمن میں نہ ہم کھلکے ہنس سکے	فرصت رہی جو میر سو بھی یک نفس رہی	،،
عالم میں آب وگل کا ٹھیراؤ کسطرح ہو	گو خاک بھی اڑے ہے اور آب بھی رواں ہے	،،
ایک دم تھی نمود بود اپنی	یا سفیدی کی یا اخیر ہوے	،،
اس منزل جہاں کے باشندے رفتنی ہیں	ہر اک کے ہاں سفر کا سامان ہو رہا ہے	،،
رکھے تاج زر کو سر پر چمن زمانہ میں گل	نہ شگفتہ ہو تو اتنا کہ خزاں ہے یہ بہاراں	،،
آجائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یاں	مہلت ہمیں بسان شرر کم بہت ہے یاں	،،

مزہ کب ان کو حاصل ہووے عمر جاودانی کا
ہے نہیں اک برگ گل محفوظ باد دہر سے
ساتھ کس کے گئی کہئے تو متاع دنیا
غافل نہ بھول دیکھ کے عالم کا آب و رنگ
جانتے ہیں اسکو سب سارا جہاں ہے بے ثبات
نہ دل لگائیو ماہر یہاں کسی گل سے
فریب گاہ جہاں کا بھی ہے جواب کہیں
باغ عالم کو جو دیکھا بے ثبات
جواں بھی مرتے ہیں بوڑھے بھی ابدل
دو دن کے میہمان نظر آئے جہاں میں
بحر ہستی میں شکل موج و حباب
بے ثباتی ہے نمائش چمن عالم کی
صورت تمام ہستیٔ ناپائدار کی
ہوں رہرو فنا مرا خیمہ حباب ہے
دیکھی جو آنکھ کھول کے غافل تو جان لے
جو سیر کرنی ہے کرلے کہ جب خزاں آئے
ثبات کس کو یہاں ہے دم بھر ہے رنگ بدلا ہوا چمن کا
پلک جھپکنے میں ہے منہدم بنائے جہاں
نہ پوچھو قافلہ والو یہاں کا کوچ و مقام
یہ بے ثباتیٔ ساز طرب پکارتی ہے
نہیں مقام کا اس چلتی چھاؤں میں موقع
نہیں ہیں ہستیٔ ناپائدار کا قائل
پھر اور کیا ہے یہ عالم جو رہگزار نہیں
خزاں کے آنے سے پہلے ہی تھا مجھے معلوم
جہاں کو رہگزر رہسری اگر سمجھیں
عجب اس گلشن ہستی میں رنگ بے ثباتی ہے
سرائے عالم ہے کوچ کی جا ہر ایک کو خوف دمبدم ہے
دیکھے وہ گلشن جو دن دو دن ہے یہاں مثل گل
کسے بھروسا کہ دم کا نقشہ گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے
ملایا خاک میں لاکھوں ہی تو نے شہ سواروں کو
جہاں میں یوں تری بنیاد ہے اے آدم خاکی
ہستی سے خاک کام ہے مثل شرر مجھے
جوں غنچہ ایک دم کے لئے مت ہنسا نسیم

کہ جن کے دل میں نقشہ جم گیا ہے دار فانی کا	میکش
گلشن ایجاد بھی صرف خزاں ہو جائیگا	"
سب نے اسباب یہاں وقت سفر چھوڑ دیا	"
جو کچھ نظر کے سامنے ہے سب سراب ہے	"
ظلم تو یہ ہے کہ پھر بھی فکر ہے تعمیر کی	"
وفا کی بو نہیں باغ جہان فانی میں	ماہر
کسی جگہ پہ یہ دریا ہے اور سراب کہیں	"
مثل شبنم ہم بھی آکر رہ چلے	مجروح
لگا رہتا ہے یاں شام و سحر کوچ	منتہی
اس سے ہوا ثبوت کہ ہیں میہماں سے ہم	"
آدمی زاد کی بقا ہے یہ	"
دیکھ لو چشم حقیقت سے جہاں فانی ہے	"
دھوکا ہے نقش آب ہے موج سراب ہے	مہر
وقفہ قیام کا ہے یہاں یک نفس فقط	مصحفی
ہستی تری برنگ شرر ہے بھی اور نہیں	"
نہ گل رہے گا چمن میں نہ خار ٹھہرے گا	نظم
تبسم گل پہ خندہ زن ہے ہر ایک چاک اپنے پیرہن کا	"
کھڑی ہوئی ہے عمارت یہ آنکھ کے تل پر	"
کہ اک رکاب میں ہے پاؤں ایک منزل پر	"
گر نغمہ رنگ حنا ہے کف جلا جل پر	"
نہ بے قرار ہو مرنا پہنچکے منزل پر	"
کہ مستعار کہوں مستعار بھی تو نہیں	نشاط
کہ ہستیٔ گزراں کا کچھ اعتبار نہیں	نسیم
کہ رنگ و بوئے چمن کا کچھ اعتبار نہیں	"
قرار پھر کوئی دم مثل آبجو نہ کریں	نصیر
بہار آئی ادھر نکلی ادھر شکل خزاں ہو کر	"
رہا سکندر یہاں نہ دارا نہ ہی فریدوں یہاں نہ جم ہے	"
ہم تو شبنم ساں نسیم اک دم کے ہیں مہمان صبح	"
گھڑی ہی کی صورت لگا ہی کھٹکا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے	"
ڈروں ہوں ابلق ایام تیری شہ سواری سے	"
کہ جوں پانی کا ٹھکرا ایک دم میں بلبلہ بیٹھے	"
آتا ہے گریہ ہستیٔ موہوم پر مجھے	"
اب باندھنا ہے دوش پہ رخت سفر مجھے	"

بے ثباتی دنیا

نصیر اسکا بھروسا جو کرے ناداں ہے بیشک	نصیر
بنا ہے ہستیٔ فانی ہے دم کے آنے جانے پر	
بھروسا رکھیں کیا اس دار فانی میں کسی شے کا	واہی
بچشم غور دیکھا تو نہ جی اپنا نہ تن اپنا	واسطی
بھروسا عیش دنیا کا ہے کیا آخر فنا ہوگا	
جو کچھ ہے آج وہ کیا ہے جو کل ہوگا وہ کیا ہوگا	وقار
اک نفس بس سحر کی ہستی ہے	"
ہائے رونق نہیں ہے ہستی کی	
مثل شبنم نہ اٹھوں بیٹھوں گا	[illegible]
بے ثباتی پہ ہے نظر واللہ	
نقارۂ کوچ پر صدا ہے [illegible]	"
چل یہاں سے مقام ہو چکا اب [illegible]	
منزل گہ عالم [illegible] ہوا ہوگا	[illegible]
[illegible] کہیں اس کا پیدا نہ ہوا ہوگا	
بزم جہاں کے عیش و طرب کو نہیں ثبات	"
ہر دم صدا یہ نکلے ہے تار رباب سے	
[illegible] دام ثبات اس خاکدان دہر میں	
[illegible] نقش قدم بیٹھے اٹھے	

بے وفائی

بیوفائی

ممنون آشنائی زمانہ کی دیکھ لی
ہوتا یہاں ہے کون کسی کا عجب ملا غلط
ناصر کوئی دنیا میں کب کسی کا ہوا
ہم نے ہر اک کو آزما دیکھا
وحشت جفائے دشمناں اور بیوفائی ہائے یاراں سے
بہت رنجیدہ ہو کر وحشت آزردہ جاں رو دیا

پاکدامنی

اسیر زمانہ میں نہیں دشمن لگا کے اہل عصمت کو
کہ ڈالا تہمت قتیلاں بھی دامان مریم سے
" ہو پاکدامنوں کو خلش کس لئے کیا خطر
کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگاں کے خار کا
" پاک روحوں کے نہیں ہوتا کبھی دل پاپ کو
شوق کی حاجت نہیں ہے چادر مہتاب کو
" پاکبازان ازل کو ہو نہ ظالم سے خطر
خار سے عہدہ نہ پہنچے چادر مہتاب ہیں
پاکوں کو بھر دو گر ہزار پاکدامنی سے ہیں
جھلکی ہمیشہ رہتی ہے گوہر کی آب ہیں

پارسائی

بیوفائی

شکایت نہیں تو اگر بے وفا ہے
غضب ہے انساں کو مصیبت کرے جو انساں ہی بیوفائی
کوئی اچھے زمانہ میں بھی ہوگا
کسی کو ہم نے دنیا میں نہ پورا آشنا پایا
بیوفاؤں کی محبت بھی محبت ہے جلیل
کوئی اپنا نہ آشنا دیکھا
ایک نے بھی نہ کی وفا ہم سے
وفا کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز
ہے زمانہ وفا سے بیگانہ
اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا
اس دور میں گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ
وفا نے گل میں نے چشم مروت باغباں میں ہے
جہاں میں آشنا اپنا نہ پایا
بوئے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں
بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
یہ میری آنکھ کی تصویر ہے میں انکو دوں کسکو
یار اغیار ہو گئے واللہ
جہاں میں پوچھتا پھرتا ہوں میں ہر اک سے یاری کو
بیگانہ ہوا نہ ہووے آخر
کوئی جا کر کہو اس بے وفا کو
کب توقع ہے کہ تم پاس بٹھاؤ گے ہمیں
جب اس چمن میں چھوڑ کے ہم آشیاں چلے
نہ اپنوں نے کبھی ہمکو نہ بیگانوں نے آ دیکھا
وفا کا نام نہیں بے وفائیاں دیکھیں
باوفا گلشن ہستی میں نہ دیکھا کوئی گل
کیا رسم اٹھی حیف زمانہ سے وفا کی
تھی وفا اس مرتبہ یا بے وفائی اس قدر
میں اعتبار کروں کس کی بیوفائی پر
کیا کوئی الفت کسی سے کر کے ہوگا شادکام
یاری جہانیوں کی کیا میر معتبر ہے
اس عہد کو نہ جانئے اگلا سا عہد میر

یہ قسمت ہے میری اسی کا گلا ہے
کہ دیکھو چکی کے پاٹ کیسے ہم ہیں گردش میں سنگ ہو کر
الٰہی آشنا سے آشنا خوش
جسے جگ میں بہت چاہا اسی کو بیوفا پایا
غیر ممکن ہے پشیمان نہ ہو تو دل میں
جس کو دیکھا ہو بے وفا دیکھا
ہم نے کتنوں سے دل لگا دیکھا
وفا کا رسم اٹھا حسرت اس زمانہ سے
ہے قسم مجھ کو آشنائی کی
پر اب جو کچھ ہے یہ تو کسی نے سنا نہ تھا
معدوم ہے جہان میں چشم وفا پرست
نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر
جسے دیکھا اسے بیگانہ پایا
یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے
جسے غمخوار سمجھا تھا وہی اہل دغا نکلا
کیا زمانہ کا انقلاب ہوا
محبت اٹھ گئی یارو ہوا کیا دوستداری کو
ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا
کہ اب بھی مان لے اپنے خدا کو
ہاں جو بیٹھیں گے تو جھنجھلا کے اٹھاؤ گے ہمیں
اک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے
الٰہی اس میں جہان میں آنکر جز رنج کیا دیکھا
ان آشناؤں کی نا آشنائیاں دیکھیں
کوئی گل ایسا نہیں جس میں دل آزار نہ ہو
ہر دوست نے دشمن کی طرح ہم سے دغا کی
آشنائی اس قدر نا آشنائی اسقدر
کوئی کسی کا زمانہ میں آشنا بھی ہے
دوستی ہے دشمنی الفت نہیں کلفت ہے اب
نا آشنا ہیں یکدم یہ یکدم آشنا ہیں
وہ دور اب نہیں وہ زمین آسمان نہیں

آصف رح
امیر
تاباں
تراب
جلیل
حسرت
"
حالی
درد
سودا
"
سوز
"
"
"
"
"
شرم
عالم
"
قائم
مصحفی
میر
"
"

پریشانی

دل کہیں جان کہیں چشم کہیں گوش کہیں	اپنے مجموعہ کا ہر ایک ورق برہم ہے	آتش
دل کے بہلانے کو دنیا میں چلے آئے تھے	کیا خبر تھی کہ یہاں اور پریشاں ہونگے	تسلیم
نہ بزم عشرت کے ہوئیں قابل نہ منھ لگاتا ہے کوئی تسلیم	برنگ جام شکستہ کیا کیا خراب برخراب ہیں ہوں	،،
ان دنوں کچھ عجب ہے میرا حال	دیکھتا کچھ ہوں دھیان میں کچھ ہے	درد
دل آشفتۂ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں	سر کی دستار کہیں پاؤں کی پاپوش کہیں	سوز
خاک جمعیت خاطر ہو بقول جراءت	جی کہیں دل ہے کہیں ہم ہیں کہیں یار کہیں	،،
بجز سرگشتگی ارباب صورت کو نہیں حاصل	ہوا روشن یہ مضموں مجھ کو فانوس خیالی سے	سودا
فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے	نہیں کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی	،،
گر یونہی جنوں دست بداماں رہیگا	دامن ہی رہے گا نہ گریبان رہیگا	شہید
آشفتہ سر سلسلہ مویان جنوں ہوں	سر روز ازل طالب افسر نہ ہوا تھا	،،
جمع کب رہتے ہیں فصل گل میں عاشق کے حواس	پھول ادھر پھولے کہ پھولے دست و پائے عندلیب	،،
زندگی مجھ کو بار خاطر ہے	کس قدر انتشار خاطر ہے	شائق
پریشانی نے کر رکھا ہے دل قابو سے بے قابو	سخنگوئی میں پھر مائل طبیعت ہو تو کیونکر ہو	شاطر
بوے گل، نالۂ دل، دودِ چراغ محفل	جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا	غالب
جمع خاطر تو بہت کم کوئی انساں دیکھا	جس بشر کو یہاں دیکھا ہے پریشاں دیکھا	فدا
ہم گرفتار حال ہیں ایسے	طائر پر بریدہ کے مانند	میر
غنچۂ گل کی طرح دیوانگی میں ہاتھ کو	گر نکالا بھی گریباں سے تو دامن میں رہا	،،
ہر غنچہ ہے دلبستگی طبع کا مکتوب	ہر گل ہے پریشانیٔ خاطر کا رسالہ	مصحفی
یہ چاک گریباں تو داماں سے گزرا	ہیں شوریدہ ایسے گریباں سے گزرا	،،
کدھر جائیے اور کہاں بیٹھئے	بہلتا نہیں دل جہاں بیٹھئے	،،
وہی دست اور وہی گریبان چاک	جب تلک ہاتھ پاؤں چلتے ہیں	ہرچند
آسودہ کوئی ہے نہیں بحر خراب میں	پیدا ہے طرز خانہ بدوشی حباب سے	،،
پھرتا ہے چرخ چرخ میں ذرات بیقرار	آسودہ دل نہ کوئی بھی عالی نسب رہے	

پشیمانی

زاہد کو ناز زہد پہ رندوں کا ہے یہ قول	بندے گناہگار ہیں پروردگار کے	آصف
جوم عاصی کے بخشدے یارب	ترے در پہ یہ شرمسار آیا	انجم
نار جہنم ہو پانی پانی	روئیں جو خوف سے عصیاں والے	اکبر

پشیمانی

ہوا روپوش شیطاں شرم نافرمانی حق سے خطا سے حیف شرمندہ نہ یہ مٹی کا پتلا ہو	اکبر
خوف عصیاں سے خدا کے پاس روتا جاؤنگا اشک سے داغ گنہ دامن سے دھوتا جاؤنگا	،،
بخشیگا تو ہی یارب وہ جرم کار ہوں میں جس سے بجز گنہ کے کوئی عمل نہ آوے	،،
[illegible] گنہ [illegible] کنندہ ہے گو نقش [illegible] ترا بندہ ہے	امجد
پشیمانی پہ دل و جان سے یارب تیقن دل کا [illegible] افگندہ ہے	،،
شرم سے [illegible] گریباں میں سر [illegible] کٹ گئی محراب [illegible] کا نہ ہوگا	افگر
افسوس ساری عمر [illegible] ذکر خدا [illegible] دم بھر بھی ہم سے [illegible] بندوں کی ہم	حسن
بندگی کرتے رہے [illegible] حشر میں اللہ کو منہ دکھلائیں کیا ندامت ہے مجھے	برق
اپنی بخشش کا سبب اشک ندامت پاک ہوا آب باراں سے نجس جامۂ تن پاک ہوا	تحقیق
اشکوں نے میری دھو دیا دفتر گناہ کا محشر کا دل میں جب مرے خوف و خطر ہوا	،،
تحقیق شرمندہ گناہوں سے سراسر ہے وہ [illegible] تیری رحمت میں جو بخشے تو کمی کیا ہے خدایا تیری رحمت میں	

تراب پیدا

پشیمانی

مصرع	مصرع	شاعر
نہ کی خدا کی عبادت ہوا نہ کام کوئی	ہزار حیف ہوئی عمر رائیگاں اپنی	نسیم
جب تک نہ مدد ہو تری اے اشک ندامت	ہرگز نہ ہو اپنا چمن حسن عمل سبز	شہید
کیا میں آیا تھا کرنے کو یارب	اور چلا ہوں یہاں سے کیا کرکے	"
ندامت اعمال پر روتا ہوں خون ابر بہار	دل میں ہے خوف خدا یعنے سیہ کاروں میں ہوں	"
خوف عصیاں سے ہے دم خشک عجب کیا کہ مرا	قطرہ قطرہ عرق شرم کا گوہر ہو جائے	صابر
بڑھا شرم گنہ سے اس قدر گردن کا خم میرا	کہ مثل حلقہ پرکار ہے سر پر قدم میرا	"
رہا از بس غریق بحر خجلت فرط عصیاں سے	رہیگا روز محشر تک کفن مرقد میں نم میرا	"
ہوں شرر اشک ندامت میں تو کچھ کام ہے	برق گرنے کی مرے خرمن عصیاں میں نہیں	"
ڈوبا ہوا ہوں بحر اشک ندامت میں روز حشر	ہے موج جسم زار سر اپنا حباب ہے	ناظم
نقش ہے نامۂ عصیاں سفید ہو گیا ہے	سکھا میں دیدۂ گریاں جو شست و شو مجھکو	ہوی ہے

مصرع	مصرع	شاعر
تراب اپنا عمل کوئی نہیں امید کے قابل	اگر کچھ آسرا ہے تو اسی کی مہربانی کا	تراب
بندگی مولے کی ہم سے کچھ نہیں ہوتی تراب	دعوے اسکی بندگی کا کیا کریں شرماتے ہیں	"
بعد مردن اس قدر شرم گنہگاری بڑھی	منہ چھپائے ہم پڑے ہیں زیر چادر خاک میں	تسلیم
جلیل اشک ندامت جوش پر آتے تو کیا کہنا	ہم اپنی بگڑی حالت کو بناتے اپنی آنکھوں سے	جلیل
تھی بجب شرم کہ ہیں باعث داغ عصیاں	منہ لپیٹے ہوئے اے قبر کفن میں آیا	جلالی
مولا معاف کرنا عصیاں ہر اک کرم سے	بندہ گنہ سے اپنے گر شرمسار آیا	"
خوب اے شرم گنہ کام بنایا تو نے	ہو گیا رنگ سفید اڑکے سیہ کاروں کا	حافظ
میں نے دشمن سے دوستداری کی	اپنے ہاتھوں سے اپنی خواری کی	حسن
حق سے درخواست عفو کی حالی	کیجے کس منہ سے ان خطاؤں پر	حالی
کرتے رہیں خطائیں ندامت کے بعد ہم	ہوتی رہی ہمیشہ ندامت خطا کے بعد	"
دل میں ہے باقی وہی حرص گناہ	پھر کئے سے اپنے ہم پچتائیں کیا	"
ترے احسان ہیں اے دیدۂ گریاں کیا کیا	تو نے دھوئے ہیں مرے دامن عصیاں کیا کیا	حیرت
خلاف ورزی کی ہے ندامت جہاں میں آکے نہ کی عبادت	اسی کا ہے خوف دل پہ طاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ	"
بڑھا ہے اس لئے سیلاب میری اشکباری کا	سفینہ ہو رواں اس میں تری آمرزگاری کا	"
درجہاں عمر بہ سب میں نے گنوایا افسوس	فائدہ کچھ نہیں دنیا سے اٹھایا افسوس	خاکی
مجھ سیہ کار کو لیجاتے ہیں کیوں دوزخ میں	کس خطا پر یہ جہنم کو سزا دیتے ہیں	داغ
توبہ کرنے سے شرم آئی	اعمال پر اپنے جب نظر کی	ذاکر
عرق شرم سے مجھ پہ نہ ہوئی کچھ تعزیر	دھو دیا صاف مرا نامۂ عصیاں لیکر	"
پے تسلیم جھک جاؤں جو دوزخ ہو رضا تیری	پشیمانی سلیقہ ہے مری عصیاں شعاری کا	راسخ
گرے جب اشک ندامت تو غیب سے راسخ	صدا یہ آئی کہ عذر گنہ پسند ہوا	"
خطا پر اپنی کبھی میں جو شرمسار ہوا	نوید آئی کہ دوزخ سے رستگار ہوا	منیر
دامن ذرا جو اشک ندامت سے تر ہوا	اک دھوم مچ گئی مرے عفو گناہ کی	"
یاد خدا میں صرف نہ کی عمر لحظہ بھر	میں شغل دنیوی میں گرفتار ہی رہا	سراج
رکھ ہماری شرم و عزت اے خدا	کچھ ہو بندے تیرے کہلاتے ہیں ہم	"
گزاری عمر بیکاری میں جائے حیف و عبرت ہے	بنا کوئی سعیدا کام یہاں کا اور نہ وہاں کا	سعید
لہو و لعب میں صرف ہوئی زندگی تمام	بیکار گزری کوئی بر آیا نہ کار حیف	"
سودا ہزار حیف کہ آکر جہاں میں ہم	کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لئے	سودا
رہتا ہوں بسکہ رات دن اپنی خطا سے منفعل	درد ہے میرے دل میں یوں پھانس کی جیسی ہو کھٹک	سخن
اتنے دنوں تک رکے جہاں میں کار نمایاں کچھ نہ کیا	ہائے رے غفلت ہم نے تو مرنیکا بھی کچھ ساماں نہ کیا	"
دین و دنیا کا کوئی کام نہ انجام ہوا	کھوئی ہم تم نے سخن عمر یہاں ہائے عبث	"
سخن تلف ہوی کیا مفت اپنی عمر عزیز	نہ کچھ ہمیں ہنر آیا نہ کچھ کمال آیا	"
ہوں سیہ کار اگرچہ سید ہوں	پر گنہگار ہوں تو تیرا ہوں	سید
تیری رحمت ہے بڑی ہو نہیں گنہ سے نادم	آیا ہوں اے مرے اللہ ندامت لیکر	شہرت

ہوی ہے شرم گنہ مانع جزا طلبی ۔ نہیں ثواب کے خواہاں عذاب کیا ہوگا — عاقل
کیا کہیں ہم آکے یاں کیا کر چلے ۔ عمر کا پیمانہ اپنے بھر چلے — عاشق
نہ کی عبادت نہ کچھ ریاضت کی کبھی یاد حق کوئی دم ۔ کٹی گناہوں میں عمر ساری الٰہی توبہ الٰہی توبہ — ”
اہل محشر سے نہ ہو مجھ کو خجالت اس لئے ۔ نامۂ اعمال کو اپنے چھپا کر لے چلا — ”
میں گنہگار نہ جاؤنگا کبھی دوزخ میں ۔ شرم عصیاں مجھے رکھے گی سزا سے محفوظ — ”
ہمارا نامۂ اعمال پاک ہو جاتا ۔ جو اپنے اشک ندامت سے شست و شو کرتے — ”
ہم نے بارگاہ میں تیری جھکا دیا ۔ تھا معصیت کا داغ جبیں پر مٹا دیا — ”
کیوں بہ نہ جائے فرد ہمارے گناہ کی ۔ دریا ہے جوش پر عرق انفعال کا — ”
ہے جوش گریہ سے لطف بہار پیری میں ۔ خزاں کی فصل کو بارش نے نو بہار کیا — عزیز
صفحۂ طاعت ہے سادہ نامۂ اعمال میں ۔ اے عزیز افسوس ہے سب جزو عصیاں بھر گیا — ”
دھوئیں گے دفتر اعمال زبوں کو آنسو ۔ اشکباری سے یہاں بارش رحمت ہوگی — ”
فنا حباب کے مانند ہوتے ہیں عصیاں ۔ جو موجزن عرق انفعال ہوتا ہے — ”
کام آئے عاقبت اعمال بد میرے عزیز ۔ قبر میں داغ ندامت سے اُجالا ہو گیا — ”
کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ۔ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا — غالب
کعبہ کس منھ سے جاؤگے غالبؔ ۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی — ”
رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے ۔ شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا — ”
ہم نہ دنیا میں کسی قابل ہوئے ۔ بنکے انساں ننگ آب و گل ہوئے — فوق
رہ گئے ساماں ہی کی فکر میں ۔ ساتھ والے داخل منزل ہوئے — ”
ہمارا اشک ندامت یہ ہم سے کہتا ہے ۔ کہ تیری ڈوبتی کشتی کا ناخدا ہوں میں — قربان
دینے کو دیا ہے دل تو لیکن ۔ چارہ نہیں اب سوائے افسوس — قائم
شکوے اغیار سے نے یار کی بیزاری سے ۔ جو ہوا ہم پہ سو اس دل کی گرفتاری سے — ”
درس کیا دیجے چور کو قائم ۔ بند گھر کا ہی جب کہ در نہ کیا — ”
اب کہاں ہے کدھر ہے اے ناصح ۔ یہ بھی تھا مقتضائے عہد شباب — ”
اب انفعال میں روتے ہیں اے سحاب کرم ۔ ہمارا نامۂ اعمال دھو ہوا سو ہوا — قدر
حشر میں اشک ندامت نے بڑا کام کیا ۔ نکل آیا مرے اعمال کا کورا کاغذ — ”
یہ گناہوں کی ندامت کا بڑا احسان ہے ۔ خود زمیں میں گڑ گیا کیا گورکن کی احتیاج — ”
وہی کچھ لے گیا ہے آبروئے آفرینش کو ۔ جو دنیا سے گیا غمدیدۂ با چشم نم تیرا — ”
کر دیگی ہم کو پاک ندامت گناہ کی ۔ غوطے لگائیں گے عرق انفعال میں — ”
ہے سر فگنی خاتمہ عفو گنہ کا ۔ یہ معصیت عمر بیک سجدہ ادا ہے — لائق
بخشدے یارب کہ تو غفار ہے نادم ہوں میں ۔ چشم رحمت سے نظر فرما مری تقصیر پر — محب
عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومنؔ ۔ آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے — مومن
جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم ۔ تو ایسی لوگوں کی باتیں سنا نہ کرتے ہم — ”
اگر نہ دام میں زلف سیہ کے آجاتے ۔ تو یوں خراب و پشیماں رہا نہ کرتے ہم — ”

پشیمانی

[illegible]

پند و نصیحت

بنے ہو خاک سے تم خاکساری ہے تمہیں زیبا — تکبر کرتے ہو کیسی تمہاری یہ حماقت ہے — اصغر مؤلف

ہمیشہ سست و کاہل مفلس و نادار ہوتے ہیں — وہی خوشحال رہتے ہیں جنہیں محنت کی عادت ہے — "

تواضع پیشہ دنیا میں ہیں رحم و لطف کے قابل — کہ ان لوگوں پہ اے اصغر خدا کی بھی عنایت ہے — "

دام میں عشق مجازی کے نہ پھنس — بوالہوس اس کی حقیقت کچھ نہیں — برہو

بھول کر ان کو دل نہ دے اے ستم — دیکھ خانہ خراب ہیں یہ بت — ستم

حق کو حق ناحق کو ناحق جان — دین و دنیا دونوں ہیں ایمان سے — اختر

نہ کھاؤ اتنا زیادہ کہ ڈال دے بیمار — نہ اتنا کم ہو کہ ناطاقتی ہی دے مار — اسمٰعیل

بچ گنہ سے ورنہ توبہ اور استغفار کر — کھونٹ جب کپڑے میں آئے چارہ کیا غیر از رفو — "

مت چھوڑیو کام کو ادھورا — بیکار ہے جو ہوا نہ پورا — "

نہ حلوا بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے — نہ کڑوا بن کہ جو چکھے سو تھوکے — "

اعمال ہیں ایسے خود مجھ کو ہے ندامت — نفریں کے میں ہوں لائق اور قابل ملامت — مہر

عمر گزری ہے گنہگاری و عیاری میں — روز محشر مری کسطرح شفاعت ہوگی — "

خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں اپنے گناہوں سے — اٹھاؤں خاک سر ہے بار سر پہ شرمساری کا — "

وقت پرسش جبکہ اے نواب کچھ سوجھا جواب — میں خدا کے سامنے سر در گریباں ہی رہا — نواب

دنیا میں چند روز کو آئے چلے گئے — بار گناہ سر پہ اٹھائے چلے گئے — "

وقار اپنی اگر منظور بخشش ہے تو لازم ہے — ڈبو دے نامۂ عصیاں کو تو اشک ندامت میں — وقار

جب گھٹی زیست یہ بڑھی خجلت — پشت دست آج نذر دنداں ہے — "

دامن آلودہ گرچہ میں تھا مگر — اشک کی شست و شو سے پاک ہوا — "

گرد خجلت کو ندامت کے انجھو ساتھ ملا — مورد رحمت حق اس ستی تعمیر کرو — ولی

قیامت میں کرم کیا کیا اشک ندامت نے — کہ دو چھینٹوں میں آخر بجھ گئی آتش جہنم کی — واصف

گناہ اپنے مجھے یاد آئے وحشت — خجل سا رہ گیا میں ہاتھ اٹھا کر — وحشت

خاک میں مل گئے وہ آنکھ اٹھی نہ شرم سے — ہم سے ہوا نہ حق ادا اسکی نگاہ ناز کا — "

اے جواں اب دھو کے کر اشک ندم سے وسفید — مت دکھا پیری میں غافل روسیاہ و موسفید — ہمدم

کرنا نہ تھا جو فعل کئے آہ کیا کہیں — اپنے کئے سے آہ ندامت ہوی ہمیں — "

زشتی اعمال سے یہ منفعل ہوں قبر میں — ہاتھ نکلے ہیں کفن سے منھ چھپانے کے لئے — ہزبر

کیوں گنہ مٹ جاتے ہیں اشک ندامت سے دلا — دیدۂ پرنم جو اپنا چشمۂ زمزم نہیں — ہوش

پند و نصیحت

دلا نہ اہل زمانہ سے تو معانقہ کر — کہ ہے نہفتہ گریبان شیخ و شاب میں سانپ — انشا

حدیں قوموں کی قسمت کی یکا کرتا ہے یہ قائم — زمانہ دیکھکر چلئے طریق زندگانی میں — اکبر

تحصیل علوم کر کہ دولت ہے یہی — اخلاق درست کر کہ زینت ہے یہی — "

اکبر کی یہ بات یاد رکھ اے عشرت — محفوظ ہو معصیت سے عزت ہے یہی — "

نہ چل وہ چال جس سے رنج پہنچے ناتوانوں کو — کہ ہے نقش قدم سل سینۂ مور بیاباں پر — امیر

جو کرے تم کو نصیحت غور سے اسکو سنو — اپنے ناصح کی نصیحت شوق دل سے مان لو — افضل

یہ مٹی سے پرہیز اے جسم کب تک — کہ آخر یہی جسم ہے اور کفن ہے — انیس

شریفوں میں حیا ہے کار بد سے انکو نفرت ہے — کمینوں میں حیا کیسی کہ بدکاری کی عادت ہے — اصغر مؤلف

نہ ہو جب جوہر ذاتی تو کیا دعوے شرافت کا — کہ اخلاق پسندیدہ ہی برہان شرافت ہے — "

یہی کہنا نہیں کافی کہ وہ بے شرم و غیرت ہیں — نہیں ڈرتے جو بدکاری سے ان لوگوں پہ لعنت ہے — "

برا ہو ان کا دنیا ساز وہ اپنے کو کہتے ہیں — برائی کرکے کہتے ہیں کہ اسمیں کیا قباحت ہے — "

بشر وہ ہی نہ ہو شر جسمیں ہے اشرف وہی انساں — وہ خارج آدمیت سے ہے جسمیں شرارت ہے — "

جہاں میں خود پسند و خود غرض حیوان مطلق ہیں — مروت اور حمیت آدمی کی آدمیت ہے — "

قوت ہے اگر دل میں زبانوں میں ہے طاقت	پہنچاؤ بہم حسن بیاں اور طلاقت	اسمٰعیل
جو محتاج مانگے تو دو تم ادھار	رہو واپسی کے نہ امیدوار	״
کرے دشمنی تم سے کوئی اگر	جہاں تک بنے تم کرو درگزر	״
اگر تم سے ہو جائے سرزد قصور	تو اقرار توبہ کرو بالضرور	״
کرو تم نہ حاسد کی باتوں پہ غور	جلے جو کوئی اس کو جلنے دو اور	״
جو بات کہو صاف ہو ستھری ہو بھلی ہو	کڑوی نہ ہو کھٹی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو	״
نہ کر کسی کی برائی نہ بن بھلے سے برا	بھلا بھلا ہے برا کام ہے برائی کا	״
جبکہ دو موذیوں میں ہو کھٹ پٹ	اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ	״
رکھو نہ غریبوں پہ روا طعن و حماقت	توہین ضعفا کی نہ کرو ترک رفاقت	״
صحبت احباب یا دربار یا سرکار ہو	بات وہ کہیے بھلا ہو جس میں خلق اللہ کا	امیر
سمجھائے نیک و بد کیا خاک کوئی بے سواد کو	اسے عینک سے کیا حاصل بصارت جس کی زائل ہو	بحر
انسان پر کھلے جو نصیحت کا ذائقہ	نعمت سمجھ کے کھائے طمانچہ ادیب کا	״
نصیحت سے ناحق برا ہو کوئی	کہو لاکھ میں حق تلخ ہر چند ہے	تراب
جو بات اچھی کوئی کہے مان لو	ہماری تو سب سے یہی پند ہے	״
حرف حق گو تلخ لگتا ہے یہ ہے شیریں کلام	جو کرے تم کو نصیحت مان لو مت ہو ملول	״
حق پرستی حق شناسی غیبت و آزار خلق	دہر میں بہر خدا دو کام کر دو کام چھوڑ	تسلیم
کہے عیب جو اس سے خوشنود ہو	کہ راضی ترا تجھ سے معبود ہو	تائب
تری راہ میں جو بناتا ہے خار	ہے آفت سے رکھتا تجھے درکنار	״
ہر گام عیب میرے کرتا ہے مجھ پہ روشن	خضر رہ حقیقت رہزن کو جانتا ہوں	ثاقب
اپنے عیبوں پر ہوئی اسکی بدولت دسترس	کیوں نہ دھو دھو کر پیوں میں عمر بھر دشمن کے پاؤں	״
خوش ہیں کیوں آئینہ سے اہل صفا	یہ کسی کی لگی نہیں رکھتا	״
خطا ہے گر خطا پر اپنی نادم ہو نہ دنیا میں	برا ہے گر برا کہنے سے بد ہیں کے برا مانے	״
مکان عشق کی بنیاد ڈالی یا خدا کس نے	قدم اس میں جو رکھتا ہے وہی برباد ہوتا ہے	״
اجل سر پر ہوس دل میں ذرا سا وقت فرصت کا	جو کچھ کرنا ہے پیدا جلد اے نادان پیدا کر	جلیل
کر مدارا تو دشمنوں سے بھی	دوستوں سے تو سب کو الفت ہے	جمیل
کام سب کے آ جو تجھ سے ہو سکے	بیج بو نیکی کا جو تو بو سکے	״
ہزل ہو یا جد نصیحت لیجئے ہر بات سے	کہہ گئے ہیں اہل دل دع ما کدر خذ ما صفا	حالی
خیر الامور اوسطہا پر ہو کاربند	رہ نقطہ بن کے دائرہ اعتدال میں	حمید
چھوڑ غفلت وقت بازی کا نہیں	پھر نہ پاوے گا تو وقت ایسا کہیں	حسن
جاہلوں سے تو الگ رہ اے پسر	گو ترے ہمجنس ہوں او بے خبر	״
فکر دنیا میں نہ بن خار ریش گاؤ	ہے نہیں دنیا سے عقبے کا لگاؤ	״
فکر ہو تو فکر کچھ عقبےٰ کی کر	باندھ اپنی طاعت حق میں کمر	״
طاعت حق میں سدا استادہ رہ	دست بستہ وقت پر آمادہ رہ	״

پند و نصیحت

نکتہ چینی کو عداوت نہ سمجھ اے غافل
ہیں وہی دوست جو لغزش سے بچا لیتے ہیں — خادم

تا کہ عیبوں سے اپنے ہوں آگاہ
ہم کو خاطر ہے عیب جو کی تلاش — ״

سیل میں طفلی جوانی گئی سب ثبوت ہیں
عمر کچھ باقی ہے اس کو بھی غنیمت کہوتا ہے — خاموش

آیا جس کام کو ہشیار ہو کر لے وہ کام
دن ڈھل آیا ابھی تک تو پڑا سوتا ہے — ״

کوشش انجام کر اے نیکمرد
نیکیوں کے کام کر اے نیکمرد — فوندل

جیسا حاتم کر گیا دنیا میں ہے
تو بھی ایسا نام کر اے نیکمرد — ״

راستہ ہے دور تو ہے خالی ہاتھ
جمع کچھ توشہ دام کر اے نیکمرد — ״

زیر باری پست کر دیتی ہے دل
تو نہ قرض و دام کر اے نیکمرد — ״

بہ نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے — ذوق

عبث ہے پند و نصیحت بھی کور باطن کو
سمجھ کوئی اندھے کو کیا دکھائے چراغ — انز

ہو عکس

پند و نصیحت

زندگی کا یہی سب حال رہے
تجھے آگے کا کچھ خیال رہے
پھنسا رہتا ہے کیوں تو اس طرح اوہام باطل میں
وسیلہ مغفرت کا لو ہوس دنیا نہیں ہوتی
تجھے معروف اتنی ہے وہ دنیائے فانی میں
نظر بھولے سے بھی تو جانب عقبےٰ نہیں ہوتی
برا کام ہرگز نہ کوئی کرو تم
بری بات ہرگز نہ منہ سے کہو تم
صداقت کے رستے پہ سیدھے چلو تم
کرو عہد تو اس پہ قائم رہو تم
خطا ہو گئی تو نہ اس کو چھپاؤ
جھوٹے بہانے کبھی تم بناؤ
کہو کچھ کسی سے تو لفظوں کو تولو
کبھی گالیوں پر نہ منہ اپنا کھولو
کبھی بھول کر بھی نہ تم جھوٹ بولو
جو میری سنو سیدھے رستے پہ ہو لو
نہیں علم سے بڑھکے دنیا میں نعمت
کرو خوب محنت کرو خوب محنت
کام کرنا ہے تو تم اس کا سرانجام کرو
تم جب تک نہ ہو بھولے سے نہ آرام کرو

مہر

سراج کا

ہو ممکن جہاں تک نکوئی کئے جا	سخاوت کئے جا دئے جا دئے جا	زور
معاف کر کوئی تجھ سے اگر بدی بھی کرے	جو ہو سکے تو بدوں سے بھی کر نکوئی تو	"
زور اللہ کی عبادت کر	اور بندوں کی بھی اطاعت کر	"
دار دنیا کی دو رنگی کا تماشا ہے عجب	دیکھ غفلت میں نہ کھو عمر کو بینا ہو کر	سفیر
بھائی بنکر رہو آپس میں بنی آدم ہو	مثل قابیل نہ مطعون ہو دشمن بن کر	سعید
کام کرنے کے تو کر اور نہ کرنے کے نہ کر	کر نہ احکام تو مغرور شیطاں بنکر	"
فضائل سے لگاوٹ ہو رذائل سے رکاوٹ ہو	سخا و شرم و غیرت ہو نہ بخل و فحش و نخوت ہو	"
غلط ہے بدوں سے نکوئی کی خواہش	نہ اچھوں کے حق میں برا کیجیئے گا	سراج
پند جو دیتے ہیں ناداں کو شفق	مفت کھوتے ہیں دُر نایاب کو	شفق
ہر چیز میں ٹٹولو قدرت کے راز کو تم	ہاں چھیڑتے ہی رہنا قدرت کے ساز کو تم	"
بنے گی زینت دنیا سے شکل نحس تری	لباس زر کو پہنکر نہ بن تو بوم طلا	شیر
دنیائے دنی سے کر کنارہ شاکر	یہ دام کا دم ہے کب ہے دانہ شاکر	شاکر
گر روح رواں کا تجھکو لینا ہے سراغ	جاسوس نفس کو کر روانہ شاکر	"
جو کرے تجھ سے سوا اس کو تو حیرت سے نہ دیکھ	اور جو تجھ سے ہو کم اسکو حقارت سے نہ دیکھ	ظفر
چھوٹے بچوں سے اور ضعیفوں سے	گفتگو تم کرو عنایت کی	عادل
خیالات فاسد سے دل اپنا روکو	جو عاقل ہو کافی ہے اتنی ہدایت	عیش
آز و غیظ و طمع الفت بیکار سے بچ	عافیت چاہے تو اے دل انھیں دو چار سے بچ	عاشق
زمانہ میں رہ کر چلو چال ایسی	کہ دشمن کو بھی دوست اپنا بنالو	فوق
نہ سنو گر برا کہے کوئی	نہ کہو گر برا کرے کوئی	غالب
روک لو گر غلط چلے کوئی	بخشدو گر خطا کرے کوئی	"
گر باب اجابت وا ہے ناداں	خدا سے اپنے عرض مدعا کر	فدا
سنتے ہیں جو نصیحت تقدیر ہے انھیں کی	سرگرم علم جو ہیں تدبیر ہے انھیں کی	کمال
زنہار نہ جا پرورش دور زماں پر	مرنے کے لئے لوگوں کو تیار کرے ہے	میر
اس قدر بھی احتیاط جسم او خودبیں نہ کر	آئینہ سا تن یہ اکدن خاک میں ملجائے گا	ماہر
جہاں ہو بغض و حسد جہل و بخل اے مسکیں	کر اس مکاں سے اگر ہے تو ہوشیار گریز	مسکین
چھوڑ دے ظاہری اسباب کو باطن کو پکڑ	کام آئیگا ترے وقت سفر کچھ بھی نہیں	محبوب
جو بھلوں کے کہے پہ چلتے ہیں	ان کو دنیا میں کچھ نہیں درکار	مہر
کرو عمر گرامی کو بسر تو پارسائی سے	گزارو زندگی اپنی تو پاکی اور صفائی سے	"
پند کو حرز جاں بنا اے دوست	پند کو رکھ عزیز لیل و نہار	"
پند سے تیری بہتری ہو گی	پند پر ہے تری خوشی کا مدار	"
جو بھلوں کا کہا نہیں کرتے	وہ رہا کرتے ہیں ذلیل و خوار	"
جیب سے ہیں ابھی نکلتے ہاتھ	کر لے اے مہر تو بھی چلتے ہاتھ	
چھوڑ ابھی سے خیال دنیا کا	کر ابھی سے تو فکر عقبےٰ کا	

مصرع	مصرع	شاعر
آج کا کام ہے جو کل پہ نہ ہرگز جائے	آج ہی ختم ہو باقی نہیں رہنے پائے	مہر
جو اپنے بزرگوں کی اطاعت نہیں کرتے	حاصل کبھی دنیا میں سعادت نہیں کرتے	محروم
ملتی ہے محبت ہی محبت کے عوض میں	ناداں ہیں جو اوروں سے محبت نہیں کرتے	"
اچھوں سے الجھتے ہیں وہ اکثر جو بُرے ہیں	اچھے تو بُروں کی بھی شکایت نہیں کرتے	"
سمجھے ہوے ہیں حاضر و ناظر جو خدا کو	ہرگز وہ برے کام کی جرأت نہیں کرتے	"
ہیں قابل نفرت نہ کرو بات بھی اُن سے	جو لوگ بُری بات سے نفرت نہیں کرتے	"
جو کرتے ہیں ہر کام میں اک شوق سے محنت	خوش رہتے ہیں اور شکوۂ قسمت نہیں کرتے	"
منھ ڈالتے ہیں اپنے گریباں میں جو اکثر	سختی سے وہ اوروں کو ملامت نہیں کرتے	"
اسباب نہ جمع کر ضرر کے	رکھ پنبہ نہ داغ پر شرر کے	نسیم
دل کو روشن کر اگر ہے نیش زن زنبور غم	چاندنی راتوں میں پیدا انگبیں ہو جائیگا	نظم
سختی کو جھیل جا تو سعادت شکار ہے	خالی ہے اس پہاڑ کی چوٹی ہما سے کب	"
سن کوئی ہزار کچھ سنائے	کیجے وہی جو سمجھ میں آئے	نسیم
قابو ہو تو کیجئے نہ غفلت	عاجز ہو تو ہاریئے نہ ہمت	"
آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے	جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجے	"
پاک رکھ آلودگیٔ دہر سے اپنے تئیں	غرق کیوں ہوتا اگر کرتا نہ دامن تر حباب	ہمدم

پیری

مصرع	مصرع	شاعر
ہے اذیت بھی زیادہ عمر ہے جتنی دراز	کیا پریشانی درازی سے ہے زلف یار کو	اسیر
پیر جس دم ہو گیا میں ہو گیا وہ بھی سفید	کم نہ تھا گیسو سے کچھ نامہ مرے اعمال کا	"
شام کو سونا ہے لازم جاگنا وقت سحر	ہے جوانی سے مزہ پیری میں استغفار کا	"
نوجوانی کھو کے پیری میں گئے سوئے عدم	شب کو اٹھے چلتے چلتے روز روشن ہو گیا	"
پیری میں اسیر اب ہے کسے زیست کی امید	بجھنا ہی مناسب ہے چراغ سحری کا	"
پیری میں خاک کیجئے وضع بدن درست	دیکھا نہیں خزاں میں کسی نے چمن درست	"
قد جو تھا تیر سا اب مثل کماں خم ہے اسیر	موے سر ہو گئے مانند پر تیر سفید	"
ضعف پیری میں کہاں زور جوانی کی امید	رہ گئی تیغ ظفر تکیۂ پہلو ہو کر	"
پیری عیاں ہوئی نہ ہوا مائل گناہ پر	موے سفید ہنستے ہیں روے سیاہ پر	"
پیری میں لاکھ طرح کی آفت ہے اے اسیر	موے سفید صبح قیامت سے کم نہیں	"
دن جوانی کے گئے موسم پیری آیا	کھول آنکھیں کہ عیاں صبح ہوی رات گئی	"
کیا ہوا عالم پیری میں اگر زور گھٹا	وہی جرأت وہی ہمت ہے وہی دل باقی	"
اسیر آئی پیری ہوا ضعف طاری	جوانی پہ افسوس کیا کیا نہ آیا	"
پیری میں ہیں زیب جوانی سے ہے کیا کام	ہے دلق کہن پیرہن نو کے برابر	"

پیری

ضعف پیری میں امید ثمرۂ عشرت کہاں — اسیر
سوکھ کر کانٹا نہال زندگانی ہو گیا
کیے جو موسم پیری نے اپنے بال سفید — "
تمام خندۂ دنداں نما سے شاد نہ ہوا
ہے سراپا عیش بے شک کہتے ہیں پیری ہے — "
دیکھ لو خالی نحوست سے نہیں دن پیری کا
ولولے سارے جوانی کے مٹے پیری میں — "
صبح ہوتے ہی مجھے خواب پریشاں بھولا
چاہیئے پیری میں عزلت نوجوانی ہو چکی — "
راستے کے جاگے ہیں ہم اب تو کریں آرام صبح
کیوں نہ ہو پیری میں پیدا دل اداس — "
صبح کو ہو جاتی ہے محفل اداس
نوجوانوں کو مبارک پیرہن کی آرزو — "
عالم پیری میں ہے ہم کو کفن کی آرزو
پیری میں ہم کو جامۂ ہستی وبال ہے — "
دیکھیں کہ کب تک یہ لباس کہن چلے
اسیر اس خانۂ تن کا بھروسہ کیا ہے پیری میں — "
عمارت جو پرانی ہوتی ہے ناچار گرتی ہے
دانت پیری میں جو کوئی ہل گیا — "
ہم بناے زیست میں سمجھے خلل

کوچ درپیش

پیری

[illegible]

کوچ درپیش ہے جو دم ہے دم آخر ہے	موت ہر وقت کمر باندھے ہوئے حاضر ہے	امیر
پیری ہے قہر صاحب افلاس کے لئے	عریاں تنوں کو دیتی ہے سردی کمال رنج	"
جب نہ ہوں دندان دہن بیکار ہے انسان کا	دہر میں قدر صدف ہے گوہر نایاب سے	"
یہ اعتدال چار عناصر میں ہے خلل	اصلاح پر نہ آئے گا اب تا ابد مزاج	"
قدم کو جنبش، زباں کو لکنت، ہے رعشہ ہاتھوں کو، سر کو جنبش	کدھر گئی ہائے نوجوانی ان آفتوں میں ہمیں پھنسا کر	امیر
پیری مجھے چھڑاتی ہے احباب سے امیر	دنداں نہیں یہ میرے لڑکپن کے یار ہیں	"
بجا ہے گر تغیر آ گیا اعضا میں پیری سے	سحر ہوتے ہی کیفیت بدل جاتی ہے محفل کی	"
پیری میں کس مزہ کو جوانی کے روئیے	سو داغ دے گئے ہیں دو دن بہار کے	"
تھا جوانی تک مزہ سیر و تماشے کا تمام	ضعف سے اب پاؤں تھراتے ہیں اٹھتے بیٹھتے	"
یقیں ہوا جو گرا دانت کوئی پیری میں	کہ آج کھل گئی کھڑکی قضا کے آنے کی	"
غافل یہ موت کہتی ہے پیری میں صبح شام	عمر اخیر عہد بپایاں رسیدہ ہے	"
ساری جوانی رنج میں گزری ہو گئی راحت آئی جو پیری	شام کو آئے جانب زنداں باغ میں پہنچے وقت سحر	"
کڑی منزل ہے پیری دانت بھی سب ٹوٹ جاتے ہیں	قدیمی ساتھ یاروں کے یہیں تو چھوٹ جاتے ہیں	"
رنگ پیری کے جوانی میں ہوں ممکن ہی نہیں	پھولنے پھلنے کے اب دن ہی نہیں سن ہی نہیں	"
دن جوانی کے گئے پیری سفر کا وقت ہے	رات گزری چونک اے غافل سحر کا وقت ہے	"
خبر انجام کی دیتا ہے پیری میں قد خم	اشارہ ہے کہ اب دن خاک میں ملنے کے آپہنچے	"
پیری نے قد راست کو اپنے نگوں کیا	محراب قصر تن کا ہمارے ستوں کیا	آتش
حال پیری کیسے معلوم جوانی میں تھا	کیا سمجھتا تھا میں دو دن میں بدل جاؤنگا	"
دانت ہلتے ہیں ہوئے ہیں سر سارے سفید	گور ہنستی ہے سمجھ کر مجھ کو شایاں مرگ کا	"
عہد پیری میں تو کر یاد الٰہی غافل	رات تو کٹ گئی غفلت میں نہ کھو فرصت صبح	"
ضعف پیری سے نہیں ہوتا ہے قد انساں کا خم	توڑتی آخر کمر کو حسرت آغوش ہے	"
پیری سے مرا نوع دگر حال ہوا ہے	وہ قد جو الف سا تھا سو اب دال ہوا ہے	"
آتش یہ جان لے جو سر مو سفید ہو	شب ہے اخیر صبح کا تارا بلند ہے	"
لوہے کے چنے ہوں تو چباؤں یہ مرا قصد	پیری کو ادھر عزم ہے دنداں شکنی کا	"
خواب غفلت میں نہ کھو ہنگام پیری رائگاں	چونک ہوتی ہے نماز صبح غافل اب قضا	"
ہو گئے پیری میں اپنے موئے سر سارے سفید	کیا خزاں اے اشک گلزار جوانی ہو گیا	اشک
جوانی کی گئی شب صبح پیری اشک آ پہنچی	بس اب ہشیار ہو کب تک ہو گے خواب غفلت میں	"
شب گزری جوانی کی آئی سحر پیری	اے اشک بس اب چونکو موقع نہیں غفلت کا	"
ہوا کی ہوئی آمد و رفت جاری	نکالی ہے دانتوں نے کھڑکی اکھڑ کر	"
گر پڑے دانت ہوئے موئے سر اے یار سفید	کیوں نہ ہو خوف اجل سے یہ سیہ کار سفید	امانت
وقت بد کوئی دکھاتا نہیں ثابت قدمی	ہلنے لگتی ہے ضعیفی میں بشر کی گردن	"
چاہئے کچھ تو شرم اے آثم	اب تمھیں لوگ پیر کہتے ہیں	آثم
فصل پیری میں ہوس دنیا کی توبہ کر انیس	حشر میں کس منہ سے جائیگا خدا کے سامنے	انیس

پہلو میں دل ہے دل میں امنگوں کا کال ہے	کیونکر جلے چراغ کہ اب تیل ہی نہیں	آہ
اے بحر شمع گور ہیں سر کے سفید بال	ہستی کا دن اخیر ہے یہ صبح شام ہے	بحر
پیری میں ہے حرف زندگی پر	جو قد خمیدہ ہے وہ لا ہے	"
پیری کا بوجھ اٹھا نہیں سکتے یہ دست و پا	ہنگام تندہی ہے جوانی کدھر گئی	"
رواروی ہیں اب ایام زندگانی کے	سفید بال سحر ہیں شب جوانی کے	"
ہوا بدل گئی پیری میں نوجوانی کی	بہار دیکھ چکے باغ زندگانی کی	"
رنج دانتوں کے ٹوٹنے کا نہیں	غم یہ ہے عیش کے سدھارے دن	"
گیا شباب تو سامان پھر سفر کے ہیں	چراغ شام ہیں مہمان رات بھر کے ہیں	"
مو سفیدی سے کہاں زورق ہستی کو نجات	یہ وہ دریا ہے کہ جس میں کئی سو دھارے ہیں	"
پیری میں زہد و ورع جوانی میں رندیاں	ہے روز بہر رنج و تعب شب برائے عیش	"
دیو پیری سے سفر ہو جو زمانہ میں کہیں	چھپ رہے زال در کوہ میں عنقا ہوکر	"
مزرع ہستی ہوا تاراج پیری کے سبب	ٹوٹ کر جو دانۂ دنداں گرا دانہ ہوا	"
سفید بال جو سر میں کوئی نظر آیا	ہمارے ابلق ہستی کو تازیانہ ہوا	"
رہے گسستہ عنان نفس بھی پیری میں	خمیدہ ہو کے بشر پائے در رکاب رہا	"
صبح پیری میں کھلی مالیت عمر عزیز	قطرۂ شبنم پہ دردانہ کا دھوکا ہوگیا	"
پیری میں پرورش ہے عبث جسم زار کی	پھینکو کسی گڑھے میں یہ بیکار ہوگیا	"
چار دن اور جوانی کے گزر جانے دو	حال پوچھیں گے جوانوں سے توانائی کا	"
سپیدی آئی بالوں پر عمل اٹھا جوانی کا	ہوا گورا محصل زنگبار زندگانی کا	"
پیری نے کیا ہے مجھے مہمان اجل کا	یہ قد نگوں طاق ہے مرقد کے محل کا	"
کیا عجب چھلکے ضعیفوں کا جو آب زندگی	کاسۂ سر میں ہے عالم ساغر مخمور کا	"
گذرا شباب پیر ہوئے ہم قریں ہے موت	بیٹھے اب انتظار میں گور و کفن کے ہیں	باقی
بڑھاپے میں امید رفعت کہاں	گرا وہ جو پختہ ثمر ہوگیا	برق
پیری میں زندگانیٔ جاوید موت ہے	عیش شب وصال سے بہتر ہے خواب صبح	"
نوجوانی ہو چکی پیری میں جینا موت ہے	برق بدلو جامۂ ہستی پرانا ہوگیا	"
پیری کا جیب چاک ہوائے کاش مثل صبح	ان نے مرے چراغ کو دل کے بجھا دیا	بیان
تو پیری میں بھی ہے جو یاد شباب کا بیدم	خزاں میں ڈھونڈھتا ہے موسم بہار کے دن	بیدم
سفیدی جو آئی ہے داڑھی میں تیری	سمجھ بے خبر تار و پود کفن ہے	تاباں
یارو پیری میں نہ فکر رنج و بیماری کرو	کوس رحلت بج گیا چلنے کی تیاری کرو	تراب
جوانی تلک لطف تھا زندگی کا	بڑھاپے نے کھویا مزہ زندگی کا	"
شوخی و رندی تری یہ کب تلک بس کر تراب	اب تو دن پیری کے آئے نوجوانی ہوگئی	"
آیا بدن پہ ضعف تو اے مضمحل ہوئے	ٹوٹا گھمنڈ تاب و تواں سب خجل ہوئے	"
بڑھاپا آ چکا تس پر نہیں بیدار ہوتا ہے	مسافر اٹھ شتابی کر نہیں اب رات باقی ہے	"
منتظر بڑھے نہ ہوں کیونکر اجل آنے کے	دن تو آنے لگے دنیا سے چلے جانے کے	"

پیری

کہاں اب وہ جوش اور کہاں وہ خروش — تراب

[illegible]

دم پیری

پیری

موسم پیری میں ہیں دل کو جوانی کے مزے
باغ ویراں میں ہیں پیدا اب تک قفس میں بلبلوں ہے
غفلتیں ہیں بہ زائل شباب جب کی
آنکھ نہ کھلی پیری کی صبح آنے ہی بیدار ہم ہوئے
پیری میں موت کا نہیں اب لازم شب کو عمر
ہنگام پیری ہے آئے وحشت خزاں سے کیا
جو نخل تھے ہرے سرو و دالا قد و آرام و ہوش
صبح پیری آئی سب کی ہو گئی صحبت تمام
طلوع صبح پیری ہے بیاں اشارہ رحلت کا
اٹھا اب تک نہ آنکھوں سے ہماری پردہ غفلت کا
اب نہ تزئین بدن ہے نہ جوانی کی امنگ
وصلہ زیست ہے بیسری میں خود آرائی کا
ترقی ضعف کی ہے دمبدم ایام پیری میں
قدم اٹھتا نہیں اور کے شباب سے پیری آیا
شب جوانی کی گئی ہو رہا نور سحر کی صورت
ہیں کوئی دم میں نہاں وہ پیری میں
نکالے تھے جو ہمیں نفرت ہیں جن لوگوں کے جوبن سے
ہزاروں انگلیاں اٹھتی ہیں ایام پیری میں
کیا بھروسا عمر کا اعتبار آفتاب
شام کو ہوتا نہیں کچھ اعتبار آفتاب ہے دلا

جرار
دم پیری بھی نہ ہشیار ہوئے ہم تسلیم
اس رنگش خضابی سے غرض کیا تری ظاہر
پیری میں روح کو غم رخصت ہے دمبدم
آئی پیری ولولے راہی ہوئے سوئے عدم
جب چلتے ہیں آگے مرے نوخیز اکڑ کر
دم پیری نہیں موئے سفید آہ
ہزاروں ٹھوکریں کھلواتی ہے پیری مری مجھ کو
وقت پیری ڈھونڈھتے ہیں نوجوانی کی امنگ
اے ضعیفی سایہ سر پر سے گیا دھوپ آگئی
اجل کا ہے پیغام موئے سفید
پیری میں دام چرخ سے ترکی ہوا رہا
یکایک موسم شیب آگیا بعد شباب ایسا
دم پیری دل بستہ مراوا ہو جاتا
پیری میں جسم زار کا کیونکر پتہ چلے
بہت سے سرو قدوں کو جھکایا ضعف پیری نے
پیری میں جل رہا ہے مرا داغ آرزو
صبح پیری کی چلی ٹھنڈی ہوا
وادیٔ غربت کو ہے اب بندگی
پیری میں سر جھکائے ہوئے ڈھونڈھتے ہیں ہم
کہتی ہیں ضعف میں تن لاغر کی جھریاں
سب موئے تن سیاہ تھے حسن و شباب تک
جوانی کمر توڑ کر چل بسی
پیری سے آرزوے جوانی جو ہم نے کی
اے شباب آمد پیری کی ذرا دہشت دیکھ
غیر ممکن ہے ضعیفی میں جوانی کی بہار
پیری میں نکل جائے نہ کیوں جان بدن سے
پیری میں عقل و ہوش و خرد کوچ کر گئے
جنون
اس طرح پیری میں رہتا ہے ہمارا دل اداس
آرام و صبر و طاقت تاراج ہو گئے سب
پیری میں دست ضعف سے ہوتا ہے تار تار
یہ جھریاں ہیں جو پیری میں جسم لاغر پر
خزان شیب نے لوٹا بہار ہستی کو
ہوئے جو پیر گئے پیچھے جوانی کے

تسلیم
جاگنے وقت سحر خواب سحر نے نہ دیا
جو پیر ہوا پھر وہ جواں ہو نہیں سکتا
کرتا ہے ساز و برگ سفر میہماں درست
موسفیدی یہ غبار کارواں سے کم نہیں
یاد آتے ہیں پیری میں جوانی کے فسانے
غبار توسن عمر رواں ہے
عدم میں جا کے اے عمر رواں کہنا جوانی سے
پختہ مغزی کم نہیں اپنی خیال خام سے
تعشق
فصل بدلی آفتاب زندگانی پھر گیا
تائب
کمر کا ہے خم انقطاع امید
ترکی
فصل خزاں میں بلبل خوشگو کے پر کھلے
توفیق
کہ جیسے دامن فصل بہاری سے خزاں نکلے
ناخن باد سحر عقدہ کشا ہو جاتا
کیونکر ملے ضیاے چراغ سحر میں بال
ہزاروں تیر اس دستہ ہی ہم شکل کماں نکلے
رکھا ہوا چراغ ہواے سحر میں ہے
ثاقب
نیند آنے کا زمانہ آگیا
گھر کو جانے کا زمانہ آگیا
شاید سراغ قافلۂ رفتگاں چلے
اس راہ سے عدم کو ترے ہمسفر گئے
سایہ کا بھی پتہ نہ چلا جب شجر گئے
الف اپنی قامت کا ہمزہ ہوا
جلال
ایسا دیا جواب کہ دنداں شکن ہوا
جوش
قوتیں سلب ہیں رعشہ مرے اندام میں ہے
شاخ کب ہوتی ہے سرسبز جہاں سوکھ گئی
محفل میں نہیں صبح کو رہتا اثر شمع
ماندہ سمجھ کے چھوڑ گیا کارواں مجھے
جرار
پر گئے پر جیسے معزولی میں ہو عامل اداس
پیری کے دور پہنچے جب کشور بدن میں
جرار رخت زیست کو ہم کیا رفو کریں
خزاں رسیدہ کو تیغ قضا کے چرکے ہیں
پیام موت یہ موئے سفید سر کے ہیں
خزاں میں نغمۂ فصل بہار کیا کرتے

ہوی پیری میں اس گھر کی سی حالت خانۂ تن کی	در و دیوار گر گر جس مکاں کا اٹھ نہیں سکتا	جرأت
صبح پیری کا گر نہ ہوتا خوف	تب مزہ تھا شب جوانی کا	"
ہیں عیاں پیری سے اب آثار موت	ہے بہار نوجوانی چند روز	جلالی
کہاں پیری میں وہ روشن بیانی	زباں کو ہے چراغ صبحدم کی	"
اپنے قد خمیدہ کو سیدھا نہ کر سکا	رستم کا بھی نہ زور چلا اس کمان پر	"
میر جویا سر میں اب آنے لگے موے سفید	ہیں نشاں یہ کاروان عمر کی رفتار کے	جویا
اڑا یا چہرہ سے رنگ ارغوانی زرد باقی ہے	غبار کاروان عمر کی کچھ گرد باقی ہے	"
گیا شباب تو سر ضعف سے سفید ہوا	اڑاتا خاک ہے سر پہ یہ کارواں کے لئے	"
شباب آخر ہوا سر میں سفیدی آگئی	روانہ ہو گیا ہے قافلہ اور گرد باقی ہے	"
برا کہتی ہے عہد پیری کو خلق	جو حق پوچھو ہیں یہ حقیقت کے دن	جوہری
طفلی تو گئی کھیل میں پھر پھر کے جوانی	اب بیٹھو ضعیفی میں یہ ستانے کے دن ہیں	"
پیری میں وہ فروغ خرد کب ہے جوہری	دیتی ہے نور مہ کو نمود سحر جواب	"
جوہری گزری جوانی کی وہ رات	صبح پیری ہے اٹھو اب خواب ہے	"
ہیں ضعیفی میں جوانی کے کہاں وہ حوصلے	اب جگر ہی اور ہے جی اور ہے دل اور ہے	"
زندگی جتنی کٹی ابتک وہ کلفت میں کٹی	دیکھئے دکھلائے کیا پیری میں یہ چرخ بریں	حیرت
سرکشوں کی بھی تو پیری نے جھکائی گردن	آخرش سنگ حوادث سے ہوا چور گھمنڈ	"
کیوں نہ ہو روح کو اس جسم خمیدہ سے گریز	کچھ بھروسا نہیں گرتی ہوئی دیواروں کا	"
کوچ کی حالی کرو تیاریاں	ہے قوے میں دمبدم اب انحطاط	حالی
آلگا حالی کنارہ پر جہاز	الوداع اے زندگانی الوداع	"
وہ دل ہے شگفتہ نہ وہ بازو ہیں توانا	پہنچا ہی بس اب کوچ کا تم سمجھو زمانا	"
ہوے تم نہ سیدھے جوانی میں حالی	مگر اب مری جان ہونا پڑے گا	"
غفلت نہیں لازم پیری میں ہشیار ہو کوچ کی فکر کرو	اے قافلہ والو صبح ہوئی سونے کا ہے یہ مقام نہیں	خلیل
آئی پیری تو کہاں رنگ جوانی کی بہار	کہ بگڑ جاتا ہے تصویر کہن کا کاغذ	داغ
عہد پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا	ہائے طفلی کھیلنا کھانا اچھلنا کودنا	ذوق
وقت پیری شباب کی باتیں	ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں	"
نہیں خضاب سے مطلب ہمیں یہ موے سفید	سیاہ پوش ہوے ماتم جوانی میں	"
زیادہ ہوتا ہے پیری میں نفس امارہ	یہ بالوں کی سپیدی شیر ہے اس مار رہزن کو	"
ہو جاتی ہے زیادہ گرانباری گناہ	پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیر بار پشت	"
لحد کو چاہئے یوں پیر پشت خم دیکھے	سرا کو جیسے تھکا اونٹ دمبدم دیکھے	"
خزاں پر آگئی ہے اب بہار زندگی ذاکر	چلی گلشن میں پیری موت کی صرصر خدا حافظ	ذاکر
رضی شباب جو کھویا گیا ہے پیری میں	ہم اسکو ڈھونڈھتے پھرتے ہیں سر جھکائے ہوے	رضی
ضعیفی میں سب عضو تن گھٹ گئے	مگر ایک دوہری کمر ہو گئی	سمجھو
موسم شیب میں بیفائدہ ہے لعب شباب	کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزاں پر آیا	سودا

پیری

شعر	شاعر
عہد پیری آگیا ہشیار ہو اے غافلو / آنکھیں کھولو دیکھو روز روشن ہو گیا	طاہر
پیری نے سب سکھا دیئے آداب انکسار / اپنے سلام کے لئے ہم آپ ہی خمیدہ ہوں	ظہیر
غافلو عالم پیری ہے کوئی دم کے بیٹھو / دیکھو لڑکوں کی طرح کیوں ہو اچھلے پھرتے	ظفر
کیا جوانی کا بھروسا کرے ہے آخر پیری / بچپنا سرسبز ہے پھر خشک ہے انجام میں شاخ	”
بچپن ہستی کا ہے اگر گزری نہیں عمر رواں / پیری میں تیرا صورت پل کیوں ہوا	”
قد دوتا پیری میں ہزاروں مرض بڑھے / پیری ہے یا کہ لاکھ عیب ہے درد کمر شروع	عالم
درد جگر کے ساتھ ہے درد نہ جائے گا / جھکا جو روز پیری تو غفلت نہ جائے گی	عیش
جاگو کرو خاتمہ جوانی کی رات کا / گئی شام جوانی ہے زمانہ صبح پیری کا	عزیز
بس اب اٹھو سونیوالے ہو گیا ہے نور تارے کا / صیقل کی ہے پیری نے کہ تو دیکھ اپنی ہستی کو	”
نہیں یہ جھریاں ہیں جوہر آئینہ اعضا / قد خم گشتہ ہے سرکا ہے تو جھکا طاعت میں	”
کئے دن سرکشی کے دعوے نخوت کے ہٹا دیا	[illegible]

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
شوق ہے آغاز پیری اب کہاں لطف شباب	دوپہر ڈھل ہی گئی وقت زوال آہی گیا	شوق
آگئی پیری بھی صد حیف یہ قسمت کا لکھا	جھریاں منہ پہ پڑیں صورت سطر افسوس	شائق
جب آئی پیری تو کر ترک سب ہوا و ہوس	کسی طرح سے مناسب نہیں شباب کی حرص	”
عیاں ہے چہرہ سے آثار سب بڑھاپے کے	یہ لوگ کرتے ہیں پیری میں کیوں خضاب کی حرص	”
جوانی کے پیری نے ساماں مٹائے	ہوا باغ سونا خزاں سے اُجڑ کر	شاد
آگئی پیری جوانی جا چکی	اب بہار زندگانی جا چکی	شعار
حرص پیری میں جوانی کی عبث ہے شیخ جی	کب بھلا سرسبز ہوتے ہیں شجر سوکھے ہوئے	صابر
پیری سے جا بجا نہیں تن میں سفید بال	غافل یہ خط سپیدۂ صبح کفن کے ہیں	صفی
بڈھے سے کسی جواں نے پوچھی یہ بات	کیا ڈھونڈھتے رہتے ہو جھکے تم دن رات	”
اس نے یہ کہا ارے جوانی بابا	جو خاک میں مل گئی ہے ظالم ہیہات	”
طفلی بھی ہوئی آہ جوانی بھی تمام	پیری کا بھی ہونا ہے یہی کچھ انجام	”
مائل سو خاک ہے جو قد پر خم	اب ڈھونڈھ رہا ہے اپنی راحت کا مقام	”
ہشیار اے ساکنان میخانۂ عمر	ہر گام پہ ہے لغزش مستانۂ عمر	”
رعشہ نہیں اعضا میں نقاہت کے سبب	پیری میں چھلک رہا ہے پیمانۂ عمر	”
غم نقد حیات لوٹنے ہی کو ہے	یہ رشتۂ عمر ٹوٹنے ہی کو ہے	”
پیری میں کمر جھکی تو کیا دم کا قیام	اب تیر کماں سے چھوٹنے ہی کو ہے	”
کب قد ہیں بوجہ ناتوانی ہے یہ خم	خمیازہ کش سے جوانی ہے یہ خم	”
پیری میں ہے رخصت کا زمانہ جو قریب	آغوش وداع زندگانی ہے یہ خم	”
ہے توسن عمر گزران گرم شتاب	طفلی کا زمانہ ہے نہ ہنگام شباب	”
پیری کا خم پشت سے ہے یہ مقصود	غافل سمجھ اس عہد کو بھی پا بر رکاب	”
جب زور نے طعنہ ناتوانی کو دیا	پیری نے ہر الزام جوانی کو دیا	”
جھک کر جو کیا قد خمیدہ نے سلام	طاقت نے جواب زندگانی کو دیا	”
روٹھا ہے شباب اسطرح تو ہم سے	رکھا نہ تعلق بھی سر مو ہم سے	”
یہ قد دوتا یہ جھریاں کب ہیں ضعفی	پیری بھی ہے آہ چین یہ ابرو ہم سے	”
پیری آئی دیا پیام رخصت	ہے بہر حواس اذن عام رخصت	”
یہ قد دوتا کا ہے اشارہ غافل	کرتی ہے تجھے زیست سلام رخصت	”
دل میں ہوس درہم و دینار نہ رکھ	خم پشت ہے عصیاں کا بہت بار نہ رکھ	”
پیری میں سر اس غرض سے ہلتا ہے ضعفی	یعنی دنیا سے اب سروکار نہ رکھ	”
لو سوئے چراغ صبحگاہی نہ لگا	دل جز طرف یاد الٰہی نہ لگا	”
پیری کو شباب سے نہ دے رنگ شباب	اے شیخ سپیدی میں سیاہی نہ لگا	”
وقت پیری قد خم گشتہ سے مجبور رہے	جھک کے ملتے ہیں جوانی میں جو مغرور رہے	طاہر
طاہر اٹھو صبح پیری آگئی	چاہئے اب فکر طاعت کچھ نہ کچھ	”
رہا کرتی ہے اب دونوں کی حسرت عہد پیری میں	جوانی میں زمانہ یاد آتا تھا لڑکپن کا	”

دم لغزش خبر دی رعشۂ اندام نے غافل	لب بام آگیا ہے آفتاب زندگی تیرا	عزیز
قوتیں تن سے سفر کرتی ہیں پایان شباب	کوچ کا قافلہ کا وقت ہے کچھ رات رہے	"
کوئی پیروں کے دل سے پوچھے دل پر کیا گزرتی ہے	جو باتیں یاد آتی ہیں ضعیفی میں جوانی کی	عاقل
گھٹی عمر اور بڑھی حسرت غضب ہے	جو پہلے تھی قناعت وہ نہیں ہے	عاشق
موئے سفید ہیں جو نشان رہ عدم	منزل پہ جائیگا یہ مسافر سراغ سے	"
پیری نے لطف زیست ملایا ہے خاک میں	وہ ولولے جوانی کے لاتے کہاں سے ہم	"
پیری نے یہاں تک چمن حسن کو لوٹا	باقی نہ حسینوں کی رہی صوت حسن تک	"
پیری میں اپنے موئے سیاہ جب ہوئے سفید	ثابت ہوا کہ شب کا ہے قائم مقام روز	"
عبث ہے پیر جو دعوے کرے جوانی کا	وہ دن وہ حوصلہ وہ فکر وہ دماغ نہیں	"
پیری میں یاد آتی ہیں اگلی جہالتیں	وہ ولولے کہاں ہیں وہ ہمت کدھر گئی	"
حیف پیری میں گوہر دنداں	آبرو کی طرح نہ جا کے ملے	
مضمحل ہوگئے قوائے غالب	وہ عناصر میں اعتدال کہاں	غالب
غرض پیری نے پانچوں عیب شرعی کر دئیے پیدا	بدلدی شکل صورت مسخ کر دی اک قلم گویا	فاروق
صبح پیری واقعی سرمایۂ غفلت ہے فیض	ہوگئی ہے بھور وقت آیا مرے آرام کا	فیض
گزرا آشوب حزن میں گو مرا دور شباب	داغ حسرت ہے عبث پیری میں اس ایام کا	فدا
پیری میں ذوق و شوق کی مٹی خراب ہے	وہ عمر اب نہیں رہی وہ دل نہیں رہا	"
پیری میں کام دل کا زمانہ نہیں رہا	ناحق نصیب کم سے فدا اب نبرد ہے	"
شیب میں زندگی وبال ہوئی	سب نشاط جہاں ملال ہوئی	"
پیری میں امید زیست ناداں	دھوکا تجھے کس نے یہ دیا ہے	"
گزر گئے ایام جوانی ہوگیا رخصت جوش و خروش	پیری نے مجبور کیا کچھ ہمت و طاقت نہیں رہی	"
پیروں کی ہے معاش جوانوں سے خوبتر	کیا فیض و لطف عام ہے رب العباد کا	"
آئی پیری گیا شباب فروغ	ہے خزاں چل بسی بہار افسوس	فروغ
دے طول امل نہ وقت پیری	شب تھوڑی ہے قصہ مختصر کر	قائم
موت سے غافل نہ رہ پیری میں اے ناداں کہ صبح	یک بیک ہوجائے ہے ظاہر شب مہتاب میں	"
ضعیفی میں بشر لہو و لعب کو ترک کرتے ہیں	سفیدی موئے سر کی نور ہے کیا چشم عبرت کا	قلق
قلق ہر وقت اب ہے سامنا تکلیف پیری کا	جوانی لوٹ کر سب لے گئی اسباب راحت کا	"
اب اے قلق وہ جوش وہ بدمستیاں کہاں	پیری اتار دیتی ہے نشہ شراب کا	"
پیری نے ہم سے سب کا عوض لے لیا قلق	جو جو مزے اٹھائے تھے عہد شباب میں	"
عہد پیری میں حلاوت کچھ کسی شئے کی نہیں	سب جوانی کے ہے دم تک زندگانی کا مزہ	"
جسے کہتے ہیں سب دنیا میں پیری	یہی شام جوانی کی سحر ہے	"
جوانی سے زیادہ ہوتے ہیں غافل ضعیفی میں	نسیم صبح چلتی ہے تو غفلت آ ہی جاتی ہے	"
قدر پیری میں ہوا پا برکاب	صبحدم کوچ کی تیاری کی	قدر
رنج پیری سے ناک میں دم ہے	گاہ گھٹنوں میں گاہ کمر میں درد	"

پیری میں قد دوتا جو ہوا یہ دلیل ہے	یعنی کہ زندگی بھی ہوئی بار ان دنوں	ہمدم
اب ہے پیری میں وہ کہاں ہمدم	خط جو عہد شباب میں دیکھا	"
پیری میں اوج نور جوانی کہاں رہا	ہوتا ہے ماہ شب کا تنزل علے الصباح	"
بڑھاپا بھی عجب استاد ہے جسوقت آتا ہے	تو سرکش کو بھی آئین ادب دانی سکھاتا ہے	یکتا

تجربہ

دلیل پختہ کاری ہے رجوع مسکن اصلی	ثمر ہوتا ہے جب پختہ زمیں پر خود ٹپکتا ہے	امیر
اسی کے واسطے آنکھیں خدا نے دیں ہم کو	کہ روز و شب یہ سفید و سیاہ دیکھتے ہیں	داغ
حال کھلتا ہے بد و نیک کا وقت بد ہیں	جوہر تیغ عیاں ہوتا ہے عریانی پر	رند
برسوں دشت جہالت میں گمراہ بھٹکتے پھرتے ہیں	کھاتے ٹھوکر جب آتے ہیں عقل و شعور کے رستہ پر	ظفر
راحت کے لئے پختگیٔ کار ہے درکار	خامی کے سبب خون ہے دل رنگ حنا کا	عاقل
غضب ہے جہاں کی بلندی و پستی	بہت ٹھوکریں ہم بھی کھائے ہوئے ہیں	عاشق
پھر کیا نظر میں آئے ہمارے یہ دہر دوں	عالم بہت سے دیکھے بہار و خزاں کے ہیں	"
عیب کراہیت سے مبرا ہے پختگی	جب تک ہے خام باقی ہے بد بو پیاز میں	فدا
اک عمر میں آتا ہے جو کچھ آتا ہے جس کو	استاد کوئی طفل دبستاں نہیں ہوتا	میکش
سرد و گرم دہر سے ہوتا ہے آدم تیز ہوش	آب و آتش سے ہے پیدا برش شمشیر ہے	نساخ
پختہ مغزوں کو تعلق ہو نہ کشت دہر سے	جو بھنا دانہ نہ پھر زیر زمیں مدفوں ہوا	ہرچند

تجسسِ مقصود

جب تک کہ دل ہے چاہئے ہم کو تری تلاش	جب تک چلے زبان تری گفتگو کریں	امیر
وصل بت ہوتا نہیں ہے یا خدا ملتا نہیں	ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں	"
منزل مقصود کہتے ہیں جسے وہ راہ ہے	جان دے دیکر کیا کرتے ہیں سب جسکی تلاش	بیدل
شوق کامل ہو تو پھر خضر کی حاجت کیا ہے	دو قدم منزل مقصود ہے کچھ دور نہیں	ثاقب
کام کیا پھولوں سے خواہاں اس مصور کا ہوں میں	جس نے کھینچا ہے مرقع گلشن ایجاد کا	جرار
پھرتا ہوں پھول پھول کو گلشن میں سونگھتا	یارب گل مراد مرا کس چمن میں ہے	داغ
شوق مجھ کو منزل مقصود کا	اور طاقت دیکھی رحمت جواب	رحمت
وہ کٹھن تھی منزل مقصد کی راہ	آشنا نا آشنا سب تھک گئے	رمز
فہیم وہ ہی ہے آفاق میں ترا جویا	کہ جس میں پائیے تجھے اس میں بہتری جانے	سودا
کیوں سر منزل ہے ناظر تم کو رہبر کی تلاش	نقش پا خود سلسلہ ہے جادۂ مقصود کا	ناظر

تجسس مقصود

کس کو عالم میں تلاش منزل مقصد نہیں — ماہر
گرد اڑتی ہے ہوا سے دامن رہگیر میں

کوئی کافر ہو کہ مومن یار کا ملنا ہے شرط — منت
کعبہ ہو یا دیر دونوں منزل مقصود ہیں

آب حیواں لینے اسکندر گیا ظلمات کو — ہرچند
اہل ہمت اپنی تلاشی صاحب تاثیر ہیں

عمر گزری خضر کو صحرانوردی میں مگر — یکتا
منزل مقصود کا اب تک پتہ پایا نہ کچھ

ترک دنیا

جہاں کا چھوڑنا اہل جہاں کو کب گوارا ہے — امیر
نہایت ہجر گلشن شاق ہے مرغان گلشن پر

ترک دنیا ہے جسے کہتے ہیں آزادی امیر — "
جو گرفتار علائق ہے یہاں دیوانہ ہے

ترک دنیا کی تو پائی ہیں نے آفت سے نجات — "
تن کو نقش بوریا ہے فقر و فاقہ میں لطف

اہل دنیا جمع مقصد سے اٹھاتے ہیں جو لطف
ترک مقصد سے ہیں حاصل وہ مقصد ہو گیا

[illegible]

مصرع	مصرع	شاعر
ہوا ہوں ترک اسباب جہاں سے اسقدر فارغ	کھلا رہتا ہے راتوں کو بھی دروازہ مرے گھر کا	اسیر
دوست سے مطلب نہ دشمن سے ہمیں اس باغ میں	گل گریباں میں نہیں ہے خار داماں میں نہیں	״
ترک دنیا سے ملا دامان یار	دست کوتہ کی رسائی دیکھیئے	
پختہ وخام جہاں سے مجھے کچھ کام نہیں	نقرۂ خام ہے درکار نہ سونا پکا	״
تارک دنیا ہوں میں مجھ کو جہاں سے کیا غرض	اس زمیں سے کیا غرض اس آسماں سے کیا غرض	״
رتبۂ تجدید اگر چاہے تعلق ترک کر	ریزش پر مرغ نکہت کو پر پرواز ہے	״
شغل تعلقات سے انساں فقیر ہے	ترک تعلقات کرے بادشاہ ہو	
جوانمردوں کی شہرت ہے جہاں میں ترک شاہی سے	قیامت تک رہے گا نام ابراہیم ادہم کا	״
دنیا و دیں کی چاہ قیامت کا روگ ہے	اچھے رہے وہی جو ہوئے مبتلائے دوست	اختر
واعظ کمال ترک سے یاں ملتی ہے مراد	دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبےٰ بھی چھوڑ دے	اقبال
آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں تارک دنیا ترے	گر خزانہ بادشاہ ہفت کشور بھیجدے	اشک
خاصان حق نہ طالب دنیا ہوئے کبھی	دو دن کے واسطے کوئی کیا بادشاہ ہو	״
تارک دنیائے دوں ہوتے ہیں یوں عزلت گزیں	بن گئے گویا کہ نقش بوریا زنجیر و طوق	״
ہوس دل نے نہ کی دنیاے دوں میں گھر بنانے کی	رہے ہم اس چمن میں طائر بے آشیاں ہو کر	
بوریا تارک دنیا کے لیئے کافی ہے	جن پکڑے گا جو اس نقش کا عامل ہوگا	״
دنیا کو ترک کرکے وہ حاصل ہوئے مزے	کمل بھی رشک قاقم و سنجاب ہوگیا	״
لذت سے ترک کرکے ہو دنیا کا رنج دور	پرہیز بھی دوا ہے جو بیمار نے کیا	آتش
گور میں بھاگ اہل دنیا سے	خلوت اس انجمن سے بہتر ہے	״
نہیں اک مرد کو دنیا سے مطلب	مریں نامرد اس زن پر ہزاروں	״
طے کر چکوں کہیں میں نشیب و فراز دہر	تا چند ٹھوکریں یہ بلند و پست کھائے	
ہستی کو مثل نقش کف پا مٹا چکے	عاشق نقاب شاہد مقصود اٹھا چکے	״
کسی کے ساتھ دنیا نے وفا ہی کی نہیں اب تک	تو میں کیوں ہو رہوں اسکا جو میری ہو نہیں سکتی	اکبر
کسی کے خیر و شر سے کیا ہمیں کام	نہیں رکھتے ہیں ہم اپنی خبر تک	باقی
تارک دنیا کسی ملت میں بیگانہ نہیں	لاکھ گلیوں میں گزرتا ہے فقیر اللہ کا	بحر
سلطنت کرتا ہے اپنے بوریئے پر ہر فقیر	چھوڑ کر عالم کو پایا رتبۂ عالمگیر کا	״
ہجوم اندوہ یاس کا ہے اب ایسے جینے میں کیا مزہ ہے	کمال دنیا سفل بھٹا ہے کہیں بھی پیوند ہے زمیں کا	״
دنیا کے خیالات کو دلمیں نہ جگہ دیں	خلوت گہ محبوب میں کیا کام کسی کا	״
ترک دنیا سے خوشی اس مرتبہ حاصل ہوئی	اپنے جامہ سے ہر اک درویش باہر ہوگیا	״
ہم نے جب قطع علائق پہ ارادا باندھا	پھاڑ کر خلعت شاہی کو لنگوٹا باندھا	״
عقبےٰ کو چاہتا ہے تو دنیا کو ترک کر	عزت کی آرزو ہے تو کسب علوم کر	״
راحت نہیں دنیا میں نہ دنیا کی ہوس کر	پرہیز کو اس سے اسے آزار سمجھ کر	״
دور جہاں میں قطع تعلق ہے سلطنت	آزاد کی جبیں پہ الف ہے لوائے عیش	״
کیا شبہ کہ دنیا کے علائق سے بری ہو	زندہ کو جو مردہ کی طرح بے خبری ہو	״

پیر دنیا

وہی بندہ ہے جو علائق سے جو آزاد رہے — یاد مولا کی رہے اور نہ کچھ یاد رہے — بحر

سفینہ پیر الحال کو یہ پیر سے کرنا چاہئے — رنج عقبےٰ ہو جو عارض ترک دنیا چاہئے — ״

بحر جو جیتے ہوئے کام آئے وہ درکار ہے — ایک تسمہ ایک تہبند ایک چادر چاہئے — ״

مشغلہ راہ عدم ہوگا نہ دنیا کا فروغ — یہ چراغاں ہیچ ہے دل اپنا روشن چاہئے — ״

بھاگ دنیا سے کہ بہتر ہو وحشت سے نجات — چوک جاتا ہے وہ اکثر جو وحشت نہ دور ہے — بیان

سب ہیچ یہاں سے تب ہم جائیں گے ہو لیں گا — جب ہاتھ کو وہ اپنے دنیا سے دھو لیں گا — تسلیم

چھوڑ نے سے اسباب جہاں آزاد ہو کر بیٹھ رہ — پھینک بیشتر سامان کے سامان چھوڑ — ״

جو فقیری میں مزہ ہے بادشاہی میں کہاں — بیٹھ چلکر دشت میں قصر رفیع الشان چھوڑ — ״

چاہتا ہے گر فنا کے بعد کچھ لطف بقا — محو ہستی سے مانند نگیں اٹھا نام چھوڑ — ״

پایمال کیوں ہوں پست و بلند جہاں سے ہم — بازآئے اس زمین سے اس آسمان سے ہم

اٹھا یا کوہ

ترکِ دنیا

سفیر اکسیر کا رتبہ ملا ہے ترک دنیا سے — سفیر

[illegible] — شہیدی، شہید، تسنیم، صادق، ماہر، ظفر، منیب

اٹھایا کوہ رستم نے اگر تو سخت ناداں ہے	اٹھانا دل کو دنیا سے عجب کار نمایاں ہے	تسلیم
رنگ یہ دیکھکر چمن کا تراب	دل تماشائے بوستاں سے گرا	تراب
عاقبت کام نہ آئے گا کوئی حق کے سوا	خلق سے تجھ کو تراب اتنی محبت ہی عبث	"
کچھ لائے نہ لے گئے جہاں سے	آئے اور چلے گئے جہاں سے	"
ٹوٹی جو تراب جگ سے امید	شکوے اور گلے گئے جہاں سے	"
جہاں سے کچھ نہ ہو جس کو تعلق	نہیں کوئی دکھا ایسا جہاں میں	"
جس قدر ہو بے تعلق اسقدر آرام ہے	دل لگانا ہے برا مجنوں ہو یا فرہاد ہو	
حوادث کا نہیں غم تارک اسباب دنیا کو	نہیں کچھ خوف آندھی کا چراغ دست موسیٰ کو	تعشق
ہم یاد رہے دعوے بیجا نہ کرینگے	مٹ جائیں مگر خواہش دنیا نہ کرینگے	ثاقب
خیال و خواب ہیں دنیا کے سارے راحت و رنج	لگائے ان سے نہ دل مرد عاقل و دانا	جگر
پھیلاتے نہیں ہاتھ گدا شاہوں کے آگے	دولت کی طلب تارک دنیا نہیں کرتے	جنون
عقبےٰ کی طلب رہتی ہے خاصان خدا کو	وہ دولت دنیا کی تمنا نہیں کرتے	"
ہے خلاف مردمی انساں کا ہونا زن مرید	دے طلاق اس زال دنیا کو جنوں جو مرد ہو	"
دولت دنیا سے دیکھے گا تنفر گر مرا	طائر تصویر حیرت سے ہما ہو جائے گا	"
گلشن کے نیک و بد سے غرض سرو ساں نہیں	خواہاں نہ میں خزاں کا نہ طالب بہار کا	"
کیا کام ہم کو دیر سے کعبہ سے کیا غرض	اپنا تو دل جہان سے بیزار ہو گیا	حیرت
چشم عبرت سے تو اس دنیا کو دیکھ	سانپ مردہ کی طرح بس اس کو پھینک	"
بہت یاں ٹھوکریں کھائی ہیں ہم نے	بس اب دنیا کو ٹھکرانا پڑے گا	حالی
لگاؤ تم میں لاگ زاہد نہ درد الفت کی آگ زاہد	پھر اور کیا کیجئے گا آخر جو ترک دنیا نہ کیجئے گا	"
دل تو اپنا پھر چکا ہے زال دنیا سے مگر	رہزن دل ہیں ابھی اسکی ادائیں خاص خاص	"
دنیا سے اے خلیل کنارہ ہی خوب ہے	یہ زن مدام قابل ترک و طلاق ہے	خلیل
ترک دنیا خوب ہے حرص و ہوا اچھی نہیں	ہر کس و ناکس کے آگے التجا اچھی نہیں	"
کار دنیا کے تئیں چھوڑ کے رہنا خاموش	اور کاموں سے یہ بیکاری کا ہے کام بھلا	خاموش
سراپا پاک ہیں دھوئے جنھوں نے ہاتھ دنیا سے	نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک	ذوق
میں کاش عمر رواں تجھ کو چھوڑ کر بھاگوں	طلسم خانۂ ہستی کو توڑ کر بھاگوں	سرور
چھوڑ دے دنیا کو جو کوئی بزیر آسماں	ہمت حاتم کو پہنچے اسکے کب پاسنگ دست	سودا
چھوڑ دنیا کو کہ اس مادر بے مہر کا اب	پھریگا کب تلک تھامے ہوئے گودن دامن	"
اسباب جہاں دل نے کیا جب نظر انداز	پوچھا جو میں کیا دیکھے ہے دیوانے، کہا ہیچ	"
ترک دنیا ضرور ہے سید	آپ کو رکھ تو خلق سے روپوش	سید
صد آفریں ہے قحبۂ دنیا کو دے طلاق	دل تجھ سے ایک کام یہ مردانہ ہو گیا	سعید
بن بن کے پاس آئی دنیا ہمارے لیکن	اس بیسوا کے جانب ہم نے کبھی نہ تھوکا	سخن
ہو گئے تارک دنیا تو ملی ہے عقبےٰ	ایک شئے کھوئی ہے جب دوسری شئے ہاتھ آئی	سفیر
میری خواہش نہ کرے میں نہیں خواہاں اسکا	زال دنیا سے کہو ڈھونڈھ لے بوڑھا کوئی	"

عشقِ دنیا

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
عیش دنیا سے نہ ہو عیش منغص تیرا	خاک ڈال اسپہ کہ ہے ترک ہی اسکا نسب	عیش
گر حقیقت میں ہے تو سالکِ راہ وحدت	چھوڑ دنیا کو دلا کافر و دیندار سے بچ	عاشق
دل اگر چاہو بچے نار جہنم سے اُسے	کاروبار زال صد شوہر سے رکھو بے غرض	〃
دل کو ہٹاؤ خانۂ دنیا سے چند روز	ڈالو نہ چند روز کی بنیاد کی طرح	〃
تجرد مناسب ہے دنیا میں آج	محبت نہیں ہے مروت نہیں	فدا
آرائش دنیا سے ہیں خاصان خدا پاک	پیکاں نہ چڑھے کوئی کبھی تیر قضا پر	قدر
خوش نفس رہتے ہیں دنیا کے خلائق سے جدا	روح کو ہرگز نہیں ہوتی کفن کی احتیاج	〃
جو زمانہ کے ربط کو ترک کیا نہ پھنسے کبھی ہم دام ریا	جو تعلق خلق کو چھوڑ دیا کبھی دام قفس میں ہا نہ رہا	〃
میں ہوں دنیا میں شہ کشور ترک دنیا	عوض چتر ہو ظل شہ مردان سر پر	قلق
دنیا سے ہاتھ دھوئیں کہ سب آرزو کریں	زاہد بھی آ کے سجدہ کریں اور وضو کریں	گویا
جو ملک دیں لیا چاہے تو بس دے چھوڑ دنیا کو	کہاں تھی سلطنت پہلے یہ ابراہیم ادہم کو	〃
لائق یہ گزری بادیہ پیمائی میں جو عمر	بزار ایسی دولت اسکندری سے ہم	لائق
مال و جاں لے کے بھی دنیا نہیں کرنیکی وفا	بھاگ او خانۂ رہزن کے ٹھہرنے والے	منیر
ڈرتا ہے کیوں عجوزۂ دنیا کو دے طلاق	عاشق وہ تیری ہے نہ تجھے فکر مہر ہے	〃
زوال دنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے	میر
دنیا سے درگزر کر گزر کہ عجب ہے یہ	درپیش یعنی میر ہے جانا جہاں سے بھی	〃
جانا جو مقرر ہے مرا دار فنا سے	اس بستی کے میں ہوں در و دیوار سے ناخوش	〃
ہے پرغبار عالم جانا ہے یاں سے اچھا	اس خاکداں میں رہکر کیا کوئی خاک چھانے	〃
دنیا سے ربط صاحب دنیا نہ کیجئے	او زن مرید ہمت مردانہ کیجئے	مہر
دنیا کے چھوڑنے کا ہمیں رنج کیا ہو مہر	لائے تھے کچھ نہ ساتھ نہ کچھ چھوڑ کر چلے	〃
دنیا کے لوگ چاہئے دنیا کے واسطے	ہم بیٹھیں اس عجوزۂ مکار سے الگ	〃
جو تعلق سے جہاں کے دور ہے	شاد ہے آباد ہے مسرور ہے	منتہی
ترک جس نے کیا ہے دنیا کو	مرد دانا ہے شخص عاقل ہے	〃
دنیائے دوں کے پاس نہ پھٹکے گا وہ کبھی	اس دہر بے ثبات میں جو ہوشمند ہے	〃
نہ خواہش مسند جم کی نہ مطلب فرش قالی سے	گدا کو بوریا بہتر ہے شاہوں کی نہالی سے	〃
دل کو دنیائے دنی سے نہیں رہتی رغبت	بت ہرجائی سے رکھتا میں سروکار نہیں	〃
جو ہیں دنیائے دوں پرستی پر	منتہی دوران سے بیٹھتے ہیں	〃
منہ پھیرا جو دنیا سے تو عقبےٰ نظر آئی	احوال کھلا غیب کا آنکھیں ہوئیں کیا بند	〃
ایک رتبہ آنکھوں میں شاہ و گدا کا ہو گیا	قطع اپنا جس گھڑی دست تمنا ہو گیا	〃
زال دنیا سے سروکار نہیں رکھتا ہوں	شکر خالق کا طبیعت مری مردانہ ہے	
کر اُس سے محبت کہ جو ہے ساتھ ابد تک	یہ کام نہ آئیں گے جو ہیں خویش و پسر آج	میکش
چھوڑ دنیا کو اور عقبےٰ چھوڑ	ہاتھ سے اب نہ دست مولےٰ چھوڑ	〃
دین و دنیا میں گرفتار ہے وہ غافل ہے	چھوڑ بیٹھا ہے جو ان سب کو وہی عاقل ہے	محب

ترک دنیا

شعر	شاعر
نجات دو جہاں جو جانتے ہیں ترک خواہش کو انھیں زاہد بھلا پھر رغبت حور و جناں کیوں ہو	محب
تارک دنیا کو بھی غم سے نہیں ملتی نجات دل ہے [illegible] ہر شے ہے شاد کبھی ناشاد بھی	مصحفی
زہد ہے یہ ترک کر دنیا کی لذت اے عزیز [illegible] دولت ہے منہ میں لے کے کیا [illegible] جہاں کو	〃
اے مصحفی دل جس نے اٹھایا ہے جہاں سے اٹھتے ہوئے وہ یاں سے یکبار اٹھا ہے	〃
ترک دنیا ہی کا ہے نام تو آزادی [illegible] ہاتھ پھیلا نہ کبھی پاؤں کو زنہار نہ کھینچ	〃
ایک دن اسباب سب کا کھینچ لیویگا جہاں ایک ہی اسباب ہے مسکین گزارہ دیا ہے	مسکین
پہلے ہی [illegible] دل عالم ہستی کا خیال چھوڑ دو حضرت سبب سوچ لو کیا رکھا ہے	منصف
چند روزہ ہے یہ سب [illegible] زر و زمین تارک دنیا کو بدنامی سے ہوتا ہے نام و ننگ کا	ناسخ
خوف ہے آزادوں کو کب [illegible] اوست درویش ہر جا کہ شب [illegible] کی احتیاج	〃
خانہ بدوش کو نہیں کچھ غم جہان میں پایا ہے لطف راحت و آرام درویش پر	〃

سحر

ترک وطن

ہوں گرد باد وادیٔ غربت بتاؤں کیا
جانا کہاں ہے اور ہے میرا وطن کہاں — بیخود

اسیر مصر ہوئے چھوڑ کر وطن یوسف
بڑے بڑوں نے یہ عز و جاہ کی گردش — ہجر

دوستو دل کا کدر خاک وطن سے جا چکا
میرے آئینہ کو ہے گرد سفر کی احتیاج — "

جیٹھ ہو جانے دے آنے دے اساڑھ
خوش نہیں گرمی کے موسم میں سفر — ثاقب

مت کر آغاز محرم میں سفر
ناروا ہے عشرۂ غم میں سفر — "

وطن کو چھوڑ کے ایسے ہوئے ہم آوارہ
نہ آئی یاد بیاباں میں کبھی گھر کی — تسلیم

عہد غربت کی مصیبت کا گلہ کرنا عبث
چین کیا حاصل تھا یاران وطن کے دور میں — "

تنگ آیا ہوں وطن سے میں شرر کی صورت
پھر نہ آؤں گا نظر جس گھڑی گھر سے نکلا — "

یوسف عزیز دہر جا مصر میں ہوا تھا
ذلت جو ہو وطن میں تو کوئی دن سفر کر — "

رکھے جو مد نظر شوق آبرو انساں
تو چاہیے کرے ترک وطن گہر کی طرح — توفیق

کسی سے دل نہ اس وحشت سرا میں ہیں نے لگایا
خرابات جہاں میں ترک عشرت کرتے ہیں دانا — بیخود

اگر دانا ہے تو اے مرد عاقل
دنیا سے دل اٹھا کے عجب سیر دیکھ لی — ہجر

ایک ہی ہاتھ کا تھا سارا جہاں
ہیچ نظروں میں اگر عالم فانی ہو جائے — "

یہ کہکر ہاتھ دنیا سے اٹھایا اہل ہمت نے
تاج سے مجھ کو نہ مطلب ہے نہ کجکول سے کام — "

دلیل مفلسی ہے سیم و زر کی جستجو کرنا
بے ثباتی ہوئی عالم کی جو ثابت مجھ کو — ثاقب

جس نے دنیا ترک کی مطلوب عقبےٰ ہو گیا
اے ولی ترک علائق دل کو لذت بخش ہے — "

جب موئے تو ساتھ تیرے کوئی واں پہ جائیگا
لطف دنیا میں نہیں جیتے ہی جی سب کو چھوڑ — "

ترک دنیا میں بڑا مرتبہ حاصل ہے دلا
نزدیک اپنے کچھ نہیں رستم کی رستمی — تسلیم

نہ الجھا خار سے دامن کبھی میرے گریباں کا
پسند آیا اسی خاطر خم خالی فلاطوں کو — ناسخ

نہ باید بستن اندر صحبتے دل
اک دوش پہ جنازۂ امید و بیم تھا — "

ہاتھ ہم نے اٹھا کے دیکھ لیا
پھر یہ ہیچمدانی ہمہ دانی ہو جائے — نظیر

مناسب ہے وہاں کے واسطے بھی کچھ اٹھا رکھے
تارک عالم اسباب رہا کرتا ہوں — نظم

یہ دنیا ہے یہاں ترک تعلق سے فراغت ہے
ترک دنیا کو کیا دل نے پسند آخر کار — "

مدعی کے مدعا سے ہے سوا حاصل طلب
جیوں ہے دنیا دار کو فکر سر و ساماں لذیذ — "

زیست ہی میں ساتھ گھر والوں کا چھوڑا چاہیئے
آخر اک روز ہے تو اور شب تنہائی ہے — واسطی

خاکساری ہی بھلی ہے طلب جاہ نہ کر
دنیا کو جس نے ترک کیا ہے وہ مرد ہے — "

وقار

ولی

ہرچند

ہوس

"

ہمدم

ترک وطن

غربت میں پائی مثل گہر آبرو اسیر
رتبۂ عالی اگر چاہے وطن سے کر سفر — توفیق

کبھی نہ ترک وطن کر جو زندگی چاہے
کامل وطن میں اپنے ٹھہرتا نہیں کبھی — "

وطن چھوڑے تو انساں منزل مقصود تک پہنچے
نہ کر ترک وطن ہرگز جو اپنی زندگی چاہے — "

وطن سے ہو سفر مشکل نہ کیونکر خام طبعوں کو
آکے غربت میں ہمیں عیش وطن بھول گئے

تنگ آیا ہوں بہت اہل وطن سے میں اسیر
ہرگز مراد ناوک ہوتی نہیں ہے حاصل

بال جو سر سے جدا ہو وہ نہیں ہوتا سفید
گر نمائش چاہئے اے دل تو کر ترک وطن

میرے جوہر کا نہیں کوئی جہاں میں جوہری

ہم کو سفر وسیلۂ فتح و ظفر ہوا — امیر
ہے ختن میں مشک کم قیمت۔ حلب میں آئینہ — "

بجھا جو سنگ سے باہر کوئی شرارہ ہوا — "
پختہ ہوا تو شاخ سے میوہ ٹپک گیا — "

جدا ہو کر کماں سے تیر جاتا ہے نشانے تک — "
نہیں بجھتے ہیں رہتے ہیں شرر جبتک کہ پتھر میں — "

جدا ہو شاخ سے کب جبتلک میوے میں خامی ہے — "
لطف اٹھایا یہ قفس میں کہ چمن بھول گئے — امیر

کیوں نہ ہو دل کو وطن سے سفر دور پسند — "
جب تک نہیں نکلتا ہے گوشۂ کماں سے — افسوں

عیش غربت آدمی کو رکھتا ہے دائم جواں — "
کان میں جوہر کبھی کھلتا نہیں فولاد کا — انور

مثل گوہر کیوں نہ ہو مجھ کو سفر کی احتیاج — برق

پھولنے پھلنے کی گھر بیٹھے اگر ہوتی امید
نکلے جو گھر سے کوئی تو حاصل ہو کچھ مراد
اچھا وہ سفر تھا کہ رسول عربی کو
گر جنوں میں گھر کی دیواروں ہی سے سر پھوڑتے
جب گہر بحر سے نکلا تو ہوا زیب گوش
در بدر پھر کر کے حیرت منھ پڑے ہر ایک کے
کیوں وطن سے بے وطن ہو کر پھرے بازار میں
ملے جو بے وطنی میں ذرا بھی آسایش
ذوق ہے ترک وطن میں صاف نقص آبرو
کیا وطن میں تھا جو میرے لئے غربت میں نہیں
آبرو گر تجھے منظور ہے کر ترک وطن
للہ الحمد کہ غربت میں وہ راحت پائی
دورۂ شمس و قمر سے ہو گیا ثابت ہمیں
بلبل کو کیا تڑپنے میں دیکھا چمن سے دور
نہال آب نہیں ہے خرمی ماٹی میں غربت کی
آتی ہے نفس سے میرے آواز یہ پیہم
بے ترک وطن مرد کی حرمت نہیں ہوتی
جہاں کے نیک و بد سے واقفیت اسکو کیا حاصل
آسماں اہل ہنر کو نہیں رہنے دیتا
بلبل نہ رہ چمن سے نکلکر چمن کے پاس
تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں قدر
کرتے کس منھ سے ہو غربت کی شکایت غالب
طعن اعدا وہاں نہ شکوۂ دوست
سفر میں بھی اے قدر یہ آبرو ہے
تمام عمر سفر میں جو کٹ گئی کوثر
نہ بیٹھو ابھی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر
شیخ کعبہ سے اٹھ نکل باہر
کیا لطف زیست اہل وطن ہوں اگر عدو
افتادگان وادی غربت کی سرگزشت
کنعاں سے جاکے مصر میں یوسف ہوا عزیز
خام رہتا ہے آدمی گھر میں
خامی جاتی ہے کوئی گھر بیٹھے
یوسف عزیز دلہا جا مصر میں ہوا تھا

مصرع	شاعر
حضرت آدم نہ آتے باغ رضواں چھوڑ کر	ثاقب
گونگے کے خواب کی کوئی تعبیر خاک دے	"
معراج ہوئی باعث تکمیل رسالت	"
نام بھی لیتا نہ کوئی قیس کا فرہاد کا	"
وہی مقصد کو پہنچتا ہے جو گھر سے نکلا	جویا
اب نہ جائیں گے وطن کی اپنے گلیاں چھوڑ کر	حیرت
لعل سے جوہر کو خواری ہے بدخشاں چھوڑ کر	"
عقیق جاکے عدن میں گہر یمن میں رہے	داغ
بجتا پھرتا ہے گہر ہو کر سمندر سے جدا	ذوق
مرد درویش ہوں یکساں ہے مجھے گھر باہر	رند
قدر ہوتی ہے صدف سے جو ہو گوہر باہر	"
دل سے بھولے ہوئے ہم یاد وطن بیٹھے ہیں	"
نام کو شہرت جہاں میں بے سفر ملتی نہیں	سحر
یارب نہ کیجیو تو وطن سے کسی کو دور	سودا
وطن سے مشت خاک اے دل قدم پر باندھ کر لیجا	"
ہے لطف وطن شاد غریب الوطنی میں	شاد
گوہر کی کبھی کان میں عزت نہیں ہوتی	شعار
کہ جو گھر سے کبھی نکلا نہ ہو سیر و سیاحت کو	صادر
قدر جوہر نہ ہو جب تک نہ وطن سے نکلے	ظہیر
ذلت میں عمر کو نہ بسر کر وطن کے پاس	عزیز
بے تکلف ہو وہ مشت خس کہ گلخن میں نہیں	غالب
تم کو بے مہری یاران وطن یاد نہیں	"
دشت غربت وطن سے بہتر ہے	قدر
ٹپکنے میں قطرہ ہے گوہر کی صورت	"
مرے نصیب کے دانے مگر وطن میں نہیں	کوثر
کمان ہاتھ میں لو نشانے بہت ہیں	مصحفی
گھر میں بیٹھے خدا نہیں ملتا	"
غربت میں آبرو سے بسر کر وطن کو چھوڑ	"
کرتا ہے خود بیاں لب خاموش نقش پا	"
عزت کسی کی ہوتی نہیں ہے وطن کے بیچ	میر
پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط	"
پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط	"
پاکیزہ گوہروں کی عزت نہیں وطن میں	"

ترک وطن

شعر	شاعر
خود رفتگی میں چمن وہ پایا کہ کیا کہوں غربت جو مجھ سے پوچھو تو بہتر وطن سے ہے	مومن
مری تقدیر میں چند سے قفس کا آب و دانہ تھا نہ پوچھو ہمصفیران قفس کیونکر چمن چھوٹا	مہر
وطن کے چھوڑنے میں آہ جو دل پر گزرتی ہے اسی کمبخت سے بس پوچھئے جس سے وطن چھوٹا	"
بغیر سیاحی نہیں ہوتا ہے انساں دیدہ ور آنکھ موتی کی نہیں ہوتی ہے روشن آب میں	ناسخ
جور اعدا پر بھی کر سکتا نہیں ترک وطن دھیان آتا ہے جو ناسخ وقت احباب کا	ناسخ
ہیں جفا میں بھی پیاری اہل وطن کی ناسخ مجھ سے چھپتا نظر آتا ہے وطن ان روزوں	"
جو کوئی نکلا وطن سے خون ہوا اس کا جگر سبزہ ہے جب تک کہ ہے مرجاں کا مسکن آب میں	"
اتنی مدت سے ہیں غربت میں وطن بھول گیا مجھ کو اب نامہ و پیغام سے کچھ کام نہیں	"
ترے جور و ستم اے عہد شکن بھول گئے رنج غربت سے یہ پائے کہ وطن بھول گئے	"
ترک کرتا ہے وطن کا سرفرازی کی دلیل باغ سے ہو کر جدا پہنچے ہے گل دستار پر	نصیر

نکل سکے

نکل کے گھر سے کرائے صاحب وقار سفر
جب تک سفر وطن سے نہ صاحب ہنر کرے
وطن سے دور حاصل بھی جو دولت ہو تو کیا حاصل
دولت وحشمت اگر چاہے تو کر ترک وطن
ہے وسیلہ ظفر کا قصد سفر
ہوتی ہے صاحب جوہر کی سفر سے توقیر
ہرگز ولی کے پاس تم باتاں وطن کی مت کرو
دل میں گر کچھ ہوس ہے شہرت کی

رہے صدف میں تو گوہر کی آبرو کیا ہے — واسطی
پیدا نہ آبرو کبھی مثل گہر کرے — "
تماشا کون دیکھے ہو جو رقصاں مور جنگل میں — "
ہوگئے یوسف عزیز مصر کنعاں چھوڑ کر — "
گر ظفر چاہئے سفر ہے شرط — "
بے بہا لعل کی کیا قدر جو معدن میں رہے — "
جو نہیہ کے کیچے ہیں ہے ان کو وطن ہوں کیا غرض — ولی
گھر سے باہر سفر چلو یکتا — یکتا

تربیت

تربیت کیا تیرہ باطن کے کرے دل میں اثر
صحبت انساں بنائے خر کو انساں کس طرح
تربیت ہوتی نہیں جو ہیں ازل سے نادرست
اسوقت کام آتی ہے جب ہوتے ہیں جواں
کیونکر نہ ہو تربیت سے انسان کامل
بے تربیت نہیں کوئی تعلیم کا اثر
شادی میں خرچ کرتے لاکھوں عبث محب
بغیر تربیت پتھر ہیں یہ سب جوہر ذاتی

سرمہ ہے بیکار چشم کور مادرزاد میں — جرار
تربیت سے واقعی نااہل داناکیوں بنے — ذوق
کچھ نظر آتا نہیں اعمائے مادرزاد کو — عرش
کھائیں جو طفل طفلی میں دست پدر کی چوٹ — بیکش
پتھر بھی جو ترشے تو گہر ہوتا ہے — محب
سب اعتبار اور بزرگی چلن میں ہے — "
بچوں کی تربیت میں یہی زر اٹھائیے — "
ناتراشیدہ کہاں الماس معدن سے نکلتے ہیں — "

ترقی وتنزل

زندہ ہیں جس سے قومیں وہ جان ہے ترقی
آئینۂ تجلی شان ظہور اسی سے
نشو ونمائے عالم ہے برقرار اسی سے
عالم ہزار جاں سے جس پر مٹا ہوا ہے
ہر برگ بوستاں سے گویا ٹپک رہا ہے
پودے بھبک رہے ہیں غنچے چٹک رہے ہیں
ممکن نہیں گھڑی بھر اک نہج پر ٹھہرنا
گو چار دن کو لاحق ہو درمیان تنزل
جب تک نہ ہو ترقی ممکن نہیں تنزل
ہستی سے پہلے ہستی گویا پکارتی ہے

ایمان رکھنے والو ایمان ہے ترقی — آزاد
نیرنگ ماسوا کا سامان ہے ترقی — "
اس کائنات ہستی کی جان ہے ترقی — "
جان جہان عالم وہ آن ہے ترقی — "
گلزار زندگی کی ریحان ہے ترقی — "
قدرت کے گلستان کا فیضان ہے ترقی — "
قدرت کا ایک مخفی فرمان ہے ترقی — "
آغاز ہے ترقی پایان ہے ترقی — "
جبتک نہیں تنزل امکان ہے ترقی — "
اے سونیوالے تیری توشان ہے ترقی — "

ترقی وتنزل

کچھ ہو سکے ہم کو رہنا لازم ہے اس جہاں میں — آزاد
کچھ ہو رہیں کہ ہم کو شایان ہے ترقی
ادنیٰ ترقیوں پر حق نے بنائے عالم
اے حق پرست شکر احسان ہے ترقی — "
آزاد آک ہیں پر مشکل سے آتی ہے
شجر حجر کو آسان ہے ترقی — احد
اور سب پسند کون نہیں ہے زمانہ میں
رفعت جلیس ہوا آفتاب کا — اسیر
علیٰ بھی ہم پہنچ کو ہے کمال لطف
زوال حد کو جو پہنچے تو ہے ہلال نہیں — "
کبھی نمود میں کم بدر ہے عروج بغیر
کم پست طالعی نے کیا ہے جہاں آسمان نہیں — "
ہوں اس زمین پر کہ جہاں امید لازم ہے
تنزل میں اسیر اللہ سے ہو جاتا ہے یکدم ہیں — "
گدا سلطان رفعت اقلیم مثل سیل
در کے پست وبلند دہر سے ہے
سہل ہے ہموار کرنا راہ ناہموار کو — "
منہدم پستی طالع سے ہے رفعت کی بنا
جانے دیوار یہاں گرد مکاں خندق ہے
نیکوں کے واسطے بھی ہے پست وبلند دہر
یوسف گرے کنوئیں میں مسیح آسماں پر — چرخ گرداں

چرخ گرداں ہے ترقی میں تنزل کو یہ بھول
اللہ کی ہے دین جسے کہتے ہیں عروج
سربلندی بھی ہے سرگشتگی بخت کیساتھ
غافل نزول ہی تو کمال عروج ہے
فطرت میں سلسلہ ہے کمال و زوال کا
ساتھ ہے اپنی ترقی کے تنزل مثل عمر
کنوے میں گر کے یوسف نے سریر سلطنت پایا
کیا تنزل کیا ترقی وقت کی تاثیر ہے
ترقی اور تنزل ہیں لازم و ملزوم
تنزل سے ترقی اور ترقی سے تنزل ہے
جو خاکسار ہے کب پائمال ہوتا ہے
آسماں ہے تہ زمیں ثاقب
غم نہیں اے دل ترقی ہے تنزل ہے اگر
ہر ترقی کو جہاں میں ہے تنزل کیا کیا
ہوا آساں ہیں چڑھنا اترنا بام رفعت پر
جو گرا رتبہ سے اٹھنا اسکا بس دشوار ہے
پرکھیا درد کچھ مت رکھ ترقی اور تنزل کا
ترقی اور تنزل کو یاں کے کچھ عرصہ
اوج وحضیض لازم و ملزوم ہیں یہاں
کرے ہے گردش دوراں طرح ہنڈولے کے
جو تنگدستی میں دل ہمارا عروج کی یاد سے بھر آیا
اچھوں کو پستی بُروں کو ہے عروج
کبھی ہے تنزل کبھی ہے عروج
پیری ہو یا شباب ہو یا صبح و شام ہو
ہر اک شئے کی جہاں میں قدر ہوتی ہے تقابل سے
کسی کی پستی و رفعت کو اعتبار نہیں
ہے اوج یاں کسی کو تو پامال ہے کوئی
بیم زوال فکر ترقی سے سخت ہے
اہل دولت کے لئے ہے تنگدستی ایک دن
ہیں صاحبان اوج تنزل سے بے خبر
گو لاکھ ترقی ہو گر ساتھ ہے شامت
کس کس طرح کے ہوتے ہیں دنیا ت انقلاب
اوج سے ہم سوئے پستی ہیں بس اب یوں مائل

آتش یاقوت سے پیدا سمندر ہوگیا	اسیر
حاصل پر ملک ہوں تو دور آسماں نہیں	"
خاک اڑے اپنی تو ہو گنبد گرداں تیار	آتش
خاک فنا ہی منزل آب بقا ہوی	امیر
گھٹتا ہے بدر کا تو ہے بڑھتا ہلال کا	اکبر
اس قدر میں کم ہوا جتنا زیادہ ہوگیا	برق
نہ ہو مایوس آخر کو ترقی ہے تنزل سے	بحر
شب کو گل کی شکل دن کو صورت سوسن چراغ	"
فلک پہ کل ہے وہی بدر جو ہلال ہے آج	باسط
کھلی کیفیت پست و بلند دہر زینوں سے	توفیق
کمال ہی کو جہاں میں زوال ہوتا ہے	ثاقب
اوج سمجھے ہو جس کو پستی ہے	"
دیکھنے ہونگے زمانہ کے ابھی کیا کیا خواص	جوش
خاک میں مل گئے شاہوں کے تجمل کیا کیا	جنوں
لگائی نردباں جب سے ترقی و تنزل کی	جرار
ہے نہیں ممکن اٹھے پھر اشک گر کر خاک میں	حیرت
کہ اپنے ذہن میں یاں تو گدا بھی شاہ ہوتے ہیں	درد
مثال ماہ زیادہ نہیں مہینے سے	"
کوئی بھلا بڑھا ہے کہ آخر گھٹا نہ ہو	راحت
ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست گاہ بلند	سودا
دکھا دیا بدر نے یہ گھٹ کر زوال عین کمال ہی تھا	سراج
کیا زمانہ کو یہ پامالی نہیں	سرور
عجب رنگ کا ہے زمانہ کا ڈھنگ	سعید
شکل ہلال و بدر عروج و زوال ہے	ظہور
اسے لطف ترقی ہے بڑھا ہو جو تنزل سے	عاشق
نہ کرسی رہتی ہے گھر کی نہ بام رہتا ہے	"
دنیا کا کچھ عجیب نشیب و فراز ہے	"
مجھ سے ہلال نقص کے بدلے کمال لے	عزیز
جو بلندی پر ہے وہ دیکھے گا پستی ایک دن	قلق
پیروں کے مثل پشت جوانان میں خم نہیں	قدر
سایہ کہیں ہوتا ہے جدا مرغ ہوا سے	"
یہ دھوپ چھاؤں بھی تو عروج و زوال ہے	کوثر
جس طرح کوہ سے پانی لب جو آتا ہے	محب

ترقی و تنزل

ہر قوم کو لازم ہے ترقی و تنزل	محب
ثابت ہوا ہر ماہ یہ دور قمری سے	ماہ
کاہیدگی سے بڑھ گیا رتبہ ہلال کا	
دیکھو زوال ماہ ہے باعث کمال کا	نساخ
دور چرخ سفلہ پرور میں ہے مجبور کو عروج	
ناوک افگن رکھتے ہیں اکثر کماں کو دوش پر	ناسخ
زینہ بام ترقی ہے بلند و پست دہر	
دم میں پہنچا تا فلک عیسیٰ چڑھا جب اوپر	"
تنزل میں ترقی ہے ترقی میں تنزل ہے	
تماشا دیکھ غافل ماہ نو کا ماہ کامل کا	"
ایک دم ہے یاں ترقی اور تنزل ایک دم	
کوزے میں اہل جہاں اور آسماں دولاب ہے	نصیر
کرے عروج یہ خاک اپنے ناز فوارہ	
کہ سر کے بل گرے ہے آب واژگوں کی نمود	
فراہمی ترقیوں کی کر کے آسماں سے	ناصر
آخر یہ مدعی تجھے نیچا دکھائے گا	
گلشن جہاں میں ہر اک طالب عروج	نمود
ہے مرغ چمن آشیاں بلند	
کیونکر نہ گھبرا دیتی پستی سے	واسطی
بلندی ہوگی حاصل ایکدن	
نکلتے ہیں جو غوطہ آب میں آخر ابھرتے ہیں	
کب ہے	

تعمیر

ہم کو منظور ہے یاں قصر و مکاں کی تعمیر
عمر جوں سایۂ دیوار ڈھلی جاتی ہے
پائداری نہیں ہستی کو کہ ہے سست بنا
کیوں محل اپنے بناتے ہیں یہ غافل مضبوط
تو اے ناز بیجا پائداری پر عمارت کی
رہی قائم یہاں منعم سدا تعمیر کس کی ہے
مسکن اس دار فنا میں کر نہ مانند حباب
ڈال پانی میں نہ بنیاد مکاں بے فائدہ
عاقبت نیچے زمیں کے تم رہو گے غافلو
یاں بنا تم نے ہزار اپنے مکاں اونچے کئے
مٹ گئے آپ نہ دنیا کا گھروندا بگڑا
قبر میں لیکے نہ منعم یہ مکانات گئے
جو عمر کھوتے ہیں تعمیر قصر عالی میں
بنائے فانی تن پائدار رکھتے ہیں
نہیں ملنے کی جگہ قبر میں دو گز سے زیاد
چار دن کے لئے کرتے ہیں یہ تعمیر عبث
منعم عبث عبث ہے گرفتار سنگ و خشت
دب جائیگا کبھی تہ دیوار سنگ و خشت
گھر بنانے کی فکر کیوں ہے تجھے
دو ہی دو دن کا میہماں ہے تو

تنبیہ — ظفر — " — " — " — عاشق — " — " — مصحفی — مجبور — خاک و باد

کب ہے دنیا میں ترقی و تنزل سے نجات
سچ ہے کہ ہر کمال کو لازم زوال ہے
عالی قدروں میں ترقی کو تنزل ہی نصیب
گردش گردوں سے کب قائم رہے اک طور پر
اہل دنیا کو ہے ہمدم جو عروج اور نزول
ازل سے کاسۂ سر اس لئے بنا اوندھا
نہ کر ترقیٔ دولت پہ ناز اے منعم

گردش ایام سے ہیں روز و شب چھوٹے بڑے
بڑھ کر ہلال بدر ہوا تھا کہ گھٹ گیا
دوپہر کے بعد دیکھو سایۂ خور کم ہوا
ہو ترقی و تنزل ماہتاب جاہ کو
ان کو کرتا ہے فلک از رہ کیں زیر و زبر
کہ ہے عروج میں پیدا زوال کی صورت
عروج ہی کا نتیجۂ زوال ہوتا ہے

واسطی — وقار — ہرچند — " — ہمدم — یکتا — یوسف

تعلیم

تعلیم وہ خوب ہے جو سکھلائے ہنر
جہاں تک دیکھئے تعلیم کی فرمانروائی ہے
زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دونگا
فری تعلیم جب دیتے نہیں ہر جا مدارس میں
بد اصل ہیں جو لوگ انھیں تعلیم ہے عبث
بدی کو اصل کی تعلیم نیکوں کی نہیں کھوتی
بسکہ تحصیل ادب بے ادبوں سے ہے مجھے

اچھی ہے وہ تربیت جو روحانی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کا مٹا دونگا
تو پھر کیا جہل کا الزام ہے اس قوم غافل پر
کھیتی ہری نہ ہو کبھی بنجر زمین پر
کہ خلقت کو پلٹ سکتی نہیں اکسیر پتھر کی
ہے خرابات زمانہ میں دبستاں اپنا

اکبر — حالی — " — محب — " — صابر — نظم

تعمیر

مکاں بیکار ہو جائیں گے مسکن ہوگا تربت میں
نادان بڑا اس سے نہ کوئی ہوگا جہاں میں
عمارت اسقدر رنگین و سنگیں کیوں بناتے ہو
جو زندگی میں عمارت سے تھے نپٹ بیزار
جانا تو ہے مرقد میں اے اہل دول تم کو
بنا دانی نہ کر یہاں فکر منعم گھر بنانے کا
قصر تن قائم رہے گرتا ابد تو جانئے
منعم ایسے قصر لاکھوں مل گئے ہیں خاک میں
جب اجل آئے لحد میں خشت زیر سر نہ ہو
سرائے عالم فانی میں تو آباد کر دل کو
بحر ہستی میں مکاں کی ہے بنا مثل حباب
یہاں بہاتی ہے انھیں سیل فنا مثل حباب
خانہ آباداں یہ قصر و خانقاہ کس واسطے

نہ ہو اے منعمو مصروف تعمیر عمارت میں
جو ساحل دریا پہ کرے کوٹھی کی تعمیر
رہیگا کب تلک یہ گھر بنا آخر بگڑتا ہے
اب انکی گور یہ دیکھو تو کیا عمارت ہے
دنیا میں مکانوں کی تعمیر سے کیا حاصل
کہ ہے یہ رہگزار دہر رستہ آنے جانے کا
منعمو ناحق ہو نازاں اپنی اس تعمیر پر
جز خرابی کے بتا کیا فائدہ تعمیر سے
گو عمارت تو مثال سد اسکندر بنا
ارے ناداں بناتا کیا ہے یہ تعمیر پتھر کی
گھر قیامت تک یہاں کس کا بنا رہ جائیگا
بحر ہستی میں جو تعمیر مکاں کرتے ہیں
ایک دن تو چھوڑنا ہے اس خراب آباد کو

اوج — نزاب — " — " — جوش — جرأت — مشم — درد — سخن — " — شہید — " — "

خاک و باد و آب و آتش سے ہے برپا قصر تن	چار دیواری بنی ہے پہلے اس تعمیر عشق	میکش
خانۂ تن کی تو تعمیر گرا چاہتی ہے	قصر کی رکھتا ہے منعم یہاں بنیاد عبث	"
عقل ہو تو چھوڑ جائیں خلق میں آثار خیر	ہے جنوں اہل دول کو قبر کی تعمیر کا	محب
تعمیر عمارت سے ہے کیا فائدہ منعم	آخر کو علاقہ نہیں کچھ روح سے تن کا	ماہ
کچھ لطف نہ سنگ و خشت میں آئیگا	راحت نہ بوقت مرگ تو پائے گا	مہر
اے مہر مکاں بنا کے لینا ہے کیا	کیا سر پہ اٹھا کے ساتھ لیجائے گا	"
کیوں رہتا ہے تجھ کو فکر تعمیر مکاں	آخر اک روز چھوڑ جانا ہے یہاں	"
اے دل اگر ہے پیش نظر عافیت سرا	پس فکر کیا ضرور ہے تعمیر کے لئے	مسکین
فکر تعمیر میں نہ رہ منعم	زندگانی کی کچھ خبر بھی ہے	میر
رہگزر سیل حوادث کا ہے یہ بنیاد دہر	اس خرابہ میں نہ کرنا قصد تم تعمیر کا	"
در و دیوار افتادہ کو بھی کاش اک نظر دیکھیں	عمارت ساز مردم گھر جو اب تعمیر کرتے ہیں	"

تقلید

عیب سمجھیں صاحب جوہر نہ کیوں تقلید کو	تیغ ناقص ہے جو ہو بال آہنیں ابرو کی طرح	اسیر
رکھتی ہے پست پست کی انساں کو پیروی	سایہ پیادہ کا سر منزل پیادہ ہے	"
تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی	رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے	اقبال
کرے تقلید اگر انساں تو نکوکاروں کی	باتیں کرنا بھی برا ہوتا ہے مغرور کی طرح	اشک
مقلدوں کو نہ صحبت سے نفع ہو نہ ضرر	نہ کرسکے گل کاغذ دماغ تازہ خشک	بیان
کب سبک وضعوں کے پیرو ہوئے ارباب وقار	سایہ کی شکل یہ ممکن نہیں دیوار چلے	بحر
جو بزرگوں کے چلن پر ہے وہی ہے کامیاب	چومتے رہیے قدم اے بحر پیر استاد کے	"
تقلید سے نصیب ہو ذاتی صفت محال	دیکھا نہ منہ ہلال سپر نے کمال کا	تسلیم
سخن میں پیروی کی گر سلف کی	انھیں باتوں کو دھرانا پڑے گا	حالی
کرے کیا فائدہ ناچیز کو تقلید اچھوں کی	کہ جم جانے سے کچھ اولا تو گوہر ہو نہیں سکتا	درد
ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ بر آئے	جو کور ہو عینک سے اسے کیا نظر آئے	ذوق
وہی زیبا ہے اسکے واسطے جو قطع ہے جسکی	نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کام دامن سے	"
رکھو سفیر قدم پر قدم بزرگوں کے	چلو وہ چال کہیں جس کو لوگ بہتر ہے	سفیر
تقلید کب پہنچتی ہے تحقیق کو شہید	ہندی میں شعر کہتے ہیں ہندی زباں میں ہم	شہید
باپ دادا کے چلن پر چل نہ آنکھیں میچ کر	ورنہ گھر تیرا اسی دم خاک میں ملجائے گا	صدر
نہ ہو سکے گی فرومایہ سے مری تقلید	کر مثل بحر گھر ہو میاں چاہ غلط	صابر
لیتے نہیں عاقل کبھی تقلید کا نام	ہربات کا خود سوچتے ہیں وہ انجام	محب
رتبۂ ایجاد کب تقلید سے حاصل ہوا	نغمہ پردازی ہزار اپنی اڑائے عندلیب	ناسخ
پہنچتے ہیں بڑوں کی پیروی سے فیض کو ادنے	کہ دن کو نور ہے ذروں میں انجم سے سوا ہوتا	نظم

تقلید

تندرستی

قدر صحت مریض سے پوچھو
تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی

تندرستی سے نہیں ہوتا ہے کیا کیا حاصل
تندرستی جو نہ ہو زیست سے پھر کیا حاصل
تندرستی سے ہر اک کام ہوا کرتا ہے
تندرستی سے بشر یاد خدا کرتا ہے
تندرستی سے انسان دعا کرتا ہے
تندرستی کی ہر دم روز بسر کرتا ہے
تندرستی ہی کا ہے رستم و بہمن کا نام
تندرستی ہی سے مردان دنیا کا ہوا کام
تندرستی ہی کی کرتے ہیں ادا خاص و عام
تندرستی ہی سے ہے زیست کا دنیا میں قیام
تندرستی ہی سے بشر فکر جہاں کرتا ہے
تندرستی سے بشر اکثر جہاں کرتا ہے
تندرستی سے بشر نام عیاں کرتا ہے
تندرستی ہی سے صدقے دل و جاں کرتا ہے
تندرستی ہی سے ذی شان سلف میں مشہور
تندرستی سے بنے کیوں نہ بشر کا غرور
تندرستی ہی سے انسان کو غرور
تندرستی کی حفاظت کرے حتی المقدور
تندرستی کو بلا میں نہیں پایا اکثر
تندرستوں کو نہ دیکھا کہ نہیں چین ملا مگر

تندرستوں

ولی " " " " " " " " " " " بہر

صادق آتی ہے اے گہر یہ مثال
اپنی جاں اب اسے عزیز نہیں
قدر کی جب نہ تندرستی کی
نہ رہے وقت کے کبھی پابند
تندرستی کی قدر گر کرتے
حفظ صحت سبب ہے ہمت کا
لطف دولت کا تندرستی سے
تندرستی کمال کا باعث
پہلے لازم ہے اپنے پیٹ کی فکر
تھوڑی ورزش کیا کرے ہر صبح
ترو تاریک و تنگ گھر دے چھوڑ
کھانا بے وقت کا کرے نہ پسند
دن کو سونا زوال صحت ہے
کرنی محنت کی چاہئے عادت
کام رکھے دنیوی ترقی سے
مار غصہ کو نفس کو کر زیر
دل کو خوش رکھ نہ رنج کر غم کھا
پانی پی ظرف کو کھنگال کے پی
وقت کر صرف حفظ صحت میں
وقت ہر کام کا مقرر کر
نشہ سے نفرت اختیار کریں
کوشش و محنت اختیار کریں
تندرستی کہیں جو ہو گی خراب
یاد رکھئے کہ یہ نصیحت ہے
تندرستی میں ہے شیریں نعمت
یہ تندرستی یارو بڑی بادشاہی ہے
حسن و جمال و علم و ہنر گو ملا نہ ہو
کھانے کو نعمتیں ہوں و یا فاقہ مستیاں
ہے سب کو تندرستی و صحت ہی دلپذیر
تندرستی کو نپٹ فضل الٰہی بوجھئے
آبرو اور تندرستی جس کو حق نے کی عطا
صحت و حرمت سے گر اللہ یاں کر دے نباہ
تندرستی سے ہے سامان طرب کا حاصل

قدر ہر نعمت ست بعدِ زوال
مال و دولت تو کوئی چیز نہیں
سر پہ چھائیں بلائیں سستی کی
تندرستی کو کھو کے دولت مند
تو ہر اک معرکہ کو سر کرتے
اور ہمت ذریعہ دولت کا
پھیر قسمت کا تن کی سستی سے
تن کی سستی زوال کا باعث
تندرستی کا بعد کیجے ذکر
شکر نعمت ادا کرے ہر صبح
صحبت رند بد گھر دے چھوڑ
رہے ہر لحظہ وقت کا پابند
واقعی ہیں کمال غفلت ہے
حد سے بڑھ کر مگر نہ کر محنت
کر بسر اپنی تندرستی سے
سر جھکا دے گا تیرے آگے شیر
ایک دو لقمے بھوک سے کم کھا
صاف و شفاف دیکھ بھال کے پی
کھو نہ اوقات مفت غفلت میں
کر عبادت خدا کی شام و سحر
تندرستی کو دل سے پیار کریں
تندرستی کو دل سے پیار کریں
پھر ترقی نہ ہو گی تم سے جناب
تندرستی ہزار نعمت ہے
جان بہتر تو جہاں سے بہتر
سچ پوچھئے تو عین یہ فضل الٰہی ہے
اک تندرستی چاہئے کچھ ہووے یا نہ ہو
سب عیش اور مزے ہیں جو ہوں تندرستیاں
جو تو نے اب کہا تو یہی سچ ہے اے نظیر
آبرو سے جگ میں رہنا بادشاہی بوجھئے
پھر جہاں میں اس سا یارو کونسا ہے بادشا
اس برابر کونسا ہے پھر جہاں میں عز و جاہ
تندرستی سے ہوا رتبۂ اعلےٰ حاصل

گہر " لائق نظیر " " " ولی " "

تندرستوں کو قضا سے نہیں کچھ خوف و خطر
تندرستی سے بشر علم و ہنر پاتا ہے
زندگی کی بہار صحت ہے
شاہ ہو یا گدا ہو یا مفلس
زندگی کا ہے لطف صحت سے
اسکو چاہیے نہ کیوں ہر اک دل سے
کیجئے قدر تندرستی کی
ہو نہ صحت جو آدمی کو نصیب
ہے وہ انساں بڑا ہی خوش قسمت
قہر رب ہے مرض جہاں میں شعار

تندرستی نہ ہو پھر موت کھڑی ہے سر پر — ہنر
تندرستی سے جہاں چاہے چلا جاتا ہے — ״
ایک صحت ہزار نعمت ہے — شعار
تندرستی کی سب کو حاجت ہے — ״
اور اسی سے تو عیش و راحت ہے — ״
قابلِ قدر چیز صحت ہے — ״
تندرستی بڑی ہی نعمت ہے — ״
زندگی پھر وبال و آفت ہے — ״
جس کو حاصل جہاں میں صحت ہے — ״
تندرستی خدا کی رحمت ہے — ״

توکل و قناعت

جو ہو تکیہ کرم پر اس کے اپنا
دامن دُر سے بھرا بطن صدف نیساں نے
ہوں وہ مسند نشینِ کشورِ فقر
حاصل ہیں نان جو میں بھی سو طرح کے مزے
ہے اکل پئے زیست غذا خشک ہو یا تر
تھا سوال زر عبث ہوتا اگر سائل کو فہم
اتنا ہی دور گنج قناعت سے ہے گدا
مردِ قانع ہم ہیں مثلِ مردمِ چشم اے اسیر
بانٹ کھاتا ہوں میں آدھی وہ گدا ہوں قانع
ہم ہیں فقیر اس کے درِ فیض کے اسیر
بیٹھے جو پاؤں گنج قناعت میں کاٹکر
فقر و فنا کی بو نہیں کس کے دماغ میں
تباہی میں ہے لازم یادِ حق اہل توکل کو
پہنچتی ہے مجھے ہر صبح بے کوشش مری روزی
خدا پر رکھ نظر طالب اگر ہے دین و دنیا کا
آتش جو چاہے پائے توکل کی مملکی
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا
ہاتھ خالی مرا دنیا میں جو بالکل ہوتا
کنج عزلت میں قناعت کی جو نانِ خشک پر
قناعت دی ہے مثلِ قبر مجھ کو خاکساری نے

بر آئے دل کی جو کچھ آرزو ہو — آصف جاہ
رزق گردوں سے پہنچتا جو توکل کرتے — اسیر
کہ خُدا پر ہے اتّکا میرا — ״
کیا مجھ گدا کو نعمت الواں کی احتیاج — ״
سونے سے ہیں کام زمیں گرم ہو یا سرد — ״
صبر تھوڑا سا تو تھوڑی سی قناعت مانگتا — ״
جتنا کہ اس سے ہے درِ اہلِ دول قریب — ״
مثلِ مژگاں بوریا بیرونِ در کیونکر نہ ہو — ״
ایک روٹی بھی جو آتی ہے میسر مجھ کو — ״
جس نے کہ بادشاہ کیا بادشاہ کو — ״
کیوں روبرو کریم کے پھیلیں گدا کے ہاتھ — ״
عطار اپنے شہر کا ہر اک فرید ہے — آتش
خدا پر چھوڑتا ہے ناخدا کشتی کو طوفاں میں — ״
توکل آدمی کے واسطے گویا موکل ہے — ״
یقیں ہے دولتِ کونین حاصل ہو توکل سے — ״
جو صبح کو ملے نہ رہے شام کے لئے — ״
تکیہ خدا پہ کیجئے دروازہ بھیڑئیے — ״
یہی زادِ سفر راہ توکل ہوتا — ״
نعمتیں دنیا کی جو کچھ تھیں مہیا ہو گئیں — ״
رہونگا باغ باغ آتش میں اک پہلو کی چادر میں — ״

توکل و قناعت

بھیک سے بدتر دعا بھی مانگنا انساں کو ہے — آتش
ہاتھ آئے بے طلب نان جویں گر خشک ہو — ״
تمنا دولت دنیا کی اسے آتش نہیں رہتی — ״
قناعت سے غنی اللہ کر دیتا ہے مسکیں کو — ״
لب نان جویں خشک رکھتا ہے دہن شیریں — ״
قناعت شہد ہے آتش ہوا و ہوس حنظل ہے — ״
قناعت ہے جابے رنگ
باغ جہاں میں گل کی قناعت ایک قبا میں تمام کی
عمر دو روزہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ
شگفتہ رہتی ہے بہار ہے خزاں ہے
قناعت بھی ہو گئی اک حال پہ بسر
عمر دو روزہ زمانہ مرا انقلاب سے
خالی رہا پیرہن میں مست ہے
ثروت و دولت سے منعم پیرہن میں مست ہے
مرد مفلس حالت رنج و محن میں مست ہے
جو قناعت کے مزے سے آشنا ہو جائے گا
بھیک کا کاسہ اسے دست دعا ہو جائے گا
مفلسی ایام ہے میرے لئے سامان عیش
تخت بالیں کو سمجھتا ہوں میں بالیں اور کا — انور
سیکھے گلوں سے کوئی یہاں شیوہ توکل
عمر اپنی کاٹتے ہیں یہ ایک پیرہن میں

کھینچئے

توکل و قناعت

کھینچ لے خلق سے انسان اگر دست سوال	صورت غنچۂ گل ہاتھ سے زر پیدا ہو	انور
ہمت بٹھا دے فرش قناعت پہ گر مجھے	رکھنا قدم کا ننگ ہے پھر عرش پر مجھے	
فقیر اللہ کے ہیں بوریا ہے فقر بستر ہے	توکل پر نظر تکیہ ہے اپنا ذات باری پر	امیر
آرام سے ہوں فقر کے بستر پہ میں گدا	تکیہ ہے جب سے قادر مطلق کی ذات پر	،،
ہم کو وزیر سے نہ کسی شاہ سے غرض	اللہ کے فقیر ہیں اللہ سے غرض	،،
یہ بوجھ اُن کے سر پہ رہے ہیں جو اغنیا	کیا مجھ گدا کو خیمہ و خرگاہ سے غرض	،،
اغنیا نعمتِ الواں پہ کریں ناز امیر	شام تک ہمکو بھی ہوتا ہے میسر تر و خشک	،،
ہوں سارے شہر میں ہیں اگر جا بجا کریم	حاجت نہیں فقیر کو کچھ ہے خدا کریم	،،
فقیر گوشہ نشیں ہیں خدا کے درباری	کسی امیر کا مجرا نہیں سلام نہیں	،،
کاسۂ دریوزہ آنکھوں کو بنانا ہے عبث	چاہیئے ہر وقت انساں کی نظر اللہ پر	،،
امیر قسمت کا جو لکھا ہے اسی کا ہر روز سامنا ہے	خدا ہے مالک خدا ہے رازق کسی سے ہرگز نہ التجا ہے	،،
ایسی راحت ملی قناعت میں	سو گئے پانوں گنج عزلت میں	،،
جو مل گیا وہ کھانا داتا کا نام جپنا	اس کے سوا بتاؤں کیا تم سے کام اپنا	اکبر
قناعت جسکو ہے وہ رزق مایحتاج سے خوش ہے	سمجھ جسکو ہے اسکو بحث بیش و کم سے کیا مطلب	،،
ہو طلب کامل تو بس نعمت اسی کا نام ہے	بھوک نے نانِ جویں کو من و سلویٰ کر دیا	،،
یہ تھا منزل عافیت کا پتہ	قناعت مری رہنما ہو گئی	،،
خاطر مضبوط دل توانا رکھو	امید اچھی خیال اچھا رکھو	،،
ہو جائیں گی مشکلیں تمہاری آساں	اکبر اللہ پر بھروسا رکھو	،،
کر دیا کنج قناعت میں بسر اکبر نے	عزت دل تو سلامت رہی دولت نہ سہی	،،
جو قانع ہے کسی دن اسکی قسمت لڑ ہی جاتی ہے	جو اہل حرص ہیں انپر مصیبت پڑ ہی جاتی ہے	،،
سوئے دولت نظر آئی جو نہ راہِ اعزاز	مسند صبر و توکل ہی پہ ہم تن بیٹھے	،،
نہیں یاں کسی آشنا سے توقع	نہیں ہے بس اپنے خدا سے توقع	انشا
جان اہل توکل انھیں اشخاص کو جو ہیں	محفوظ پیاز و نمک و گردۂ جو سے	،،
کر بیٹھے وہیں فضل خدا ساز پہ تکیہ	جب بن نہ پڑی بات کچھ اپنی تگ و دو سے	،،
تکیہ جو فضل خدا ساز پہ کر لیتا ہے	وہ سبکرو کوئی گڑا پنکھ کے پر لیتا ہے	،،
سب مطالب ترے حاصل ہوئے انشاء اللہ	ہر گھڑی اپنی نظر حضرت وہاب پہ رکھ	،،
گر بھروسہ ہے ہمیں اب تو بھروسہ تیرا	اور تکیہ ہے اگر تیرے ہی در کا تکیہ	،،
سعی و تلاش کب تک اے دل حصول کیا	تکیہ اسی کے در پہ تو سب چھوڑ چھاڑ باندھ	،،
کو مرے عقدہ کشائیاں نہیں ہوتیں کچھ بھی بجز خدا	کبھی میں نے کر کے رجوع کچھ نہ کہا کہا نہ کہا کہا	،،
ہے ایک قناعت کو فقط نان جویں بس	درکار نہیں ان کو تکلف کے سموسے	،،
کرم کرنے والا ہی بخشے گا مجھ کو	بڑا آسرا مجھ کو اللہ کا ہے	اطہر
انسان کی اس کے فضل و کرم پر ہے نگاہ	گھبرا نہ جائے گر کوئی مشکل ہوا کرے	اشک
توکل پیشہ ہیں جو کچھ خدا دیتا ہے کھاتے ہیں	گدا سے کام ہے اے اشک نے مطلب ہے سلطاں سے	،،

اشک — اصغر — امانت

اک در پہ بیٹھے گر ہے توکل کریم پر
نہیں ممکن گدا پائے ہوس کو توڑ کر بیٹھے
علاؔ قدر مراتب سب گرسنہ سیر ہوتے ہیں
فراغ افکار دنیا سے نجات آلام عالم سے
کیوں غم آلود ہیں کوچ کی تیاری ہیں
کاش کتے کی طرح اک آستاں پر بیٹھ رہ
روزہ داروں کی طرح ہیں متوکل بخدا
اے بحر کر خدا پہ توکل حباب وار
اہل دنیا خوش ہوں یا ناخوش ہوں کچھ پروا نہیں
قناعت ہے تو لذت بورئیے میں خشکہ کی ہے
نعمت دنیا سے سیری ہے قناعت چاہئے
ہزار نعمت دنیا نے ہم کو للچایا
عیش کی لذت ملی خوان قناعت پر ہمیں
میرے روکھے سوکھے ٹکڑے مجھ کو کر دیتے ہیں سیر
ہم غریبوں سے نہ پوچھو نعمت دنیا کا حال
خلعت اطلس و دیبا کی ہوس کس کو ہے
چھپر کو محل جانتے ہیں بے سر و ساماں
قانع کے منہ سے دولت دنیا خفیف ہے
ہر ایک لوح جبیں پر لکھا ہوا ہے یہی
بحر کیا نعمت دنیا کا مزہ پوچھتے ہو
صدقے اپنی قناعت کے کیا فقر میں اپنا فخر رہا
مٹی ہو اگر دل تو پھر انسان غنی ہے
جوع البقر ہے مگس خوان اغنیا
نہ سائل ہو کسی سے آدمی اللہ رازق ہے
ذی قناعت کے گھر میں منزل ہے
توڑ کر پائے طلب بندۂ مضطر بیٹھے
نعمت دنیا سے سیری بے نوا پیدا کرے
گر قناعت سے آشنا ہوتا
عیش دنیا میں ملوث نہیں ہوتے قانع
جانور ہو کے قناعت سے ہما سعد ہوا
آزاد مثل سرو قناعت نے کر دیا
قانع بلند رتبہ میں اہل ہوس ذلیل
قانع کو نہیں برق کدورت سے تعلق

اللہ کے فقیر کو پھیرا نہ چاہئے — انیس
سگ دنیا کو کب سیری ہوئی نان توکل سے — بحر
کوئی تو خوان نعمت سے کوئی نان توکل سے — ″
ملی ہیں مجھ کو یہ دو نعمتیں خوان توکل سے — ″
ہیں توکل بخدا ساز سفر ہو کہ نہ ہو — ″
اس دو راہہ میں ہیں راہ سفر ملتی نہیں — ″
ماحضر ہے جو سر شام سحر کچھ بھی نہیں — ″
خشت جبیں سے توڑ پیالہ سوال کا — ″
آسرا رکھتا ہے یہ بندہ خدا کی ذات کا — ″
تبخر ہے تو کیا پھل پائیگا فرش شجر سے — ″
داغ حسرت تازہ تنور شکم ہو جائے گا — ″
حلال لقمہ ہمارا حرام ہو نہ سکا — ″
عید کا چاند اپنی روٹی کا کنارا ہو گیا — ″
خاک بھر دیتا فلک منہ میں جو نعمت مانگتا — ″
شکر کر کے کھا لیا جو کچھ ملا اچھا برا — ″
چار کپڑے دیئے جائے یہی تقدیر سفید — ″
خوش رہتے ہیں ٹٹی کو وہ دیوار سمجھ کر — ″
بھاری ہے پاؤ نان مری نان پاؤ پر — ″
نہ جائے لیکے حوائج بشر کسی کے پاس — ″
خوان قسمت سے جو ملتا ہے وہ کھا لیتے ہیں — ″
دست سوال جو اپنا بڑھتا ہاتھوں عزت گھٹ جاتی — ″
کچھ صاحب اکسیر کو حاجت نہیں ہوتی — ″
میں کم غذا ہوں مجھ کو تو پھلکا ہی روٹ ہے — ″
قناعت سیکھے آئینہ سے پتھر پیٹ پر باندھے — ″
آستاں پر مقام سائل ہے — ″
حاصل آئینہ کو ہے نان و نمک گھر بیٹھے — ″
اپنے روکھے سوکھے ٹکڑوں میں مزا پیدا کرے — ″
جام جم کاسۂ گدا ہوتا — برق
خشک لب رہتے ہیں ساحل لب دریا ہو کر — ″
استخواں کے لئے کیوں سگ دنیا ہوں میں — ″
میں وہ نہال ہوں کہ امید ثمر نہیں — ″
زر کا نہیں نشان گل آفتاب میں — ″
دریا سے زیادہ ہے کہیں آب گہر صاف — ″

قناعت توکل و وفا

کیمیا ہتی کو دوراں ہے جو انبسرودوں کو — برق
کیوں نہ قانع کو تحک سنگ قناعت کا تکیہ
خدا کے گھر سے جو ملتا ہے نان خشک کا ٹکڑا — بارق
ہمارے واسطے نعمت یہی سوکھے نوالے ہیں
رکھ مسبب پہ نظر صرف وہی ہے کافی — بیان
ہے اگر مرد تو خاک عالم اسباب پہ ڈال
کرتا وہ روزی بیکھو دست تہی ہے — بیدل
کہ تنگی کا شکوہ خدا کا گلہ ہے — پروانہ
بندہ کو بندوں سے کچھ مطلب نہیں — ″
قوت تعالیٰ قاضی الحاجات ہے — ″
بستر گل پر ہیں غافل مست خواب راحت ہیں — ″
فاقہ مستوں کے لئے تکیہ توکل ہو گیا — ″
عالم اسباب میں پڑ کر ہوا ناسخ کی طرح — تراب
ہے نظر میری مسبب پر نہیں اسباب پر — ″
جو ہے تقدیر پہ راضی توکل اس کو کہتے ہیں — ″
دوا دھوکے کی ٹٹی ہے وہی اللہ شافی ہے — ″
نہیں کچھ ہم کو حرص خوان نعمت — ″
ہے اپنی خشک روٹی نان نعمت
قناعت نے غنی ہم کو کیا ہے — حریص
نہ ہو شاکر تو ہے کفران نعمت

توکل و قناعت

قدم کو گاڑ دیتے ہم اگر راہ توکل میں
قضا ہو وہاں آ بیٹھا دیتے — جرار

تو آ واز آزر قناعت سے غنی ہیں فقر
دیکھ منعم کہ قناعت میں پھالا گوہر — جاہ

تنگیا ہے کف محتاج میں حاجت منعم پہ رزق
جو ہیں قانع انھیں کیا حاجت منعم ہے اپنا گوہر — ”

آب و دانہ لئے ساتھ آتا ہے قناعت سے کام ہے
بزم جہاں میں جن کو قناعت کا لطف شامل کا — جوش

کمال میں ہے نصیب انھیں خدا دے گا رزق
ہے جو پابند توکل تو خدا ... جفائے عزت — ”

بیٹھ گھر میں نہ اٹھا جو کس جفائے قناعت میں
توکل کے رہے پابند اقلیم قناعت آتا ہے — ”

شکایت ہم کو آتی ہے نہ کچھ تکرار آتا ہے
تیری طرف اگر ترے اعمال نیک ہیں — جلال

زاہد خدا ہے مجھ سے خدائی خراب کا
بستر اپنا رہا کسی در پہ — جلیل

ہم کو تکیہ گر خدا پر تھا۔
توکل کا یہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر — ”

نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر
اسے جوہری عمر یونہیں کٹ جائے — جوہری

کچھ فکر ہو بخشش کی نہ کم کی — اسمٰعیل

حرص سے پھرتا رہیگا کب تلک مثل مگس
ہو کے قانع بیٹھ رہ اللہ بس باقی ہوس — تراب

ہم فقیروں کی یہ گدڑی ہے لباس شاہی
کیوں کریں اطلس و کمخواب و مشجر کی طمع — ”

بے تکلف جس کو گھر بیٹھے خدا دیتا ہے رزق
کیوں پھرے وہ دربدر اور کس لئے ہو مبتذل — ”

جو قناعت کر کے بیٹھا اپنے گھر
اس کو پروا درد اور لذت کہاں — ”

نظر ہر حال ہے جس کی خدا پر
کہاں وہ گردش گردوں کو دیکھے — ”

لگا ہے ہاتھ توکل سے دست غیب ہمیں
ہمیں تو زہد و قناعت ہے کیمیا کی راہ — ”

کیونکر کہوں تراب وہ تیری خبر نہ لے
تو جس کے در پہ بیٹھ رہا ہے فقیر ہو — ”

عزت تو آدمی کی قناعت سے ہے تمام
ناحق کوئی طمع سے ذلیل و حقیر ہو — ”

کاہے کو ہو امید کسی سے امیدوار
کام اسکا خود بنا ہے خدا کارساز ہے — ”

انسان ہیں ہم حیف نہیں اس پہ بھی قانع
کیڑوں نے تو پتھر میں ہے عزلت سے بسر کی — ”

غم غیر کھاتے ہو تسلیم کیوں
تمھیں اپنے غم پر قناعت نہیں — تسلیم

کٹی عمر دو روزہ مثل شیشہ بزم عالم میں
نہ سر پیدا کیا ہم نے لیا احسان نہ ساماں کا — ”

کر توکل جو تجھ میں طاقت ہو
تا کہ پوری خدا کی طاعت ہو — تائب

جز خانۂ گور اے قناعت
مجھ کو نہ دکھانا گھر کسی کا — ترکی

مجھے تو شوق قناعت ہے آب و دانہ پر
گہر کی طرح سے ہے آبرو پسند مجھے — توفیق

سچ تو کہتے ہیں کہ اک در بند ہو سو در کھلیں
گر توکل ہو تو دیتا ہے وہ چھپر پھاڑ کر — ثاقب

مہوس آ بتا دیں تجھ کو اک لٹکا فقیروں کا
نہیں اکسیر کا نسخہ کوئی بڑھکر توکل سے — ”

لوگ سمجھے ہیں کہ ہیں عامل ہو دست غیب کا
مجھ کو جس دن سے توکل کا خزانہ مل گیا — ”

توکل کی مصیبت بھی تو راحت سے نہیں خالی
سمندر آگ میں رہتا ہے لیکن رزق پاتا ہے — ”

جو لکھا کاتب تقدیر نے قسمت ہے وہی
جس قدر رزق ہے حصہ میں قناعت ہے وہی — ”

عزیز خلق ہے گندم یہ پھل ہے اس قناعت کا
ازل سے ایک دانے کے کئے ہیں اس نے حصے دو — ”

اے زمیں تیرے میہماں کے پاس
بوریا بھی ہے بسترا بھی ہے — ”

تکیہ فقیر کا ہے خدائے کریم پر
خواہش نہ ملک کی ہے نہ فکر خزانہ ہے — جنون

مطلب ہمیں دوشالہ و رومال سے نہیں
پیدا ہوں جس سے لعل وہ گدڑی گدا کی ہے — ”

جو ہاتھ کھینچ لے وہ پاؤں کیوں نہ پھیلائے
فقیر شاہ سے بھی التجا نہیں کرتے — ”

عنایت کی ہے خالق نے جنھیں نعمت قناعت کی
غنی دل انکے محتاجی میں ہیں بڑھکر تونگر سے — ”

غنی دل انکے ہیں قبضہ جو ہے ملک قناعت پر
گدا در کے ترے کب ملتجی ہوتے ہیں شاہوں سے — ”

کیا ملک قناعت پر جو قبضہ
تو مجھ کو تخت شاہی بوریا ہے — ”

ساتھ کچھ اپنے نہ لائے تھے نہ لیجائیں گے
شکر و شکوہ نہیں اے چرخ دیا یا نہ دیا — ”

ہوا ہوں میہماں جس روز سے خوان توکل پر
زباں پاتی ہے میری لذت شکر غذا کیا کیا — جرار

عجب کیا وادیٔ صبر و رضا طے ہم سے ہو جائے
چلے ہیں ہم کمر پر باندھ کر روٹی توکل کی — ”

خوش آتا ہے انھیں کب ذائقہ دنیا کی نعمت کا
ملی ہے جن کو لذت لقمۂ نان توکل کی — ”

زباں کو ذائقہ دیتا ہے کیا کیا مرد قانع کی
نہیں کم قند و شکر سے نمک خوان توکل کا — ”

آسماں چیخ اٹھے رشک سے حیراں ہو جائے	دیکھ پائے جو کہیں شان قناعت میری	حیرت
زیبا ہے مرے دوش پہ اب دلق قناعت	آتی ہی نہیں کام میں اکسیر کسی کی	،،
تم خدا پر رہا کرو حیرت	غم نہیں صاحب توکل کو	،،
پنشن پہ حصر کیا ہے توکل خدا پہ ہے	بیٹھا ہے اب حسین قناعت کے زور پر	حسین
تھا قناعت میں نہاں گنج فراغ	پر ہمیں بے وقت ہاتھ آیا یہ گنج	حالی
جو قناعت کے ہیں حالی مہماں	ان کو فاقے ہیں مزعفر سے لذید	،،
کام اسے اپنے سونپ دے حالی	نہیں جس کا شریک اور انباز	،،
اپنے سے اعلیٰ کی حالت پر اگر آتا ہے رشک	دیکھ کر ادنیٰ کو کر لیتے ہیں اپنی دل دہی	،،
رہتا نہیں ہے اہل توکل کا کام بند	خشکی میں بھی فقیر کی کشتی رواں رہی	خلیل
گدائے باقناعت ہوں نہیں ملتا ہوں سلطاں سے	غنی رکھتا ہے مجھ محتاج کو تکیہ توکل کا	،،
خشک و تر پر ہستئ فانی کے جو قانع ہوا	مثل اسکندر وہ شاہ بحر و بر ہو جائے گا	،،
قناعت سے عزیز خاطر عالم نہ کیونکر ہو	خوش آتا ہے خدا کو شیوہ ارباب توکل کا	،،
دل غنی ہے مرا قناعت سے	بے نیازی پہ ناز کرتا ہوں	،،
سامان توکل ہے سر انجام ہمارا	تکلیف ہماری ہی آرام ہمارا	خاموش
کیوں نہ ہوں خوشدل کہ رہتے ہیں قناعت میں مدام	کرتی ہے انسان کو ہر دم بہت دلگیر حرص	خوشدل
غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ	اے داغ پر زمانہ سے دست سوال کھینچ	داغ
مصیبت گر کسی پر ہو قناعت ہی کا خوگر ہو	اگر کیسا ہی مضطر ہو قناعت ہو ہی جاتی ہے	،،
فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہان کے	خطرہ جو ہے سو آئینۂ دل پہ زنگ ہے	درد
شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں	نے تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا	،،
نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش	دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے	ذوق
گر خدا دیوے قناعت ماہ یک ہفتہ کی طرح	دوڑے سارے کو کبھی آدھا نہ انساں چھوڑ کر	،،
جو کنج قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر	ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ	،،
نہیں ہر فارغ کو خواہش زر وہ مفلسی میں بھی ہے تونگر	جہاں میں مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے	،،
واقف جو کبھی ہوتے توکل کے مزے سے	مفلس کبھی دنیا میں نہ زردار کو تکتے	رند
دولت دنیا سے مستغنی قناعت نے کیا	جانتے ہیں خاک کوئی فقر کو اکسیر ہم	،،
کبھی کسی کا خدایا نہ کیجیو ممنون	پرائے دوست سے مطلب نہ آشنا سے غرض	،،
گلشن دہر میں شبنم کی طرح قانع ہوں	قطرۂ آب ملا تو اسے دریا سمجھا	،،
کہتا ہے توکل کہ بچو خانہ بدوشو	سایہ کہیں پڑ جائے نہ منعم کے محل کا	سحر
خلعت زریں مبارک اہل دنیا کو سحر	ہم نے جب دھر لیا کمل دوشالہ ہو گیا	،،
جتنے ہیں کام ترے سونپ خدا کو سودا	تری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے	سودا
کیا دیا ان نے کسی کو آسماں ہے جسکا نام	اس دنی کے سامنے پھیلا نہ اے بے ننگ دست	،،
طلب نہ چرخ سے کر نان نعمت اے سودا	پھرے وہ آپ ہی کاسہ لئے گدائی کا	،،
کچھ دارو گیر حشر کا ہم کو خطر نہیں	اپنی نظر ہے رحمت پروردگار پر	سرور

توکل و قناعت

پسند آیا ہے جس دن سے مجھے شیوہ توکل کا
سمجھتا ہوں غریبی میں بھی نان خشک کو کیک کا — سعید
اے دل جسے حاصل ہے قناعت وہ غنی ہے
ہر ایک کو دولت نہیں ہوتی — ،،
تفویض یہ ہے حاجت روائی کی کہ ہے اے رازق مرے
سب دنیا جمع کر لے آگے کو نہیں اور جانے — ،،
مثل قارون جمع کر فکر حصول مرام کی
بے فائدہ ہے لیل و نہار میں — سخن
سمجھ ہو رہے گا گر دولت یہ تو جو ہم سے
بسر غرض ہے جہاں میں بار خستگی — ،،
مکاں ہو کوئی ہو عسرت میں جائے عیش
دل ہو مطمئن یہ قناعت ہو تو من و سلویٰ میں — منیر
فقر میں نان جویں بھی ہے ابر ہو جائے
چار دن زیست کے عزت سے گم مجھ کو — ،،
جو پیتا ہوں یہ ہے فضل و توفیق
ہے نتیجہ خواہشوں کا ازدیاد اضطراب — ،،
مطمئن ہیں جن کے حصہ میں قناعت آگئی
نہیں بے وجہ اس نے استغنا پر اکتفا کی ہے — ،،
ہاں کچھ تو پایا ہے مزہ اے دل قناعت میں
جو ہے حضر میں ہوگا سفر میں وہی کفیل — ،،
حاجت گدا کو اس کے نہیں زاد راہ کی
کر میر دل کو — ،،

توکل و قناعت

فروغ بخش ظفر قانعوں کے چہرہ پر
ہمیشہ ان کے ہے دلجمعی و فراغ کا نور
کھینچ لیں گے جو کہ دنیا کی طمع سے اپنا ہاتھ
پاؤں اپنے یاں وہی آرام سے پھیلائیں گے
خود ہی پہ تکیہ نہ [illegible] کرے
خدا پہ بھی اس [illegible] توکل کرے
گرگئی دنیائے دوں دامن سے اٹھائے اے ظفر
جھٹک دے مانند گرد اہل توکل جھاڑ کر
خداوندان نعمت دولت و حشمت پہ نازاں ہوں
ہم بے نوا کو ناز ہے گنج قناعت پر
جس قدر ثروت بڑھی اتنی بڑھی حرص و ہوا
خوب تھا انساں اگر صبر و قناعت مانگتا
ہر وقت پر جو ہو وہی اعلیٰ سے اعلیٰ ہے
بدن پہ اپنے نقش بوریا ہی کا دوشالا ہے
[illegible] کی طرح قناعت کر
رزق اللہ دے گا گھر بیٹھے
قناعت کی اسی پر جا کے اکسیر سے بہتر
اگر اک خاک کی چٹکی ملی باب توکل سے
تقلید معاش بھی جس پر دوام ہے یاں عبث
دیکھا ہر ایک طرح کہ وہ [illegible]
[illegible]

ظفر
"
"
"
[illegible]
"
عاشق
"
"
"

کریم دل کو مرے توشۂ قناعت دے
وہ صابر ہے جو رکھے مستقل ہر حال میں دل کو
جنھوں نے توکل کیا اختیار
مزہ اٹھے گا تبھی گوشۂ قناعت کا
شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام
کہتے ہیں جسے فقر وہ اے اہل بضاعت
مثل مرکز ہے مرے پائے توکل کو ثبات
جو توکل پر ہیں کیا حاجت انھیں اسباب کی
روزی پہ شکل ماہ قناعت ضرور ہے
مستقل اپنے دونوں پا کر کے
کہاں کے یہ کہاں کے وہ کہاں جاؤ گے کیا حاصل
وہی ہے آدمی جو آدمی قسمت پہ شاکر ہو
بھروسا خدا پر رکھو حضرت شاد
اے قناعت تجھ سے بڑھکر کوئی دولت ہی نہیں
ملتا ہے جو خدا سے قناعت اسی پہ ہے
ہے قناعت سے مجھے ربط کمال
کیا ہے شہرۂ عالم مجھے فقر و قناعت نے
شائق طلب ہے گنج قناعت کی بس مجھے
فضل ایزد سے ہوا گنج قناعت حاصل
یہ نور قناعت سے منور ہے مرا دل
نیم ناں پر میں رہا مثل مہ نو قانع
منعم کو ناز دولت ناپائدار پر
دنیا کی نعمت ان کی نظر میں سمائے کیا
اے ضیا قانع جو ہے راحت ہے اسکے واسطے
ہم فقیروں کو توکل پر ہزاروں ناز ہیں
کیوں پائے طلب توڑ کے مایوس ہوں طاہر
لذت چشان خوان قناعت جہان میں
توڑ کر پائے طلب بیٹھے ہیں مست اللہ کے
جو ہوا پائے طلب توڑ کے قانع طاہر
دوشالوں میں کوئی سرخاب کے پر تو نہیں ہوتے
وفور دول میں مسرت نہیں ہے
ہوا و ہوس سے حذر ہر نفس ہے
تو جو ہے بندۂ حق بیٹھ خدا کے در پر

سراج	کہیں نہ جائے یہ مفلس جو تیرے در سے پھرے
"	کہ جب کچھ بن نہیں پڑتا قناعت آہی جاتی ہے
سید	انھیں جان سے ہے قناعت عزیز
"	رہو جو گوشہ نشیں تم اسیر کی صورت
شاداں	بندہ کو بھروسا ہے ترے فضل و کرم کا
شہید	سرمایۂ ارباب توکل نظر آیا
"	دے نہ چکر تو مجھے گردش افلاک بہت
"	رہتے ہیں طائر کے بے صابوں ہمیشہ پرسفید
"	ساری کبھی تو ہے کبھی اک پارہ نان کا
"	بیٹھے اس در پہ اتکا کر کے
شیفتہ	بھروسا کر کے بیٹھو شیفتہ تم اپنی قسمت پر
"	یہ کیا ہر وقت گردوں کی شکایت ہی شکایت پر
شاد	تمھارے سفینہ کا حافظ خدا ہے
شعار	اے قناعت تجھ سے بڑھکر کوئی نعمت ہی نہیں
شائق	پابند میں نہیں ہوں قلیل و کثیر کا
"	طبع میری سوئے زر آتی نہیں
"	ہوا ہے مرتبہ حاصل یہ شاہی کا گدائی میں
"	نے سیم و زر نہ درہم و دینار سے غرض
"	ہم کو ہرگز نہیں شائق زر و گوہر کی تلاش
صابر	ہے گردۂ مہتاب کا شک نان جویں پر
"	تن خم گشتہ خم ابروئے سائل نہ ہوا
"	تکیہ فقیر کا کرم کردگار پر
صولت	تکیہ کیے ہوئے ہیں جو پروردگار پر
ضیا	حرص سے آرام حاصل عمر بھر ہوتا نہیں
طاہر	پاؤں سے ٹھکرا رہے ہیں ساغر جم دیکھکر
"	دینے پہ اگر آئے تو ہیں اس کے بڑے ہاتھ
"	نان جویں کو جانتے ہیں بیشتر لذیذ
"	ہاتھ پھیلاتے نہیں ہیں ساغر جم دیکھکر
"	ہاتھوں ہاتھ اس کے لئے رزق خداداد آیا
طالب	بشر میں گر قناعت ہو تو کمل ہی دوشالے ہیں
"	وہ مسرور ہے جو قناعت گزیں ہے
"	نہ ذوق جہاں ہے نہ شوق قفس ہے
ظفر	دربدر بھٹکے نہ پھر حرص و ہوا کا بندہ

ہوئے آسما پیکر استخواں جب دور گردوں میں	ملا جب قرص ناں داغ دل خوان توکل سے	عاشق
گدا ہوں پر قناعت کے سبب نفرت ہے شاہوں سے	یہ نقش بوریا بھی نقش ہے گویا توکل کا	عرش
تکیہ ہے مجھ کو تیری عنایت پہ اے کریم	روزی رسان خلق کوئی دوسرا نہیں	عالم
ہے زمانہ کی تگاپو بے حصول	اس پہ ہی عابد نہ کیوں تکیہ کروں	عابد
بندہ کے واسطے ہے توکل عجیب شئے	اب اور کیا بتاؤں میں تدبیر کے خواص	"
ہوں خاکسار میں نہیں خواہاں سریر کا	کافی ہے گر ملے مجھے بستر حصیر کا	"
ڈھونڈھتی ہے انھیں مخلوق مہ نو کی طرح	لب ناں پر جو قناعت سے گزر کرتے ہیں	عزیز
وہی تو تاج شہ کشور قناعت ہے	عزیز کاسہ جو معکوس ہو گدائی کا	"
نعمت خوان سلیماں کی نہیں مجھ کو ہوس	مور قانع کی طرح خرمن مجھے یکدانہ ہے	غافل
مثل آئینہ اگر گھر سے نہ جاتے باہر	آب و ناں گھر ہی میں اے فیض میسر ہوتا	فیض
پیوستہ بدولت توکل	حاصل مجھے دولت فنا ہے	فدا
میں شاکر مقسوم ہوں روزی میں بہر حال	کچھ لطف زیادہ میں نہ کچھ رنج ہی کم میں	"
گوہر مقصد کا طالب ہے تو مانند صدف	گوشۂ دریائے ہستی میں قناعت چاہئے	"
جو حاصل ہے گنج قناعت مجھے	میں کرتا ہوں کب کیمیا کو پسند	"
اعزہ اقربا نے ساتھ چھوڑا جب مصیبت میں	قناعت ہو گئی میری شریک حال عسرت میں	فصاحت
جو توکل کرتے ہیں ان کو پشیمانی ہے کم	زور کم چلتا ہے آب بستہ میں تیراک کا	قدر
اگر ہو جائے واقف ذائقہ سے تو توکل کے	مزہ ہو سوکھے ٹکڑوں میں بھی پیدا نان نعمت کا	قلق
ہیں سیر بوریائے توکل کے فاقہ مست	ہوتے ہیں مضطرب دم افلاس اور لوگ	"
فزوں حصیر توکل ہے تخت شاہی سے	کلاہ فقر کم از تاج بادشاہ نہیں	"
پھر پھر کے پاؤں توڑیئے راہ طلب میں کیوں	اک در پہ بیٹھ رہیئے جہاں سے اٹھا کے ہاتھ	"
مزہ ہوتا ہے انکو نعمت کونین کا حاصل	ملا کرتا ہے روزینہ جنھیں خوان توکل سے	"
منعموں کو نہیں نعمت میں یہ لذت حاصل	سوکھا ٹکڑا جو توکل کا مزہ دیتا ہے	"
ملی نعمت سعادت کی ترے در کی گدائی سے	ہما بھی اک مگس راں ہے مرے خوان قناعت کا	"
ملا ہے بطن مادر میں بھی مجھ کو رزق بے منت	ازل سے ناز پروردہ ہوں میں تو خوان نعمت کا	"
سوکھے ٹکڑوں کا قناعت کے مزہ ملتا اگر	پھر نہ بھولے سے بھی منعم نان نعمت مانگتا	"
کر اقلیم قناعت کا سفر تا تجھ پہ روشن ہو	کہ چشم مور سے بھی تنگ تر ملک سلیماں ہے	قدرت
ہمارے حرص کو دام قناعت میں پھنسایا ہے	جو ہے اقبال شاہی وہ مرے طالع کی پستی ہے	قبول
توکل آسیا سے سیکھ لے مانگے ملے جس میں	ترقی التجا سے ہو نہ ہرگز رزق قسمت میں	قدیر
حضور منعم دنیا عبث ہے ہاتھ پھیلانا	توکل کی بھری ہیں نعمتیں خوان قناعت میں	قمر
بوریئے پر ہے قناعت اے فلک	آرزوئے مسند دیبا نہیں	گویا
کری ہے دل کو مستغنی ترے در کی قناعت نے	سلیماں کا جو تخت آوے مرے آگے ہوائی ہے	لائق
ہے جن کو تکیہ فقط رزق آسمانی پر	وہ دیکھتے بھی نہیں روزگار کی صورت	میکش
توکل پیشہ والے رزق کی خاطر نہیں پھرتے	مثال آسیا بیٹھے ہوئے ہیں کنج عزلت میں	"

توکل و قناعت

فقیر ہوں میں ازل سے ورد توکل کا	ننھی
گدائے شہر کا پی کر پیالہ کیا کرتا	"
دھرا ہے جب سے قدم کوچۂ توکل میں	"
نہ فکر صبح نہ سودائے قوت شام رہا	"
سمجھا ہیں منہ شاہ کی اس بوریائے فقر کو	"
دست توکل جس گھڑی میرا نگہباں ہوگیا	"
رکھا ہے جب سے توکل میں پاؤں کو	"
بنتی کو مقدر سے اعتماد	"
دیا ہے توکل نے دو قدم	"
بخت دیا پایۂ توکل نے وقار	"
دیوار کر دیا مجھے پیر ... نے	"
منہ تکتی ہی اہل توکل	"
رہی خوان کرم کا مہماں ہے	"
ترے کوچۂ توکل میں	"
وہ رہے نقش بوریا جانے	"
نقش جب گنج قناعت کا ہے مجھے	"
مدت سے شوق گنج قناعت	"
روز ازل سے عاشق نان شعیر ہوں	"
مزہ جو قناعت کا ہم جانتے ہیں	"
زمانہ کی عشرت کو غم جانتے ہیں	"
ہاتھ آیا ہے جس دن سے مرے ملک قناعت	"
مستغنی ہوں وہ داغ سمجھتا ہوں درم کو	"

بستر خاک

توکل وقناعت

بعد مرنے کے نظر چشم قناعت سے جو کی
خاک کے ذروں سے تربت پہ چراغاں دیکھا
گر قناعت ہو تو انساں ہے فرشتہ سے سوا
اسکو رہتی ہے ضرورت اور وہ بے احتیاج
تخت شاہی کی اگر تجھ کو ہوس ہے تو دلا
گوشۂ تاج رفعت فرق توکل پر توڑ
کل توکل نے کیا تکیہ قناعت فرشی پر
ہے لباس خاکساری میمنت مانوس آج
اسے قناعت خدا را مدد ہے
گردن حرص اب تو دابی ہے
جب سے اقلیم قناعت میں رکھا ہم نے قدم
پاؤں اپنے جو ٹیکتے ہیں اٹھتے ہیں جب ہم کہیں
تخت شاہی اس گدا کو بوریا ہو جائیگا
جو قناعت کے مزہ سے آشنا ہو جائیگا
ایک قطرہ اس کو دُرِ بے بہا ہو جائیگا
جو قناعت کے مزہ سے آشنا ہو جائے گا
منکر شان کرم قائل ترا ہو جائیگا
جو قناعت کے مزہ سے آشنا ہو جائیگا
قناعت آدمی کو چاہئے رزق مقدر پر
ہمانے ہڈیاں کھا کر شرف پایا سعادت کا
مجموعہ ہر دو

ماہر — منظر — مسکین — " — " — " — ماہ — " — " — "

بستر خاک پےُ اہل قناعت منعم
ہاتھ آئے ہم کو گنج قناعت جو منتہی
دل سے رکھتا ہیں اگر کوئے قناعت میں قدم
یہ توکل کے ہے خلاف منیر
حرص نعمت کا قناعت ہی کریگی سامنا
زرداروں کو اکسیر قناعت نہیں ملتی
کیا شہد قناعت کی خبو مور و مگس کو
بندوں سے کام تیرا اے میر کچھ نہ نکلا
اب ترک کر لباس ۔ توکل ہی کر رہے
ہے توکل جب سے ہم درویش ہیں
نہ کیونکر شیخ توکل کو اختیار کریں
آتش کی طرح مہر توکل پسند ہے
خاک کے ذرے سے بدتر سمجھوں میں وہ قانع ہوں
پہنئے کفنی قناعت ہے لباس فقر میں
لگ جائے ترا ہاتھ تو مس زر ہو جائے
تو ہے دنیا میں اے قناعت اکسیر
بگڑا ہے کام یا کہ ہے کام بنا
سنتے آئے ہیں ہم بزرگوں سے مثل
تم اختیار قناعت کرو کہ دل ہو غنی
کیوں حرص و ہوا میں مبتلا ہے ہر کس
شاید آدھی رہے نہ ساری غافل
مس لائے تو زر کرکے دکھا دوں تجھ کو
وہ نسخۂ اکسیر قناعت ہے مہر
جاہ پاکر جاہ کی ہوتی ہے اور الٹی ہوس
فکر سے کام سنورتا ہے جو تو کرتا ہے
راحت قلب قناعت سے ہی مفلس کو نصیب
مصحفی گوشۂ عزلت کو سمجھ تخت شہی
مصحفی کو نہیں رہتی ہے کبھی فکر معاش
گنج قاروں بھی اگر کام نہ آئے تو ہے خاک
نہ کوئی خوف تنزل نہ ترقی کا خیال
عقل دی ہے تمھیں اللہ نے سوچو سمجھو
بے ہنری سے ہمیں اب تو ہے دشوار زیست
فقر میں بھی دل ہے دولت سے توکل کے غنی

راحت افزا صفت مخمل کا ثانی ہے
پھیلائے پاؤں چین سے تا زیست سوئیے
صورت خسرو خاور مرا اختر ہوتا
فکر ہو ڈیڑھ کی کہ پونے کی
نان خشک اس تیغ کے آگے سپر ہونے کو ہے
جب تک نہ لئے کوئی یہ دولت نہیں ملتی
دنیا میں چٹوروں کو یہ نعمت نہیں ملتی
موقوف مطلب اپنا اب رکھ خدا کے اوپر
جب تک کلاہ سر پہ رہی در بدر رہے
کمر ہی چکنے ہیں جو کچھ دل میں ٹھنے
زمانہ ہووے مساعد تو روزگار کریں
جو صبح کو ملے نہ رہے شام کے لئے
ہو جو خورشید فلک زرد صوپ سونے کا ورق
کب تبدل اس کو شکل رخت شاہانہ ہوا
بے زر اک آن میں تو نگر ہو جائے
برکت سے تری گدا اسکندر ہو جائے
کر شکر کہ اے مہر مقدر یوں تھا
شاکر کا کفیل آپ ہوتا ہے خدا
غنی غنی نہیں دل میں اگر ہو ما و منی
دولت اے مہر ہے قناعت اور بس
کر چھوڑ کے آدھی کو نہ ساری کی ہوس
آ نسخۂ اکسیر بتا دوں تجھ کو
باقی ہے مہو ہی سنا دوں تجھ کو
جز قناعت بادشاہی اے ہما کچھ بھی نہیں
پھر تعجب ہے کہ تو فکر میں یوں مرتا ہے
اہل دولت کو ہے کیوں درہم و دینار کا خبط
کیا کریگا تو عبث ملک سلیماں لے کر
گھر میں بیٹھا ہوا اوقات بسر کرتا ہے
زحمت بارکشی سے تو قناعت اچھی
قبل مردن ہمیں حاصل ہے قناعت کیسی
یہ ہر اک بات میں تقدیر و قناعت کیسی
بند قناعت کا باب دیکھئے کب تک رہے
گنج ہوں باطن میں گو ظاہر میں ویرانہ ہوں

منتہی — " — " — منیر — " — " — " — میر — " — " — " — مہر — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — مصحفی — " — محب — " — " — " — ماہر

مجھ سے ہر دم یہی کہتی ہے قناعت میری	کنج عزلت تجھے فردوس کا کونا ہوگا	ماہ
ہمیشہ صبر و قناعت سے دل غنی رکھے	متاع و مال کو منعم ہزار کھو بیٹھے	"
ہوں وہ قانع زہر جسکو شہد و شکر ہوگیا	شکر کر کے کھالیا جو کچھ میسر ہوگیا	"
مقدر سے ملا جو کچھ مجھے اس پر قناعت کی	توکل نے مرے جھگڑا مٹایا بیش اور کم کا	"
دنیا کی مجھے فکر نہ غم روز جزا کا	توشہ ہے توکل کا بھروسا ہے خدا کا	"
اللہ ہے والی سر و ساماں کا ہمارے	کرتی ہے بیاں مفلس و نادار کی صورت	"
امیروں کو مال و زر و زور پر	غریبوں کو اپنے خدا پر گھمنڈ	محو
بیٹھ رہ گھر میں اے نساخ بقول مومن	دربدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے	نساخ
دام آز و حرص سے آزاد بالکل ہوگیا	جو کہ مست بادۂ جام توکل ہوگیا	"
قانع جو ہیں جہان میں رہتے ہیں سر بلند	پرِ ہما ہے تاجِ سر بادشاہ پر	"
دنیا میں ہے قانع کے لئے رتبۂ اعلیٰ	جا ملتی ہے افسر پہ پر بالِ ہما کو	"
ہوں جو ارباب توکل وہ ہیں کس کے محتاج	کشتئ نوح کو کچھ حاجت ملاح نہیں	ناسخ
عالم اسباب میں ہر چند ہوں ناسخ گر	ہے نظر میری مسبب پر نہیں اسباب پر	"
گھر میں بیٹھا رہوں توکل کے	سچ ہے ناسخ کہاں کہاں جاؤں	"
گر قناعت ہو تو نانِ خشک ہے نعمت ولا	دیکھ لے پانی چراغ گل کو روغن ہوگیا	"
ہیں جو قانع خانہ ویرانی میں بے ساماں نہیں	ہے ہر اک روزن مرے بیت الحزن میں آئینہ	"
کیا کرتے ہیں خون آرزو کنج قناعت میں	ہمارے پاس جائے گنج زر گنج شہیداں ہے	"
غم افلاس کہاں دل ہے تونگر اپنا	زرد چہرہ نہیں فاقوں سے یہ ہے زر اپنا	"
خانہ بربادی میں بھی ہے اپنی آسائش وہی	بیٹھ بستر ہوگئی ہے ہاتھ بالیں ہوگیا	"
چشم ارباب قناعت میں تفاوت کچھ نہیں	تاج شاہی میں خروس خانگی کے گیس ہیں	"
بادشاہی خوش نہیں آتی ہے نوشاہوں کیطرح	تین دن کو اے فلک کیا چاہئے نوبت ہمیں	"
ناسخ نہ ہو جیو مگس خوانِ اغنیا	سنتا ہوں یہ سخن لب نانِ جویں سے میں	"
بے صبر و قناعت سائل یہاں سب چھوڑ یہیں گی لو بھ بھری	جو لوبھ کرے اس لوبھی کی نہیں کھیتی ہوتی جان ہری	نظیر
امید کیا چرخ سفلہ پرور ہیں ہو اب تجھ سے ایک ناں کی	کہ تیرے ہاتھوں سے ماہ نو نے یہاں قناعت کی ماہ نو کی	نصیر
بیشہ ہیں قناعت کے کچھ آساں نہیں ہنا	ہمچشمیٔ شیراں سگ دنیا سے ہو کیونکر	"
ہوں غنچہ باغ دہر میں لب بھر ناں نہ کھول	اے دل نہیں سوائے قناعت دوائے حرص	"
تونگر کی طرح درویش کی مسند بچھا بیٹھے	خدا پر جس کا تکیہ ہو وہ کیا تکیہ لگا بیٹھے	"
عالم سے نرالا ہے ہر ایک سے بالا ہے	حاجت نہیں کچھ رکھتا محتاج ترے در کا	نسیم
ایک لقمہ عمر بھر کو بس ہے قانع کے لئے	بند ہو کر منہ نہیں کھلتا دوبارہ گور کا	"
اگر آدمی کو قناعت رہے	تونگر بھی اس کی بدولت رہے	"
جسم تو جائے کوئی توکل پر	پھر کسی کی اڑی نہیں رہتی	نشتر
اپنے نزدیک یہ توکل ہے	جس نے پیدا کیا وہی دے گا	"
جوش وحشت میں بھی پابند قناعت ہوں میں	اپنے دامن کو سمجھتا ہوں بیاباں اپنا	نظم

قناعت توکل و فنا

پاؤں پھیلائے ہیں داماں کی طرح / ہاتھ کھینچا ہے گریباں کی طرح	ناظم
اے قناعت تیرے صدقے جاؤں / میں ہوا پر ہوں سلیماں کی طرح	"
بس زباں سے ہو بیاں صبر و قناعت کا مزہ / نعمتیں تجھ پہ اتریں من و سلویٰ ابکی	"
مجلس پیر مغاں سے نہ اٹھیں گے ہرگز / پاؤں اب توڑ کے بیٹھے ہیں دو زانو ہوکر	"
کیا اہل قناعت کو غرض اہل غنا سے / نہ فیض نہ ہے درد سر فیض	"
ہم کو نہ سرکار سے ہے اے قناعت فیض کو پہنچا / تری سرکار سے میں اے قناعت حاجت روا رکھے	وزیر
بجز اللہ ساری خلق کا حاجت عمل کی / بڑھا رتبہ قناعت کی صفا جب تو نے حاصل کی	"
صدف منہ کھول کر دریا میں کہتی ہے یہ گوہر ہے / مثل گوہر ہے جو پیا آب و دانہ غیب سے	"
میں قناعت پیشہ ہوں منت کش حاتم نہیں / جو کہ قانع ہو وہ بچ جائے فریب نفس سے	"
دام کب صیاد پھیلائے ہما کے واسطے / دیندار ہم اسی کو سمجھتے ہیں اے وزیر	"
دنیا سے جو کہ بیٹھ رہا ہے اٹھا کے ہاتھ / متوکل ہوں	

تواضع

عہد طفلی ہی سے ہے مشق تواضع لازم — عیش
حلقۂ آسانی سے بن سکتا ہے چوب ترکا

خوشا امیر وہ منعم کہ ہو کے دولت مند — امیر
جھکائے سر شجر میوہ دار کی صورت

راستی اور تواضع میں ہے ربط قلبی — ٫٫
جسطرح لام الف میں ہے الف لام میں ہے

کبھی نہ راہ تواضع پہ اہل جاہ چلے — بحر
اتر کے تخت شہی سے نہ بادشاہ چلے

منزل عالی پہ پہنچا جب تواضع پر چلا — ٫٫
جب اڑی خاک قدم پایا مکاں بالائے سر

منزل عالی ہے ارباب تواضع کے لئے — ٫٫
جو چڑھائی پر چڑھے گا بحر خم ہو جائیگا

جھک کے ہر اک سے بنے کام ہر اک کے آئے — جگر
ہو جو غربت میں بھی تو لطف وطن کا آئے

وہم میں اپنے تھے بہت کچھ لیک — حسن
خوب دیکھا تو کچھ نہیں ہیں ہم

لیتے ہیں ثمر شاخ ثمر ور کو جھکا کر — ذوق
جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ

اکسیر سے نہیں کم مجھ منکسر کی صحبت — سوز
سونا کرے ہے مس کو یہ خاک ایک پل میں

سنعراب

متوکل ہوں مجھے فکر نہیں روزی کی
جو وہ چاہے تو مجھے خلق سے کام
اب چند روز کنج قناعت میں بیٹھئے
مال کی ہم کو نہ دولت کی طمع
تمنا نعمت الواں کی منعم کو مبارک ہو
تخت شاہی اگر نہیں تو نہ ہو
نان نعمت میں کہاں جو نان جویں ہے مزہ
گر کچھ ہوس جاہ و تجمل ہوتی
گرتے سو بار ضعف طالع سے ہم
چرخ چارم پر نہ ہو کسطرح سے اسکا دماغ
ان کا خدا شریک ہے جن کا نہیں کوئی
جو اہل توکل ہیں غذا نور ہے ان کی
قانع تو مشت خاک پہ مت رکھ ہوائے زر
کیا کہوں جب سے کھلی چشم قناعت ہمدم
اگر قناعت میں نام چاہو تو بیٹھو نقش نگیں سا ایدل
صبر کر کنج قناعت میں بہت ہے آرام
جب سے کھینچا ہے ہم نے دست طمع
قانع اسے سمجھے ہے بہ از نعمت الواں
فیض بر عالم بالا سے ہوں جو ہیں قانع
بیٹھے ہوئے کہیں ہیں ہر صبح اٹھکے قانع
نامور دشت قناعت میں ہوں اہل غربت
قانع عزیز رکھتے ہیں کب ہر زرہ گرد کو
جو ہو متوکل اُسے پہنچاے ہے رزاق
ہوگیا کوہ کی ثابت قدمی سے معلوم

آب و دانہ ہے مرے واسطے ہر ہر آنسو — وزیر واسطی
نظر بندہ کو لازم ہے خدا پر
حرص جہاں میں عمر ہوئی رائیگاں بہت — ٫٫
ہے فقط کنج قناعت کی طمع — ٫٫
ہمیں تو واسطی نان جویں بھی نان نعمت ہے — ٫٫
بیٹھ رہنے کو بوریا تو ہے — ٫٫
ہیں قناعت پیشہ کب منت کش حاتم ہوا — ٫٫
طاقت نہ ہمارے دل کو بالکل ہوتی — ٫٫
تکیہ جو نہ دیوار توکل ہوتی — ٫٫
جب کرے اک گردۂ ناں پر توکل آفتاب — ہوش
کب ہو روا نہ اہل توکل کی احتیاج — ٫٫
خورشید کا گردہ انھیں ہر نان جویں ہے — ٫٫
اس کیمیا کے روبرو اکسیر گرد ہے — ہمدم
ہم سے بھی قدر میں کم اپنی نگہ میں زر ہے — ٫٫
جگہ سے اپنی ذرا نہ سرکو ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو — ٫٫
دل نہ جا سوے ہوس راہِ توکل کترا — ٫٫
روز پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں — ٫٫
گر جوں مہِ نو خشک ملے نان کا ٹکڑا — ٫٫
رہے نیساں کی صدف دست نگر پانی میں — ٫٫
کل تو گزر گئی ہے پھر آج کا خدا ہے — ٫٫
گرچہ جوں حرف نگیں ہلتے نہیں مسکن سے — ٫٫
چیں برجبیں ہے ہم سے درم اور درم سے ہم — ٫٫
رزق اپنا بھلا پائے نہ کیوں سنگ میں کیڑا — ٫٫
چین سے رہتے ہیں دنیا میں قناعت والے — یکتا

تواضع

اہل دنیا کی تواضع ہے دلا خونریز خلق
خمیدہ روز پیدائش سے ہیں ہم تیغ کی صورت
تواضع اسکی سب کرتے ہیں جو صاحب تواضع ہیں
جھکے جو آپ سے انساں کو جھکنا اس سے لازم ہے
جب تواضع ہم نے کی تسخیر عالم ہوگیا

ساتھ خم کے کاٹ بھی رکھتی ہے یہ تلوار کا — اسیر
تواضع جسکو کہتے ہیں وہ جوہر اپنا ذاتی ہے — ٫٫
خم محراب میں ہے سرنگوں ہر ایک ساجد کا — ٫٫
جو خم شمشیر میں پایا گیا خم ہم نے گردن کو — ٫٫
خاتم دست سلیماں قدر پر خم ہوگیا — ٫٫

سفیر اب نہ چھوٹے تواضع کی عادت	جھکے تم سے پیر و جواں کیسے کیسے	سفیر
حسن آئینہ کا خاکستر سے چمکے ہے دوچند	خاکساری اے حسیں ہے موجب زینت ہمیں	شہید
تواضع نے کیا مسجود دو عالم مجھے گویا	خم محراب ہوں میں کعبۂ ارباب ایماں کا	صابر
سر بلندوں کو تواضع سے میسر ہے فروغ	اس لئے صابر کمر میں ماہِ نو کی خم ہوا	"
کیا جلا آئینہ کو ہوتی ہے خاکستر سے دیکھ	صاف کر دیتا ہے دل کو خاکساروں کا ملاپ	ظفر
منعم کو مبارک رہے قالین و نہالی	ہے خاک نشینوں کے لئے فرش مکاں کاخ	"
ملی ہے دولت کونین ہم کو خاکساری میں	جہوس جانتے ہیں ہم جسے اکسیر وہ یہ ہے	"
اہل جوہر متواضع ہیں نہیں منت کش	دیکھ مثل کمر خم سر شمشیر نہیں	عاشق
لب پہ فوارہ کے جاری ہے یہ مصرع دمبدم	دے اگر خالق بلندی میل پستی چاہئے	قائم
بسان خاک ہو پامال راہ خلق اے میر	رکھے ہے دل میں اگر قصد سرفرازی کا	میر
تم اختیار تواضع کرو کہ عزت پاؤ	جو آدمی متواضع ہیں انمیں شہرت پاؤ	"
کہا ہے جس کو تواضع وہ ایک گوہر ہے	اور ایسا جس کو کہیں آدمی کا جوہر ہے	"
تواضع جس کا شیوہ ہے پہنچتا ہے بلندی کو	کہ چشم مہر کا مردم ہے جو قطرہ ہے شبنم کا	نساخ
تواضع سب کی کرتا ہے جو عالی ظرف ہوتا ہے	جھکا دیتا ہے بزم میکشاں میں شیشہ گردن کو	"
نام رہ جاتا ہے دنیا میں تواضع کے سبب	اپنے قامت کو خمیدہ مثل خاتم کیجئے	ناسخ
گردن جھکی رکھتے ہیں مدام اہل تواضع	اے بادہ کشاں سرکشی مینا سے ہو کیونکر	نصیر
جو کہ ہیں اہل تواضع ان کو آسائش نہیں	تف ہے نا انصافی گردونِ بدکردار پر	"
تواضع کو نہال پرثمر کی طرح دنیا میں	جو منعم ہیں فروتن جھک کے وہ سائل سے ملتے ہیں	نفیس
کامل ہیں تواضع ہی ہمیں اب ہے مناسب	بے برگ نہیں شاخ ثمردار ہیں ہم بھی	واسطی
کر تواضع غم جو ہو پست و بلند دہر کا	جب ملیں جھک کر ہوئیں پانچوں برابر انگلیاں	وزیر

تہذیب

عجب شئے ہے اللہ اکبر ادب	نہ مرغوب ہو دل کو کیونکر ادب	اشک
یہ ہے علم اخلاق کی شاہراہ	ادب سے جہاں میں ہے بڑھکر ادب	"
کوئی قوم اس سے نہیں بے نیاز	رہا آدمیت کا جوہر ادب	"
ملا جب اسے اشرفیت کا تاج	بنا نوع انساں کا زیور ادب	"
ادب کیا ہے جھکنا ہے ہر ایک سے	جو سرکش کو کیونکر میسر ادب	"
جو اس سے جھکا آدمی سے جھکا	ملا خاکساروں کو اکثر ادب	"
بڑھائے نگاہوں میں توقیر و جاہ	کرے دل کو دم میں مسخر ادب	"
عیاں اس سے ہوتی ہے شان نیاز	اطاعت کا کرتا ہے خوگر ادب	"
عدو کو اگر پانی پانی کرے	مخالف کو کر جائے ششدر ادب	"

تہذیب

یہی ہے سلیقہ یہی ہے تمیز	پسندیدہ ہو پھر نہ کیونکر ادب	اشک
کہیں علم کو بحر اعظم اگر	تو کہلائے کیونکر نہ گوہر ادب	"
مناسب ہے بہر نظام جہاں	کرے کیوں نہ آقا کا نوکر ادب	"
رہا بے تمیزی کی حالت میں جو	کریگا وہ کیا خاک پتھر ادب	"
مثل سچ ہے بے ادب بے نصیب	نہ سکھلائیں ماں باپ کیونکر ادب	"
رہا عمر بھر وہ بہائم خصال	نہ ہونا تھا جس کو میسر ادب	"
دعا کیوں نہ نکلے دل و جان سے	کرے جب کہ ہر نازپرور ادب	اسمٰعیل
ادب ہی سے انسان انسان ہے	نہ سیکھے ادب جو وہ حیوان ہے	بیان
بہرہ نہیں ادب سے جسے آدمی نہیں	انسان کو ضرور ہے اے مہرباں لحاظ	سخن
ادب سے ہوتی ہے انسان کی ہر جگہ وقعت	گرا نگاہوں سے فوراً ہوا جہاں گستاخ	

خلق میں

خلق میں انساں کی عزت ہے جو ہو عزت کی چال	گھر کے مالک کا سلیقہ جانچئے گھر دیکھ کر	شوق
کہتا ہے اک جہاں انھیں بد وضع بے ادب	کرتے نہیں کبھی جو کسی کا ذرا لحاظ	عالم
تم اختیار ادب کو کرو کہ جوہر ہے	ادب فضائل اخلاقیہ کا افسر ہے	مہر
جو با ادب ہے وہ خوش بخت و نیک محضر ہے	جو بے ادب ہے وہ بدبخت اور بداختر ہے	"
ادب کرو کہ تمھارا ادب کیا جائے	ادب کرو کہ تمھیں دل میں گھر دیا جائے	"
کچھ بھی تہذیب کا جوہر اگر انساں میں نہیں	فرق پھر تو کچھ اس انسان میں حیواں میں نہیں	مضطر
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں	عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے	میر

جستجو

تشنہ لب کے پاس جاتا ہے کبھی اٹھ کر کنواں	رخت کب منزل نے باندھا کارواں کے واسطے	اقبال
بے سود ہے گنج و مال و دولت کی تلاش	ذلت ہے در اصل جاہ و شوکت کی تلاش	اکبر
اکبرؔ تو سرور طبع کو علم میں ڈھونڈھ	محنت میں کر سکون و راحت کی تلاش	"
آہی جاتی ہے نظر صورت امید و یاس کی	جلوہ گر تقدیر ہے آئینۂ تدبیر میں	ثاقب
نہ دے ہاتھ سے دامن سعی انساں	اسی میں خدائی اسی میں خدا ہے	"
کیوں شکار غیر کا ہے منتظر	شیر ہو کر تو سگ منزل نہ بن	"
جستجوئے یار سے ہم باز آ سکتے نہیں	گو یہ ہیں سمجھے ہوئے دل میں کہ پا سکتے نہیں	جلیل
مل ہی جائے گا گوہر مقصود	تم نے ذاکرؔ اگر یونہی کی تلاش	ذاکر
ہر ایک کام میں کر ایسی پہلے سے کوشش	کہ پائے خوبی سے انجام انتہا ہر کام	سرور
جو خانۂ تن راہ طلب میں کرے ویراں	وہ منزل مقصد میں گھر آباد کرے گا	سراج
جو دل ہو صورت سیماب بیقرار تلاش	شہیدؔ جھوٹ ہے یہ بات کیمیا نہ ملے	شہید
اک نہ اک دن اسے ہاتھ آئیگا وہ کام ضرور	سعی کرتا رہے ہر کام میں انساں دل سے	صادر
ناخن خار آکے خود عقدہ ترا کر دے گا وا	پہلے پائے شوق میں پیدا کوئی چھالا تو ہو	غالب
لاکھ ناکامی ہو بدبختی سے اے فرخ نصیب	پر جو باہمت ہیں وہ کوشش سے باز آتے نہیں	فرخ
میں وجہ اللہ رٹتا تھا تو زاہد مجھ پہ ہنستا تھا	اجی جوئندہ یابندہ جہاں ڈھونڈھا نکل آیا	قدر
لائقؔ نہ جائے گی کبھی اس دل سے جستجو	آغاز خیر ہے تو ہے انجام کی تلاش	لائق
گھر میں سوزن کھو کے ہے بازار میں ہم کو تلاش	چھان ماری ہے خدائی پر خدا ملتا نہیں	مہر
رفتہ رفتہ جلوہ افگن ہو گا عکس یار بھی	جس نے ڈھونڈھا اس نے کب لے بے خبر پایا نہیں	"
کی صرف عمر ساری پر گم ہے مطلب اپنا	منزل نہ پہنچے ہم تو طے کر کے راہ کو بھی	میر
مدعا جو ہے سو وہ پایا نہیں جاتا کہیں	ایک عالم جستجو میں جی کو اپنے کھو گیا	"

جستجو

گرچہ وہ گوہر تر ہاتھ نہیں لگتا لیک
دم میں دم جب تلک ہے اس کے طلبگار رہو — میر

آرام سے اک دن کبھی ہم بیٹھے نہ گھر میں
رکھا تری خواہش نے ہمیں روز سفر میں — مصحفی

ہے یہ مشہور کہ ڈھونڈھیں تو خدا ملتا ہے
خود بھی ڈھونڈھے کوئی وہ لوگ نہ پائیں افسوس — تسکین

کوشش کبھی بیکار نہ جائے گی جہاں میں
من جد وجد قول رسول عربی ہے — نظامی

رہتا ہے دل پیاسا تفحص میں یاران
ہر کار عبث بسکہ ہمیشہ سراغ دل — ولی

کچھ کام سے نکلے ہیں کبھی جستجو سے ہم
شرمندہ ہی رہے ہیں تری آرزو سے ہم — وحشت

کوشش ہی سے ملتا ہے جو ملتا ہے جہاں میں
بے ہاتھ لگے منہ میں نوالا بھی نہیں — سیماب

جوانی

دل میں ہے بیکسی سے کروں توبہ زاہدا
پر کیا کروں کہ سر پہ ہے عالم شباب کا

امیر جانی ہے — مصحفی

مصرع	مصرع	شاعر
امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے	خزاں نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہوں میں	امیر
نہ زر سے کام نہ اسباب سے نہ دولت سے	یہ سب رہیں نہ رہیں عالم شباب رہے	″
زندگانی بے جوانی ہے عبث	بے جوانی زندگانی ہے عبث	امیر
سچ ہے اوسط جسے کہتے ہیں وہ ہے خیر امور	دیکھ لو سب کو جوانی کے ہیں ایام پسند	″
خشک جس دم روغن حسن جوانی ہوگیا	ہم یہ سمجھے گل چراغ زندگانی ہوگیا	″
کوئی پھرتا ہے جاکے عہد شباب	یہ بھی معدوم کا اعادہ ہے	″
وقفۂ شباب کو ہے بس زندگانی میں اتنا	لے جیسے کوئی رہرو دم ٹھیک دوپہر میں	″
ساقی یہی بہار یہی دور جام ہے	افسوس ہے یہ دن نہ رہیں گے شباب کے	″
جوانی کو غنیمت جان غافل	ہری ہوتی نہیں پھر سوکھ کر شاخ	آتش
ہر وقت لہو و لعب میں کھوئے نہ آدمی	کرتا ہے بندگی کو جواں کی خدا قبول	″
افسوس کیا جوانی رفتہ کا کیجئے	وہ کونسی بہار تھی جسکو خزاں نہ تھی	″
آئے سفید بال نظر آنکھ جب کھلی	جھونکا نسیم صبح کا تھا یا شباب تھا	اشک
آگئے پیری کے دن عہد جوانی ہوگیا	شب کا عالم صبح ہوتے ہی کہانی ہوگیا	″
یہ چند روز جوانی کے بھی غنیمت ہیں	دوبارہ پھر نہیں ممکن شباب کی صورت	″
شباب تک ہیں مزے ساری زندگانی کے	کہاں چمن میں ہمیشہ بہار رہتی ہے	″
نہ جانا تھا یوں چھوڑ کر اے جوانی	مجھے دے گئی داغ کیوں تو بچھڑ کر	″
آدمی کا جب کہ ہوتا ہے شباب	مست اپنی دھن میں رہتا ہے وہ شباب	افضل
آتا نہیں خیال کبھی کچھ سوائے عیش	عالم شباب کا یہ فقط ہے برائے عیش	احد
دو دن کی یہ جوانی دو دن کا یہ شباب	رکھ حسن مستعار میں آنکھیں کھلی ہوئی	انجم
فصل بہار گل ہے خزانی	فانی ہے رنگ حسن جوانی	اکبر
یہ غرور اے خاک کے پتلے تجھے	کوئی دن حسن جوانی اور ہے	″
عدم کی راہ کا کیا جلد پاترا اب ہوا	ہوا کی طرح رواں موسم شباب ہوا	احسن
یہ وہ شئے ہے جو دوبارہ نہیں ملتی آخر	نہ وشوں کے نہ کہیں نذر جوانی ہوجائے	اختر
سمجھو غنیمت اسکو نہ آئیگا جاکے یہ	عالم شباب کا نہیں موتی کی آب ہے	افسر
اب تذکروں سے عہد جوانی کے فائدہ	وہ دن گئے وہ بات گئی وہ چہل گئی	باقی
گئے ہمراہ ایام جوانی سب مزے باقی	ہیں وہ باتیں نہ وہ راتیں نہ وہ چرچے نہ وہ جلسے	″
فسادی رہا جب تک رہا شباب اپنا	ہزار شکر کہ ایام شور و شر گزرے	بحر
شعلہ تھا عہد جوانی اڑ گیا	برف تھا ہنگام پیری جسم رہا	″
بحر اب کہاں وہ ولولہ وہ جوش وہ امنگ	آخر ہوا شباب ہوئی انتہائے عیش	″
نہ سنو حال زار بیدم کا	اس کو اس کے شباب نے مارا	بیدم
جوانی اور وہ پیری کدھر گئی پیہم	کہ بحر و بر میں نہ پایا سراغ تازہ و خشک	بیان
ہر کام کے ہے وسط میں خوبی حدیث ہے	سرمایۂ حیات ہے موسم شباب کا	پرتو
مدت عیش گزر جاتی ہے پل میں پرتو	طرفۃ العین میں جاتی ہے جوانی افسوس	″

جوانی

مصرع	مصرع	شاعر
آنکھیں جو بند ہوکے کھلیں پھر کہاں وہ شکل	گزرا برنگ خواب زمانہ شباب کا	تسلیم
جوانی تلک لطف تھا زندگی کا	بڑھاپے نے کھویا مزا زندگی کا	تراب
گئے عشرت و کامرانی کے دن	گئے وہ ترنگ و جوانی کے دن	″
عشق کی وہ شورشیں وہ ولولہ جاتا رہا	اک جوانی کیا گئی سب حوصلہ جاتا رہا	تعشق
عیش سب خوش آتے ہیں جبتک جوانی ہے	مردہ دل وہ ہوتا ہے جو کہ شیخ فانی ہے	تاباں
تازہ نہ ہو نہیں باغ جوانی یہ رہے گا	گلزار میں آئے نہ خزاں ہو نہیں سکتا	ترقی
دوستو لطف جوانی اور ہے	نوجوانو زندگانی اور ہے	″
جس طرح کرتی نہیں ہے عود عمر بے وفا	بس اسی صورت سے جاکر پھر شباب آتا نہیں	جنون
ہوا راہی عدم کو کارواں جب سے جوانی کا	بدلتا ہی گیا نقشہ نشاط زندگانی کا	جرار
جوانی تک فقط لطف بہار زندگانی ہے	رہی پیری سو یہ گرد لباس نوجوانی ہے	″

چلی منھ موڑ کر

جوانی

اتنا غرور حسن دو روزہ پہ کس لئے
نادان یہ چار دن کا ہے موسم شباب کا — نسیم

ضعف میں یاں کیا زندگی کی پیش سمند
ہوچکا بس نوجوانی پہ سمند — رنج

بعد عمر جوانی بالکل ذرا اثر
ہستی فانی بالکل ذرا اثر — =

وفائے جوانی عبث ہے عبث
مر زندگانی عبث ہے عبرت — =

خوش نہ ہو اے غفلت ایام شباب
اور بہوش ہوئے پیش میں یار آجائے — =

جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا
کہاں محفل کہاں مینا کہاں مطرب کہاں ساقی — سوز

آنکھوں میں پھر رہا ہے سماں عالم شباب کا
پیری میں دیکھتا ہوں میں عالم شباب کا — [illegible]

بہار حسن پہ آئی خزاں ہزار افسوس
مزاج شان الٰہی تھی وہ شباب نہ تھا — =

غنیمت جانئے ہر دم تو ایام شباب اس کا
وہ بکلی قدرت سمجھے کا جب شیب ہو پیدا — سودا

سبب غفلت دنیا ہے فقط عیش شباب
خواب آور ہے سحر ات کی بیداری ہے
اس چمن میں

چلی منہ موڑ کر تو اے جوانی	ہیں یہ ولولے اپنے دکھا کر	جرأت
رویا میں مثل شمع سحر حال زار پر	پیری میں یاد آئیں جو باتیں شباب کی	جوش
پیر خود لذت دنیا سے بری ہوتا ہے	چاہئے فسق سے اے جوش جواں دور رہے	،،
رہ جائیں جوانی میں نہ کچھ حوصلے باقی	پھر آگئے ضعیفی میں تو پچتانے کے دن ہیں	جوہری
مغتنم جان لے جوانی کو	پھر تو یہ عمر بھر نہیں آتی	جویا
گئی چھوڑ کر جب سے پیری میں تنہا	نظر پھر نہ آئی جوانی کی صورت	،،
چمن میں ہے باد بہاری سے رونق	جوانی سے ہے زندگانی کی صورت	،،
چمک دمک رخ روشن کی ہے شباب کے ہاتھ	یہ دوپہر ہے تو ڈھلنے کا آفتاب نہیں	جلیل
خیال آتا ہے دل میں اس طرح لطف جوانی کا	سبق بھولا ہوا جس طرح لڑکے یاد کرتے ہیں	،،
ڈھلکے کہتا ہے چودھویں کا چاند	ایک شب سے سوا شباب نہیں	،،
شباب کا ہے مزہ یاد گو شباب نہیں	یہ خواب تو ہے مگر بھولنے کا خواب نہیں	،،
جوانی کی دعائیں مانگی جاتی تھیں لڑکپن میں	لڑکپن کے مزے اب یاد کرتے ہیں جواں ہو کر	،،
باز آؤ تغافل سے جوانی پہ نہ بھولو	ہوتی ہے کوئی دم میں سحر خواب کہاں تک	،،
ختم ہوتی نہیں ہوس دل کی	ایک طوفان ہے شباب نہیں	،،
یہ ممکن ہے ملے دولت یہ ممکن ہے ملے راحت	بتا تو اے جوانی پھر ملیگی تو کہاں مجھ کو	،،
گلزار شباب سے گزر کرنا ہے	پھر وادی شیب میں بسر کرنا ہے	حامد
اترا نہ جوانی پہ بہت اے غافل	اس شام کو ایک دن سحر کرنا ہے	،،
گئے شباب کے ہمراہ زندگی کے دن	اب آگئے جسم کی مٹی خراب سمجھے ہیں	حیرت
حیرت غم شباب سے کیا فائدہ تمہیں	کس فکر میں پڑے ہو گئے دن بہار کے	،،
چلدیا بے مروتی کر کے	رہ گیا دل میں نقش پائے شباب	،،
دشمن جاں و دشمن ایماں	اور کوئی نہیں سوائے شباب	،،
روئے جل جل کے شمع کی مانند	جو کوئی تجھ سے لو لگائے شباب	،،
جس پہ اتنا غرور کرتے ہو	چند روزہ ہے یہ بقائے شباب	،،
آدمیت سے وہ گیا گزرا	جس پہ نازل ہوئی بلائے شباب	،،
کر گیا ہم سے وہ دغا بازی	اب یقین ہے نہ منہ دکھائے شباب	،،
آہی اب وہ کہاں جا پڑی حجاب میں روح	ہیں بہار دکھاتی تھی جو شباب میں روح	،،
اب امنگیں ہیں وہ دل میں نہ ترنگیں باقی	تیرے اے عمر گئے اب وہ کہاں لیل و نہار	حالی
گو جوانی میں تھی کج رائی بہت	پر جوانی ہم کو یاد آئی بہت	،،
دل سے خوشیاں ہو گئیں اگر بیٹھ گیر	نام تھا شاید جوانی کا نشاط	،،
باعث عصیاں شباب چند روزہ ہو گیا	زندگانی میں بلا تھی نوجوانی میرے ساتھ	خوشدل
رہتی ہے کب بہار جوانی تمام عمر	مانند بوئے گل ادھر آئی ادھر گئی	داغ
جنت ہے زندگی میں زمانہ شباب کا	پیری ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا	ذوق
شباب آتے ہی سب ناز و ادا سانچے میں ڈھلتے ہیں	بناتی ہے جوانی بھی پری کی شکل انساں کو	ذکر

اس چمن میں جب تلک ہم نشۂ مستی میں تھے	عمر کا اپنی پر از خون جگر پیمانہ تھا	سودا
احوال جوانی پیری میں کیا عرض کروں اک قصہ ہے	وہ طرز گئی وہ وضع گئی انداز گیا اسلوب گیا	شاد
جو لطف زندگی ہے جوانی کے ساتھ ہے	جب یہ نہیں تو جسم کی مٹی خراب ہے	شہیر
لوٹ کر آتی نہیں ہرگز جوانی حشر تک	شیخ کی داڑھی میں گر رنگ خضاب آیا تو کیا	شفق
اٹھاؤں کیوں نہ ذرا لطف زندگانی کا	کہ پھر نصیب نہ ہوگا مرا شباب مجھے	"
نوجوانی شہید گیا ہو ہائے	گیا ہوا وہ سرور کا عالم	شہید
اے جوانو مزہ جوانی کا	وقت پیری ہیں ہو معلوم	"
پیری خزاں کی طرح سے آپہنچی اے گلو	مثل بہار جائے گا عالم شباب کا	شرم
ہو غور تجھے ہے یہ اعادۂ معدوم	تلاش پیری میں کرنا شباب کا ہے عبث	شائق
حسینوں کے بہار حسن کے دن بھی خزانی ہیں	عبث یہ بے خبر مست شراب نوجوانی ہیں	ظہیر
بہار نوجوانی عالم برق جہندہ ہے	برنگ باد صرصر چند روزہ زندگانی ہے	"
دیکھ غنچہ کو ہے آخر مثل گل پژمردگی	پیر پر ہنستا ہے تو کیا اے جواں بے فائدہ	ظفر
سوائے عیش و طرب سوجھتا نہیں کچھ اور	رکھے ہے آنکھ میں کیا عالم شباب نشہ	"
عہد شباب صورت صرصر گزر گیا	جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا	عرش
ہزار موسم گل ہو کہاں شباب کے دن	بہار خار ہے اپنی اگر بہار نہ ہو	عالم
جوانی کا میدان ہے پر فضا	ہر اک بات کا اس میں پایا مزا	مرزا
کیا ناز ہو عزیز بہار شباب پر	ایسی ہے بے ثبات کہ آج آئی کل گئی	عزیز
بیکار ہیچ خواب کی باتوں کے خیالات	پیری میں جوانی کو کبھی یاد نہ کرنا	عاشق
ٹھہرا ہے شباب اور دو چار دن	تجھے چاہیے اتنی عجلت نہیں	"
ساتھ اسکے ہی رہتے عیش کرتے	کیوں چھوڑ گیا شباب ہم کو	"
افسوس کہ جا کے پھر نہ آیا	کیوں بھول گیا شباب ہم کو	"
مثل کافور رنگ اڑتا ہے	ہاں ٹھہرتا نہیں شباب بہت	"
جگر پہ داغ رہا رخصت جوانی کا	یہ رنج ہے کہ وہ عشرت کے سال و ماہ چلے	"
ہزاروں ولولے تھے دل میں سر میں کیسی شورش تھی	عبث پیری میں عاشق ذکر کرتے ہو جوانی کا	"
وقفہ ملا نہ ہم کو گنہ کے حساب کا	گزرا ہے کتنی جلد زمانہ شباب کا	عاقل
اتنا تکبر کرتے ہو کس پر	ہے کوئی دن کی یار جوانی	علی احمد
ہائے جب عالم شباب نہ تھا	جان کو ایک بھی عذاب نہ تھا	غریب
پیری میں لاکھ دولت دنیا ملے تو کیا	دولت کا جب ہے لطف کہ عہد شباب ہو	"
مئے شباب نے بیہوش کر دیا مجھ کو	شعور ہی نہیں جس روز سے شعور آیا	فدا
وا حسرتا کہ دور جوانی کدھر گیا	وہ دن کہاں گئے وہ زمانہ کدھر گیا	"
بھولا ہوا ہے زور جوانی میں حال شب	تجھکو سحر خبر دے ہے عہد شباب میں	"
جوانی پہ زیبا نہیں ہے غرور	یہ ندی کسی دن اتر جائے گی	"
خواب غفلت کا تماشا ہے سدا عیش شباب	شب کو سب لطف مہیا ہے سحر کچھ بھی نہیں	"

جوانی

بھلا ہے دل کو سبب کے پیری اور جوانی

کرتے ہیں رنگ تجھ پر جانیں فدا جوانی	فاروق
پیری کے سر پہ کرتی ہے عیب دنیا	"
ہر عیب ہے ہنر سے پھیکا ترا جوانی	"
ہے تیغ عمر ساری پیری کے ہاتھوں اپنی	"
الطف زندگانی تجھ سے ملا جوانی	"
[illegible]	"
[illegible] وفا جوانی	"
ہے [illegible] ہماری ہمت شباب دیکھیں	"
آتا نہیں کسی کو ہو لوٹ کر جوانی	فوق
لٹی نہیں کسی سے رنگ نوجوانی کا	"
ہے عجب باغ زندگانی کا	"
بھول ہے جوانی کا جوش	"
جوانی کی الفت کی راتیں مصیبت کے دن	"
قیامت کی راتیں مصیبت کے دن	"
غم و فکر کا گھر جوانی کا عہد	"
رنگین کے دن یاد آتا ہے [illegible]	فروغ
[illegible] پیری میں جھکا جاتا ہوں	"
[illegible] جوانی کا احسان ہوتا	تفنگ
کمال قدر ہے آغاز میں ہر ایک شے کی	"
زیادہ تر کہیں پیری سے ہے وقار شباب	"

جوانی

ساقی شراب لایا مطرب رباب لایا
پھر پھر کے اک قیامت عہد شباب لایا
جوانی میں انساں انسان ہے
جوانی ہی انسان کی جان ہے
جوانی میں انسان کے ہے یہ ڈھنگ
طبیعت میں جدت ہو دل میں امنگ
جب جوانی میں بھی نہ عیش کریں
زندگانی کا پھر مزا ہے خاک
زندگانی ہے عین زندگانی ہے
زندگانی ہے کیا جوانی ہے
کیا جوانی ہے زندگی ہی نہیں
بے ترے لطف زندگی پھر آنا
اے زمان شباب بس کی دولت
سر کھینچے شباب کی دولت
کہ جوانی چلی گئی گھمنڈ جب یہ تھا
وہ مال کیا ہوا گھر کیسا چیز ہے
جوانی نہ پوچھو کہ کیا چیز ہے
جوانی عجب بے بہا چیز ہے
جوانی بہار گلستان عمر
جوانی بہار شبستان عمر
جوانی چراغ بہار نشاط
جوانی ہوائے بہار نشاط
جوانی گل شاخسار نشاط

جوانی کی صورت

شاعر			شاعر
مصحفی	نہ دیکھا مڑ کے بھی پھر عہد پیری میں جوانی نے	عبث مذکور کرتے ہو تم ایسے بے مروت کا	قلق
	بشر کو قدر نعمت ہوتی ہے بعد زوال اکثر	ضعیفی میں بہت عہد جوانی یاد کرتے ہیں	,,
	بہار عیش ہوتی ہے خزاں پیری کے آنے کو	جوانی روٹھی جاتی ہی کہیں کس سے منانے کو	,,
مرزا	اب نہ کھانے کی حلاوت کچھ نہ پانی کا مزہ	نوجوانی لے گئی سب زندگانی کا مزہ	
	قائم شباب ہی میں مناسب تھا سوز عشق	جانے دے اب یہ کام کہ وہ ولولے گئے	قائم
	بات کہتے گزر گئی افسوس	جلد رو کیا شب جوانی تھی	لاعلم
	دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہ لے	مرنا ہے اس سے خوب ہی عہد شباب میں	میر
,,	شیب میں فائدہ تامل کا	سوچنا تب تھا جب جوانی تھی	
	یوں صبا بھی سبک نہیں جاتی	جوں گیا موسم شباب شتاب	,,
مضطر	دل کے دل ہی میں رہ گئے ارمان	کم رہا موسم شباب بہت	,,
	عہد شباب کی تو فرصت تھی ایک چشمک	مژگان بہم زدن میں جاتی رہی جوانی	,,
	گیا بھول جی شیب میں جو ہمارا	بہت یاد آئی گئی وہ جوانی	,,
معروف	ہائے جوانی کیا گیا کہئے شور سروں میں رکھتے تھے	اب گیا ہے وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا	,,
	بن جو کچھ بن سکے جوانی میں	رات تو تھوڑی ہے بہت ہے سانگ	,,
	آب رواں نہ تھا کچھ وہ لطف زندگانی	جاتی رہی جوانی اپنی شتاب کیونکر	,,
,,	نہ اٹھا لطف کچھ جوانی کا	کم بہت موسم شباب رہا	,,
	دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا	جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا	
	دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہیں	مرنا ہی اس سے خوب ہے عہد شباب میں	,,
	چار دن کی یہ جوانی ہے یہ جوبن یہ ابھار	کہیں ہوتے بھی ہیں یہ رنگ ٹھہرنے والے	,,
	قرار مہر ہے نصف النہار پر جتنا	بس اتنی دیر یہ عہد شباب رہتا ہے	محب
مسکین	ناداں نہ ہو جوانی پہ پیری کی فکر کر	ناداں صبح بھی ہے ہر اک شام کے لئے	,,
,,	ساری دنیا کی خاک چھانی ہم نے	دیکھی تو عجب چیز جوانی ہم نے	مہر
	گر شوق ہے چمن کی نشانی دیکھو	تو غور سے عالم جوانی دیکھو	,,
مرزا	کانوں سے سنا شیخ چلی تھا کوئی	یاں آنکھ سے مہر اسکا ثانی دیکھو	,,
	چلتا ہے جو یوں اکڑ کے بے ڈھنگی چال	سوچا بھی ہے اے جوان کچھ تو نے مآل	,,
,,	خم ہوتی ہے پشت ایک دن مثل کمان	اور چال کا ہونا ہے زبوں تر احوال	,,
	یہ یاد رہے کہ وہ بھی دن آئے گا	خم ہوگی پشت اور ہاتھوں میں عصا	,,
,,	دو دن کی چاندنی ہے جوانی اے مہر	پھر پاک اندھیرا ہے وہی پیری کا	,,
	افسوس بہار زندگانی نہ رہی	وہ جوش و خروش و شادمانی نہ رہی	,,
	اے مہر مزے ہیں سب جوانی کے ساتھ	کچھ بھی نہ رہا اگر جوانی نہ رہی	,,
	تماشا گر کو وہ مصروفیت ہے دہر فانی میں	کہ چلنے کا خیال آتا نہیں ہے نوجوانی میں	,,
	جوانی چار دن کی میہماں ہے بھول مت ناداں	کھڑی ہنستی ہے پیری اور ضعیفی بھول مت ناداں	,,
	اچھا ہوا شباب کا عالم گزر گیا	اک جن چڑھا ہوا تھا کہ سر سے اتر گیا	متقی

جوانی کی صورت کا کیا پوچھنا
مصیبت جوانی میں پڑجائے گر
تونگر نہیں ہیں یہ دل ہے غنی
نوجوانی میں کبھی قدر نہ جانی افسوس
شباب آتے ہی سر پر حسرتوں نے آسماں توڑا
شباب اس طرح سے گذرا کہ اب معلوم ہوتا ہے
حوصلہ رہ گیا اے فصل جوانی افسوس
جھوٹ ہے جھوٹ نہ جلیسے تجھے کبھی ورنہ شباب
تجھے مزے عشق کے جوانی تک
عدم کا کوچ ہے اب کاروان نوجوانی کا
افلاس گھیرتا ہے تو ہوتی ہے زر کی قدر
سوائے عیش کوئی فکر دنیا کی نہیں ہوتی
کر جوانی میں ذرا محنت کہ ہو پیری میں عیش
نہیں ہے سیر اک ساعت مگر ملک جوانی میں
برنگ گل نہ دل میں پھول گلرو
ہائے کس وقت دغا دی ہے جوانی تو نے
گلزار جوانی میں ہے سب طرح کی نزہت

جوانی کی سیرت کا کیا پوچھنا
تو وہ دن بھی کٹتے ہیں ہنس کھیل کر
جوانوں کو کب ہے غم مفلسی
یاد پیری میں سب ایام شباب آتے ہیں
زمیں قدموں کے نیچے سے دل مضطر نے سرکائی
وہ باتیں اک زمانے کی ہیں قصہ ایک مدت کا
ولولے دل کے سوا۔ کم ہے زمانہ تیرا
سچ تو یہ ہے کہ عجب خواب پریشاں دیکھا
ہائے لطف وصال ہائے فراق
بھروسا پھر کہاں ہے آہ ہم کو زندگانی کا
پیری میں لوگ کرتے ہیں ماتم شباب کا
عجب کچھ ولولہ انگیز ہے عالم جوانی کا
جاگتے ہیں شب کو جو کرتے ہیں وہ آرام صبح
کہوں کیا خضر کو ں حاصل ہے عمر جاودانی یا
بہار نوجوانی کو خزاں ہے
کس قدر اپنی دکھائی ہے روانی تو نے
اک روز خزاں آئے گی کھٹکا تو یہی ہے

” ” ناظم ” ” ” ” ” نواب وہبی ” واسطی ولی ہرچند ہوش ”

جہالت

غبار جہل اڑا دیتا ہے فیض صحبت کامل
یہاں تک اہل عالم اعتقاد سست رکھتے ہیں
سوائے دردسر فہمائش جاہل سے کیا حاصل
ہیں جو جاہل ان کو بینائی کا دعویٰ ہے عبث
کمال مردم بے علم سے ہے خوش ابلیس
عقل کردیتی ہے انساں کی جہالت زائل
چاہے شکست جہل تو تحصیل علم کر
جاہل کے آگے ہیچ ہے عالم کا قیل وقال
جاہل نہیں سمجھتے ہیں بے علم شخص کو
پیر جو جاہل کرے گمراہ وہ انسان ہو

شعاع مہر تاباں کم نہیں سایہ کو شپر سے
جو پانی پر چلے مردو کہیں یہ بھی کرامت ہے
گرفتار مصیبت ہے معلم طفل کودن کا
چشم روزن سے نظر آتا ہے کیا دیوار کو
بن آئے درزکی گھر میں اگر چراغ نہ ہو
موت سے جان چھپانے کو سپر لیتا ہے
وابستہ یہ طلسم ہے لوح کتاب کا
دانا کی بات کچھ نہیں ناداں کے سامنے
جاہل وہ ہے خدا کو نہیں جانتا ہے جو
رہروی میں کور کی تقلید سے نقصان ہو

امیر اسیر ” ” ” آتش ” ” ” ”

جہالت

جو علم نہ رکھے جو تمیز اس کو کہاں سے
جاہل کی نظر میں ہیں کتب بھی ردی
جہالت نہیں ہے یہ ہے قہر خدا
وہ بگڑا ہوا اس میں جو مبتلا
نہ جاہل کو عالم کبھی دے جواب
نہ اس سے کرے بھول کر بھی خطاب
پہ بلبل ہے وہ رشک زاغ و زغن
حماقت ان کی ہے رنج و محن
[illegible]

تراب تائب ” ” تاب محافظ ” ” ”

جہالت

ٹھوکریں کھاتے ہوئے پھرتے ہیں عالم فاضل
ایسی تعلیم سے واللہ جہالت اچھی — سب

ایک شے کی بھی حقیقت سے نہیں واقف ہیں ہم
جانتے ہیں خاص یہ اسباب و خاک و باد کے — =

جاہل سے میں کبھی نہ کروں بحث علم کی
بیدار دے سے کیوں نہ ابھی بڑھتے گئے تو کیا — =

حسب نسب زر و دولت میں بڑھ کے ہوئے ہیں
نہیں جو علم تو نظروں میں خوار ہوتے ہیں — =

بلا تعلیم کے انسان کو حیواں سمجھتے ہیں
ہیں کب اہل مغرب آج کل انساں سمجھتے ہیں — منت

جو نہ سمجھے تو بیہ اسے سمجھانا مشکل ہے
جاہلوں کا جواب ہے اگر بات بھی — =

کیوں نہیں کیوں ایسوں کے لئے
مہر خاموشی ہے جاہل کا جواب — نظیر

جنھوں میں عقل نہیں وہ بڑے سیانے ہیں
جو عقل رکھتے ہیں وہ باؤلے دیوانے ہیں — ناصر

نصیحتوں کا اثر جاہلوں پہ کیا ہو گا
خیال خشک میں ہیں ہوتے نہیں ہیں تر پیدا — نظامی

جاہل کا نہ دل صاف نصیحت سے ہوا
خرمہرہ جلا دینے سے گوہر نہیں ہوتا — کسی نادیر

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
بکنے دے جاہلوں کو کام اپنا تو کیے جا	کتوں کے بھونکنے سے ہاتھی کہیں رکے ہیں	ثاقب
نادان بکتے بکتے آخر کو ہو گئے چپ	گنبد سے آسماں کی کس نے جواب پایا	״
جاہل جو نکتہ چیں ہوں ثاقب نہ دے جواب	ہوتے ہیں معترض یہ خدا و رسول پر	״
تہی مغزوں کی باتوں پر بھی جانا ہے تہی مغزی	صدا دیتا نہیں وہ ظرف جو لبریز ہوتا ہے	״
نصیحت جاہل بے شرم پر ہو کارگر توبہ	کہیں چکنے گھڑے پر بوند پانی کی ٹھہرتی ہے	״
راستی پر آئے جاہل خاک پند و وعظ سے	بیل کا کندھا جوئے کے بوجھ سے سیدھا ہو	״
نصیحت کارگر ہو جاہلوں کو غیر ممکن ہے	ٹھہرتا ہے کہیں پانی بھلا چکنے گھڑوں پر بھی	״
نصیحت کرنیوالے جاہلوں کے سخت ناداں ہیں	نتیجہ کچھ نہیں بنجر زمیں میں بیج بونے سے	״
معترض تجھ پہ اگر ہو کوئی جاہل نافہم	نہ برا مان نہ دے اس کا جواب اے جادو	جادو
نور حق دیکھے گا تاریکی میں کیا	علم کی کب ہے دل جاہل میں شمع	جوہری
نافہمیوں سے رنج ہے دنیا میں اے خلیل	اطفال خرد سال کو شغل فغاں رہے	خلیل
معترض تجھ پر اگر جاہل ہو اندیشہ نہ کر	بات اس کی لا نہ خاطر میں نہ دے خاطر جواب	خاطر
کوئی سمجھ کے بات کرے تو جواب دیں	دم ناک میں ہے ناسمجھ جاہل کے ہاتھ سے	داغ
یہ وتیرہ جاہلوں کا خاص ہے	اڑ گئے جس بات پر بس اڑ گئے	رمز
جسے کہتے ہیں جیتے جی قیامت	جہالت ہے جہالت ہے جہالت	شوق
جہل کا سر کٹ گیا ہے علم کی تلوار سے	جو جہالت میں رہیگا وہ اماں کب پائیگا	صدر
دشمنوں کو تیری نادانی پہ آتی ہے ہنسی	تجھ کو اپنے حال پر کس روز رونا آئیگا	״
دنیا میں ظفر جو ہے گرانبار جہالت	کب ہوتا ہے وہ مردم معقول سے ہلکا	ظفر
بات جاہل کی مانتا ہے کون	اس کو انسان جانتا ہے کون	ظافر
بوند پانی کی نہیں چکنے گھڑے پر ٹھیرتی	بات عقل و فہم کی کب طبع جاہل میں رہے	عاشق
کم نظر آیا بہت ہم کو وجود دانا	بیشتر جس کو یہاں دیکھا وہ ناداں دیکھا	فدا
کم ہے جہاں میں مادۂ فہم آجکل	دشوار تر ہے معنیٔ دشوار کا علاج	״
انساں بذاتہ نہیں ہے بد ہر آئینہ	بے دانشوں کی خوئے جہالت خراب ہے	״
جہالت تو ہے دشمن جان انساں	بہت بستیوں کو کیا تو نے ویراں	فوق
اجالا جہالت کا ظلمت سے بدتر	مروت ہے اسکی عداوت سے بدتر	״
جہالت برائی ہے تجھ میں کہاں کی	بڑا کرتی ہے تجھ پہ لعنت خدا کی	״
عالموں کی ہے عاقلوں کو قدر	نہیں دنیا میں جاہلوں کی قدر	کمال
اختلاف مذہب و ملت سے کیوں عاقل لڑیں	کیا یہ مذہب آئے ہیں لڑنے لڑانے کے لئے	محب
ہم اس جہل و تعصب کو کہیں کیا تم سے کیا سمجھے	اسے دام ہلاکت اس کو گرداب بلا سمجھے	״
جہالت عورتوں کی زہر ہے اولاد کے حق میں	گر نافہم اس کو بھی کوئی اچھی دوا سمجھے	״
مرد میداں ہیں تو کچھ جہل و تعصب سے لڑیں	یہ درندوں کی لڑائی یہ حماقت کیسی	״
بے ہنر کی نہیں دنیا میں ذرا بھی عزت	ذات کو پوچھتا ہے کون شرافت کیسی	״
الٰہی جہل و تعصب سے تو نکال مجھے	بغیر علم ہے یہ زندگی وبال مجھے	״

کسی تدبیر سے گھٹتی نہیں ہے جونک پتھر پر	نصیحت جاہلوں کے حق میں ٹھہرے کیوں نہ لاحاصل	نظامی
کبھی پند و نصیحت سے نہ جاہل راہ پر آئے	کہ طاہر ہو نہیں سکتا سگ ناپاک دھونے سے	"
دل سنگین جاہل پر نصیحت کا اثر کیا ہو	نہیں کٹتے مسا پشت کشف کو تیغ آہن سے	"
نصیحت راستی پر لائے کیا کج فہم جاہل کو	کسی صورت بھی دُم کتے کی سیدھی ہو نہیں سکتی	"
جاہل اجہل ہو یکتا کس طرح روشن دماغ	جل نہیں سکتا کسی صورت بھی بے روغن چراغ	یکتا
جاہل کی آبرو کہیں اک بوند بھر نہیں	یہ وہ صدف ہے نام کو جس میں گہر نہیں	"
خدا لکھوائے جیسے دونوں جہاں سے وہ ہے جاہل	جیسے کہتے ہیں وردلا دوا اک نام ہے اسکا	"
جاہل کج فہم سے یوں بھاگتے ہیں راستباز	جس طرح سے تیر آئے یکتا کماں کو چھوڑ کر	"
گر کوئی پیدا کرے مشکل سے مشکل کا جواب	دے نہیں سکتا مگر نافہم جاہل کا جواب	"
نصیحت کارگر ہوتی نہیں جاہل بد اختر کو	نہیں جاتی سیاہی لاکھ کاٹو شمع کے سر کو	"
جاہلوں کے سامنے بحث فروغ علم کیا	دیکھ سکتا نہیں زنہار اندھا آفتاب	"
نصیحت جاہل کج فہم کو بے سود ہے یکتا	ارے ناداں کہیں بھی گیند گنبد پر ٹھہرتا ہے	"
باور ہو خاک نخل جہل آب پند سے	لاکھ سینچو سرو کو لیکن ثمر لاتا نہیں	یم

چشم بینا

دیکھ لے اے چشم بینا صاف صاف	ہے وہ ہر شے میں چمکتا صاف صاف	اکبر
ہے رگ ہر برگ میں رنگ بہار	دیکھنے کو چشم بینا چاہیے	اسمٰعیل
جو ہو چشم حقیقت بیں تو ہو دیدار گھر بیٹھے	خدا کی شان آتی ہے نظر انساں کی صورت میں	اشک
طور پر کیا آدمی کی چشم بینا ہو اگر	ہر جگہ جلوہ نظر آجائے حسن یار کا	"
بزم کثرت نور وحدت سے کبھی خالی نہیں	چشم بینا ہو تو یوسف سینکڑوں بازار میں	امیر
چشم بینا کب ہے اہل ظلم کی تقدیر میں	کس نے دیکھا ہے حباب آب شمشیر میں	اسیر
خدا نے چشم وحدت بیں فقط عشاق کو بخشی	سمجھتے ہیں وہ یکساں دیر کو کعبہ کو مندر کو	افسر
ہمارا ضعف بصارت ہے مانع دیدار	وگرنہ سامنے آنکھوں کے یار ہے موجود	بیان
چشم دل انسان کی ہو جائے وا یارو اگر	پھر جدھر جائے ادھر آئے وہی دلبر نظر	بختاور
پہچانے ولی کو وہی جو آپ ولی ہو	پنہاں کو عیاں دیکھے اگر آنکھ کھلی ہو	تراب
جب مرے تو کچھ نظر آیا نہ علم و فن	ہم آپ ہی زوال تھے اپنے کمال کے	تسلیم
جو موتی تجھے جوہری چشم حق بیں	تو نور حقیقت نظر آہی جاتا	جوہری
صدف کے قطرہ ہائے در میں ہے تنویر قدرت کی	جو آنکھیں ہوں تو دیکھو نور ہر قطرہ میں دریا کا	"
حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہے آنکھیں	ہوئے کو ترا جلوہ کہاں ہو نہیں سکتا	جلیل
کرسی و لوح و قلم و فرش زمیں عرش بریں	چشم پر شوق سے ہر شے کو قریں دیکھ لیا	جلالی
جس کا جلوہ تھا جلالی کو زبس مد نظر	صاف تو نے اسے اے چشم یقیں دیکھ لیا	"
دیکھینگے تیرے جلوے آنکھوں سے آنکھ والے	اندھوں پہ خاک ہوگا ظاہر ظہور تیرا	"

چشم بینا

دیکھے نہ ترے جلوے سے آئینہ نظر ہے
یہ آنکھ کی خطا ہے کیا ہے قصور تیرا — جلالی
جو راہ حق کو پہچانیں تو آپس میں نہ ہو جھگڑا
مجوسی سے یہودی سے نصاریٰ سے مسلماں سے — جوش
جہاں کی سیر کر غافل ذرا چشم بصیرت سے
دکھاتی ہے تجھے نقشے نئے ہر شہر میں کیا کیا — جنون
آنکھیں درست ہوں تو وہ جلوہ ہے ہر جگہ
زمین کی کوئی قید نہ تخصیص طور کی — حفیظ
تھی ہر نظر محرم دیدار ورنہ یہاں
ہر خار نخل ایمن و ہر سنگ طور تھا — حالی
دیکھ اے بلبل ذرا گلچیں کو آنکھیں کھول کر — "
پھول میں گر آن ہے کانٹے میں بھی اک شان ہے — "
نہ ہو بینا تو فرق ہی کیا ہے
چشم انساں و چشم نرگس میں — حمید
جنکی ہیں کھلی بصیرت سے کھل آنکھیں
اس نے جلوہ ترا ہے ہر شے میں دیکھا — خاموش
نابینا یہاں جو ہے نابینا وہاں بھی ہے
دیکھا نہیں جو اس جا جائے وہاں کیا دیکھے — سراج
اپنی آنکھوں سے ذرا پردہ یہ غفلت کا اٹھا
دیکھ لے پھر جلوہ کون و مکاں آنکھوں میں ہے
دیکھتے ہی

چشم بینا

ردیف: الف

نمودار ہو جائے عالم غیب کا جب چشم روشن ہو
کر دے شکل دکھاوے بدل شکل باریک بیناں ہو
وہ آنکھیں کہاں جن سے ارباب باطن
بلطف چار سو جلوہ گر دیکھتے ہیں
عرفاں میں ہے چشم بصیرت کی ضرورت
تیری ہی ہیں یہی آنکھیں تو جلوہ نہیں ہوتا
خدائی میں خدا کی جلوہ فرمائی نظر آئے
حق بینی ہے اے نادان پیدا کر
اسی کا نام ہو جام جب نکلا تھا کلام
چشم بینا ہو تو جام سے نکلے
وہی ہیں جو بصیرت سے اب کاسۂ سر
بلکہ اس طرح دیدہ ور دیکھتے ہیں
کریں تو ہی تو ہے جدھر جدھر دیکھتے ہیں
یہاں بھی تو وہاں بھی تو جہاں دیکھا تجھ دیکھا
اگر آنکھیں ہوں تو یہ جلوہ انوار ہوتا ہے
جن لئے میرے دیدۂ بینا نے کس کی نظر
ثابت ہوئی وہ تجربہ سے بار بار ہیچ
دیکھ آنکھوں سے ہر اک شئے میں خدائی میں خدا کے جلوے
چشم بینا ہو تو کثرت میں بھی وحدت دیکھ
آئینہ خانہ میں میرے دل دانا کی طرح
وہ جہاں

دیکھتے ہی تاڑ جاتے ہیں جو ہیں اہل نظر	اس جہاں کے زشت و زیبا کا سماں آنکھوں میں ہے	مراج
عاشقان دید کو چشم بصیرت چاہیئے	ذرہ ذرہ میں نظر آتا ہے جلوہ طور کا	"
کھلا یہ جب لگایا سرمۂ توحید آنکھوں میں	کرشمے ہیں تری قدرت کے صحرا و چمن دونوں	"
جو چشم غور سے دیکھو تو سید	سب اچھے ہیں نہیں کوئی برا ہے	سید
پڑتی ہے چشم بصیرت جز و کل ہیں یکساں	سامنے آتا ہے ہر اک ذرہ بنکر آئینہ	سفیر
آدمی اصلاح کر سکتا ہے خوب و زشت کی	چشم بینا کے لئے استاد ہے ہر آئینہ	"
دیکھیں نیرنگ جہاں خاک بصیرت بھی نہیں	سب ہے نظروں میں جو وا دیدۂ بینا ہو جائے	"
چشم بینا ہو تو پھر خالق کی قدرت دیکھئے	ہر رگ برگ شجر میں سیر جنت دیکھئے	سخن
کمک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا	ہر چاہ میں آتا ہے نظر یوسف ثانی	سودا
صورت ہیں اس مہر کی پہچان اگر آوے	ہر ذرہ میں کچھ اور ہی جھمکا نظر آوے	"
سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور	جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا	"
چشم تحقیر سے دیکھا نہ کسی کو ہم نے	ذرہ کو مہر فلک قطرہ کو دریا دیکھا	شائق
ہر چیز میں وہ قدرت صانع ہے دیکھتا	جو شخص اہل ہوش ہے اور ذی شعور ہے	"
چشم وحدت بیں جو حاصل ہو تو آجائے نظر	ایک رتبہ رشتۂ تسبیح اور زنار کا	"
بینا ہے اگر آنکھ نظر آئے گا اس کو	سو پردہ میں ہر چند کہ وہ نور نہاں ہے	"
آنکھیں انساں کی ہوئیں دین نبی سے روشن	ورنہ یہ خاک کا پتلا بخدا اندھا تھا	شہید
میں اپنی آنکھوں کے اوپر ہوں صدقے اور قربان	جدھر جو دیکھا سو فانی ہے حق بقا دیکھا	صادق
جو دور تھا نظر سے دیکھا قریب اس کو	دنیا کا حال مجھ کو شیشہ ہے دوربیں کا	صابر
بلند و پست عالم ایک ہے چشم حقیقت میں	حصیر فقر ہما یہ بنا قصر فریدوں کا	صبا
کیف دولت میں نہ رہتے خندہ زن یوں اہل زر	آنکھ اگر ہوتی تو روتے ساغر جم دیکھ کر	طاہر
کونسا دل ہے کہ جس میں وہ نہیں	پر نہیں ہے نور تیری چشم میں	عاجز
دیکھی جو چشم دل سے شکوہ کلاہ فقر	اہل دول کو تاج گہر بار سر ہوا	عزیز
ڈھونڈھتا ہوں یار کو غفلت سے اپنی جابجا	چشم حق بیں ہو تو عاشق وہ کہاں ملتا نہیں	عاشق
چشم باطن بیں سے دیکھو جو ہے دلمیں جلوہ گر	پھر کہو ہاں جلوۂ جانانہ ایسا چاہیئے	"
دیدۂ حق بین و چشم باطنی درکار ہے	کونسی جا ہے جہاں جلوہ نہیں اللہ کا	"
کرتا ہوں سیر چشم حقیقت سے ہر طرف	ہے عشق مجھ کو مالک کون و مکاں کے ساتھ	"
کرے پیدا تو اگر سرمۂ بینش پہلے	کونسی شئے ہے جو مخفی ہے کسی انساں سے	فدا
دولت عقبےٰ سے جس کو حق نے بخشا ہے نصیب	ثروت دنیا مگر اس کو برنگ خاک ہے	"
جو آنکھ ہو تو جہاں آفریں جہاں میں ہے	اس آئینہ میں سکندر کا منہ نظر آئے	قدر
چشم بینا ہو تو ہو باغ جہاں گلدستہ	لالہ رخسار و سمن بوئے و گل اندام بہت	"
چشم حق بیں ہے تو اللہ کا جلوا بھی ہو	صدف صادق اگر ہے دریکتا بھی ہو	"
پردہ اٹھے جو چشم بصیرت سے راز کا	مطلب کھلے حقیقت اہل مجاز کا	قلق
چشم باطن سے اگر اہل بصیرت دیکھیں	ان کو دل ہی میں نظر آئے خدا کی صورت	قلزم

وہ جہاں رہتا ہے میں دیکھ لیا کرتا ہوں
حق سے ہوگا تو آگاہ
کس زرجہ بڑھی ہے وسعت چشم
اٹھائیں عرش پہ پہنچے جھکائیں زیر ثریٰ
آنکھ کی تل میں سما جاتے ہیں سب ارض وسما
جہاں جلوے سے اس محبوب کے یکساں لبالب ہے
اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہیں آنکھیں
چشم حق بیں سے کرو تم ملک نظر
نگاہ غور سے کر سیر سارے عالم میں
جو خدا نے دی ہیں آنکھیں تو کچھ ان ہی کام بھی لے
تیرے ہی ذوق جلوہ سے وا ہوگئی ہے چشم
این و آں کی دوست دشمن سے نہیں ہے حیص بیص
مسند گل منزل شبنم ہوئی
ہو چشم معرفت تو زمانہ ہو آئینہ
عرصۂ آفاق میں چشم بصیرت چاہئے
مرتبہ یہ دیدۂ دیدار جو کا ہوگیا
کچھ نہیں دولت دنیا کی تمنا ہنر بر
کریمی نے وہ بینائی عطا کی
بسیرا طور پہ ہے آشیانہ عرش پہ ہے
جلوہ اسی کا پیش نظر ہے جہاں تہاں
جو بینا ہیں جہاں کا کارخانہ دیکھ کہتے ہیں

مجھ پہ احسان ہے اے دیدۂ بینا تیرا
چشم حق بیں پیدا کر
عالم ہے حباب سا نظر میں
خدا نے بخشی ہے بندوں کو کیا نظر نایاب
میں ابھی کونین کو رکھ لوں اٹھا کر آنکھ میں
نظر پیدا کر اول پھر تماشا دیکھ قدرت کا
مشکل بنے ہے آنکھ صاحب نظروں کو
دیکھتے جو کچھ ہے سب باطل ہی یاں
کہ ہووے عین حقیقت وہی تو ساری ہے
ہمہ داں بنا سکے گی نہ تجھے کتاب ہرگز
یاں ورنہ امتیاز وجود و عدم نہ تھا
چشم حق بیں میں ہے میرے ایک سا خالی بھرا
دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا
ظاہر کہاں جلال جہاں آفریں نہیں
ذرہ ذرہ سے نمایاں جلوۂ خورشید ہے
طور منظور نظر ہونے کو سُرمہ ہوگیا
اپنی نظروں میں ہیں سب لعل و گہر پتھر سے
نظر آنے لگی قدرت خدا کی
دیا ہے حق نے عجب طائر نظر کو اوج
دید اس ہزار بیں کا تو کر ایک آنکھ سے
خیال و وہم ہے یہ یا سراب و خواب ہے کیا ہے

محجوب میکش
”
”
”
میر
”
”
”
وحشت
”
وقار
ولی
واسطی
”
ہزبر
”
”
”
ہمدم
”

حاجتمندی

حاجتِ اسباب کب رکھتے ہیں عالی مرتبت
بدتر نہیں ہے بات کوئی احتیاج سے
دنیا میں احتیاج سے بدتر ہے کون شئے
ضعیفوں کو ہے لازم آپ جائیں پاس منعم کے
انشا خیالِ محض ہے اس پر نہ بھولیو
جو خود مٹ جائے وہ کیا ہو کسی کے در کا مرہم
دینار کی نہ ہم کو درم کی ہے احتیاج
انگشت نما کون ہو حاجت طلبی میں
اشرفی کے پیڑ کی جڑ ہے بشر کی احتیاج

عیسیِٰ مریم گیا بے نردباں افلاک پر
رو بہ مزاج ہوگئے اس سے اسد مزاج
سو سال کا عذاب ہے اک دن کی احتیاج
بلاتا ہے کہیں دعوت میں دہقاں مور خرمن کو
ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض
کرے محتاج کیونکر حوصلہ حاجت روائی کا
بس تیری اک نگاہِ کرم کی ہے احتیاج
ماتھے پہ الف کھینچتے ہیں چھوڑ کے گھر بار
زرد رُو انسان کو کرتی ہے زر کی احتیاج

امیر
”
”
”
انشا
احمدی
امیر
بحر
”

حاجتمندی

شکنجہ میں رہتا ہے دل آدمی کا
خدا بند رکھے نہ حاجت کسی کی — مجر
میری حاجت نے مجھے خلق میں بے قدر کیا
میں غنیمت اسے سمجھا جو کچھ اے یار ملا — برق
حاجت نہیں تو دولت دنیا سے کام کیا
پھنستا ہے تشنہ دام فریب سراب میں — ”
کچھ احتیاج نہیں ہے تو فخر زیبا ہے
جو ہاتھ کھینچ لیا ہو تو پاؤں کو پھیلا — پرتو
غرض انساں کو خاک کرتی ہے
ہے دعا ترک مدعا کے لئے — ”
محتاج کسی کا نہ کرے اپنے کرم سے
بر لائے طلب قاضی حاجات ہماری — تراب
اس جہاں میں نہ کوئی ہوگا طلب سے خالی
کہیں اعلیٰ کی طلب ہے کہیں ادنیٰ کی تلاش — ”
خدا درویش کی حالت نہ ڈالے اہل دنیا پر
فقیر اس کی نظر میں پھر تو وہ خواہی نخواہی ہے — ثاقب
ہے عجب دور و تسلسل میں بشر کی احتیاج
آنکھ کو پتلی کی پتلی کو نظر کی احتیاج — ”
گو سراپا فیض عالم میں غنی ہوتے تو پھر
اشرفی کے پھول کو ہوتی نہ زر کی احتیاج

دیکھو کر

دیکھ کر ماہ محرم دیکھتے ہیں زر کو کیوں
چڑھائیں ناک بھوں کیونکر نہ سب محتاج کے در پر

حکمِ حیا و ننگ ہے گھر سے نہ جائیے
فقر و حاجت میں ہوا انساں کو جب صبر و شکیب

مجھ کو تو ہے استغنا محتاج ترا ہوں میں
بوریا ۔ تہ بند ۔ بستر چاہئے

میں ہوں ۔ تم ہو ۔ کہ مدعی ہو
کون ہے احتیاج سے خالی

وقتِ حاجت امتحانِ اقربا بھی ہوگیا
رزق کا ضامن خدا ناطق کلام اللہ ہے

حاجتیں محتاج بندوں کو نہ کرا دیتیں اگر
ہیں بہت محتاج اس دنیا میں کم حاجت روا

جو غنی تر ہیں وہ مفلوک تر آتے ہیں نظر
جتنے آفات ہوں نازل ہوں الٰہی لیکن

لیجائیں غرض کس لئے ہم بندہ کے آگے
آتے ہیں کام صاحبِ نعمت کے ناتواں

افتادگاں کی حاجت نکلے نہ سرکشوں سے
فقط تفاوتِ شاہ و گدا ہے حاجت سے

اہلِ حاجت کو امیروں سے بھلا ہو بہرہ خاک
روکے دریا میں مگر پانی سے کب ہووے غرض

کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند
ہیں جو اہلِ شرم کچھ فکر تامّل ہے انھیں

کس مرد کو نہیں ہے کسی زن کی احتیاج
مرکے بھی چاہئے ہے گور و کفن

سب کے خالق نے بنائے کاسۂ سرِ واژگوں
مٹتا ہے احتیاج کا داغ التجا سے کب

سب سے پہلے ہے یہ دنیا میں بشر کی احتیاج
نجاست کی جگہ کو خلق حاجت خانہ کہتی ہے

کہتی ہے احتیاج کہ چلئے سفر کو اب
پھر نہیں کوئی برائی فقر و حاجت سے بتر

میں کیوں نہ تجھے مانوں مجھ کو تو ضرورت ہے
تارکِ دنیا کو بھی زر چاہئے

محتاج نہ ہو کوئی کسی کا
ہر بشر کے لئے ضرورت ہے

قرض کچھ مانگا تو سب کھا کھاکے قسمیں رہ گئے
تس پہ اپنی صورتوں کے روز حاجتمند ہیں

پھر کوئی بندہ کسی بندہ سے کیا رکھتا غرض
لینے والے سیکڑوں ہیں دینے والے بعض بعض

جو تھے محتاج الیہ اب وہ ہوئے یاں محتاج
جیتے جی ہو نہ کسی کا کوئی انساں محتاج

ہم کو ہے فقط داورِ داوار سے مطلب
اٹکے جو دانت میں وہ نکالیں خلال سے

کب شمع آنسوؤں سے لب تر کرے لگن کا
سب ایک سے ہیں جو اٹھ جائے درمیاں سے غرض

گوش زد منعم کے آواز گدا ہوتی نہیں
جو ہے دنیا میں اُسے ہرگز نہ سمجھو بے غرض

کس کی حاجت روا کرے کوئی
کم کسی کو ورنہ ہے آج احتیاج ازدواج

کوئی بشر نہیں کہ نہ کھاتا ہو جو اناج
کون ہے جس کو احتیاج نہیں

آدمی اس پر بھی پیش آدمی سائل ہوا
او ہرزہ کار آگ بجھی ہے ہوا سے کب

ثاقب
"
جوش
حالی
حیرت
راسخ
"
رند
سفیر
سوز
سرور
"
شہید
"
شرم
صابر
"
صفدر
عاشق
"
"
فدا
"
قائم
ناسخ
نظم

حبِّ دُنیا

کس کس بشر کو لائی ہے دنیا فریب میں
طالبِ دنیا ہیں سب مردار خوار

اس زمانہ میں ہے ہر شخص کو دنیا کی تلاش
اہل دنیا ہوتے ہیں یوں زر کے گرد

کیا کیا جواں مرید ہے اس پیرزال کا
چاہئے دندانِ سگ کو گوشتِ خر

بس غنیمت ہے جسے کچھ بھی ہو عقبےٰ کی تلاش
جس طرح مردار پہ گرتے ہیں زاغ

آتش
تراب
"
"

حبِ دنیا

اہل دنیا کو نہ ہو کیونکر تلاش سیم و زر
انکو آسائش یہاں ہے سیم و زر ملتی نہیں

اک جہاں خواہشِ دنیا میں ہے اسیر
دولت و حشمت [illegible] ہیں

خالی از اسرار زر و دولت [illegible] الفت ہے
ہزاروں [illegible] نہ اس کی کرنا آشنائی کا

بھروسہ کیا زنِ دنیا کا [illegible] ذوق علائق سے چھوٹنا
ممکن نہیں ہے [illegible] تعلق بدن کے ساتھ

جبتک کہ روح کو ہے [illegible] نوجوانوں کو فریب
زالِ دنیا دے رہی ہے [illegible] اس زالِ روباہ کا

حیلہ سازی پہ ہے کیا دل [illegible] طلسمِ زمانہ دیکھ
حیرت کا ہے مقام [illegible] کرتے ہیں چار سو پیچ

غفلت میں ہیں [illegible] ہے وفا ہے یہ
کچھ اعتبار اس کا نہیں [illegible]

نازاں نہ ہو جو زنِ دنیا [illegible]
یہاں سو [illegible] جلوہ اس چمن کا ہے [illegible] قابل

نہیں یہ [illegible] اس نے [illegible]
سیر کی باغِ جہاں کی اس نے [illegible] عالم ایجاد کو

چشمِ عبرت سے نہ دیکھا [illegible]
دنیا سے دل لگا کے [illegible] کیا پیرزال

عاشق جوان ہو گئے [illegible]
سرائے دہر

تراب
"
جنون
ذوق
خلیق
"
"
"
"
"

سرائے دہر یہ دم لینے کا مقام نہیں	عدم کے قافلہ والو قدم بڑھائے ہوئے	قلق
دیکھے نہ پیرزالِ جہاں کو اٹھا کے آنکھ	مردوں میں آبرو نہیں کچھ زن مرید کی	"
دنیا سے بڑھ کے کون ہے ہرجائی دوسرا	دو دن نہ کس کے پاس یہ بدذات رہ گئی	"
کیا کہئے آ کے دہر میں کیا کام کر چلے	برباد مشتِ خاک کا ہم نام کر چلے	"
زاہدا کیونکر کروں میں ترک یہ دنیا وہ ہے	سیر کو آئے تھے آدم باغِ رضواں چھوڑ کر	ناسخ
ناداں ہیں وہ جو طالبِ لذت ہیں دہر میں	اے واسطی ہے داغِ ثمر اس نہال کا	واسطی
منزلِ ہستی میں غافل ہوشیاری شرط ہے	دفعۃً اک روز اس جا سے سفر ہو جائیگا	"
دنیا کی راہ سخت عجب سنگلاخ ہے	تیمور دوڑ کر جو چلا لنگڑا ہو گیا	"
خالی نہیں جہاں میں کوئی مکر و زور سے	عالم تمام عالمِ نیرنگ ہو گیا	"
اہلِ دنیا مالِ دنیا پر جھگڑتے ہیں عبث	چار دن کا ہے یہ میلا جا کے پھر آتا ہے کون	"
عدم سے آ کے ہستی میں نہ ہو آرام کا طالب	بجز ایذا کہاں رہرو کو راحت قطعِ منزل میں	"
خواہشِ دنیا ہے یوں ہر ایک دنیا دار کو	دوڑتے ہیں جیسے کتے دیکھ کر مردار کو	"
کیا نظر میں ٹھیرے اپنے مالِ دنیائے دنی	ہے یہ سیمِ قلب مانندِ دلِ قاروں سیاہ	"
جسے کہتے ہیں عالم اک خراب آباد بستی ہے	کہ ہستی نیستی ہے نیستی دنیا کی ہستی ہے	"
آنکھ کھلتے ہی کہا دل نے جو دنیا دیکھی	گھر پرانا ہے کوئی اسمیں بھلا خاک رہے	"
عجب کیا ہے جو عاقل گردشِ ایام میں آئے	کہ دانہ دیکھ کر آدم سے دانا دام میں آئے	"
ذلت جہاں کی باعثِ عزت ہے دہر میں	اچھا رہا وہ سب سے برا جو یہاں رہا	"
مٹی ہوئی ضرور خراب اسکی واسطی	دو دن جو آ کے کوئی تہِ آسماں رہا	"
آتے ہی قیدِ محبسِ دنیا میں ہم ہوئے	گردن میں طوقِ گردشِ ایام پڑ گیا	"
محیطِ دہر میں راحت کہاں جز خانہ بربادی	حباب آسا ہے راہِ سیل میں ہر دم مکاں اپنا	"
جائے اماں کہاں ہے خراباتِ دہر میں	آیا جو اس خرابے میں ہے کس قدر خراب	"
کون دنیا کے فریبوں سے نکل سکتا ہے	کیسے اس بھول بھلیاں میں ہیں تعمیر کے پیچ	"
جاؤں کہاں حوادثِ عالم کہاں نہیں	کس شہر کی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں	"
مثل ہے کہ جی ہے تو سارا جہاں ہے	اگر ہم نہیں ہیں تو عالم نہیں ہے	"

حبّ وطن

کہاں وہ اہلِ وطن کی صحبت وطن کو چھوٹے ہوئی ہے مدت	کسی کسی کی ہے یاد صورت خیال کچھ کچھ کہیں کہیں کا	امیر
پل مارنے کا ہے یاں بسیرا	حبِ وطن ہے ایمان میرا	اسمٰعیل
خوب روئے حال پر اپنے وطن کا سنکے حال	کوئی غربت میں جو آ نکلا ہمارے شہر سے	آتش
ہستی میں یاد آئے نہ کیونکر عدم مجھے	وہ آدمی نہیں جسے حب الوطن نہ ہو	"
سرد آہیں جب کسی نے کیں وطن یاد آ گیا	چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد آ گیا	امیر
کہتی ہے یادِ وطن مجھ سے نہ روٹھ اب من جا	چھوڑ غربت کو پلٹ چل مرے پیارے گھر کو	"

حبّ وطن

وحشتِ غربت میں وہی اہلِ وطن کا ہے خیال
آدمی کا کسی جگہ جنگل نہیں — امیر
ساتھ میرے [illegible] جو وطن سے نکل گیا
پوچھا نہ جائے گا جو وطن سے نکل گیا — "
بیکار ہے جو دانت دہن سے نکل گیا
کیسی گھڑی تھی گھر سے جو نکلا تھا میں غریب
پھر دیکھنا نصیب نہ مجھ کو وطن ہوا — "
احباب اپنے اپنے گھروں میں ہیں محوِ عیش
کس کو خبر کہ کون غریب الوطن ہوا — "
[illegible] یاد وطن میں دل امیر
[illegible] چاک غریب الوطن لباس — "
کیونکر [illegible] لیل و نہار غربت میں
وطن کی یاد [illegible] غربت میں — "
یہی ہے ایک [illegible] مجھے
گل وطن کی [illegible] خار غربت میں — "
لپٹ گئے مرے دامن سے [illegible] نئے
چراغِ شامِ غریبی نے گل کھلائے نئے
دکھائے صبحِ وطن کی بہار غربت میں — "
کبھی کبھی تو لکھو نامہ کوئی اہلِ وطن
کہ بڑھ گئے موت سے انتظار غربت میں — "
کبھی نہ بھول کے اہلِ وطن نے یاد کیا
نہ پوچھی آ کے مجھے زینہار غربت میں
جو دوستانِ وطن

حبِ وطن

چھوٹتی ہے آدمی سے داغ کب حبِ وطن ۔ گو نہیں ہیں ہم مگر ہر دم مرا دل گھر میں ہے

فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک ۔ الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن ۔ کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

[illegible]

جو دوستانِ وطن نے دیے ہیں داغِ ہجر ۔ میں جانتا ہوں اُسے لالہ زارِ غربت میں

غربت میں ہے جو صورت خط میں لکھوں کہاں تک ۔ تصویر اپنی بھیجوں احباب کو وطن میں

گلہ نا آشنا کا کیا کریں اے اشک غربت میں ۔ ستاتے ہیں ہمیں وروں سے کچھ اہلِ وطن بڑھکر

اکیلا بیٹھ کر رویا کیا ہوں دشتِ غربت میں ۔ نہیں بھولے مرے دل سے محبانِ وطن برسوں

ہچکیاں آتی ہیں کیوں عالمِ غربت میں دلا ۔ کیا عزیزوں کو ہیں آوارہ وطن یاد آیا

دربدر پھر کے ہیں گھر کی دلا قدر ہوئی ۔ راہِ غربت میں جو بھولے تو وطن یاد آیا

صورتِ احباب کی آنکھوں کے تلے پھرنے لگی ۔ آگیا منھ کو کلیجا جو وطن یاد آیا

جب لگی حُبِّ وطن کی تو کسی سے نہ بجھی ۔ آبلے بن گئے موتی جو عدن یاد آیا

اجڑ گیا ہے وطن کیوں ہے دل کو حبِ وطن ۔ یہ کیا بنائے گا رہ کر کرے گا کیا پیدا

یہاں پہ بربادئی وطن کا ہے شغل یاروں کی انجمن کا ۔ نہیں ہے چرچا کسی سخن کا کھلا ہے دفترِ غم وطن کا

وطن کی یاد میں دل آہ زار و محزوں ہے ۔ وطن کی یاد میں غربت میں چشم پُرخوں ہے

غربت میں کیوں نہ اہلِ وطن مجھ کو یاد آئیں ۔ اب دل میں ولولے مرے حبِ وطن کے ہیں

دے حق نہ کسی کو غمِ وطن کا ۔ نالہ ہے یہ بلبلِ چمن کا

اگرچہ دشت میں گزری تمام عمر اپنی ۔ وطن کی آج تلک دل سے آرزو نہ گئی

سفر کس طرح وہ کرے اختیار ۔ جسے ہو وطن میں اقامت نصیب

پھولا ہوا جو دیکھا نقشہ کوئی چمن کا ۔ آنکھوں میں صاف نقشہ پھرنے لگا وطن کا

دھری ہے پیشِ نظر دوستوں کی تصویریں ۔ سفر میں صحبتِ اہلِ وطن غنیمت ہے

غربت میں آگیا جو کچھ تذکرہ وطن کا ۔ دل کو بندھا تصورِ یاروں کی انجمن کا

رہے ثبات سے غربت نصیب ہم اے جوش ۔ نظر نہ آئی کبھی گلشنِ وطن کی بہار

مجھے بھولے کچھ ایسے ہائے احبابِ وطن میرے ۔ ادھر ہو کر نسیم آئی نہ تو بادِ صبا گزری

پھر اس پہ کہتے ہو جویا وطن کو جائینگے ۔ اٹھائے جور نہ اہلِ دیار کے آگے

سفر وطن سے ہے یا تن سے رخصتِ جاں ہے ۔ نگاہِ یاس سے دیوار و در کو دیکھتے ہیں

ایک برچھی سی لگی ہے جگر و دل پہ جلیل ۔ کبھی غربت میں وطن کی جو ہوا آئی ہے

یاد جب آیا وطن حسرت نے سر دھن کر کہا ۔ کون ہے جسکو نہیں حیرت وطن کا ذوق شوق

لگتا ہے نہ گلشن میں نہ جنگل میں مرا جی ۔ ہر لحظہ چلی آتی ہے بو مجھ کو وطن کی

دل پر سے ابھی دور ہو یہ بارِ الم سب ۔ آجائے خبر آج اگر میرے وطن کی

آرام اپنے دل کو دنیا میں بس وہیں ہے ۔ پیارے وطن سے بڑھکر پیاری زمیں نہیں ہے

پردیس میں ہیچ ہے کیا ہو دل شاد ۔ جب جی میں بھری ہو دیس کی یاد

کیا زمانہ کو تو عزیز نہیں ۔ اے وطن تو تو ایسی چیز نہیں

تیری اک مشتِ خاک کے بدلے ۔ نہ لوں ہرگز اگر بہشت ملے

نہ لینے دیگا جنت میں بھی آرام ۔ یہی گر جذبۂ مہرِ وطن ہے

کرتی ہے نیا روز مرے داغِ کہن کو ۔ غربت میں خدا یاد دلائے نہ وطن کو

اے بیخبر تو آپ سے غافل نہ بیٹھ رہ ۔ ہوں شعلہ یاں سفر ہے ہمیشہ وطن کے بیچ

امیر
"
اشک
"
امانت
"
بحر
"
"
"
بدر
باقی
تسلیم
تجمل
تراب
جرار
جوش
"
جویا
"
جوہری
جلیل
حیرت
"
"
حامد
حالی
"
"
"
حیرت
درد

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
اے جنوں غربت میں وقت سیرِ گلہائے چمن	یاد آتے ہیں مجھے خارِ بیابانِ وطن	رعب
ہائے یاروں کا بہم راتوں کو مل کر بیٹھنا	پھرتے ہیں آنکھوں میں وہ خوابِ پریشانِ وطن	״
جلد پہنچا دے وطن مجھ کو دیارِ غیر سے	المدد اے جذبۂ شوقِ فراوانِ وطن	״
یہ بھی کوئی زندگی ہے عمر غربت میں کٹی	ایک دو دن کو کبھی ہو آئے مہمانِ وطن	״
میں ہوں کیا ننگِ وطن اے خانماں آوارگی	بڑھ گئی میرے نہ رہنے سے کوئی شانِ وطن	״
بیکسی اچھا وطن خواہاں نہیں میرا نہ ہو	جان سے دل سے گر ہوں میں تو خواہانِ وطن	״
کس مپرسی کے سوا دلسوز ہے غربت میں کون	کیجئے کس سے بیانِ سوزِ پنہانِ وطن	״
زخم دل پر شام غربت میں نمک پاشی کرے	کچھ مزہ دے بادِ شورِ صبحِ خندانِ وطن	״
دامِ غربت میں کیا صیاد گردوں نے اسیر	ہائے مجھ کو جا کر مرغِ خوش الحانِ وطن	״
شوقِ کنعاں حضرت یوسف کے دل سے پوچھئے	قصرِ شاہی مصر کا اچھا کہ زندانِ وطن	״
رہنے دے بس اے ہمئ غربت یہ ٹھنڈی گرمیاں	یاد ہے کیفیتِ صبحِ زمستانِ وطن	״
دل میں ہے یا رب یہ کن آئینہ رویوں کا خیال	گو وطن سے دور ہوں لیکن ہوں حیرانِ وطن	״
ہمنشینوں کچھ نہ پوچھو رعب کا غربت میں حال	عندلیب خوشنوا ہے محو دستانِ وطن	״
ہائے اے حب وطن راہزنی کی تو نے	یاد غربت میں بھی اپنا مجھے گھر آ ہی گیا	سخن
اس طرح غربت میں ہے مجھ کو وطن کی آرزو	جیسے بلبل کو قفس میں ہو چمن کی آرزو	״
بے اختیار ہو گیا آنسو نکل پڑے	غربت میں یاد آیا جو اپنا وطن مجھے	״
ہے مجھ کو جان و دل سے محبت وطن کے ساتھ	ہو کیوں نہ عندلیب کو الفت چمن کے ساتھ	شفق
لگتی نہیں مطلق کسی صحبت میں طبیعت	آتی ہے ہمیں یاد جو یارانِ وطن کی	״
غربت میں جو آتا ہے نظر مجمع احباب	بے ساختہ یاد آتا ہے مجھ کو وطن اپنا	شائق
جس کو وطن سے عشق ہے اہل وطن سے انس	وہ خار بھی سمجھتے ہیں اپنے وطن کے پھول	ضیا
کیا جانئے کیا سحر ہے دنیائے دنی میں	ہم یاد وطن بھول گئے بے وطنی میں	ظہیر
حب وطن میں سوے عدم کیجئے سفر	دو دن سرائے دہر میں بھی جی بہل گیا	عاشق
آسائش وطن کی نہیں قدر آپ کو	سنئے مصیبت ایک غریب الدیار کی	״
غربت میں یاد اہل وطن دل میں رہ گئی	آیا کوئی ادھر سے نہ پہنچی خبر کبھی	״
وطن کو چھوڑنا لازم نہیں گو ہو پریشانی	کہ بوئے گل پریشاں ہو کے رہتی ہے گلستاں میں	عاقل
پھرتا رہا ہے ساتھ برابر نگاہ میں	ہم سے کبھی جدا نہ ہمارا وطن ہوا	عارف
کچھ ہمیں گریاں نہیں ہیں دوریٔ احباب سے	حشر تک اس غم میں سب جن و بشر رویا کئے	غافل
آئیگا منہ کو کلیجا اب وطن کی یاد میں	چشمِ بلبل خون روئے گی چمن کی یاد میں	فوق
وہ ہوائے روح پرور اور وہ اثمار لذیذ	نوک ہے خار وطن کی مجھ کو آزار لذیذ	״
غیر کی ہر چیز نظروں میں مری نا چیز ہے	ہاں وطن کیا چیز ہے حب وطن کیا چیز ہے	״
یہ سودائے وطن کیا سر سے جائے	لیا ذرا دیکھے ہے اس درد سر کو	״
یاد اس غم غربت میں بھی آرام وطن ہے	ہم جو پڑے ہیں دیکھتے ہیں خواب محل کا	قلق
نہ میں یوسف ہوں نہ یعقوب کے فرزند ہیں ہم	پھر مرے پیچھے پڑے اہل وطن کیا باعث	قدر

حب وطن

شعر	شاعر
اے وطن دوری تری کرتی ہے کس کو سربلند / پست کب ہوتے نہیں اہل سفر کے ہاتھ پاؤں	قطب
ہیں میسر یہ کہاں غربت میں تفریحیں بھلا / وہ زمانہ ہی گیا وہ دن گئے وہ دل گیا	گوہر
شاہی کی گر ہوس ہو تو کر خدمت وطن / سلطنت ملے گی نہ زر سے نہ جاہ سے	مجیب
زاہد ثواب خدمت اہل وطن ہے اور / یہ ملیں گی یہ حور جناں مجھے	״
کھاتے ہیں مل رہیں گی جو یارانِ وطن / یاد آ جاتے ہیں غربت میں مجھے آہ دل سے	״
ضبط آتا ہی نہیں آہ بھر آتا دل ہے / ہمارے ملک میں زر خیزیاں ہیں کثرت سے	״
ہمارے ملک میں وطن وطن میں نہیں / گو محبت اہل وطن غربت میں خاک آ جگی	״
وطن کی یاد آئے غربت میں مجھے ایک بھی وطن میں نہیں / کر جیکا دوست محب الفت وطن	مصحفی
ساری ترقیوں کی ہے جڑ یہ دوری / مسیحے تو بات بڑی ہے گریہ منتشر	״
غربت میں وطن میں سے کیا گریہ بیوطنی سے / اس پر بھی نہ نکلا میں غم بیوطنی سے	״
حب وطن نہ چھوٹے تو نظر صفت ہم / باہر گئے وطن سے تو بھی رہے وطن میں	״
دنیا میں	

حرص

آبرو کھوتی ہے پھر بھی رکھتی ہے ناکام حرص
دشمنِ عزت ہے جیسا ہے جہاں میں نام حرص — رہبر

شدتِ اندوہ انساں کو بھلا دیتی ہے بھوک
خاک دانے کی کریں یاں مرغانِ زیرِ دام حرص — "

صاحبِ حاجت رہیں یاں امیدوارِ انقلاب
ہیں غنی ہم کو نہیں اے گردشِ ایام حرص — "

جانتے ہیں یا وہی دنیا میں کچھ اہلِ طمع
رات سے دن تک تمنا صبح سے تا شام حرص — "

عاقبت مجھ کو دہانِ گور نے لقمہ کیا
وہ کباب گور کی اب کیا ہوئی بہرام حرص — "

حرص سے خالی ہیں خاص و عام کہتا ہے امیر
استغنا سرائے دہر میں ہے عام حرص — "

خاص مجلس منعم میں لئے جاتی ہے حرص
گھر سے کیوں بٹھائے گی دو زانو مجھ کو — "

چار زانو مرے پیچھے بھی نہیں جاتی کو
طمع کی لت قاروں کی ڈولی ہے — "

کرامت الٹی میں یاں کہ جس سے بیک سب انبار
بلا ہے حرص دنیا کہ جس کے اہل ہیں سب انبار — "

کیا پریشان ان ... تمام زردوں کو
اہلِ دنیا کی ہوس ہے اے امیر
تنگ ہوئے قیدی زنداں دراز — منیر

دنیا میں بے وطن کو نہیں لطفِ زندگی
غربت میں گل کھلائے ہے کیا کیا وطن کی یاد

پاتے تھے چین کب غمِ دوری سے گھر میں ہم
مجھ کو نزدیک بدل جائیو یارانِ وطن

غربت میں رہ کے مشقِ تصور ہے رات دن
جب موئے قفس بوئے سمن آتی ہے

مل جاتے ہیں جب اہلِ وطن غربت میں
اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا

اہلِ وطن سے پوچھو تم خوبیاں وطن کی
کھاؤ ہوا وطن کی کچھ اور ہی مزہ ہے

خاکِ وطن نہ کہئے اکسیر و کیمیا ہے
ہے دھوپ میں وطن کی کچھ اور نور تاباں

کیونکر جگہ وطن کی دل میں نہ ہو ہمارے
ہے ہم کو جان و دل سے اپنا وطن پیارا

ہاں قہر یہ سخن ہے دنیا میں سب نے مانا
وطن میں اہلِ ہنر کی ہمیشہ عزت ہے

انسان کو وطن میں بھی ہو چین ۔ ہے محال
ہے بلائے دہر سے ایمن وطن میں ہر کوئی

وطن میں کچھ نہیں بیمِ گزند انسان کو ہرگز
وطن میں قدر انساں کی کبھی ہوتی نہیں ہرگز

وطن میں آبرو پاتا نہیں ہمچشموں میں انساں
غربت میں نہیں ہے اور کچھ رنج

دشتِ غربت میں نگہ اپنی بہاں جاتی ہے
کر جائے گا یہ طائرِ جاں جسم سے پرواز

مر مر گئی بلبل جو کیا یاد چمن کو
جو ہیں روشن دل نہ جاویں چھوڑ کر اپنا وطن

پتھر سے چھلکے رقص نہ اتنا شرر کرے
جیسے قفس میں مرغِ چمن کو چمن کی یاد — میر

راحت وطن کی یاد کریں کیا سفر میں ہم
تفرقہ سازئ دوراں سے گو میں دور رہا — مومن

جب آنکھ بند کی تو یہ بندہ وطن میں ہے — "
بلبل کو بجا یاد چمن آتی ہے — ممنون

کیا کیا تری یاد اے وطن آتی ہے — مضطر
خار وطن کو گل سے خوشتر ہے سب نے مانا — مہر

بلبل ہی جانتی ہے آزادیاں چمن کی — "
پانی پیو وطن کا امرت سے بھی سوا ہے — "

رتبہ تری زمیں کا کچھ اے وطن جدا ہے — "
اور چاندنی یہاں کی چاندی سے ہے درخشاں — "

جو دن ہمیں تھے پیارے گزرے یہاں وہ سارے — "
اچھا وہ دن ہے اس کی خدمت میں جو گزارا — "

اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا — "
شجر ثمر کے لئے اور ثمر شجر کے لئے — نشاط

پانی میں مچھلیاں بھی ہیں اک اضطراب میں — نساخ
شیشہ گوہر میں کب پڑتا ہے روزن آب میں — "

کوئی سوراخ ہوتا ہے دلِ دردانہ پانی میں — "
خذف کے مول بھی بکتا نہیں دردانہ پانی میں

بھلا کب مردمِ آبی کو قدرِ درِ مکنوں ہے
کرتا ہے مجھے غمِ وطن زرد — ناسخ

وہی کوچہ وہی بازار نظر آتا ہے — "
غربت میں اگر یاد وطن کی مجھے آئی — نواب

غربت میں خدا یاد دلائے نہ وطن کو — وزیر
بحر سے باہر قدم رکھے نہ سوئے پر حباب — ہمدم

حرص

ہوتی ہیں حاجتیں روا کس سے کریم کے سوا
کرتے ہیں حرص آشنا غیر سے التجا عبث — امیر

سب آفتوں سے چھوٹ گیا کرکے ترکِ حرص
کیونکر نہ ہو مجھے دلِ پر آرزو پسند — "

اہلِ جہاں کو دولتِ دنیا سے ہے یہ انس
جس طرح مور و مار کو شیر و شکر عزیز — "

منھ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے
حرص دولت سے ہے اہل حرص کو شوق کتاب
حریصوں کا شکم بھرتا ہے کوئی جمع دولت سے
اسیر اہلِ جہاں جتنے ہیں زر کی حرص رکھتے ہیں
جس جگہ ہے باب روزی ہیں وہیں ہردم حریص
سر کٹے تو حرص دنیا دل سے جائے
حرص جو حد سے زیادہ ہے وہ ہے پیغام مرگ
حریصوں کو کبھی رزق جہاں سے سیر ہونے دے
ہے زرد تن زار حریصوں سے عجب کیا
برآئے کیا مراد نہ چاہے اگر خدا
شش جہت میں حرص دولت کی نہیں کس سے دوچار
لے گیا زیر زمیں بھی گنج قاروں اپنے ساتھ
دولت کی حرص نے مجھے دیوانہ کر دیا
طمع دیکھو کہ اہل حرص مٹی آپ لیتے ہیں
دولت وہی ہے کہتے ہیں جس کو کہ ترک حرص
حرص کہتی ہے کہ پھرنا ہے زمانہ میں ضرور
ناداں کو ہو مبارک دنیائے دوں کی دولت
پہنے ہوئے پھرتے ہیں جو زنجیر طلائی
اسقدر پھرتے ہیں کیوں خواہش دولت میں حریص
دنیا کی فکر جائے تو دل بادشاہ ہو
حریصوں کو سوائے سوز غم نعمت سے کیا حاصل
گرد رہتے نہیں بے وجہ حریص دولت
حرص دولت نے پھنسا رکھا ہے قید سخت میں
نہ سماعت نہ بصارت ہے نہ طاقت ہے نہ زور
تا تمول در منعم کو نہ چھوڑیں گے حریص
کیسے حریص زینت ظاہر ہیں نامور
طلسم اے آسماں شاید ہے نعمت خوانِ دنیا کی
حریصوں سے کہو کیا شکوۂ گردوں ہے ہونا ہے
ہے دولت جہانِ کو صحبت بخیل سے
نیش تھا نعمت دنیا میں نہ سمجھے یہ حریص
دانہ لگے جو ہاتھ تو خرمن کی ہو تلاش
مٹھی میں مثل غنچہ لئے ہیں حریص زر
عبرت سے دیکھ قصۂ قاروں دلیل ہے

گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا — امیر
کاسۂ طنبور مطرب ٹھیکرا ہے بھیک کا — امیر
کہ تاج زر پہ بھی رونا وہی ہے شمع محفل کا — "
یہ وہ ہے عہد جس میں نقش حب نقش درم ٹھیرا — "
چھوڑتی ہے کوئی گربہ گھر کبوتر باز کا — "
صدقہ دیجے گھر سے ہو باہر بلا — "
زہر ہے انساں کو حلوا بھی اگر کھائے بہت — "
دہاں بند اے فلک کتنک دہانِ گاؤ خرمن پر — "
لوٹیں ابھی سونے کا اگر تار سمجھ کر — "
نکلی ارم بنا کے نہ شداد کی ہوس — "
ایک کشور گر ملے ہو ہفت کشور کی طمع — "
اتنی بھی انسان کو لازم نہیں زر کی طمع — "
چاندی کی بیڑیاں ہوں مری زر نگار طوق — "
رسائی ہے انھیں منظور قاروں کے خزانے پر — "
دل ہے غنی تو حاجت سیم و طلا نہیں — "
ضعف کہتا ہے کہ جانا نہ خبردار کہیں — "
دندانِ سگ کا موتی زیبا ہے گوش خر میں — "
سودا ہے انھیں دولتِ دنیا کی ہوس میں — "
نہ ملے گا نہ ملے گا جو مقدر میں نہیں — "
جمعیت حواس الٰہی سپاہ ہو — "
کہ جلتا ہے فتیلہ جس قدر روغن کو پیتا ہے — "
قطرۂ آب ہوں سمجھے ہیں یہ گوہر مجھ کو — "
مشکل آساں اے اجل تیری بدولت ہو تو ہو — "
اس خرابی پہ بھی جینے کی ہوس باقی ہے — "
جب تلک شہد ہے انبوہِ مگس باقی ہے — "
فرمائشیں ہیں مہر میں نقش و نگار کی — "
نہیں ہوتا ہے ہرگز سیر اس سے میہماں کوئی — "
عبث کھوتے ہو آنکھیں سامنے اندھے کے رونیسے — "
قاروں کے ساتھ اب بھی زمیں میں خزانہ ہے — "
یاد زنبور انھیں ذوق عسل میں نہ رہی — "
یہ ابتدائے حرص ہے وہ انتہائے حرص — "
کیا گلشن جہاں میں چلی ہے ہوائے حرص — "
ہیں مبتلائے دام بلا مبتلائے حرص — "

حرص

اس کا نہیں ہے کوئی معالج جہان میں — امیر
کس طرح جائے گا مرض لادوائے حرص — "
اب دربدر جہان میں پھرتا کہاں امیر — "
آئی ہماری موت ہوئی انتہائے حرص — "
دل کی صفا کہیں نہ مٹائے یہ حرص زر — "
صرصر سے کر چراغ شبستاں سے احتیاج — "
حریص ناتواں ہیں کس طرح ہوں تارک دنیا — "
تلاش دانہ بہر مور ہے زنجیر خرمن میں — "
مرتبہ ہم کو بڑا ہے گا عالم کا حاصل ہوتا — "
آتش حرص کو سینے میں اگر گل کرتے — "
حرص دنیا نے کیا ہے ہمیں سرگشتہ امیر — "
دربدر کا ہے کو پھرتے جو توکل کرتے — "
پابند نہ ہو حرص کا اے طائر قدسی — "
ہے دام میں جو دانہ تجھے مد نظر ہے — "
گور میں گڑ کر کہیں گے بعد مردن یہ حریص — "
ہے ابتک ہم سے قاروں کا خزانہ دور ہے — "
دست بردار نہیں حرص سے پیری میں حریص — "
ڈھونڈھتے ہیں یہ زمیں میں زر پنہاں جھک کر — "
عالم تمام دولت دنیا کا ہے حریص
پاسنگ ہے ایک یہ ہزاروں ہیں جو جمع — جرأت

حرص

تماشا یہ زر کا اور گنبد طلائی چاہیئے
گور میں بھی آدمی جویا ہے عز و جاہ کا — بحر

اے حریصو جعلسازی سے حصول
کیا ملا کوڑی کو جالا تان کر — "

کافی ہو کیا خزانۂ قاروں حریص کو
کشکول تاج شاہ کو سمجھے گدائے حرص — "

ثابت ہے آدمی پہ خطائے ہوا وحرص
قطع امید دل ہے سزائے ہوا وحرص — "

کیونکر ہو آدمی سے خلائے ہوا وحرص
تار نفس ہے موج ہوائے ہوا وحرص — "

گردش میں آدمی بھی ہیں مانند گرد باد
ہر مشت خاک میں ہے ہوائے ہوا وحرص — "

دنیا کے واسطے تگ وپو میں ہیں اسقدر
تو ہیں جو پاؤں آئے صدائے ہوا وحرص — "

کیونکر ہو سیر نعمت دنیا سے آدمی
لو پانی ہے دل میں بلائے ہوا وحرص — "

مردہ بھی چاہتا ہے لحد پر گل وچراغ
اپنی فنا میں بھی ہے بقائے ہوا وحرص — "

جیتے دوشالے میں ہیں تو بلبلیں لباس میں
سے کیا بیاں ہے نشوونمائے ہوا وحرص — غارتگر

ہر وقت پست مرتبۂ اہل حرص ہے
اہل دنیا حرص زر میں ہو گئے کیا کیا ہلاک
جو اہل حرص ہیں نعمت سے بھی محروم راحت ہیں
حرص تھی مثل مگس بیچا کہ آخر اے حریص
ہوا حریص کو جز خاک گور کیا حاصل
اے دل غذائے خون جگر سے غنی ہیں ہم
دیتا ہے اہل حرص کو گردوں سزائے حرص
کھایا اگرچہ سارے زمانہ کا ہم نے غم
اے موت خاک گور سے بھر دے اسے شتاب
دیکھو تو حال اہل جہاں کا ہے کچھ عجب
دریا جہاں ہو تر نہ کریں خشک لب کبھی
قانع وہ ہوں کہ میری دعا ہے یہ ہر سحر
قاروں کی طرح جمع جو کرتے ہیں مال وزر
خاکساری، خاکبازی، تنگدستی، مفلسی
جو ناداں ہیں وہی مرتے ہیں اس تحصیل دنیا پر
جاتی نہیں ہے حرص و ہوا اہل حرص کی
شامل دولت دنیا ہوں میں کیا اے آتش
ہوس نعمت کی بعد مرگ بھی رہتی ہے انساں کو
حرص و ہوا کو سینہ میں غافل جگہ نہ دے
آزاد نے قدم نہ رکھا قید حرص میں
مرنا بھی ضروری ہے خدا بھی ہے کوئی چیز
کھلا ہے باغ قناعت میں غنچۂ خاطر
لئے پھرتی ہے مجھ کو جا بجا حرص
سیہ کرتی ہے دل یہ پانچ چیزیں
بھلے کاموں کی اکبر چاہیئے ہوڑ
تھا سر میں کمال وہ تو سلطان بنا
لذت طلبی سے نفس رندی پہ جھکا
مانند موج رکھتی ہے آوارہ حرص و آز
بیٹھ سکتے نہیں قناعت سے
ہے تہیدستی جہنم اہل حرص و آز کو
شکم پروری جنکا شیوہ ہے ان کو
طلب جاہ میں برسوں رہے اے اشک خراب
ہوا و حرص سے خالی دماغ کر غافل

آب رواں سے کم نہیں عمر روان خلق — امیر
زہر قاتل ہو گیا شربت انھیں دینار کا — "
دہاں بند ایکدم کھلتا نہیں ہے گاو خرمن کا — "
خوان نعمت اٹھ گیا تو ہاتھ مل کر رہ گیا — "
عبث تمام زمانہ کا بندوبست کیا — "
دیں جان اہل حرص غذائے لطیف پر — "
بے دانہ پیستی ہے انھیں آسیائے حرص — "
موقوف ابتلک نہ ہوئی اشتہائے حرص — "
کب تنگ دہن کو کاسۂ سائل بنائے حرص — "
موت انکے پیچھے دوڑتی ہے یہ قفائے حرص — "
ہم آشنائے صبر ہیں ناآشنائے حرص — "
دشمن کو بھی خدا نہ کرے مبتلائے حرص — "
حاجت نہیں ہے اہل دول کو سوائے حرص — "
ہیں یہی اجزا ہوس نسخۂ اکسیر میں — "
رہے پابند کب عاقل کوئی حرص و ہوا ہو کر — احد
خواہش زدہ فنا پہ بھی دفن وکفن کے ہیں — آتش
گنج قاروں سے بھی اوقات نہیں کٹتی ہے — "
لحد میں پاس رکھ دیتے ہیں ورنہ فادہ زنداں کو — "
مطلب کو فوت کرتا ہے کیڑا کتاب کا — "
سچ ہے کہ دی خدا نے ہے کیا ہی سمجھ اسے — آزاد
اے حرص کے بندو ہوس جاہ کہاں تک — اکبر
خدا بچائے کہیں حرص کی ہوا نہ چلے — "
ہوی ہے کس بلا کی اے خدا حرص — "
دغابازی، حسد، کینہ، ریا، حرص — "
برے فعلوں کی ہے بس نامزا حرص — "
تھا دل میں جمال وہ تو سلطان بنا — "
تھا پیٹ بہت حریص شیطان بنا — "
روز اس ہوا سے رہتا ہے رنج سفر مجھے — انور
مائل حرص و آز ہیں ہم لوگ — انجم
رات دن جلتے ہیں داغ درہم و دینار سے — اسمٰعیل
اسیر جفائے شکم دیکھتے ہیں — "
کہیں رہنے نہ دیا حرص و ہوا نے ہم کو — اشک
بگڑ نہ جائے کسی دن حباب کی صورت — "

غارتگر متاع قناعت جہان میں	کوئی نہیں نظر میں سوائے ہوا و حرص	بحر
باہر نکل نہ کنج قناعت سے اے حریص	مقراض آبرو ہیں دو پائے ہوا و حرص	"
ہر شخص کا ہے دانت زمانہ کے مال پر	دو سانپ گنج پر ہیں بجائے ہوا و حرص	"
جب تک کفن نہ پہنیں گے یہ مردم حریص	اترے گی جسم سے نہ قبائے ہوا و حرص	"
اے بحر کیا حباب صفت سر اٹھائیے	اپنی گرہ میں کیا ہی سوائے ہوا و حرص	"
ہیں یہ دندان حرص پوشیدہ	تن انساں میں استخوان نہیں	"
کیوں زیور و زر کے لئے مرتے ہیں ہوسناک	کیا باندھ کے لے جائیں یہ مال کفن میں	"
کبھی نیت نہ ہو سیر اہل دنیا کی تمول سے	جو انکے گھر میں ہن برسائے ساتوں آسماں برسوں	"
حریص مال جو مرتا ہے میں یہ کہتا ہوں	گیا ہے زیر زمیں ڈھونڈھنے دفینوں کو	"
فی الواقعی کہ پیٹ ہے دوزخ حریص کا	آواز ہر نفس میں ہے حبل الورید کی	"
منکشف حال ہوا و حرص جس دم ہوگیا	خاک کے پتلے نظر آئے بگولے خاک کے	"
آرزو اکسیر کی ہے اور پارس کی ہوا	اہل دنیا کو بھی کیا کچھ خاک پتھر چاہئے	"
بھاگتی پھرتی ہے دنیا دوڑتے پھرتے ہیں ہم	ہم سے نفرت ہے اسے جوشئے ہیں مانوس ہے	"
دنیا پرست خانۂ دیں سے رہا بعید	کتا کنشت کا نہ غزال حرم ہوا	"
جابجا مجھ کو لئے پھرتی ہے دنیا کی ہوس	بیٹھ جاتا ہے بگولا جب نکلتی ہے ہوا	"
آدمی ہوتا ہے سرگرداں بگولے کی طرح	آندھیاں اچھی ہوا و حرص کا جھونکا برا	"
لجۂ حرص و ہوا سے نہ کوئی پار اترا	جس نے دنیا سے کنارہ کیا ساحل دیکھا	"
رہے خدا کی حفاظت میں مشت خاک اپنی	ہوا و حرص کی اٹھتی ہیں آندھیاں کیا کیا	"
قانع ہوں میں کشتہ مجھے کیا حرص کریگی	شائق ہوں نہ زر کا نہ ہوں اکسیر کا مشتاق	باقی
خاک میں قاروں کی دولت مل گئی	خاک کیا اب حرص دولت کیجئے	"
حریص کی نہیں دنیا میں قدر کچھ باقی	کہاں مگس کی فضیلت ہوئی ہما کیطرح	"
حرص میں تمیز نیک و بد کبھی رہتی نہیں	روے دنیا حور بہر اہل دنیا ہوگیا	برق
کوئی بے حس بھی ہوا و حرص سے خالی نہیں	آہ بھی دنیا میں رکھتی ہے اثر کی احتیاج	"
عقبے نہ چاہئے تجھے دنیا نہ چاہئے	کم بخت اے ہوس تجھے کیا کیا نہ چاہئے	بیدل
صرصر حرص و ہوا چلتی ہے آکر جس گھڑی	رہتا ہے روشن کسی اچھے ہی کامل کا چراغ	بختاور
جو ہوشیار ہے دانائے رسم ملک جہاں	جنون افسر و سودائے جاہ کر نہ سکے	پرتو
حد سے بڑھکر آرزو و اعزاز کی ناداں نہ کر	خواہش عزت میں ہوجائے نہ کچھ ذلت نصیب	"
بے تردد راحت منزل نہیں ہوتی نصیب	داغ دل بنجاتی ہے انجام کو کاہل کی حرص	تسلیم
دہر میں بے حرص طوفان بلا سے پاک ہیں	کشتئ درویش کو خطرہ نہیں سیلاب کا	"
کھلکے منھ اہل طمع کا بند پھر ہوتا نہیں	دیکھ لو بھر کر دہان کاسۂ ساحل کی حرص	"
اے قناعت توڑ کر پائے ہوس گھر میں بٹھا	در بدر ناحق پھراتی ہے مجھے میری ہوس	"
جستجو میں رہتے ہیں پائے طلب ہر دم رواں	اس فراوانی پہ بھی کچھ کم نہیں دریا کی حرص	"
بڑھ سکے تقدیر سے ہرگز نہ ملیگا اے دل	حرص کیوں تجھ کو لئے پھرتی ہے در در کیا ہے	"

حرص

پیری کی بات اے رہ گئے
دنیا کی حرص و آرزو کر — تراب
بہت آئے پھنسا دام میں ہائے
آب و دانہ کے لئے ہوئی مرغ گرفتار کی حرص — "
دشمن جان ہوئی حرص
گدڑی اور کفنی پہن کر جو ہوا ہے آزاد — "
اس کو ہے جبہ و دستار کی حرص
کیوں تراب اس کو ہے موجزن دریائے نفس — "
کیا ہوا و حرص سے کیا حباب آرزو
اٹھتے ہیں اس بحر میں کیا کیا حباب آرزو — "
پڑتے ہیں دل میں جنکے سو ہوا و حرص کے پھندے
انھیں آزاد مت کہنا کہ ہیں وہ حرص کے بندے — "
بے نیازی سے جو پرواز بہت کرتے تھے
پھنس گئے دام میں لالچ سے وہ اک دانے کے — "
کس طرح بھلا اس کو نہ کھینچے تنگ دنیا
جس شخص کو دنیا کی بہت حرص و ہوا ہے — "
حرص دنیا سے تنگ دنیا نہ ہو
یارو یہ مردار ہے کس کی سگی — ثاقب
کیمیا و تربت دینار سے کرتے ہیں علاج
جبکہ معدہ میں حریصوں کے خلل آتا ہے — "
بے نشانی نے رونق سے رکھی محفوظ
مجھکو دم بھر نہ ہوئی نقش نگیں نام کی حرص — "
آبرو میر

حرص

آبرو پر پھر گیا پانی اٹھی جب اس کی موج	حرص طوفان بلا ہے آدمی خاشاک ہے	ثاقب
لیگئی تحت الثریٰ قاروں کو گو دولت کی حرص	کم ہوئی لیکن نہ اس پر بھی ذرا خلقت کی حرص	جنوں
جو مقدر میں نہیں اس کی ہے تدبیر عبث	خاک چھنواتی ہے کیوں خواہش اکسیر عبث	"
ساتھ کیا لائے تھے اب ساتھ جو لیجائیں گے	دل میں ہے ولولۂ منصب و جاگیر عبث	"
حرص ارباب ہوس کی کچھ نہایت ہی نہیں	ہو اگر ممکن تو لے لیں پیرہن تصویر کا	جاہ
مال و دولت کی تمنا میں گئی جان حریص	ان ہواؤں سے چراغ زندگی گل ہو گیا	"
بیجا ہے اہل حرص کو ہر چیز کی طمع	دامن ملا ہے ایک ہی حرف سوال میں	"
بڑھ جائے کچھ بھی اور جو اہل ہوس کی حرص	پانی چرائیں چشمۂ خورشید و ماہ سے	"
رکھتے ہیں حرص ایسی گر اختیار ہوتا	لیجاتے اہل دنیا زر باندھ کر کفن میں	جرار
ہوئی حریصوں کو دنیا نہ آخرت حاصل	یہ کتے دھوبی کے ہیں گھاٹ کے نہ ہیں گھر کے	"
کرتے تھے جمع دولت دنیا کو جو حریص	ساتھ اپنے لے گئے کچھ مال جہاں سے کیا	"
یقیں ہے کشتی حرص تنعم بیٹھ جائے گی	اٹھائے گی طلاطم موج نقش بوریا کیا کیا	"
جو لوگ مے حرص سے دنیا میں ہیں سرشار	جینے کی لطافت سے نہیں ان کو سروکار	چکبست
حرص کے آگے نہیں چلتی قناعت کی بھی کچھ	لے چلا ہے دام میں مجھ کو پھنسانے دانہ آج	حیرت
کیا نعمت دنیا کی حقیقت ہے حریصو	دیکھو کہ عسل تھوک ہے زنبور عسل کا	خلیل
حرص نعمت کی بہت کرتی ہے انساں کو خراب	پھوٹ جائے بدن اکسیر جو کھا جائے بہت	"
وبال جاں ہوئی حرص ترقیٔ دنیا	ہوا نے مجھ کو فنا کر دیا شرر کی طرح	"
کس کس کو کیا نہ تو نے برباد	اے حرص و ہوا ترا برا ہو	"
حاصل نہ ہو[1] لطف قناعت حریص کو	ہر بوالہوس کو لذت نان جویں نہ ہو	"
نہ لگا فقر کو داغ اے ہوس لعل و گہر	بادشاہوں کو مبارک ہو یہ کنکر پتھر	"
تنگ آیا ہوں یہ عصیاں سے اے بار خدا	حرص کے دام میں بس دل نے پھنسایا افسوس	خاکی
اس قدر دیکھا زمانہ میں برا آزار حرص	کر رکھا لقمان و جالینوس کو بیمار حرص	خوشدل
ہے یہ ناممکن کرے جوش کر تقدیر حرص	ہیں مگر رکھتے فزوں تر بندۂ تدبیر حرص	"
عیاں ہے حرص دولت کی کشش کو دیکھ اے منعم	کہ ہے زیر زمیں قاروں کو ساتھ اپنے درم کھینچا	"
دیکھ اے داغ اہل دنیا کو	ہوس عز و جاہ نے مارا	داغ
اے داغ کسطرح سے یہ کم نہیں ہوتی	انسان کو برباد کیا حرص و ہوا نے	"
دل میں ہے غم و رنج و الم حرص و ہوا بند	دنیا میں مخمس کا ہمارے نہ کھلا بند	"
حرص دامنگیر دنیا مال دنیا بے ثبات	جس قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا	"
حرص کرواتی ہے روبہ بازیاں سب ورنہ یاں	اپنے اپنے بورئے پر جو گدا تھا شاہ تھا	درد
لے نہ جا[2] حرص اہل فقر کو	بہ سکے کب موج نقش بوریا	"
ہے محال عقل زیر آسماں	حرص ہو جس دل میں وہ خرم رہے	"
ہے جو[3] مہ و خورشید زر و سیم میسر	تو بھی تو حریصوں کے تئیں در بدری ہے	"
حرص کے پھیلنے ہیں پاؤں بقدر وسعت	تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے	ذوق

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص	آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص	سوز
کر منہ کو ٹک[1] بسوے قناعت یہ بات مان	رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص	"
ممکن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع	دن میں ہزار در جو پھر آئے گدائے حرص	"
رزق کا ضامن خدا شاہد کلام اللہ ہے	تس پر[2] اپنی صورتوں کے روز حاجتمند ہیں	"
حرص کرتی ہے گرفتار بلا آزاد کو	دام میں پھنستا ہے طائر ایک دانہ کے لئے	سحر
تشہیر کرتی ہے یونہیں دنیا کی جستجو	تیمور شہر شہر پھرا پائے لنگ سے	"
تو رشتۂ[3] عمر اپنی سے مانے جو مری بات	مت[4] حرص و ہوا باندھ کے بودا ہے یہ تاگا	سودا
کب ہم کو ہے بہار میں گلزار کی ہوس	نکلی کبھو[5] نہ مرغ گرفتار کی ہوس	"
نہ دیکھی خوشدلی جز یک تبسم ہم نے غنچہ میں	ہوا سے اس چمن کے ہے دلا ترک ہوس بہتر	"
گھر امن کا اسی کو ملا زیر آسماں	جس نے جہاں میں آن[6] کے مسمار کی ہوس	"
اے سخن چین سے گزرے جو ہوس اسکی نہ ہو	رکھتی انسان کو ہے خواہش دنیا بے تاب	سخن
دربدر پھر نہ عبث طالب دنیا ہو کر	بیٹھ رہ کوچۂ دلدار میں تنہا ہو کر	"
جستجوے دولت دنیا حریصو ہے عبث	جنس عقبےٰ چاہیئے بازار محشر کے لئے	سعید
الفت میں اسکی خاک نہیں تھا سوائے رنج	دنیا سے خالی ہاتھ چلے آشنائے حرص	سفیر
کس کام کا وہ دل ہے جو ہو مبتلائے حرص	دے اے کریم نقد قناعت بجائے حرص	"
چھٹ جائیں اس کے ہاتھ سے لوگوں کی گردنیں	ہو جائے شل جو پنجۂ زور آزمائے حرص	"
بیکار جستجو سے نہیں کوئی فائدہ	خالی دُرِ مراد سے ہیں کیسہ ہائے حرص	"
رہنا سفیر سایہ سے بھی اس کے دور دور	دشمن ہے آبرو کی زن بیوفائے حرص	"
حرص وہ شئے ہے کہ اک دانۂ گندم کیلئے	خلد سے حضرت آدم کو نکلتے دیکھا	"
رزق بے گردش ملے جوں سنگ زیر آسیا	بیٹھے اک جا پر جو پائے حرص کو تو توڑ کر	شفق
تحت الثریٰ کرے گی رواں حرص مال و جاہ	قاروں کو مرتے دم رہی توفیر کی تلاش	شہید
ہرچند فلک سے در شہوار ہو روزی	مانند صدف تو دہن حرص نہ کر باز	"
قاروں کا حال اہل جہاں پر ہے منکشف	ہرگز نہ جمع کیجئے مال و درم بہت	"
جمع سے زر کے دل غنچہ پریشان ہوا	تو نہ دولت کی کر اے صاحب ادراک ہوس	"
جوں غنچہ پریشانیٔ خاطر کے سوا کچھ	حاصل نہ ہوا جمع زر و مال سے اب تک	"
کھوئی عزت ہوس نے دنیا کی	مجھ کو ممنون اغنیا کر کے	"
اقلیم ہفتگانہ سے قانع نہ ہو حریص	آب حیات کی تھی سکندر کو احتیاج	"
گر ہوس دور ہو سب کچھ ہو مہیا دم میں	گنج مقصود کے در پہ سے اٹھا مار ہوس	شہیدی
خواب راحت کو ترستے ہیں شہیدی نہ خاک	جیتے جی دل سے نکالا نہ گیا خار ہوس	"
بدترین آزار ہے آزار حرص	کس طرح پائے شفا بیمار حرص	شاہ
کس طرح پھولے پھلے نخل مراد	جسکے دل میں ہیں رواں انہار حرص	"
دلا ہے حرص بیجا ایک دم کی زندگانی ہے	جہاں میں رہنے آیا ہوں نہ میں برسوں نہ تو برسوں	صفدر
رہتا ہے غرق بحر ندامت گدائے حرص	یارب نہ ہو جہاں میں کوئی آشنائے حرص	صابر

حرص

اشعار	شاعر
کوہ زر اگر جہاں میں ملا تم کو پھر اے حرص / تقدیر سے سوا نہیں ممکن کہ پائے حرص	صابر
کیوں خوان اغنیا پہ مثال مگس گرے / نازل نہ ہو الٰہی کسی پہ بلائے حرص	"
پائے طلب شکستہ ہوا کھا کے ٹھوکریں / بڑھ بڑھ کے درد حرص ہوا خود دوائے حرص	"
نعمت پہ دو جہاں کی قابض ہوا تو کیا / [illegible] رہے گا اگر ہو فدائے حرص	"
محتاج ہی رہے گا [illegible] دیکھا تمام عمر / اس [illegible] کو [illegible] نہ بجھے اشتہائے حرص	"
سہ رب حیات سے [illegible] قناعت نصیب ہو / عریانی اور [illegible] کسی تن پہ قبائے حرص	"
صابر نہ تنگ ہو [illegible] آسیا کی طرح / دہن حریص کا [illegible] ہے فغاں کے لئے	"
تمام جسم سے موجود [illegible] میں خاص حرص کا / حروف سکوں کے [illegible] انداز ہے نقش درہم کا	"
[illegible] زیر گویا حرص پر [illegible] حرص دولت ہو / کسی کو جو [illegible] کی طرح داغ ندامت ہو	"
سر درہم [illegible] فلس ماہی کی طرح [illegible] رزق کے لئے / [illegible] کناں حریص پھرے [illegible] آسیا چلے	"

پریشانی

---

[1] ذرا ۱۲
[2] اسپر بھی ۱۲
[3] لو اپنی عمر کے رشتہ سے ۱۲
[4] نہ ۱۲
[5] کبھی ۱۲
[6] آکر ۱۲

حرص

شعر	شاعر
ناداں لیے جائے شکر نہ کر حرص شیر مال نان جویں سے یاں جو ترا پیٹ بھر گیا	فدا
شاہ و گدا ہے دونوں اسیر ہوا و حرص ملک کی فکر اسے ہے تو اسکو ہے نان کی	تغلق
ہوشمندی حرص دنیا میں نہ کر ہے وہ غافل جو یہاں اشیا سے ہے	قدر
یہ بھی ہو وہ بھی ہو اور دولت بھی ہو اور دنیا بھی ہو اس پہ تو چاہتا ہے دولت عقبےٰ بھی ہو	"
حرص دنیا مستسقی ہیں یہ پیاسے آب زر کی بجھتی نہیں پیاس بڑھتی جاتی ہیں خونریزیاں	نیر
سلطنت کے واسطے فقط تاج و سر ہونے کو ہے ایک دن دنیا میں تمہیں نخل حرص کا	"
ہے تلخ تر زہرہ وہ کریلے کی بیل ہے جو اسکی شاخ ہے ہر دم حریص زر	"
منعم کے آس پاس ہے مصاحب خوان طفیل ہے مثل مگس سوا بجز لے حریص	"
نقصان سے اس کے لکھا نہیں دست لئیم کا مانگے جو رزق اہل ہوس کو نہ تھا ثبات	"
بھر جہاں میں اہل ہوس کو نہ تھا ثبات جس کی ہوا بندھی ہوئی تھی وہ حباب تھا	تمثل عنقا

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
پریشانی رہی ظاہر حریصوں کو زمانہ میں	مگس کی طرح دنیا دار ادھر اٹھے ادھر بیٹھے	ظاہر
بندۂ حرص و ہوا طالب مولا نہ ہوا	مرد کامل ہے وہی جو سگ دنیا نہ ہوا	ظہیر
ہوس بھی اہل دول کے لئے ہے ورنہ فقیر	ہوائے تاج و سر گوشوارہ کیا کرتا	"
اغنیا حرص میں فقیر رہے	خواہش عز و جاہ نے مارا	"
حسب خواہش گر خدا دیتا تو انسان حریص	حشر تک ہر شئے یونہیں نوبت بہ نوبت مانگتا	"
پھر گیا منہ ترا عقبےٰ سے کہ جب دنیا نے	اک طمانچہ ہوس عیش و طرب نے مارا	ظفر
اکھاڑ نخل طمع کو کہ باغ عالم میں	رکھے ہے یہ شجر بے ثمر فساد کی جڑ	"
بیٹھے آرام سے کیا کنج قناعت میں حریص	اے ظفر پھرتا ہے دنیا میں طلب کا مارا	"
جز تارک دنیا ہو ہوس سے نہ سبکدوش	یہ بوجھ نہ دنیا کے ہو مشغول سے ہلکا	"
طمع و حرص و ہوا نے کیا انساں کو خراب	کہ یہ ہے ساری خرابی انہیں تینوں کے کام	"
دنیا کی چاٹ چھٹتی نہیں کیا کریں حریص	مثل مگس ہیں یہ شکر و شیر میں پھنسے	"
ہم نے یہاں پختہ مزاجوں کو بہت دیکھ لیا	کوئی بھی ان کی نہیں بے طمع خام طلب	"
قابو میں رکھ لجام قناعت سے اسپ حرص	میدان حرص میں بڑی بیجا ہے اسکی دوڑ	عیش
گنج قاروں بھی جو ہاتھ آئے تو مٹتی نہیں حرص	کوئی دنیا میں نہ آلودۂ دنیا ہو جائے	عرش
خوان عالم پہ کبھی ہوتے نہیں سیر حریص	غم ہی کھاتے ہیں وفور اشتہا کے واسطے	"
دم میں ہے ہستیٔ حباب فنا	سر پُر حرص کو ہوا ہے عبث	"
نہ جان حرص سے دے کب ملیگا مال بخیل	کوئی گدا نہیں قاروں کے مال سے واقف	"
حرص دنیا کاملوں کو بھی لگا دیتی ہے عیب	چیتھڑ پیراک ہو جاتے ہیں رہزن آب میں	"
حریصوں کو ابھی امید پہ مرنے کی حسرت ہے	کہ زیر خاک جا کر لوٹ لیں گے گنج قاروں کو	عزیز
چشمۂ حرص و طمع میں جس نے چاہی شست و شو	داغ کلفت اور اس دھونے سے میلا ہو گیا	عاقل
حرص نے در بدر یہ دوڑایا	پاؤں ڈالے مرے تھکا کر توڑ	عاشق
طلب سے بھی نہ ملا شہد خوان دنیا سے	ہوے ذلیل پئے لذت زباں کیا کیا	"
حال ماہی بحر دنیا میں حریصو دیکھ لو	رزق تو پایا مگر کانٹا دہن میں رہ گیا	"
انساں کو خوار کرتی ہے یہ بد بلائے حرص	کوئی نہ ہو بنام خدا مبتلائے حرص	"
شمشیر آبدار رضا با قضا سنبھال	پھر قطع کر تو اس سے دلا دست و پائے حرص	"
جامہ قبا ہو اسکے سدا عافیت کا آہ	جھکے ہو بر میں راست دلا یہ قبائے حرص	"
اس حرص سے خراب ہے دنیا و آخرت	دل میں اگر ہو تیر تو بہتر بجائے حرص	"
اس حرص کو جلا تو کل کی آگ سے	دے اسطرح تو حرص کو اے دل سزائے حرص	"
غارت گر ناموس نہ ہو گر ہوس زر	کیوں شاہد گل باغ سے بازار میں آئے	غالب
گر بندگی کی ہوس ہے کر نہ منت خلق کی	ہو جب عزت جہاں میں ترک حرص و آز ہے	فیض
حرص آدمی کو باعث سو ننگ و عار ہے	چشم جہاں میں خوار ہے جویا طعام کا	فدا
عاقل خدا سے طالب خیر مآل ہے	ناداں ہے مبتلا ہوس مال و جاہ میں	"
پایا کوئی کم طمع سیم سے خالی	دنیا کے جو ہیں لوگ وہ سب بندے ہیں زر کے	"

مثل عنقا نہیں کچھ کام کی حرص
طلب اوج میں پستی دیکھی
گنج قاروں بھی ملا مجھ کو جو لے حرص تو کیا
ہوا و حرص نے گھیرا ہے منتہی اس کو
دو دن کی زندگی کے لئے اس جہاں میں
حریص چشم شاہنشاہ عالم
حرص و ہوا جو منزل دل میں مقیم ہے
ہوا و ہوس تیرے ہاتھوں ہوا انساں
نہ اٹھا کوئے توکل سے ذر ذر لیجا
راستی پر اہل دنیا کی نہ جا ہرگز دلا
حرص و ہوا الٰہی نہ دل میں مرے رہے
جو زر پہ ٹوٹ کے گرتے ہیں مثل مرغ حریص
دل میں ہے جبتک کہ یہ حرص و ہوس
کی ترک حرص میں نے تو دنیا نے یہ کہا
حریص کو نہیں دنیا میں راحت و آرام
ادھر ہے حرص کا طوفاں اُدھر ہے جہل کا غار
رہتے ہیں جو کہ صبر و توکل کے آڑ میں
باقی نہیں ہے دل میں مرے کوئی آرزو
جمع کرتے ہو حریصو کیوں یہ اتنا مال و زر
حریص حرص زر پائیں نہ اس سے کس طرح صحت
شاید سمیٹتے ہیں قیامت کے بوریے
خرچ اپنا کر کے کیوں کھائے بخیل
ہوا و حرص کہتے ہیں جسے باد مخالف ہے
کیا حرص و ہوا سے فائدہ ہے اے دوست
جاہ پاکر ہوس جاہ سوا ہوتی ہے
خار خار دل حارص نہ نکالیں منعم
کس درجہ ہوسناک ہے یہ زیست ہماری
آب گوہر سے گلوئے حرص کب سیراب ہو
خودداری و تمکین کو کرتی ہے فنا حرص
دیتی ہے نکونامی کے لشکر کو ہزیمت
بیتاب رکھا مجھ کو ترقی طلبی نے
کرتی ہے صفا دل کو سیاہی سے مکدر
ہیں جتنے کہ عقلا متنفر ہیں سب اس سے

بے نشانی میں عبث نام کی حرص — نیر
آستانہ سے گھٹی بام کی حرص — "
عمر مفلس کی طرح صرف تمنا ہوگی — "
خراب ہوں دل خانہ خراب کے بدلے — منتہی
حرص و ہوا پھراتی ہے کیوں دربدر مجھے — "
مری نظروں میں کشتی ہے گدا کی — "
سو آفتیں لگی ہوئی ہیں ایک سر کے ساتھ
زمانہ کے جور و ستم دیکھتے ہیں — "
حرص بیہودہ نہ مجھ کو سگ دنیا ٹھیرا
زور کا پتلا ہے یہ ظالم سراپا آز ہے — "
تیرے مقام خاص سے نہ کر جاؤں سارے کوچ — محب
وہ آپ دام اجل کے شکار ہوتے ہیں — "
دور ہوگی کیا پریشانی مری — "
آیا شکار ہاتھ سے میرے نکل گیا
الٰہی خواہشوں میں دے تو اعتدال مجھے — "
الٰہی پاؤں کو لغزش ہے تو سنبھال مجھے — میکش
تا حشر وہ نہ ہونگے کبھی مبتلائے حرص — "
اب کیا مجال ہے جو یہاں دخل پائے حرص — "
اکدن جاؤگے آخر سب یہاں چھوڑے ہوئے
اثر ہے شربت دینار کا دینار سے پیدا — "
منعم بڑھا رہے ہیں جو اتنی دلائے حرص — مجروح
پیٹ بھرتا ہے وہ حرص و آز سے — مہر
ڈبوتا کیوں ہے کشتی فقر کی تھم جا ہوا ٹھیرے — "
انجام میں حسرت ہے پشیمانی ہے — "
بوالہوس سچ ہے مثل حرص کا داماں ہے دراز — مونس
کیا نکالے ہے کوئی ہوس زر سے کانٹا — مائل
تن کو ہوس جاں ہے تو جاں کو ہوس دل — مسکین
عین دریا میں زبس ہے خشک تر گام حباب — مضطر
ہے شیوہ برا اپنے تو دل کو نہ لگا حرص — "
کرتی ہے بلند اپنی جو شدت کا لوا حرص — "
اللہ رے ہے کسقدر اندوہ فزا حرص
ہوتی ہے اس آئینہ میں جب جلوہ نما حرص — "
ابلہ کو پھنسا لینے کو ہے دام بلا حرص

حرص

مضطر کی جناب احدیت میں دعا ہے
دنیا کی خدا یا مرے دل سے دے مٹا حرص — مضطر
اہل دنیا تنقل سے دنیا کے ہوں سرگرم سعی
بوجھ سر پہ ہو تو جلد اٹھے قدم مزدور کا — مصحفی
خلق سے دست طمع کھینچا جنھوں نے اے نصیر
کس فراغت سے ہیں بیٹھے پاؤں پھیلائے ہوئے — نصیر
رکھتے ہیں طلب جام کی اس دور میں کم ظرف
ترکیں نہیں محتاج ترے ساغر زر کا — "
فقیروں کے نہیں دل میں ہوا تخت سلیماں کی
پڑھی رہ حرص تو اب طالب دنیا کی چھاتی پر — "
کیا منھ ہے اپنے سامنے جو سر اٹھائے حرص
دست طلب کو توڑ کے کھینچا ہے پاؤں گھر — "
دریا دلوں کو ہم نے نہ دیکھا کہ رکھیں ہوس
ہوں بہرہ آب و داں کبھی آشنائے حرص — "
رکھتے نہیں ہیں کاسۂ چشم طمع کو ہم
دل سے حباب وار ہوا ہے ہوائے حرص — "
ناداں تلاش دانہ نہ کر مثل آسیا
ایسا نہ ہو کہ تجھ کو پھرائے ہوائے حرص — "
کافی ہے یاں گدا کو لباس برہنگی
ہر میں لباسیوں کے بھی ہے قبائے حرص — "

ایک تمنا

حسد

اللہ رے کسی کو یہ ہوں مفت جلتے خاک
کتنا خراب رکھتے ہیں اہل حسد مزاج — اسیر

نہیں کچھ عذر ہم کو دولت دنیا کے لینے میں
نہیں دل کو گوارا رنج حاسد کا — "

خدایا پر نہیں پایا بغض و حسد سے خالی
صدرا کو بھی نہ پایا جو ڈھاک بن میں — آتش

ناکہو جلا ہے کیا کیا پھولا جو دیکھتے لوگ یہ بیچ ہے
نہیں ہم فن کو باہم دیکھ سکتے الفاص کا جوڑا — "

لگا الفاص سے ہے لا یحب الفاص اکبر
غصہ آنا تو نہیں جل ہے عیب سینہ رکھنا — اکبر

لیکن ہے شر یہ عیب
حاسد اگر تجھ پہ حسد کرتا ہے
کر صبر کہ وہ خود کار بد کرتا ہے — "

نہیں انہا سے ہم دنیا دیکھ سکتے اپنے ہمسر کو
بجا ہے روٹھی اگر صبا و کرتے ہیں — بحر

خالی ہے کون رشک و حسد سے جہاں میں
سورج سے صاف رکھتا ہے دل میں غبار چاند — "

— انقلاب

اک تمنائے جوانمردی ہے ناسخ ترک حرص	عمر بھر میں ہے دم آب اکتفا تلوار کو	ناسخ
حرف سکے کے ہوں کیسے پر ادب کرتے نہیں	زر سے جو چسپیدہ دل ہے اسکا رتبہ کم ہوا	"
یہ سگ دنیا ہیں کس امید پر مُردوں کے گرد	قبر بھی ڈھونڈھے تو کوئی استخواں ملتا نہیں	"
سعی سے فارغ نہیں ہر چند ہوں پیر اہل حرص	ہے دہن لبریز نعمت سے زباں گردش میں ہے	"
توڑیں جو پاؤں بھی تو جہاں میں پھرے حریص	بیٹھا گیا نہ کونے میں تیمور لنگ سے	"
زنہار ہو جیو نہ دلا مبتلائے حرص	ذلت بھی دوڑی آتی ہے ناداں قفائے حرص	"
دنیا میں دربدر مجھے کب تک پھرائے حرص	یارب قناعت آئے کہیں جلد جائے حرص	"
دنیا کی ساری خاک اگر ہو غذائے حرص	ایسی ہی اے حریص رہے اشتہائے حرص	"
یارب وہ دن دکھا کہ تری تیغ قہر سے	ماری پڑے یہ حرص مجھے ہو عزائے حرص	"
توڑوں جو اپنے پائے طلب فائدہ نہیں	تدبیر وہ کروں کہ شکستہ ہو پائے حرص	"
ہے کشتیٔ نجات قناعت ہی غافلو	ڈوبیں گے بحر غم میں جو ہیں آشنائے حرص	"
پیٹ کا بھرنا تو کچھ مشکل نہیں	کیجئے کیا حرص بے اندازہ ہے	"
گر حرص و ہوا اور لالچ کی ہے دولت تیرے پاس بھری	تو خاک سمجھ اس دولت کو کیا سونا روپا لال زری	نظیر
کک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا	قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارہ	"
حرص و ہوائے نفس ہے زنجیر پائے دل	پاتا نہیں نجات کی تدبیر الغیاث	نیاز
عمر کٹ جاتی ہے پر خاک نہیں آتا ہاتھ	کب جہاں میں یہ کھلا نسخۂ اکسیر کا ہیچ	نساخ
ترک لذت شرط ہے آرام ہستی کے لئے	سر کچلواتی ہے حرص قند ہر زنبور کا	نسیم
بڑھتی جاتی ہے ہوس عمر ہے جوں جوں گھٹتی	اس کا انجام اب اے طول امل کیا ہوگا	نظم
اس سے پہلے کہ جگہ حرص نہ پائے دل میں	کب نظر موج ہوا کا کوئی ساحل آیا	"
ہوں میں تو ناتواں مجھے کیونکر نہ خوف ہو	پھنستے ہیں شیر دام حرص و آز میں	"
موتی سی آبرو کو ہو کیا حرص میں فروغ	اٹھتی ہے موج آب گہر میں ہوا سے کب	وقار
کوئی دنیا میں نہیں آزاد قید حرص سے	سرو پایا بے نوا و باتوکل باغ میں	"
قاروں کی مرگ سے یہ معمہ ہوا ہے حل	جی لیکے جائے گا مرض لادوائے حرص	"
غالب جو حرص ہو تو نہ کیوں بیٹھ جائے دل	موج ہوائے تند ہے برہمزن حباب	واسطی
حریص سے نہ گئی واسطی تلاش جہاں	کہاں کہاں نہ یہ تیمور ہو کے لنگ پھرا	"
دنیا میں بجھے تشنگیٔ حرص تو کیونکر	پانی کا نہیں نام کہ اندھا یہ کنواں ہے	"
منہ میں تب پڑتا ہے لقمہ کاسۂ سائل کی طرح	جب حریصوں کو پھرا لیتا ہے در در آسماں	"
داماں مہر پھیلے نہ کیوں اس عروج پر	کوتاہ ہاتھ ہو نہ کبھی حرص و آز کا	ہوش
کی فقیروں نے ترک کیونکر حرص	ہے سلاطیں کو بھی پئے زر حرص	ہزبر
دے کے لالچ دبا رہی ہے مجھے	توڑتی ہے پہاڑ مجھ پر حرص	"

یہ انقلاب فلک سے الٹ گئے ہیں قلوب
خوش نہیں کوئی کسی کے عیش سے اس باغ میں
اس دور کے دلوں میں عوض اتفاق کے
نہیں ہے گر حسد بد طینوں کو خوشخصالوں سے
دوستو از رہِ حسد مت[1] ہو
اس کو جو بد کہے وہی بد ہے
حاسد بدکیش یہ سانسیں نہیں
دعائیں دوں نہ کیوں اہل حسد کو رات دن ثاقب
صدقہ اس بے ہنری کے کہ بدولت اسکی
نہ اف کرنا جنوں تم حاسد بدخو کی باتوں پر
اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں پر
جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی
موقوف ہے خدا پہ تو کد کیا ضرور ہے
پانی محسود پہ رو رو کے نہ کرائے حاسد
عروج پر جو ہمارے وہ منہ بناتے ہیں
انسان کو حسد کی بلا سے خدا بچائے
ابنائے زماں کرتے نہیں غیر حسد بات
باز آئیں گے حاسد نہ کبھی اپنی بدی سے
حاسد کی طبیعت میں ہے خاصیت عقرب
مسخ کردی شکل حاسد کی حسد نے دیکھنا
جلیں تجھ پہ اگر حاسد تو جل جائیں
ملیں چشم طمع حاسد سعادت جان کر اس کو
آدم کے زمانہ سے ہے بنیاد حسد کی
رتبہ عزیز جن کے سخن کا عظیم ہے
آپ وہ رہتے ہیں سرگرداں جو ہیں اہل حسد
عادی جو یہاں تو ہے ہوا بغض و حسد کا
بھرا ہے جنکے رگ و پے میں زہر بغض و حسد
حسد کی آگ سے یارب بچائیو دل کو
مورث کبر و حسد ہیں نخوت و رشک و غرور
موجزن ہے قلزم رشک و حسد غیظ و غضب
جن کے دلوں میں زہر حسد ہے بھرا ہوا
کیا حسد سے چاک ہوتے ہیں جگر مانند صبح
باعث بغض و عداوت زندگی ہی ہے فقط

شعر	شاعر
بجائے انس و محبت ہے بغض و کیں پیدا	بحر
گل ہوا فربہ تو منعم خار لاغر ہو گیا	۔۔
کینہ، فساد، بغض، عداوت، عناد ہے	پرتو
گراتا کیوں ہے زاغ تیرہ قمری کے نشیمن کو	ترکی
دشمنوں کے زوال کے طالب	تراب
جس کو اللہ نے بنایا خوب	۔۔
چل رہے ہیں تجھ پہ آرے ہر نفس	ثاقب
کہ میرے دفتر عصیاں کو جل جلکر جلاتے ہیں	۔۔
چشم حُسّاد سے محفوظ خدا نے رکھا	۔۔
وہ خود ہی آتش رشک و حسد میں روز جلتا ہے	جنون
تعجب کیا کہ ابلیس لعیں دشمن ہے آدم کا	ذوق
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا	۔۔
پھر دشمنوں سے بغض و حسد کیا ضرور ہے	سحر
کبھو[2] قسمت کی کسو[3] کے نہ کسو نے دھوئی	سودا
تو ہم بھی غور سے اہل حسد کو دیکھتے ہیں	سفیر
جب دیکھئے دبی ہے دل کینہ ور میں آگ	سراج
کیوں نیک سمجھتے ہیں کہ ہے سخت یہ بد بات	شہید
جاتی نہیں کہنے سے جو عادت ہو کسی کی	شفق
باز آئے گا زنہار نہ وہ نیش زنی سے	۔۔
دل تو کالا ہی تھا منھ بھی آج کالا ہو گیا	شاکر
خدا کا شکر کر محسود ہے تو	صابر
زمیں پر آنے جانے میں جو نقش پائے دولت ہو	۔۔
شعلہ نے جو قربان برادر کو جلایا	عاشق
وہ چشم تنگ اہل حسد میں سما چکے	عزیز
ہم کو یہ ثابت ہوا ہے گردش افلاک سے	۔۔
کچھ بھی تجھے اندیشہ ہے کرمان لحد کا	فدا
مثال مار انھیں پیچ و تاب رہتا ہے	محب
یہی ہے نار جہنم نہ اس میں ڈال مجھے	
بھائیوں کو شان و شوکت کا جتانا چھوڑ دے	۔۔
سامنے جہل و تعصب کے ہے گرداب بلا	
رہتے ہیں مثل مار وہی پیچ و تاب میں	۔۔
دیکھکر تاباں کسی کے آفتاب جاہ کو	ناسخ
ایک سے ہو جائینگے شیخ و برہمن خاک میں	۔۔

حسد

شعر	شاعر
قطعہ: شکوہ و شکایت بس یہیں تک ہے دلا	ناسخ
ایک دن ملیں گے سب دوست و دشمن خاک میں	۔۔
حاسد کو ایک دم نہیں صحت جہان میں	ہمدم
رنج حسد سے جان ہے جب تک کہ جان میں	
جو اوج پہ ہوا اس کے ہوں افتادگی پہ لوگ	ہنر
جوں پختہ اک شجر پہ لگا ہو ثمر بلند	
[illegible] وہ ہو شر جو ہے گرانبار حسد	۔۔
دوزخی ہے وہ پائے گا گرانبار حسد	
وصل جنت میں نہ کبھی یار حسد	۔۔
نیک نامی نہیں پانے کا کبھی غمخوار حسد	
خلق لعنت کرے منھ پر کبھی	۔۔
نہیں پھولے پھلنے کا خار حسد	
باغ عالم میں نہیں جس انساں کے عروج انساں	۔۔
غنچۂ دل میں [illegible] آنکھوں سے کو بیمار حسد	
دیکھتا ہے کا [illegible] تمکین ہے شفا	۔۔
دانتوں سے [illegible] پھر نہیں آزار حسد	
جس کو یہ روگ ہوا [illegible] بشر	۔۔
جان کے ساتھ ہی جاتا ہے گریباں ہو	
نار لعنت کا گلے [illegible] اگر خار حسد	
دامن دل میں الجھ جائے اگر نہیں آتی ہے	
جس کو ڈستا ہے اسے لہر نہیں یہ مار حسد	
جان لیجاتا ہے انسان کی یہ مار حسد	
دیکھیو جاتا	

[1] نہ ۱۲
[2] کبھی
[3] کسی

دیکھ ہو جائے گا برباد کبھی اے حاسد	خاک کر دے گی جلا کر تجھے یہ نارِ حسد	ہنر
کیا پڑیں گے نہ کبھی سنگ ملامت سر پر	خوش ہو کیوں دیکھ کے اے حاسد و بازارِ حسد	"
یہ وہ ہے نشہ کہ بدنام کرے انساں کو	ٹھوکریں کھاتا ہے لعنت کی قدح خوارِ حسد	"
تیر حسرت کا کرے مرغ رواں کو مذبوح	مثل نشتر کے چبھے دل میں یہ مردارِ حسد	"
نام حسرت ہے اسی کا اسی کو کہتے ہیں رشک	باعث لعنت و نفریں ہے یہ آزارِ حسد	"
مرتے مرجائے کرے ترک تعلق اس سے	بھول کر بھی نہ ہو انسان طلبگارِ حسد	"
حاسدوں کی نظرِ بد سے بچانا یارب	یہ دعا ہے کہ ستائے نہیں آزارِ حسد	"
اس کا سودا ہوا بازار جہاں میں بے سود	فائدہ کچھ نہیں پاتا ہے خریدارِ حسد	"
طوق لعنت کا تو گردن میں رہے عالم میں	سر کے بل گرتا ہے دوزخ میں گرفتارِ حسد	"
پند دلبند ہنرور کو ہے یہ نظم مری	اے ہنر دیکھ نہ ہونا تو طلبگارِ حسد	"

حسرت

نئے پھول اس چمن سے لئے نے ثمر لئے	حسرت کے داغ دل میں فقط ہم نے بھر لئے	افسوس
عمر رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال	لیکن اس دم کو تلافی کا نہ مقدور رہا	امیر
اس منزل دنیا سے یونہی چل بسے انجم	افسوس لیا ساتھ نہ کچھ زاد سفر بھی	انجم
نا امیدی پاس بھی آنے نہیں دیتی مری	دور ہی سے دیکھتی ہیں حسرتیں دل کی طرف	توفیق
آرزوئے نارسا تکتی ہے یوں دل کی طرف	رہرو درماندہ دیکھے جیسے منزل کی طرف	"
کچھ نہ آیا داغ حسرت کے سوا مرقد میں ساتھ	برق کے مانند ہم بھی لے چلے دامن میں آگ	"
ممکن ہو مجھ سے کیونکر ترک ہوائے حسرت	دلدادۂ ہوس ہوں ارمان مدعا ہوں	
چاہئے سب کچھ گر اے دوستو آتی ہے شرم	ان نصیبوں پر کسی شے کی تمنا کیا کروں	تسلیم
تنگدل کو یارو جائے شکر ہے محتاجگی	گور میں جائے طلب زر کی عبث مفلس لئے	تراب
سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا	بس ہجوم یاس دم گھبرا گیا	درد
کھلکے گل تو کچھ بہار جانفزا دکھلا گئے	حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے	ذوق
دل میں ہے راسخ ہزاروں حسرتیں	اک مسافرخانہ ہے زیر بغل	راسخ
اے اہل بزم میں بھی مرقع میں دہر کے	تصویر ہوں ولے لب حسرت گزیدہ ہوں	سوز
غنچۂ گل سے غرض کیا مرغ حسرت زار کو	آنکھ جب کھولی تو دیکھا خانۂ صیاد کو	شہید
ہم صفیر اڑتے پھرتے ہیں صیاد	ہم قفس میں یہاں پھڑکتے ہیں	"
حسرتوں ہی میں موئے اسکندر و دارا و جم	سیر دنیا سے غرض کوئی بشر ہوتا نہیں	شائق
بھری ہے دل میں جو حسرت کہوں تو کس سے کہوں	سنے یہ کون مصیبت کہوں تو کس سے کہوں	ظفر
دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد	جانتے ہیں سینۂ پرخوں کو زنداں خانہ ہم	غالب
دل حسرت زدہ تھا مائدۂ حسرت درد	کام یاروں کا بقدر لب و دنداں نکلا	"
ہم اسیران قفس کو تب خبر دی تو نے آہ	لٹ گئے جب باغ میں پھولوں کے خرمن اے صبا	مصحفی

حسرت

مجھے آتا ہے رحم اس طائر بے پر کی حسرت پر کہ اڑ سکتا نہیں اور ہے قریب آشیاں صیاد	مصحفی
اٹھا ہوں بسکہ زمانے سے حسرتیں لے کر جنازہ دوش احبا پہ ہے گراں میرا	"
چمن کا نام سنا تھا پر نہ دیکھا ہائے جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی	میر
ناکامیوں سے کام رہا عمر بھر ہمیں پیری میں یاس ہے جو ہوس تھی شباب میں	مومن
ہزاروں حسرتوں کا نقش ہے آئینہ دل پر مرا سینہ ہے یا اک حسرت آباد تمنا ہے	وحشت
ذوق امیدی ہی سے ہے میری نامرادی	"
بے تیغ زیست اپنی حسرت چشیدہ ہوں میں انسان دل میں کہتے ہیں حسرت سے مرتے دم	ناسخ
تنہا عدم کو ہم چلے دنیا میں سب رہے ہوتے جو بے غرض تو نہ پڑتے عذاب میں یارب کسی کے دل میں کوئی آرزو نہ ہو	نواب

(۴)

خاکساری

خاکساری

خاکساری میں ہماری چاہئے تاثیر بھی — گر نہ ہو تاثیر پھر تو خاک ہے اکسیر بھی — آصف رحمۃ اللہ
مرتبہ پیش خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند — جس قدر ملتا ہے انسان سے انسان جھک کر — ہمیر
یاد رکھ مصرع استاد یہ ہر وقت امیر — دوست دشمن سے ملے چاہئے انساں جھک کر — "
جو آبرو کا ہے خواہاں تو خاکساری کر — یہ قول گرد یتیمی ہے روئے گوہر پر — "
دانہ کی خاک نشینی سے ہوئی نشو و نما — خاکساری کا نہیں تو یہ ثمر کس کا ہے — "
یہ ملا اوج خاکساری سے — کہ قدم آسمان لیتے ہیں — "
عزت افتادگی و عجز سے ہاتھ آئی امیر — خوش ہوں میں نے یہ بڑی چیز پڑی پائی ہے — "
جو سمجھے کہ میں ہوں زمانہ سے چھوٹا — حقیقت میں وہ ہی بڑا آدمی ہے — "
خاکساری کے مزے خوب اٹھے دنیا میں — خاک ہم چھاننے آئے تھے یہاں چھان گئے — "
افتادگی میں بال برابر نہیں ہے فرق — ہے ایک رنگ سایۂ درویش و شاہ میں — "
غبار راہ ہو کر چشم مردم میں محل پایا — نہال خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا — آتش
دولت دنیا سے مستغنی طبیعت ہو گئی — خاکساری نے اثر پیدا کیا اکسیر کا — "
نہ رکھی دولت دنیا کی خواہش خاکساری نے — خدا نے کر دیا حاکم مجھے اکسیر اعظم کا — "
بلند خاک نشینی نے قدر کی میری — عروج مجھ کو ہوا جب کہ پائمال ہوا — "
خدا کے آگے ہے سرکش سے خاکسار عزیز — ابولہب سے ہے قدر ابوتراب بلند — "
وہی ہے صدر نشیں بزم خاکساراں میں — صف نعال میں جس کا کہ ہے مکاں ہوتا — "
کوئی اکسیر غنی دل نہیں رکھتے ایسی — خاکساری نہیں دی ہے مجھے دولت دی ہے — "
سرکش کی منزلت ہے سبک پیش خاکسار — وہ تمکنت زمیں کی کہاں آسماں میں ہے — "
ظاہر ہوا مجھے یہ بلندئ سرو سے — کرتی ہے کام خاک بھی عالی دماغ کا — "
خاکساری سے جھکا ہے سر شوریدہ مرا — وائے بر حال ندامت سے جو گردن خم ہے — "
محبت سے بنا لیتے ہیں اپنا دوست دشمن کو — جھکاتی ہے ہماری عاجزی سرکش کی گردن کو — "
سرکشی نے پائی آتش خاکساری سے شکست — فضل سے اللہ کے توڑا بت پندار کو — "
کڑے پن کو ہماری خاکساری نے کیا زائل — یہ جوہر وہ ہے جس سے کشتۂ فولاد کرتے ہیں — "
حذر عالی مقاموں کو ہے لازم خاکساروں سے — پیادے غالب آئے ہیں سوار پشت توسن پر — "
وقار میں بھی بڑھا ہوا ہے بلند رتبہ بھی ہے زمیں سے — یہ خاکساروں سے کوئی پوچھے سبک ہی کیوں آسماں نظر ہیں — اشک
کبر و غرور ہے سبب انساں کے نقص کا — گر کچھ فروتنی ہو تو کامل ہوا کرے — "
فروتنی کی بدولت وہاں بشر پہنچا — کہ جس جگہ پہ فرشتہ کا بھی گزر نہ ہوا — "
خدا نے چاہا جسے وہ عزیز خلق ہوا — بلند مرتبہ ہر خاکسار ہو نہ سکا — "
خاکساری سے ہوئی ایسی صفائے باطن — آئینہ ہو گیا دل میں جو نہاں راز ہوا — "
خاکساری کی بدولت یہ جلا پائی ہے — آئینہ دل کا صفا رہتا ہے بلور کی طرح — "

خاکساری

فلک کب چھین سکتا ہے بضاعت خاکساروں کی — امانت
زمیں کے تحت میں ہے تا قیامت گنج قاروں کا
گھر بنے سیم و طلا کے باعث افتادگی
پشت آئینہ
خاکساری ہے دلا اکسیر
خاکساروں سے غرض رکھتے نہیں اہل طمع
پھر آئے نہ کبھی چادر مہتاب کے پاس
خاکساری جو ہوگی دل سے جدا
خاک پھر ساری آبرو ہوگی — نسیم
فروتنی واجب ہے تعظیم میں کچھ شک نہیں
جھکی مقتولوں کی گردن تو اٹھا ہاتھ قاتل کا
غرور و عجز میں صاحب کمال ہوتا تھا
جو بدر تو گھٹ کے ہلال ہوتا تھا
جہاں میں کرتی ہے صاف آئینہ کو خاکستر
نمود آپ کی ہے خاکسار کے باعث
خواہش دولت نہیں رکھتے ہیں ترے خاکسار
سیم و زر کی کیا ہے حاجت صاحب اکسیر کو
اہل دنیا سے تواضع نہ مناسب تھی امیر
جھک پڑی شاخ پہ جو شاخ ثمردار ہوئی
نہال خاکساری اس چمن میں سربلندی ہے
ثمر ہو جاتے ہیں پیدا زمیں میں تخم بونے سے
جو جھکے

خاکساری

ملا جنھیں انھیں افتادگی سے اوج ملا
انھیں نے کھائی ہے ٹھوکر جو سر اٹھا کے چلے
زمیں کی طرح جس نے عاجزی و خاکساری کی
خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانکا آسماں ہو کر
ثروت خدا جو دے تو نہ مناسب ہے انکسار
مغرور آدمی نہ ہو دو دن کی جاہ سے
جو خاکساروں کے رتبہ کو جانتا انور
زمیں کا زور قدم بوس آسماں ہوتا
بے خطر گزری ہے عمر نہیں ہے دشمن کا
خاکساری میں یہاں عالم ہے عصار دامن کا
افتادگی سے انس ہے مجھ خاکسار کو
مٹی تلک بھی ہے مجھے اے آسماں پسند
جب سے پسند ہم کو آئی ہے خاکساری
رہتے ہیں مثل آنکھ مٹی کے پیراہن میں
خاکساروں میں ہیں صاف طینت ہیں
بس جگہ زیر خاک آب نہیں
خاکساروں کی توجہ کیمیا سے کم نہیں
قلب ماہیت کرکے سکھے خاصیت اکسیر میں
سب خاکسار جان کے کرتے ہیں آبرو
افتادگی نے بخشی ہے قدر گہر مجھے
جادہ کی

شعر	شاعر
جو جھکے خلق خدا سے رتبۂ عالی ملے	انیس
محفوظ ہیں جہاں میں آفت سے خاکسار	
چشم عالم سے چھپایا خاکساری نے مجھے	
خاکساری ہیں نقش پا میرے	اکبر
آبرو اور سربلندی خاکساری سے یہاں	
خاکساری ہے مآل پختگی	
ہیں جو افتادہ نہیں ہے انکی طینت میں فساد	سہیل
ہمیشہ سے انس ہے پستی سے اوج میں مجھ کو	
عجز کا جوہر اگر ظالم میں ہو غافل نہ ہو	
وہ خاکسار ہیں کہ پسِ مرگ بھی اسیر	انور
کبھی چشم حقارت سے نہ دیکھو خاکساروں کو	
اہل دولت خاک سمجھیں خاکساری کو اسیر	
تن ہوگیا جو خاک تو ثابت ہوا ہمیں	=
خاکساری ہے جہاں میں باعث دولت اسیر	
سیر تو دیکھ دلا خاک کے نیچے چل کر	
آفت عالم سے فارغ ہیں ہمیشہ خاکسار	
جو افتادہ ہیں ان کی ہر جگہ تعظیم ہوتی ہے	=
زر ہوا فیض تواضع سے مس قلب اسیر	
ملے ہیں خاک میں پر ہے اسیر اپنی وہی طینت	
خاکساری سوئے دولت رہنما ہوجائے گی	
سوائے عجز ہے کیا ملک خاکساری میں	
خاکساری کے تصدق سے ہوا اوج نصیب	
خاکساری عیاں ہوئی پسِ مرگ	
افتادگی کو دیتا ہے تعلیم ہر قدم	=
خاکساری سے نہیں بہتر جہاں میں منعمی	
رکھتے ہیں خاکسار تلون سے احتراز	
ہر خاکسار صاحب توقیر ہوگیا	
دانہ جو اگتا ہے کہتا ہے زبان حال سے	
میں ہوں وہ خاکسار کہ فیضِ نگاہ سے	
افتادگی کی طرز کہاں اہل کبر میں	
بزم عالم میں جو عاجز پروری کا ہو رواج	
یہ چاہئے کہ تبختر میں ہو وے سو معلوم	
بنتے ہیں کام بگڑے ہوئے صرف عجز سے	

شعر	شاعر
خم ہے محراب حرم میں اس لئے مسجود ہے	امیر
اسپ گلی کو کیا خطرِ تازیانہ ہے	"
خاصہ اس میں وہی ہے جو الوپ انجن میں ہے	"
ہر قدم پر ہیں رہنما میرے	"
آج فوارہ کو ہے ہوکر خزانہ سے جدا	"
شاخ سے ٹپکا جو میوہ پک گیا	"
رعنۂ دیوار کب ہیں سایۂ دیوار ہیں	"
چراغ خانۂ مفلس ہوں میں قمر کی طرح	"
ساتھ خم کے کاٹ بھی ہوتا ہے ہر شمشیر میں	"
ذرّے ہماری قبر میں خاک شفا کے ہیں	"
نہیں ہے مور عاجز دعوت فوج سلیماں میں	"
قدر کچھ اکسیر کی سونے کے معدن میں نہیں	"
دامن سے جھاڑتے تھے عبث ہم غبار کو	"
ہے صفائے قلب سے سونے کے گھر میں آئینہ	"
نئی دنیا ہے نئے لوگ نئی محفل ہے	"
خوف کیا گاؤ زمیں کو دشنۂ قصاب سے	"
ہجوم خلق ہو ہر چند جائے سایہ خالی ہے	"
خاکساری نے دیا نسخۂ اکسیر مجھے	"
ہوائے خاکساری میں پریشاں خاکساری ہے	"
خاک اپنی سرمۂ چشم ہما ہوجائے گی	"
یہ وہ جگہ ہے جہاں تیر کو کماں دیکھا	"
صاف اس گرد سے آئینۂ اقبال ہوا	"
کہ پریشاں ہے خاک ساری آج	"
ہے رہنما کہ سایہ ہمارا زمین پر	"
مل گئی جس کو یہ دولت کیمیا گر ہوگیا	"
سایہ ہے ایک پیرہن سرخ و زرد کا	"
پارہ ہوا جو خاک تو اکسیر ہوگیا	"
خاکساری جس نے کی ادنےٰ سے اعلےٰ ہوگیا	"
مٹی کا ڈھیر تودۂ اکسیر ہوگیا	"
ملنا زمین کا ہے محال آسمان پر	"
چیونٹیوں کو نذر کردے اشک کا ہر دانہ شمع	"
جو آدمی کو مزہ عجز و انکسار میں ہے	انشا
سچ ہے کہ عاجزی تو خدا کو پسند ہے	افسر

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
جادہ کی طرح سے ہوکے پامال	سیکھا ہے طریق پارسائی	انور
گرد راہ مدعا ہوں یا غبار مدعی	پائمالی خاکساری اپنی آب وگل میں ہے	بیدل
عجب جوہر ہے بیدل خاکساری بھی زمانہ میں	وہی اعلےٰ ہے دنیا میں جو اپنے منھ سے ادنیٰ ہے	"
جھکتے ہیں جو نجیب ہوتے ہیں	سچ ہے تیغ اصیل کستی ہے	باقی
اسفل بھی انکسار سے پاتا ہے مرتبہ	گر کر بڑھا نہال سے سایہ نہال کا	برق
خاکساری کی تعلّی سے اگر واقف ہو	فرش بنجائے فلک دامن صحرا ہوکر	"
بہر اظہار ہنر عجز ہے دنیا میں کسیں	خاکساری سے ہوے خلق میں جوہر پیدا	"
خاکساری کو جہاں میں سب سے عالی رتبہ ہے	یہ زمیں وہ ہے کہ اس پر آسماں ہوتا نہیں	"
کبر و نخوت کی نجاست سے یہ طینت پاک ہے	خاکساری جز ہے اپنا اصل اپنی خاک ہے	"
خاکساری کا ثمر اس کو خدا دیتا ہے	لاکھ دانے یونہیں ملتے نہیں ہر دانے کو	بارق
اکسیر ہے دل کی خاکساری	کشتہ ہو جو نفس کیمیا ہے	بحر
بہار اوج مقدر میں ہے فروتن کے	کہ دانہ خاک میں ملکر نہال ہوتا ہے	"
اسی کے واسطے نشو و نما ہے	جو دانہ خاک میں مل جاتا ہے	"
جو ملے گا خاکساروں سے وہ پائے گا فروغ	دیکھ شعلہ کو ید بیضا کیا خاشاک نے	"
خاکساری کا وہ رتبہ ہے کہ اللہ اللہ	رشک کعبہ کو ہے سجادۂ محرابی سے	"
کسی کو قدر نہیں خاکسار کی اے بحر	عبیر اڑکے تصدق ہو وہ غبار ہوں میں	"
حسن فروتنی کو ذرا آنکھ اٹھاکے دیکھ	ہے داغ بدر میں نہیں دھبا ہلال میں	"
کوئی نشیب و فراز زمانہ کیا جانے	فتادگی میں زمیں ہیں فلک وقار ہیں ہم	"
بصیر جانتے ہیں حال خاکساروں کا	نہاں ہیں صورت معنے خط غبار میں ہم	"
سرکشی ناریوں کا شیوہ ہے	آدمی کو ہے خاکساری شرط	"
خاکساروں سے بھلا اتنی کدورت کیا ہے	ایک دامن کے جھٹکنے میں تو برباد ہیں سب	"
پس فنا ہے یہ توقیر خاکساروں کی	اڑا غبار جو تربت سے آشیانہ ہوا	"
یہ انکسار وہ شئے ہے کہ خاک کا پتلا	جنوں کا فخر فرشتوں کا افتخار رہا	"
ہوا ثبوت بگولے کی سربلندی سے	جو خاکسار رہا وہ فلک جناب ہوا	"
کوئی کاوش نہیں جو بھر بھی فروتن کے لئے	کوئی افتادہ زمیں کا نہ محصل ٹھیرا	"
کیا ہے مرتبہ وہ انکسار سے پیدا	کہ آسمان ہے اپنے غبار سے پیدا	"
عجیب نور دل خاکسار میں دیکھا	چراغ مہر کو روشن غبار میں دیکھا	"
خاکساروں سے طبیعت اسقدر مالوف ہے	شاق ہے مجھ کو جھٹکنا گرد دامن گیر کا	"
بلبلے کی شکل کب صابون کا قطرہ اڑا	منکسر کا پلہ بھاری ہے سبک مغرور کا	"
ہوائے دولت منعم نہیں ہے خاکساروں کو	کہ ہر دم تازہ خلعت ہے لباس خاک ہی پیدا	انور
فروتنی سے ہے ممزوج آب و گل اپنی	جو آب حلم میں ہیں خاک انکسار میں ہیں	"
روزہ ہماری فاقہ کشی کا نمونہ ہے	اپنی فروتنی کا ہے اک پرتو نماز	"
ہر خاک نشیں مظہر انوار خدا ہے	ہر دانۂ ذرات میں خرمن نظر آیا	"

خاکساری

شعر	شاعر
نہاں باطن میں ہے بدتر آپ کو پاتا ہوں حیواں سے / یہ اسکا فضل ہے جو صورت انساں بنا ہوں	بیان
خاکساری کی فلک سیری میں کیفیت کیا / جام خورشید سے ہر جام سفال اچھا ہے	پرتو
مٹی کو خاکساروں نے سونا بنا دیا / مضمون عجز نسخۂ اکسیر ہوگیا	"
خاکساری کیمیا ہے دولت دارین ہے / اہل دولت کو نہیں ہوتی ہے یہ دولت نصیب	"
عاجزی کی وجہ ہے اللہ کے گھر میں گذر / عین مسجد میں یہ جلوہ ہے لب محراب پر	"
خاکساری محیط عالم ہے / کس کی نشو و نما زمیں سے نہیں	"
عبودیت انساں کا ہے کمال / کہ حق بندگی کا ہے عجز و نیاز	تراب
انھیں کو بہت خوب برہم دیکھتے ہیں / جو اپنے تئیں سب سے کم دیکھتے ہیں	"
طینت آدم کی خاکساری ہے / جو تکبر کرے وہ ناری ہے	"
خاکساری میں دیا ہے قرب نے جسکو مرتبہ / ایک قالیں اسکا فرش بوریا و دار ہے	"

حکمت

خاکساری

شعر	شاعر
خاکساروں کی طرف چشم حقارت سے نہ دیکھ / گرد یتیمی میں اگر ہے کسی صورت	جرار
دل غنی اپنا ہے گو ظاہر میں ہیں مفلس کی شکل / مرتبہ ہم نے پایا ہے مثل خاک اکسیر کا	جوشن
کیوں نہ جائیں عرش بریں تک پہنچ / خاک ہو کر ہیں فلک ہو کر	"
خاکساری سے ملا رتبہ ہمیں عالی / کیا ہے وجہ خاکساری	جلیل
عروج اپنا ہے وجہ آسماں سے / زمیں ہم نے نکالی آسماں میں	جویا
مٹی ہوئی خود نمائی بڑھا ہے وہ سر رہا / جو بڑا یاں آپ کو سمجھا وہی اچھا رہا	"
ہوتا ہے خاکساری سے روشن دل آدمی / سچ ہے کہ خاک سے ہی صفا آئینہ میں ہے	حفیظ
جس سے ہو دل عزیز انساں ہے / انکساری ہے خاکساری کی نہ پوچھو رفعت و شاں کا	حمید
جھکنا نہ خاکساروں کی پایا ہے نقش پا انساں کا / نشان افلاک پر پایا ہے نقش پا پہ عروج	حاتم
بعد مردن خاکساری نے بڑھایا پہ عروج / آسماں تربت کا اپنی نشان میں پایا نہ ہوگیا	حالی
ہم نے ہر اونچے کو اعلے کر دیا / خاکساری اپنی کام آئی بہت	

دو بیت

کہے مٹ نیک اسے کوئی کرے جو سب کی بدگوئی
دنیا میں خاکساری کا ہر جا ظہور ہے
مناسب ہے جھکے پیروں کی صورت
معلوم ہوا جبکہ بُرے سب سے ہمیں ہیں
خیال خاکساری عالم بالا سے بالا تھا
مجھ کو مثل نقش پا ہے خاکساری سے نیاز
گر تمنا ہے شرف کی خاکساری کو نہ چھوڑ
مٹ کے پیدا کر جہاں میں سربلندی کے نشاں
سربلندی دیکھ کر ہم دانہ ہائے کشت کی
خاکساری ہے مقرر سربلندی کی دلیل
خاکساری کا مزہ پوچھے کوئی دانے سے
وہ نخل خشک ہوں جو لائق اس چمن کے تھا
دل نخوت پسند کو اے اشک
خاکساری نے دیا مجھ کو عروج آسماں
فتادگی میں بھی ہم سودمند خلق رہے
سرپر زمانہ ان کو بٹھاتا ہے غافلو
وہی رفعت رہی مٹی بھی ہو کر خاکساروں کی
جو خاکساری سے رہتا ہے سرفرو توفیق
جز تحقر کوئی ادنے کبھی اعلےٰ نہ ہوا
مٹ جاتا ہے آخر کو جگہ سے نہیں اٹھتا
لازم فروتنی ہے ہر اک سربلند کو
غبار خاکساری نے چڑھایا اوج پر ہم کو
برنگ سایہ زمیں بوس خاکساری ہوں
خاکساری پہ ہے موقوف صفائے باطن
نہ ہوا کم جو نگاہوں میں وہ اعلےٰ نہ ہوا
نہ ہو جہاں کو جو افتادگی کا نام عزیز
ترقی منزل عالم میں پائی خاکساری سے
مس طلا کرتی ہے دیتی ہے شفا بیمار کو
خاکساروں کو جو چھو جائے وہ ہو جائے غنی
چاہئے انجام پر کرنا نظر آغاز میں
دیتے ہیں سرکشان جہاں عجز سے وہ شئے
دبا زمیں میں جو دانہ ہوا وہ نخل بلند
ہے اس کے دامن زیں پہ مرا جو دست غبار

شعر	شاعر
بھلا کہئے اُسے جو آپ کو سب سے بُرا جانے	تراب
وہ کونسی جگہ ہے کہ جس جا زمیں نہ ہو	تجمل
جہاں میں آدمی جب تک جواں ہے	"
پھر جو نظر آیا وہی اچھا نظر آیا	"
زمیں سمجھا کئے زیر قدم جب آسماں آیا	تسلیم
سربلندی کا نہ میں خواہاں نہ طالب جاہ کا	"
مل کے مس اکسیر سے دم بھر میں کندن ہوگیا	"
خاک ہو کر خاک میں بن آسماں ہیری طرح	"
آپ کو خاک مذلت میں ملا کیونکر نہ دیں	"
تخم نخل بارور ہوتا ہے ملکر خاک میں	"
کہ برومند ہوا خاک میں مل جانے سے	"
ہوا ہوں رحمت پروردگار سے پیدا	تعشق
طرز افتادگی بنا دے تو	"
ہوں غبار پائے بدنامی مگر سرپر ہوں میں	توفیق
برنگ نخل اٹھے گر پڑے ثمر کی طرح	"
جو خاکساری سیکھتے ہیں گرد راہ سے	"
غبار اٹھا پس مردن زمیں سے آسماں ہوکر	"
وہ سرفراز برنگ غبار رہتا ہے	"
قطرہ جب تک نہ ہوا آب تو دریا نہ ہوا	"
افتادگی سیکھے کوئی نقش کف پا سے	"
جھکنے کے واسطے سر مینا دراز ہے	"
کئے پیدا نہ کیا کیا آسماں ہم ان زمینوں سے	"
ہے اپنا شیوہ افتادگی پسند مجھے	"
آئینہ خاک میں ملنے سے جلا دیتا ہے	"
قطرہ جب تک نہ ہوا آب تو دریا نہ ہوا	"
کسی حسین کے دل میں نہ ہو غبار کی جا	ثاقب
کہ انساں سے بھی بڑھ جاتا ہے سایہ قد انساں کا	"
عاجزی سے یہ اثر خالق نے بخشا کاہ میں	جنوں
مس طلا ہوتا ہے جب کرتا ہے مس اکسیر کو	"
دستکش ہو خاکساری سے نہ پتلا خاک کا	"
دیکھو زمیں ہے چرخ ستمگار زیر ہے	جاہ
سبب عروج ہو کیونکر نہ خاکسارئ دل	جرار
عروج اپنا دکھاتی ہے خاکسارئ دل	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
دوست دشمن ڈرتے ہیں ایذا کوئی دیتا نہیں	خاکساری آدمی کو قلعۂ فولاد ہے	خلیل
خاکساری میں ہے حسن رخ یوسف کا اثر	ہو یہ جوہر تو عزیز دل عالم ہوجائے	"
خاکساری چاہئے عبد خدا کے واسطے	کبر زیبا ہے جناب کبریا کے واسطے	"
خاکساری وقار ہے میرا	مفلسی اعتبار ہے میرا	خاموش
گر نہ ہوتے خاکساری سے سراسر سرفراز	فوقیت حاصل نہ ہوتی مجمع احباب پر	خوشدل
ملتے ہیں خاکسار گلے خاکسار سے	ہوتا ہے نقش پا بھی ہم آغوش نقش پا	داغ
بچتے ہیں خاکسار سے سب اہل آبرو	دیکھا نہیں حباب کو سرپوش نقش پا	"
افتادگان خاک کا رتبہ تو دیکھئے	باد صبا ہے غاشیہ بردوش نقش پا	"
دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہئے	خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہئے	"
اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں	ذوق
ہے باغ جہاں میں تجھے گر ہمت عالی	کر گردن تسلیم کو خم اور زیادہ	"
لیتے ہیں ثمر شاخ ثمرور کو جھکا کر	جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ	"
زمیں پر نور قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشنی ہے	کہ ہیں جو روشن ضمیر ان کا فروغ ان کی فروتنی ہے	"
خاکساری کا بھی جوہر کیمیا سے کم نہیں	نفس کشتہ ہو تو کچھ اکسیر کی حاجت نہیں	رند
دیکھ کر افتادگی سب نے عزیز دل کیا	خاک ہو کر مرتبہ اکسیر کا حاصل کیا	"
جو یا ہے اگر رتبۂ عالی کا جہاں میں	ادنےٰ سے بھی خود کو کبھی اعلیٰ نہ سمجھنا	"
یہی انداز ہیں اے دل جو میری خاکساری کے	بٹھائے گا کسی دن اپنے سر پر آسماں مجھ کو	راحی
بنایا خاک کے پتلے کو عین عرش کی پتلی	بڑھایا پایۂ گردوں سے پایہ خاکساری کا	راسخ
پتلے کی خاکساری حد کی فروتنی ہے	پیوند ہیں زمیں کے رفعت کے آسمان تھے	سحر
بعد از فنا ہے اوج ہوا پر غبار بھی	افتادگان خاک کا رتبہ بلند ہے	"
رتبہ نہ ہو بلند اگر خاکسار کا	سوے زمیں نگوں نہ سر آسماں ہے	"
خاکساری کا بھی نسخہ کم از اکسیر نہیں	اہل زر بندۂ بے زر تو ہیں زر ہو کہ نہ ہو	"
فلک کی نہیں ہم کو رفعت پسند	زمیں کیجئے بہر تربت پسند	"
خاکساروں کو نہ فیض سمجھو اے ساقی	بیشتر ہوتی ہے آندھی سے نمودار گھٹا	"
خاکساری سرمہ ساں شیوہ کریگا تو اگر	دیدۂ اہل نظر میں گھر ترا ہو جائیگا	سالک
گردوں کو اگر ہے سرکشی کا غرہ	ہم کو بھی غرور خاکساری کا ہے	"
جو خاک نشیں ہیں نہ انھیں سمجھو کم قدر	وہ دانہ ہے خرمن جسے مٹی میں ملایا	سودا
خاکساروں سے موافق کب ہے دنیا کی ہوا	راہ میں تیری پھرے جوں نقش پا بربادہم	"
انھیں کی آبرو ہے جن کا ہے افتادگی شیوہ	گہر بنتا ہے گرتا ہے جو قطرہ ابر نیساں سے	سخن
کیوں ہو نہ خاکساروں کو فرش زمیں پسند	ہوتا نہیں ہوا سے یہ بستر الٹ پلٹ	سعید
سربلندی کے وہ لائق ہوا آخر جس کو	خاکساری سے جھکائے ہوئے گردن دیکھا	"
خُلق اک دولت خدا داد ست	اور اکسیر خاکساری ہے	"
بنایا سرمۂ چشم تمنا خاکساری نے	مزاحم تھے مرے اس رہگزر میں پاسباں کیا کیا	سراج

خاکساری

شعر	شاعر
ہمیشہ دہر میں گو خاک رہ بنے رہے گھمنڈ نہ دل پہ کسی کے عیب رہ بنے رہے	سراج
خاکساری سے دل ناداں عبث پرہیز ہے ایک دن اس خاک ہی میں تو نہاں ہو جائیگا	سرور
جب مثل ذرہ خاک فنا میں ملے گا تو تب بڑھ کے آفتاب سے ہوگا ترا عروج	سید
تن تن کے نہ چل دیکھ ذرا چرخ کو غافل جو جھک کے چلا ہے وہ سرافراز جہاں ہے	"
غم شماتت اعدا بھی ہے زوال کے ساتھ بشر عروج میں بھی اپنا سر جھکائے چلے	سفیر
بشر عروج میں چھوڑے نہ خاکساری کو بلند مرتبہ تواضع سے سرفرازوں کا	"
خاکساروں کو حقارت سے کبھی شوکت نہ دیکھ ہے زمیں پامال لیکن ایک دریا دل میں ہے	شوکت
جہل مرکب کی بدولت جاہل خوار ہے جو اپنے کو ہے جاہل سمجھا	شہید
وہی عالم ہے جو اپنے کو ہے جاہل سمجھا بڑھتی ہے خاکساری سے عزت جہاں میں	شفیق
ہم نے بنا کے خوب یہ اکسیر دیکھ لی خاکساری نے بڑھائی ہے ہماری قیمت	"
ہاتھ آئی ہے مقدر سے یہ اکسیر غنی	

طالب رفعت

لہ سہو ۱۲

خاکساری

عاشق امید عفو کی ہے انکسار سے
مغرور ہو نہ طاعت پروردگار پر
خاکساری کا ہے نہیں بہتر ہے تخت جم ہمیں
خاک سے انساں بنا اور پھر وہی مرکے ہے خاک
جو کہ اعلیٰ ہیں جہاں میں جھک کے چلتے ہیں وہی
خاکساری کے لئے تو یہی بس جوہر ہے خاک
خاکساری سے رفعت ہوئی
مری خاکساری کیسا ہوگیا
خودی مٹ گئی ہونے دیا ہے رتبہ
خاکساری کے سبب کا ہے کو انساں ہوتا
یہ نہ ہوتی تو بشر خاکساری سے
ہوئی دلبستگی انجام ہیانتک خاک زمیں ہیکہ
گئے ہم جس جگہ بس رہ گئے واں کی زمیں ہیکہ
خاکساری کے سبب انتہا کہاں سے یہ کہاں
دل ہمارا وہ ترقی پایہ رفعت ہوگیا
جسم سے ہم خاکساروں کے بھی بادوزخ کی آگ
دب گئی نار جہنم ایک مشت خاک سے
دور اندیش سر جھکا کے چلیں
جو ترقی ہے ایک اس رہی ہے
ان دنوں کچھ خاکساری ہی پسند آئی ہمیں
ورنہ عالم عرش اعلیٰ سے بھی تھا اعلیٰ دماغ

خاکساری

طالب رفعت کو پستی ہے ضرور	پست جو ہو اس نے پایا ارتفاع	شاہ
ہے سرکشی سے رتبۂ افتادگی سوا	دو چار گام آگے ہے سایہ نہال سے	صابر
فروتنی سے ہے شانِ اہلِ وقر کی صابر	نہ بوجھ ہو تو نہ پلّہ جھکے ترازو کا	"
خاکساری سے ہوا حاجت روائی کو فروغ	جو چمک زر میں ہے وہ پاتے ہیں ہم اکسیر میں	"
ثروت میں بھی پایا ہے انھیں شاخ ثمرور	جھک جھک گئے ہیں اہلِ کرم اور زیادہ	طاہر
خاکساری سے کرے حاصل علو مرتبت	اسلئے انسان کو پیدا کیا ہے خاک سے	"
بوریئے پر متوکل اگر انساں ہوجائے	خاکساری وہ شرف ہے کہ سلیماں ہوجائے	"
ہو منکسر جو منصب عالی بھی دے خدا	سایہ زمین پر رہے نخلِ بلند کا	"
فکرِ صیقل ہے عبث آئینۂ دل کے واسطے	خاکساری کے بغیر اس میں جلا ہوتی نہیں	"
چھوڑی عروج پر بھی نہ ہم نے فروتنی	اڑ اڑ کے بھی غبارِ پس کارواں ہیں ہم	ظہیر
آئینہ خاک سے پاتا ہے جلا کیا ہے عجب	خاکساری سے اگر صاحب جوہر چمکا	ظفر
اگرچہ خاکساری کیمیا کا سہل ہے نسخہ	ولیکن ہاتھ آیا جس کے دشواری سے ہاتھ آیا	"
خاکساری نے ظفر دل کر دیا ایسا غنی	دل سے اپنی خواہش اکسیر سب جاتی رہی	"
خاکساری شعبۂ رحمان ہے	بس تکبر ظلمت شیطان ہے	عاجز
سمجھ حقیر تو اپنے کو ساری دنیا سے	کہ اس سے ہوگی تری سب کے پاس عزت بھی	"
کہیں کیا تم سے شانِ خاکساری	انوکھی دیکھی آنِ خاکساری	"
نہیں خائف ذرا بھی تو خزاں سے	بہارِ بوستانِ خاکساری	"
اسے کیا غم مصیبت کا جہاں کی	ہو جس کا دل مکانِ خاکساری	"
فساد و فتنہ کی جڑ ہے تکبر	اماں ہے پاسبانِ خاکساری	"
بہت ہی تلخ نخوت کی ہر اک بات	بہت شیریں زبانِ خاکساری	"
شریفوں کو نہیں زیبا تبختر	شرافت ہی ہے جانِ خاکساری	"
چکھو مغرور اس کا کچھ مزہ تو	پُر از نعمت ہے خوانِ خاکساری	"
چڑھوگے بامِ رفعت پر بہت جلد	اگر ہو نردبانِ خاکساری	"
تکبر سے تمھیں ہوجائے نفرت	سنو گر داستانِ خاکساری	"
نہیں پھر توسنِ دوراں کا کچھ خوف	جو ہو کف میں عنانِ خاکساری	"
مفرح روح پرور دلکشا ہے	فضائے گلستانِ خاکساری	"
حماقت ہے تری کبر و تفاخر	نرالی شان۔ شانِ خاکساری	"
نجیبوں میں ہی اس کو پاؤگے تم	اگر ڈھونڈھو نشانِ خاکساری	"
خدا کی چاہتے ہو گر عنایت	ہے پوشیدہ میانِ خاکساری	"
عجب دلکش ہے عاجز دل لگا کر	سنو ہم سے بیانِ خاکساری	"
جو دل کو کشتہ کیا آتشِ قناعت سے	تو نسخہ مل گیا اکسیر خاکساری کا	عیش
خاکساری بڑھ گئی جتنا مرا رتبہ بڑھا	ہر ترقی میں پر تنزل ہوگیا	عاشق
خاکساری اوج پر پہنچی تو پستی ہوگئی	بار منت سے سرگاؤ زمیں خم ہوگیا	"

خاکساری میں ہے راحت سرکشی میں اضطراب	خاک نے آرام پایا چرخ چکر میں رہا	عزیز
خاکساری کو اگر بہتر نہ سمجھا اوج سے	مہر عالمتاب ذرہ میں سمایا کس لئے	"
ہوئی ہے خاک نشیں سرکشی سے جعد بلند	مقام سرمہ ہے آنکھوں میں خاکساری سے	"
فروغ مجھ سے ہے مردم کو سرمہ کی صورت	میں خود اگرچہ مکدر ہوں خاکساری سے	"
ذرے لڑا رہے ہیں نظر آفتاب سے	افتادگان خاک کی ہمت بلند ہے	"
یہ ہے انسان خاکی خاکساری اسکی رفعت ہے	بڑھا اکسیر کا بھی دیکھو رتبہ خاکساری سے	"
سرکشی سے ہوا استاد ملائک مردود	خاکساری سے نہ ہو کس لئے عزت میری	"
گردن کشی ملاتی ہے انساں کو خاک میں	بہتر ہے آدمی جو ذرا سر جھکا چلے	غافل
ہر ایک شخص جھٹک دے ہے[1] خاکساروں کو	بھرا ہے گرد و غبار اپنے پیرہن کے بیچ	فیض
شیوۂ عاجزی نہ چھوڑ اے فیض	یہ وہ شئے ہے نہیں خدا کے پاس	"
ہو تو بھی خاک راہ کسی خاکسار کا	بہتر جہاں میں اس سے کوئی کیمیا نہیں	"
خاکساری پیشہ کرتا خلق آنکھوں میں رکھے	طور کے سرمہ کا عالم میں بہت اعزاز ہے	"
مزرع دنیا میں بے افتادگی کب ہو عروج	خاکساری باعث نشو و نمائے دانہ ہے	"
انکساری جنھیں دنیا میں پسند آئی ہے	وہی آنکھوں میں جگہ پاتے ہیں ابرو ہو کر	فروغ
نہ بشر چشم حقارت سے کسی کو دیکھے	ہو جو ادنےٰ تو اُسے اپنے سے اعلےٰ سمجھے	"
جو ذی کمال ہیں ہر ایک سے وہ جھکتے ہیں	نہیں زمیں سے سر شاخ میوہ دار بلند	قلق
غرہ بشر کرے نہ ضعیفوں سے زور پر	اتنا جھکے کہ سر کو دھرے پائے مور پر	"
اس خاکسار کو یہ ہوئی ہے پسند خاک	ہوتی نہیں زمین سے ہرگز بلند خاک	"
بشر کو چاہئے کمتر سمجھنا سب سے اپنے کو	جو بڑھ کر بولتے ہیں اے قلق وہ منھ کی کھاتے ہیں	"
کیا کیا بلند مرتبے ہیں خاکسار کے	ساتوں فلک بگولے ہیں میرے غبار کے	"
زر ہے کیا مال انکسار ہے مول	ہے یہ اکسیر کیمیا کیا ہے	قدر
ہنیں کیونکر نہ ابر رحمت آہیں خاکساروں کی	بخارات زمیں سے سنتے ہیں اے قدر بادل ہے	"
منکسر ہوتے ہیں ہنر والے	نخل جھک جاتے ہیں ثمر والے	"
ہے جرأتوں کی سینہ سپر خاکساریاں	گرد سیاہ ہوتی ہے ٹٹی سپاہ کی	"
مثال بدر جو کسب کمال کرتے ہیں	جھکا کر آپ کو پہلے ہلال کرتے ہیں	"
خاکساروں کی تو گدڑی ہی میں ہے زینت و زیب	لاکھ پہنائے کوئی قاقم و سنجاب ہمیں	"
جب خاک ہوئے تو اوج پایا	مل مل کے اڑے غبار میں ہم	"
وہ خاکسار ہوں کہ نہیں خوف اہل اوج	میری زمیں سے خاک نہیں آسماں بلند	"
آنکھوں پہ لوگ مجھ کو بٹھاتے ہیں خلق میں	سب سے جھکا ہوں ابروئے خمدار کی طرح	"
جو خاکساروں کا کچھ نہیں ڈر تو کیوں خوشامد ہی پھر مٹا کر	زمین کے پاؤں پر سراسر جھکا ہوا ہے سر آسماں کا	"
خاکساروں سے جھکی ہیں عرشیوں کی گردنیں	کیوں نہ مسجود ملائک ہو یہ پتلا خاک کا	"
جھکے ہی رہتے جو صاحب کمال ہونا تھا	طلوع بدر سے پہلے ہلال ہونا تھا	"
خاکساری میں فقط ہوش سنبھالے میں نے	قدر سے خاک ہوا خاک سے انسان ہوا	"

[1] دیتا ہے ۱۲

خاکساری

خمیدہ کرتا ہے انساں کو جوہر شرافت کا	قبول
اصالت جس میں ہوتی ہے وہی تلوار سرکشی ہے	
خاکساری ایسی خوش آئی ہمیں	گویا
پیرہن مٹی میں ہیں رنگواتے ہیں ہم	
ہے اگر عرفاں کا طالب خاکساری کر شعار	"
دیکھئے ہیں آئینہ اکسیر لگا دیوار پر	
دیکھ لے آگے زمیں کے آسماں رہتا ہے خم	"
خاکساری سر جھکا دیتی ہے ہر مغرور کا	
کرتی ہے صاف آئینہ کو خاک دیکھ لے	"
جوہر نہ پوچھ جو ہیں ہر اک خاکسار ہیں	
خاکساری چاہئے عبد خدا کے واسطے	"
کبر زیبا ہے جناب کبریا کے واسطے	
گذر میرا جہاں ہوتا ہے سب آنکھیں بچھاتے ہیں	سحر
میں ہوں وہ خاک جو ہو سرمہ چشم دوست و دشمن کو	
نکیوں میں فرش زمیں نقش پا کی طرح رہوں	"
ازل سے حق نے بنایا ہے خاکسار ہمیں	میر
خاک ہے اصل طینت آدم چاہئے اسکو عاجزی	"
بات کی تہ کو پہنچے تو اتنا سر نہ اٹھاتے ہم	
کرنا شعار خوب ہے عجز و نیاز کو	"
ہے وقر بانٹے ہیں یا دل ہے گداز کو	

خاکساری

خاکساری

شعر	شاعر
میں اپنے سر کو اس وقت سمجھا ناقص تر	محب
کہ جب علوم میں حاصل ہوا کمال مجھے	
کیمیا ہے یہی بشر کے لئے	=
سر کو سب کا خاک پا جانے	
سر ہے مشکل کمال دنیا میں	=
تو خمیدہ ہو کے رکھ ہر سر تسلیم کو	
کیوں سرکشیدہ ہو کوئی صورت ابروئے ازو وقت	مصحفی
بندہ خاکی جھکائے رکھ جب تک تری گردن پہ ہے	
طوق بار زندگی جب تک تری گردن پہ ہے	=
جو صاحب نعمت ہیں وہ سر کو جھکائے ہیں	=
اوپر کو کبھی شاخ ثمر بار نہیں ملتی	
دیکھو نہ خاکساروں کے برابر زمین ہے	مجروح
رتبہ میں ہے آسمان کے برابر زمین ہے	
نخل تمنا کو ہے برومندی	=
اسی سے کیوں نہ خاکساری میں	
جہاں میں مثل زمیں کیوں نہ خاکساری میں	=
لطف پایا ہے خاکساری میں	تسکین
ہوں زمیں گو کہ آسماں ہوں میں	
ہوا ہے کب انہدام قصر عجز و انکسار کا	ممنون
[illegible] استحکام کا	
خاکساری پہ بیٹھے ہے دیوار سے [illegible]	
یاں جس نے کہ خاک ریاں سے نکالا	
وہ ہی عالی جناب	بہاری

لہ ہوا

خاکساری پسند عرش مقام
رتبہ افتادگی کا دیکھو ہے
خاکساروں پہ کرم کرتے ہیں ادنے اعلےٰ
صورت نقش قدم افتادگان خاک ہوں
اہل کرم کو ہووے سر انکسار بھی
مزہ وہی کچھ اٹھاتا ہے خاکساری کا
آنکھوں میں جگہ کرتی ہے وہ نور کی سبزی
کیونکر ہو اہل کبر میں افتادگی کی قدر
سپہر عالم افتادگی کی سیر اگر چاہیے
چلئے کمال عجز سے سر ہے اگر عزیز
خاکساری کا یہ رتبہ ہے کہ پیوند زمیں
جھک گیا آسماں زمیں کے حضور
خدا بلند کرے جس کا مرتبہ اے مہر
منظور خاکسار کو اپنا فروغ ہے
مثال آسماں سران کا اونچا ہے جو جھکتے ہیں
گر عز و شان پاکے فروتن ہو آدمی
سجدہ مسجود کی درگاہ میں پہنچاتا ہے
یہ ہوس پہ کھلا جب خاک میں ہونا ملا
خاک کے پتلے ہیں ہم کیونکر نہ ہوں خاکسار
وہ سر کو جھکائے ہوئے رہتے ہیں جہاں میں
جو ہر کس و ناکس کے جھکے سامنے آکر
وہ اچھے لوگ ہیں خود کو برا سمجھتے ہیں
ملاتا خاک میں اپنے کو عجز اور انکساری سے
وہ رتبہ بخشتا ہے آدم کو خاکساری نے
بشر ہے وہی جس میں نخوت نہیں ہے
خمیر خاک سے اپنا ہے یاد رکھ میکش
خاکساری سے کبھی سر نہ اٹھایا ہم نے
عروج بعد فنا ہے یہ خاکساروں کو
قبر پر ہم سے خاکساروں کی
عروج میں بھی رہیں ہم سوز میں مائل
دیکھ مل جاتی ہیں نادانوں کو کیا کیا نعمتیں
وہی ہر علم میں پہنچے ہیں معراج ترقی پر
خاکساروں سے فلک بغض و عداوت کیسی

شعر	شاعر
آدمی صورت و فرشتہ سیر	مومن
عرش سے بھی پرے مقام مرا	"
رزق مزدور ہے ہر شاہ و گدا کے گھر میں	منتہی
خاکساری کی مجھے ممکن ہے چادر ان دنوں	"
ہوتا نہیں طعام کبھی بے نمک لذیذ	"
جو مثل نقش قدم پائمال ہوتا ہے	"
پامال کو اللہ رے توقیر ہے کیسی	مسیح
گو پڑ کے خود یہ کشور شاہی میں رہ گئی	منیر
گرا دے آپ کو بام شکوہ بادشاہی سے	"
مانند شمع بزم نہ گردن اٹھائیے	"
جم ہوا دارا ہوا قیصر ہوا کسرےٰ ہوا	مہر
عجز عالی وقار کرتے ہیں	"
تو انکسار کرے افتخار کے بدلے	"
اے مہر ہم کو خاک سے اکسیر چاہیئے	"
تری درگاہ میں رتبہ ہے عالی خاکساری کا	"
بات اس میں نکلتی ہے کچھ عز و شان کی	"
خاکساری سے جھکے جو انھیں رفعت ہوگی	"
خاکساری چیز ہے کچھ چیز ہے اکسیر کیا	مذنب
پھر رہی ہو جس میں نخوت وہ ہمارا سر نہیں	میکش
جو کوچہ تسلیم و رضا دیکھ چکے ہیں	"
ہوتی ہے وہی عزت و توقیر کی گردن	"
جو ذی ہنر ہیں وہ کب حب جاہ کرتے ہیں	"
سمجھنا خود کو کہتر خاک سے یہ خاکساری ہے	"
نہ پایا خواب میں بھی جس کو دیوناری نے	"
وہی دل ہے جس میں کدورت نہیں ہے	"
جو خاکسار ہیں وہ خاکساری کرتے ہیں	"
خاک میں ملتے رہے نقش کف پا ہوکر	"
کہ آسماں پہ بگولے مزار ہوتے ہیں	محب
شامیانہ ہے گنبد افلاک	"
یہی ہے بھید ہمیں خاک سے بنانے کا	"
اپنی دانائی کا فخر و ناز دانا چھوڑ دے	"
جو اپنے آپ کو اس رستہ میں ہیں خاک پا سمجھے	"
پڑ گئی ظلم و ستم کی تجھے عادت کیسی	"

ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہے اے مضطر
وہی ہے کام کا انساں جس میں ہو یہ صفت
جھک کر چلیں نہ کس لئے صاحب ہنر بہت
خاک کا کھلتا طریق خاکساری میں نہیں
خاکساری نے عجب ہمت عالی بخشی
کسی کا بار طبیعت میں خاکسار نہیں
مرا زنگ دل خاکساری نے کھویا
خاکساروں سے ملا کرتے ہیں جھک کر سر بلند
یہ سرکشی سے ہے افتادگی کی قدر بلند
خاکساروں سے ہے ہر جا سرکشوں کی سرکشی
جو کوئی ہے با تواضع ہے سلیمان زماں
ہے جو افتادہ اُسے کیا ضرب دشمن سے گزند
ناتواں ہو کے جہاں میں رہوں ایسا ناسخ
ثمر پختہ جو ہے اے خام طبعو باغ عالم میں
خاکساران جہاں کا ہے ادب ایسا مجھے
خود بخود افتادگان خاک کا ہوتا ہے اوج
شان آگے خاکسار کے سرکش کی کب رہے
جو دعوائے ہدایت ہے گزر عالی وقاری سے
تنزل میں ترقی کرتی ہے افتادگی ناسخ
آگے افتادوں کے پاتے ہیں کہیں سرکش فروغ
آگے افتادوں کے عالی منزلت ہوتے ہیں خاک
خاکساری میں کسی کو ہے بھلا کیا نسبت
درازی عمر کی ہے ہر کسی کی خاکساری سے
دے جسے رفعت خدا اس کو تواضع ہے ضرور
نہ ہوگی گرم صحبت سرکشوں کی خاکساروں سے
بالش سر چاہئے تے مسند زر زیر پا
خاکساری سے ہو جب عزت ہی گر سمجھے کوئی
رتبۂ افتادگی سے رہنمائے خلق ہوں
مزرع دنیا میں وہ ہی عاقبت سرسبز ہے
یہانتک خاک کا رتبہ ہے اس عالم میں اب جس سے
سر بلندی کو یہاں دل نے نہ چاہا منعم
کیوں نہ ہو افتادگی کی قدردانیاں اب اے نصیر
خاکساری کو سمجھتے ہیں وہ اپنی اکسیر

ملا ہے خاک کے پتلے کو رتبہ خاکساری سے	مضطر
خراب آپ کو ہر ایک کو بھلا سمجھا	محبوب
خم ہیں جہان میں شجر بارور بہت	ماہ
جھک کے چلنے سے ہمارا دوست دشمن ہو گیا	,,
بوریا پایا تو ہم تخت سلیماں سمجھے	,,
غبار دیدۂ مردم مرا غبار نہیں	,,
کدورت سے حاصل صفائی ہوئی ہے	,,
آسماں پیش زمیں بہر تواضع خم ہوا	ناسخ
کہ آگ سے ہوئے جن، خاک سے بشر پیدا	,,
وہ زمیں ہے کون جس پر آسماں ہوتا نہیں	,,
مثل خاتم خم اگر قامت نہیں حاتم نہیں	,,
نیر لگنے سے نہیں پڑتا ہے روزن آب میں	,,
کہ مرے پاؤں سے چیونٹی کو بھی آزار نہ ہو	,,
نہ کیونکر خاکساری سے وہ بدلے سرفرازی کو	,,
پاؤں رکھتا ہوں بچا کر سایۂ دیوار کو	,,
نردباں درکار ہے کیا سایۂ دیوار کو	,,
پیدا ہو بوتراب تو کیا بولہب رہے	,,
ہوئے نقش قدم خضر بیاباں خاکساری سے	,,
کہ معراج شجر پانی نے پایا خاکساری سے	,,
سرد ہو جائے نہ کیوں بازار آتش آب سے	,,
دیکھ ہر پانی کے نیچے گنبد افلاک ہے	,,
کوئی عنصر مرے قالب میں بجز خاک نہیں	,,
نہیں بجھتے جو خاکستر سے اخگر بند کرتے ہیں	,,
ہو اگر محراب مسجد کا اُسے خم چاہئے	,,
سلامت رہ نہیں سکتی ہے دم بھر آگ پانی میں	,,
ہم گدا ہیں خاک کا کافی ہے بستر زیر پا	نصیر
خاک میں مل کر رہوں یارو نہ کیونکر زیر پا	,,
گرچہ ہوں جوں نقش پا میں خاک بر سر زیر پا	,,
دانہ ساں جو خاک میں رہتا ہے مل کر زیر پا	,,
کیا ہے شیشۂ ساعت نے اسباب سفر پیدا	,,
ورنہ یاں خیمۂ افلاک پرانا ہوگا	,,
نقش پائے عاشقاں سرپوش خاکستر رہا	,,
رکھتے چھپا نہیں ارباب نظر چاندی کا	,,

خاکساری

ہے نگوں ساری بھی ساتھ اے مردم دنیا دوں	نصیر
مثل فوارہ نہ اپنے اوج پر تو سر اٹھا	,,
خاکساروں سے نہیں منعم ترا رتبہ بلند	,,
ہے ہمیں فرش زمیں پر خیمۂ گردوں نصیب	,,
جوں نقش پا ہر اک نے کیا مجھ کو رہنما	,,
عزت یہاں یہ پائی ہے افتادگی سے آج	,,
خاکساری کو سمجھتے خوب ہیں اہل صفا	,,
دل سے آئینہ کے پوچھے کوئی خاکستر کی قدر	,,
مت مکدر اس سے ہو اے مائل غفلت یہاں	نظم
عاقبت معلوم ہوگی خاک کے بستر کی قدر	,,
خاک میں ملتا ہے جو ہوتا اسی کو ہے عروج	,,
سبز موتی کا نہ بارش نے کوئی دانہ کیا	,,
مثل سبزہ کے نہ سر سبز ہوا نام مرا	,,
مثل دانہ کے نہ جب تک تہ گل آیا	,,
خاکساری طالبوں کے لئے رفعت ہے عجب	,,
دولت احباب ہے گور کی منزل آیا	,,
نہاں ہے فیض کا چشمہ بھی خاکساروں میں	,,
کہ ابر کا ہے جو ہوئے غبار کی صورت	,,
جلد ہم سے قافلہ گزرے گا خاکساروں کا	,,
پیہم ناز رشتی گرد کاروان ہوگا	,,
خاکساروں	,,

لے نہ ۱۲ ‏ ٹے عشق ۱۲ ‏ تے افتادگوں ۱۲